UNIVERSAL
LIBRARY
OU_226488
UNIVERSAL
LIBRARY

وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا

یہ تفسیر دنیائے اسلام کے دینی سلسلے میں سب سے پہلی تفسیر ہے اور صحت روایت و کامل شان نزول وغیرہ کے اعتبار سے اپنی آپ ہی نظیر ہے جسکے مطالعہ کے لیئے شائقین کی طبیعتیں عرصے سے بے چین تھیں یعنی

احسن التفاسیر

کی

تیسری منزل

جسمیں احادیث حسنہ صحیحہ اور اقوال صحابہ کرام سے قرآن شریف کی تفسیر کیگئی ہے اور بڑے بڑے نکات لاینحل مقامات مشہور و معروف تفاسیر مثل تفسیر خازن تفسیر ابن جریر تفسیر ابن کثیر تفسیر معالم التنزیل وغیرہ سے حل کیے ہیں اور صحت روایت کا درجہ خیال رکھا گیا ہے اسکے ساتھ ہی قرآن شریف کی شان نزول جہانتک صحیح سند کے ساتھ مل سکی ہے نہایت صحت کے ساتھ لکھی گئی ہے

جسکو

عمدۃ المفسرین۔ سند المحدثین۔ فاضل اجل۔ عالم اکمل۔ علامۂ زمن۔ جناب مولانا و بالفضل والنا مولوی سید احمد حسن صاحب سابق تعلقدار اول حیدرآباد دکن حال ظفیفہ خوار سرکار عالی نظام خلد اللہ ملکہ نے تالیف کیا ہے

اور مرزا محمد عبد الغفار مالک فضل المطابع و فضل الاخبار دہلی کے اہتمام سے

فضل المطابع دہلی میں چھپکر شائع ہوئی

سنہ ۱۳۲۷ھ

جملہ حقوق بذریعہ رجسٹری محفوظ ہیں

فی جلد منزل ۱ بعد علاوہ محصول ڈاک

سورۃ یونس مکیۃ وھی مائۃ وتسع ایات واحد عشر رکوعا

المنزل الثالث

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۝ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَ

یہ آیتیں ہیں پکی کتاب کی کیا لوگوں کو تعجب ہوا کہ حکم بھیجا ہمنے ایک مرد کو ان میں سے کہ ڈر سنا لوگوں کو نکو اور

بَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ۝

خوشخبری سنا ئے جو کوئی یقین لاوے کہ انکو ہے پایہ سچا اپنے رب کے یہاں کہنے لگے منکر بیشک یہ جادو ہے صریح

تفسیر ابن جریر میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت سے جو شان نزول اس آیۃ کی بیان کی گئی ہے اوسکا حاصل یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آنحضرت کو نبی کیا تو اہل عرب پہلے تو یہ تعجب کرتے تھے کہ خدا کی طرف سے انسان نبی کیونکر ہو سکتا ہے کوئی فرشتہ نبی ہو کر کیوں نہیں آیا جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیۃ اور اسی قسم کی آیتیں نازل فرمائیں اور ان مشرکوں کی تسکین اہل کتاب کے بیان سے بھی ہو گئی کہ پہلے انبیا بھی سب انسان ہی تھے تو پھر یہ کہنے لگے کہ لولا انزل ہذا القرآن علی رجل من القریتین عظیم جس سے انکا مطلب یہ تھا کہ مکہ میں جیسا ولید بن مغیرہ اور طائف میں مسعود بن عمرو ثقفی ہیں اسی طرح کے کسی مالدار اور شاندار آدمی پر قرآن کیوں نہیں اوترا جسپر اللہ تعالیٰ نے اہم یقسمون رحمۃ ربک نازل فرمایا جس کا مطلب ہے کہ نبوت ایک رحمت الٰہی ہے اللہ نے اپنی مصلحت میں جس کسی کو اوس رحمت کا مستحق جانا اسکو وہ رحمت مل گئی رحمت الٰہی کے حصہ بانٹنے والے یہ لوگ کون ہیں اور انکو اس حصہ بانٹنے کا حق کس نے دیا ہے۔ حروف مقطعات کی تفسیر تو سورہ بقر میں گذر چکی ہے باقی حاصل مطلب ان آیتوں کا یہ ہے کہ قرآن فصاحت و بلاغت اخبار غیب اور ہر طرح کی نصیحت میں ایسا پختہ ہے کہ اسکے ان اوصاف میں کہیں کچھ خامی نہیں ہے اسیواسطے یہ مشرکین مکہ باوجود دعوے فصاحت کے اسکے مانند کچھ کلام بنا کر پیش کرنے سے عاجز ہیں اسپر بھی جو ان لوگوں کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے اور قرآن کے کلام الٰہی ہونے پر یہانتک تعجب ہے کہ یہ لوگ قرآن کو جادو اور اللہ کے رسول کو جادوگر بتلاتے ہیں یہ ان لوگوں کی نادانی ہے کیونکہ قرآن کے نازل ہونے سے چالیس برس پہلے یہ اللہ کے رسول ان لوگوں میں رہے کیا ان لوگوں نے کبھی یہ دیکھا یا سنا کہ اللہ کے رسول نے کسی جادوگر سے جادو سیکھا ہے جسکے سبب سے یہ لوگ اللہ کے کلام کو جادو اور اللہ کے رسول کو جادوگر بتلاتے ہیں حضرت عبداللہ بن عباس کے صحیح قول کے موافق ان لہم قدم صدق عند ربہم کی تفسیر یہ ہے کہ قرآن شریف کی نصیحت پر عمل کرنے والے ایماندار لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے مرتبے عقبیٰ میں کئے ہیں جنکا حال قیامت کے دن ان ایماندار لوگوں کو معلوم ہوگا صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ایک حدیث قدسی ابوہریرہؓ کی روایت سے اوپر گذر چکی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ایماندار لوگوں کے لئے جنت میں جو سامان تیار کیا ہے وہ نہ کسی نے آنکھوں سے دیکھے نہ کانوں سے سنے نہ کسی کے دل پر انکا خیال گذر سکتا ہے حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کے حوالہ سے

منزل ۳

ان اہم قدم صدق عندربہم کی جو تفسیر اوپر بیان کی گئی اس حدیث سے اُسکی پوری تائید ہوتی ہے۔

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ

اللہ ہے جسنے بنائے آسمان اور زمین چھ دن مین پھر قائم ہوا عرش پر

يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مَا مِن شَفِيعٍ إِلَّا مِن بَعْدِ إِذْنِهِ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ

تدبیر کرتا کام کی کوئی سفارش نہ کرسکے مگر جو پہلے اسکا حکم ہو وہ اللہ ہے رب تمہارا سو اُسکو پوجو کیا تم دھیان نہیں کرتے

اللہ پاک نے چھہ دن کی مدت مین زمین و آسمان بنایا اگر وہ چاہتا تو ایک لمحہ مین بنا دیتا لیکن چھہ دن کی مدت مین آسمان وزمین کے پیدا کرنے میں یہ حکمت ہے کہ انسان اس عادت الٰہی کو سیکھ کر ہر کام کو سہولت سے کرے کسی کام مین عادت سے بڑھکر جلدی نکرے کہ اس طرح کی جلدی شیطان کی عادت مین داخل ہے چنانچہ مسند ابی یعلی مین انسؓ بن مالک کی صحیح روایت ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر ایک کام مین سہولت عادت الٰہی ہے اور حد سے زیادہ جلدی عادت شیطانی ہے کفار بھی اس بات کے قائل تھے کہ خدا نے زمین و آسمان کو بنایا ہے مگر نبیون کی تعظیم کرتے اور رسول کو نہین مانتے تھے اسلئے فرمایا کہ جسکو اتنی بڑی قدرت حاصل ہے جسکے سمجھنے سے انسان کی عقل عاجز ہے اگر اُسنے رسول تمہاری طرف تمہین مین سے بھیجا تو پھر تمہین کیون تعجب ہے اور جب انسان اور انسان کی سب ضرورت کی چیزون کو اللہ نے پیدا کیا ہے تو پھر نبیون کو قابل تعظیم ٹھہرانے کا کیا حق ہے عرش خدا کی ساری مخلوق سے بڑا ہے بعضونکا قول ہے کہ عرش یاقوت سرخ کا ہے اللہ پاک وہین سے کل کاموںکی تدبیر کرتا ہے پھر اس آیہ مین کفار کی طرف خطاب کرکے فرمایا کہ تم جو نبیونکو پوجتے ہو اور یہ اعتقاد رکھتے ہو کہ یہی بت تمہاری شفاعت کرینگے تو یہ یاد رکھو کہ تمہارا رب اگر ہے تو وہی خدا ہے جسکا کوئی شریک نہین اور اوسی کی عبادت کرنی زیبا ہے ان نبیونکی کیا طاقت ہے جو شفاعت کرینگے نہ اولیا غوث قطب یہانتک کہ انبیا علیہم السلام بھی بغیر مرضی اللہ کے کسی کی شفاعت نہیں کرسکین گے مسند امام احمد اور ترمذی مین ابی رزین عقیلی کی روایت ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے اللہ تعالی نے پانی کو پیدا کیا پھر عرش معلی کو اور پھر سب مخلوقات کو پیدا کیا۔ ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے مسند امام احمد اور صحیح مسلم مین ابوہریرہ انصاری کی روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی علیہ وسلم نے ایک روز صبح کی نماز کے بعد سے منبر پر چڑھ کر پیدائش دنیا کا حال ظہر کی نماز تک بیان فرمایا اور ظہر کی نماز سے عصر اور عصر سے شام تک ایک دن مین تمام دنیا کا حال بیان کردیا یا اللہ کے رسول کا ایک معجزہ تھا اسلئے خاص کسی صحابی کی روایت میں تو یہ پورا حال سلسلہ وار نہین ہے لیکن متفرق طور پر اکثر صحابہ کی روایتین اس باب میں ہیں جنکا ذکر حسب موقع ہر ایک آیہ کی تفسیر مین کیا گیا ہے۔ استوا علی العرش اللہ تعالی کی ایک صفت ہے جسپر ایمان لانا اور اُسکی تفصیلی کیفیت کو علم الٰہی پر منحصر رکھنا سلف کا طریقہ ہے چنانچہ سورہ آل عمران مین گذر چکا ہے کہ صحابہ اور تابعین کے زمانہ تک اس طرح کی متشابہ آیتون کی کیفیت کو علم الٰہی پر منحصر رکھا جاتا تھا اور یہ بھی گذر چکا ہے کہ صفات الٰہی اور قیامت کے حال کی آیتین اور حروف مقطعات یہ سب متشابہات ہین۔

منزل ۳

یدبرالامر۔ اس کا مطلب ہی کہ اللہ تعالی نے سب چیزونکو پیدا کرکے پھر اونکا انتظام اپنے ہاتھ مین رکھا ہے مثلاً یون تو سورج مشرق سے نکلتا ہی لیکن اُسکا مغرب سے نکلنا انتظام الٰہی مین دنیا کے ختم ہونے کی ایک نشانی قرار پائی ہی چنانچہ صحیح بخاری و مسلم کی ابوذرؓ کی روایت مین اس کا ذکر تفصیل سے ہے۔

إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا ۖ وَعْدَ اللَّهِ حَقًّا ۚ إِنَّهُ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

اسی کی طرف پھر جانا تم سبکو وعدہ ہے اللہ کا سچا وہی بنا دے پہلے پھر اُسکو دوہرا دیگا تا بدلا دے اُنکو جو یقین لاتے تھے اور کئے

الصَّالِحَاتِ بِالْقِسْطِ ۚ وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ شَرَابٌ مِنْ حَمِيمٍ وَعَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ

تھے کام نیک انصاف سے اور جو منکر ہوئے اونکو پینا ہے کھولتا پانی اور دکھ کی مار اوسپر کہ منکر ہوتے تھے

منکرین حشر کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ یہ بھی یاد رکھو ایک نہ ایک روز سب کے سب خدا ہی کی طرف اکٹھے ہوکر آوگے پھر جیسے جس کے عمل ہونگے ویسا اُسکو اُسکا بدلہ ملیگا ایمان والون اور نیک عمل والونکو اُنکے عمل جیسا اور کافرونکو اُنکے عمل جیسا ایمان والونکو جنت کی نعمتین نصیب ہون گی اور منکر شریعت لوگونکو کھولتا ہوا پانی پینے کو دیا جائیگا۔ اور طرح طرح کے عذاب ہونگے بعضے کافر یہ اعتراض کرتے تھے کہ جب سب کے سب مرکر خاک ہوجائین گے ہڈیان تک گھل کر خاک ہوجائین گی تو پھر کیونکر ویسے کا ویسا کوئی اُٹھ کھڑا ہوگا اسکے جواب مین فرمایا انہ یبدؤ الخلق ثم یعیدہ جس کا مطلب ہی کہ جس نے پہلے پیدا کیا ہی وہی پھر دوبارہ بنا دیگا۔ جب کسی چیز کی کوئی بنیاد ہی نہتی تو اُسنے بنا دیا پھر دوبارہ بنا دینا اُسکے نزدیک کیا بڑی بات ہی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اوپر کی آیۃ مین دنیا کی پیدائش کا ذکر فرماکر اس آیۃ مین حشر کا ذکر فرمایا تاکہ عقلی تجربہ کے موافق ان منکرین حشر کی سمجھ مین یہ بات اچھی طرح سے آجاوے کہ جو کام ایک دفعہ کیا جاچکے تو پھر دوبارہ اُسکا کیا جانا کچھ مشکل نہیں رہتا اسی طرح پیدا ہونے سے پہلے جیسے یہ لوگ نیست و نابود تھے مرنے کے بعد ویسے ہی ہوجاوین گے اور جس نے پہلی دفعہ انکو نیست سے ہست کیا ہی وہی انکو دوبارہ نیست سے ہست کردیگا۔ پھر یہ بھی سمجھایا کہ یہ دوبارہ پیدا کرنا اِس انصاف کی بنا پر ہے کہ اس دوسرے جہان مین نیک و بد کی جزا و سزا ہوجاوے کیونکہ نیک و بد کو ایک حالت پر رکھنا بڑی ناانصافی ہے۔ صحیح بخاری کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی حدیث قدسی ایک جگہ گذر چکی ہی جس میں اللہ تعالی نے فرمایا جس طرح میں نے انسان کو پہلی دفعہ پیدا کیا اُسیطرح پھر اُسکے دوبارہ پیدا کرنے کا ذکر میںنے اپنے کلام پاک مین کیا لیکن انسان نے حشر کا انکار کرکے سیدھے کلام پاک کو جھٹلایا صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے نعمانؓ بن بشیر کی حدیث بھی ایک جگہ گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس دوزخی پر سب سے کم عذاب ہوگا وہ یہ ہی کہ اُسکے پاؤن مین آگ کی جوتیان پہنادی جاوینگی جس سے اُس کا بھیجا پگل کر نکل پڑے گا صحیح مسلم مین مغیرہؓ بن شعبہ کی روایۃ ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عقبی مین ادنی درجہ کے اہل جنت کو اسقدر سامان دیا جاویگا جو دنیا کی پانچ بادشاہتون کے برابر ہوگا ان حدیثونکو آیۃ کی تفسیر مین بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ ان منکرین حشر کے ذمہ اللہ تعالی اور اُسکے کلام کے جھٹلانے کا الزام ہی اور اس طرح کے ادنی درجہ کے ملزمون کو بھی قیامت کے دن جو عذاب

منزل ۳

بھگتنا پڑیگا وہ انسان کی برداشت سے باہر ہے پہر اعلی درجہ کے ملزمون کے عذاب کا کیا ٹھکانا ہے اسی طرح جن لوگون نے قرآن کی نصیحت پر عمل کرکے حشر کا کچھ سامان کرلیا ہوگا اُنمین کے کم درجہ کے جنتیون کو وہ ساز وسامان دیا جاویگا جو دنیا کی پانچ بادشاہتون کے برابر ہوگا جس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ اعلی درجہ کے جنتیون کا ساز وسامان آدمی کی سمجھ سے باہر ہے

هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا وَقَدَّرَهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ

وہی ہے جن نے بنایا سورج کو چمک اور چاند کو اوجالا اور ٹھہرائین اُسکو منزلین تو پہچانو گنتی برسون کی اور حساب

مَا خَلَقَ اللَّهُ ذَٰلِكَ إِلَّا بِالْحَقِّ يُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝ إِنَّ فِي اخْتِلَافِ اللَّيْلِ

یون نہین بنایا اللہ نے یہ سب مگر تدبیر سے کھولتا ہے پتے ایک لوگون پر جنکو سمجھ ہے البتہ بدلنے مین رات اور

وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللَّهُ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَّقُونَ ۝

دن کے اور جو بنایا اللہ نے آسمان اور زمین مین پتے ہین ایک لوگون کو جو ڈر رکھتے ہین

اللہ پاک نے زمین واسمان اور جو جو چیزین دنیا مین ہین ان سبکو اپنے بندون کے فائدے کیلئے پیدا کیا ہے اسلئے فرمایا کہ آفتاب کو الگ چمک بخشی ہے جسکے سبب سے دن ہوا کرتا ہے اور چاند کو الگ روشنی دی ہے اور وہ راتون کو نکلا کرتا ہے چاند کیلئے منزلین مقرر کین جس مین وہ برابر آتا جاتا رہتا ہے کبھی گھٹ جاتا ہے کبھی بڑھ جاتا ہے اور پورا ہوکر پہر گھٹنے لگتا ہے یہانتک کہ بالکل نہین دکھائی دیتا پہر ایک یا دو روز مین ہلال بنکر نکلتا ہے اسی کے سبب سے لوگ مہینون اور سال کا حساب کرتے ہین تو جو لوگ عقل و شعور رکھتے ہین ان سب باتو پر غور کرکے خدا پر ایمان لاتے ہین اور جانتے ہین کہ بیشک وہ وحدہ لاشریک ہے جس نے ایسی ایسی نشانیان بنائی ہین ابن عباسؓ فرماتے ہین چاند اور سورج کے منہ آسمان کی طرف ہین اور پشت زمین کی طرف ہے شرع مین اسی چاند کے دورہ کے حساب سے مہینہ شروع ہوتا ہے اور ختم ہوتا ہے سورج کے حساب سے نہین پہر فرمایا کہ دن اور رات کا آٹھ پہر بھی خدا سے ڈرنے والون کیواسطے ایک نشانی ہے کہ جب دن ہوتا ہے تو رات نہین ہوتی اور جب رات ہے تو دن نہین اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ رات سے دن بڑا ہوتا ہے اور کبھی دن سے رات بڑی ہوتی ہے کبھی دونون برابر ہوجاتے ہین تو سمجھ دار کے لئے یہ بھی ایک نشانی ہے کہ بیشک کوئی اس کا بنانیوالا ہے۔ سورہ بقر مین گذر چکا ہے کہ چاند کی اٹھائیس منزلین اور بارہ برج ہین ان منزلون مین سے جب ایک منزل کو چاند طے کرتا ہے تو ایک رات ہوتی ہے اور پوری منزلین اور برج جب طے ہوجاتے ہین تو ایک مہینہ ہوتا ہے چاند اور سورج سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بڑے معجزون کا بھی تعلق ہے۔ چاند کا معجزہ تو شق القمر کا معجزہ ہے جس کا پورا ذکر تو سورہ القمر مین آویگا مگر حاصل اُسکا یہ ہے کہ صحیح بخاری ومسلم میں انسؓ بن مالک کی روایت ہے جس مین یہ ہے کہ مشرکین مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شق القمر کا معجزہ چاہا اور اس معجزہ کا ظہور اُسوقت کے لوگونکی آنکھونکے سامنے ہوا جنہون نے چاند کے دو ٹکڑے اپنی آنکھونسے دیکھے سورج کے متعلق اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ معجزہ ہے جس کا ذکر قیامت کی علامات کی صحیح حدیثون میں ہے چنانچہ صحیح بخاری وسلم مین

منزل ۳

ابوذرؓ کی اور صحیح مسلم مین ابوہریرہؓ کی روایتین ہین جنکا حاصل یہ ہی کہ اب تو سورج ہر روز غروب کے وقت عرش معلی کے نیچے جاکر سجدہ کرتا ہی اور اوسکو حسب دستور دوسرے روز مشرق سے نکلنے کا حکم ہو جاتا ہی لیکن قیامت کے قریب ایک روز اللہ کے حکم سے وہ مغرب سے نکلے گا۔ اسکے بعد کسی کی توبہ اور کسی کا نیک عمل پھر قبول نہ ہوگا جس طرح چاند کی گردش سے مہینہ اور سال کا حساب معلوم ہوتا ہی اسی طرح سورج کی گردش سے جاڑے گرمی اور برسات کا موسم پیدا ہوتا ہی جسکو دنیا کے کامون مین بڑا دخل ہی غروب کے وقت سورج کے عرش معلے کے نیچے جانے اور سجدہ کرنے کا ذکر جو اوپر کی روایتون مین ہی اُس سے اُن اہل ہیئت کا قول ضعیف ٹھہرتا ہی جو سورج کی حرکت کے قائل نہیں ہیں چنانچہ زیادہ تفصیل اسکی سورہ یٰسین مین آویگی غرض جس اللہ نے سورج چاند کو اس حالت پر پیدا کیا یہ سورج چاند اُسی کے تابع ہیں انمین اصلی کوئی تاثیر نہیں ہی شیطان کے بہکانے سے جو لوگ سورج چاند مین کسی طرح کی مستقل تاثیر کا اعتقاد رکھکر سورج چاند کی پوجا کرتے ہیں وہ بڑی غلطی پر ہیں اسی واسطے حم السجدہ مین فرمایا لاتسجدوا للشمس ولا للقمر واسجدوا للہ الذی خلقھن ان کنتم ایاہ تعبدون ۔ مطلب اس کا وہی ہی جو اوپر بیان کیا گیا کہ جسنے ان چیزونکو پیدا کیا ہے اصل تعظیم کے قابل وہی ہوا اُسکی عبادت مین جو لوگ دوسرونکو شریک کرتے ہیں وہ بڑی غلطی پر ہیں کیونکہ اُنکی عبادت کی سب محنت رائگان ہی اسلئے فرمایا کہ جو سمجھ دار متقی لوگ ہیں اُنکے حق مین تو سورج چاند دن رات اور سب مخلوقات اللہ کی قدرت کی نشانیان ہیں اور جو لوگ ناسمجھی سے شیطان کے پھندے مین پھنسے ہوئے ہیں وہ اللہ کی قدرت کو بھول کر ان چیزونسے سطحی کے کام لیتے ہین جن کا مون کے لئے اللہ تعالی نے ان چیزونکو پیدا نہین کیا مثلاً نہ سورج چاند پوجا کے لئے پیدا کئے گئے ہیں نہ رات دن ایسے خلاف شریعت کاموں مین صرف کرنے کے لئے۔ منزل ۳

إِنَّ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا وَرَضُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنُّوا بِهَا وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ آيَاتِنَا غَافِلُونَ

جو امید نہین رکھتے ہمارے ملنے کی اور راضی ہوئے دنیا کی زندگی پر اور اوسی پر چین پکڑا اور جو ہماری قدرتون سے خبر نہین رکھتے

أُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ يَهْدِيهِمْ

ایسونکا ٹھکانا ہے آگ بدلا اُسکا جو کماتے تھے جو لوگ یقین لائے اور کئے اونھون نے نیک کام راہ دیگا

رَبُّهُمْ بِإِيمَانِهِمْ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ دَعْوَاهُمْ فِيهَا سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ

اونکو رب اونکا اُنکے ایمان سے بہتی ہین اُنکے نیچے نہرین باغون مین آرام کے اونکی دعا اوس جگہ یہ کہ پاک ذات ہی تیری یا اللہ

وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ ع ۲

اور ملاقات اونکی سلام اور تمام اونکی دعا اسپر کہ سب خوبی اللہ کو جو صاحب سارے جہان کا

صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہؓ سے روایت ہی کہ خواہشات دنیا سے اللہ تعالی نے دوزخ کو اور تکلیفات شرعیہ سے جنت کو ڈھانک رکھا ہی جسکے حاصل معنے یہ ہیں کہ جس طرح پردہ کے اندر کوئی چیز ڈھکی اور چھپی ہوتی ہے اسی طرح جنت تکلیفات

شرعیہ کے پردہ کے اندر اور دوزخ خواہشات دنیا کے پردہ کے اندر چھپی ہوئی ہیں اسلئے جس کسی کی تمام ہمت اور کوشش اور عمر خواہشات دنیا کے پورا کرنے اور آخرت سے غافل رہنے مین گذری اُسنے گویا دوزخ کے دروازہ کا پردہ اوٹھایا اور دوزخ مین جانیکا قصد کیا اور جس کسی کی عمر تا بمقدور تکلیفات شرعیہ کی برداشت مین بسر ہوئی اُسنے جنت کے دروازہ کا پردہ اوٹھایا اور جنت مین جانے کا قصد کیا غرض جو معنے اس حدیث کے ہین وہی معنے ان آیتونکے ہین اس واسطے اس حدیث کو ان آیتونکی تفسیر کہنا چاہیئے اور خواہشات دنیا رحمت الٰہی اور جنت سے روکنے والی چیزین ہین اسی واسطے معتبر سندسے طبرانی اور مستدرک حاکم مین ابو سعید خدری وغیرہ سے روایت ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اپنے جس بندے کی عقبی کی بہلائی چاہتا ہی اُسکو دنیا اور خواہشات دنیا سے ایسا بچاتا ہی جس طرح کوئی آدمی اپنے بیمار کو بد پرہیزی کی چیزون سے بچاتا ہے اللہ تعالی ہر مسلمان کو اپنی محبت و دین کا مونکا شوق اور دنیا کی دلدل مین پھنسنے سے نفرت نصیب کرے۔ جنتی لوگ جنت کی نعمتین دیکھکر اللہ تعالی کی حمد و ثنا بیان کرین گے اور جب آپسمین ملین گے تو سلام علیکم کہوین گے اسی کا ذکر ان آیتون مین ہی جو لوگ رات دن خواہشات دنیا مین گرفتار ہین وہ عقبے سے غافل اور ایک اللہ کو منہ دکھانیکا خیال کبھی اُنکے دل مین نہیں گذرتا اور جو لوگ عقبی کی بہبودی چاہتے ہین وہ اعتقاد اور نیک عملونکی درستی مین ہر وقت لگے رہتے ہین انہی دونون گروہ کا ذکر ان آیتونمین فرماکر اول گروہ کا انجام دوزخ اور دوسرے گروہ کا انجام جنت کو فرمایا ابو ہریرہؓ کی حدیث جو اوپر گذری وہ ان دونون انجامونکی پوری تفسیر ہے۔

منزل ۳ وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ إِلَيْهِمْ أَجَلُهُمْ ۚ فَنَذَرُ الَّذِينَ

اور اگر شتاب لادے اللہ لوگونپر بُرائی جیسے مانگتے ہین بہلائی تو پوری کرچکے اونکی عمر سو ہم چھوڑ رکھتے ہین جنکو امید نہین

لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ۝

ہماری ملاقات کی اون کی شرارت مین بہکتے

نضر بن حارث اور ابو جہل نے جب یہ دعا مانگی کہ اگر یہ قرآن اور آنحضرت کا رسول ہونا سچا ہی تو یا اللہ ہمپر آسمان سے پتھر برسا دے یا ہمپر اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی حاصل معنے آیت کے یہ ہین کہ تندرستی فارغ البالی اور دنیا کی بہلائیان جس طرح ہر وقت آدمی کو اللہ دیتا رہتا ہی اسی طرح غصہ کے وقت کی بد دعا پر فوراً اللہ آدمی کی پکڑ کرتا رہے تو بہت جلد دنیا اور اہل دنیا کا خاتمہ ہوجاوے صحیح مسلم اور ابو داؤد مین حضرت جابرؓ سے روایت ہی کہ آنحضرت نے فرمایا کہ اے لوگون اپنے اور اپنے مال و اولاد کے حق مین غصہ کے وقت بد دعا نہ کیا کرو ایسا نہ ہو کبھی قبولیت کے وقت وہ بد دعا منہ سے نکل جاوے اور قبول ہوجاوے اگرچہ اللہ اپنی رحمت سے انسانکو ہر وقت کی بُرائی پہونچانیسے درگذر فرماتا ہی لیکن یہ رحمت بھی نافرمان لوگونکی حق مین ایک عذاب اور وبال ہی کیونکہ یہ نافرمان لوگ جسقدر دنیا مین صحت اور فارغ البالی سے رہین گے بُری کام زیادہ کرینگے جسکا خمیازہ اسیقدر اُنکو آخرت مین بھگتنا پڑیگا ترمذی مسند امام احمد بن حنبل دارمی مین ابی بکرہ سے روایت ہی کہ ایک شخص نے آنحضرت سے پوچھا کہ حضرت اچھا آدمی دنیا مین کون ہی آپ نے فرمایا جسکی عمر بڑی ہو اور وہ اپنی عمر مین نیک کام کرے اُس شخص نے پوچھا کہ بُرا آدمی دنیا مین کون ہے آپنے فرمایا جس کی عمر بڑی ہو اور وہ اپنی عمر مین

ہر کام کرے ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہو دنیا مین بدلوگونکا چند روز صحت اور آسائش سے رہنا آخرت کی تکلیف دائمی کے مقابلہ مین بیطرح نیک لوگونکی دنیا کی چند روزہ سختی آنکی آخرت کی راحت کے مقابلہ مین کسی گنتی مین نہیں ہو اس لئے بدلوگونکو کسی آسائش اور نیک لوگونکو کسی دنیا کی سختی مین دیکھکر کچھہ پچتاوا نہیں کرنا چاہیے اس پچتاوے کو رفع کرنے کے لیے صحیح مسلم مین حضرت انس سے روایت ہو کہ آنحضرت نے فرمایا قیامت کے دن بڑے بڑے راحت سے رہنے والے بدلوگون سے دوزخ مین جاتے ہی فرشتے پوچھین گے تمکو دنیا کا آرام وچین کچھہ یاد ہے وہ قسمین کہا کر کہین گے کہ اس تکلیف کے سامنے ہمکو کوئی راحت دنیا کی یاد نہین اسی طرح دنیا کے بڑے مصیبت زدہ نیک لوگون سے جنت مین جاتے ہی فرشتے پوچھین گے تمکو دنیا کی کوئی مصیبت یاد ہے وہ کہوین گے اس راحت کے آگے ہمکو کوئی مصیبت یاد نہین

وَإِذَا مَسَّ الْإِنسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنبِهِ أَوْ قَاعِدًا أَوْ قَائِمًا فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهُ مَرَّ كَأَن

اور جب پہنچے انسان کو تکلیف ہمکو پکارے پڑا ہوا یا بیٹھا یا کھڑا اور پھر جب ہم نے کھولدی اوس سے وہ تکلیف چلا گیا

لَّمْ يَدْعُنَا إِلَىٰ ضُرٍّ مَّسَّهُ ۚ كَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ

گویا کبھی پکارا نہ تھا ہمکو کسی تکلیف پہنچنے پر اسی طرح بن آیا ہے بے لحاظ لوگونکو جو کچھہ کر رہے ہین اور ہم کھپا چکے وہ سنگتین تم سے

مِن قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوا وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ وَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي

منزل ۳

پہلے جب ظالم ہو گئے اور لائے تھے اون پاس رسول اُنکے کھلی نشانیان اور ہرگز نہ تھے ایمان لانے والے یونہی سزا دیتے ہین

الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ ۝ ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ مِن بَعْدِهِمْ لِنَنظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ ۝

ہم قوم گنہگارونکو پھر تم کو ہمنے نائب کیا زمین مین انکے بعد کہ دیکھین تم کیا کرتے ہو

اوپر کی آیتہ مین اللہ تعالی نے نافرمان لوگونکی یہ عادت تبلائی تھی کہ جس قدر آنکو دنیا مین تندرستی اور فارغ البالی دیجاتی ہے اُسی قدر آنکی نافرمانی اور سرکشی بڑہتی جاتی ہو اس آیتہ مین دوسری عادت اُن لوگونکی فرمائی کہ تنگی کیوقت یہ لوگ سب سرکشی بھولکر اوٹھتے بیٹھتے اللہ کو پکارنے لگتے ہین اور جب اللہ آنکی وہ تنگی رفع کر دیتا ہو تو پھر بالکل خدا سے بیگانے بنجاتے ہیں صحیح مسلم مین صہیب رومی کی روایتہ ہو جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانونکی علامت یہ بیان فرمائی ہو کہ تنگی کیوقت وہ صبر کرتے ہیں اور راحت کیوقت اللہ کا شکر بجالاتے ہیں اور اس سے بڑھکر ایک مقام ہو جو خاص لوگونکو میسر ہوتا ہو وہ یہ ہو کہ تنگی کیوقت ظاہر مین صبر کرنا اور باطن مین اُس تنگی کو اللہ کا حکم سمجھکر اُس تنگی سے دلپر میل نہ آنے دینا اور رضا بقضا کا معاملہ رکھنا خدا اپنے بندون مین جسکو چاہتا ہے یہ مقام عنایت فرماتا ہے جس طرح یہ مقام مشکل ہو اسکا اجر بھی بہت ہی بڑا ہو - اس خاص گروہ کے خاص مقام کا ذکر ابو داؤد کی روایت سے مستدرک حکم مین ہے اور حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہو آخر کو فرمایا پچھلے لوگ اس سرکشی اور ناشکری کے وبال مین طرح طرح کے عذابون سے ہلاک ہوگئے اور حال کے لوگ اُن پچھلے لوگونکی قائمقامی کے طور پر زمین مین آباد ہوئے ہیں جنکا ہر ایک کام اللہ کی نظر مین

ہو کہ جیسا کوئی کریگا ویسا ہی بدلہ پاویگا صحیح بخاری و مسلم مین عمرو بن عوف کی روایت ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھکو اپنی امت کے فقر و فاقہ کی حالت کا کچھہ خوف نہیں ہی بلکہ خوف ہی تو یہ ہی کہ پچھلے لوگونکی طرح ان مین مال و متاع کی کثرت ہوجاویگی جسکی شکر گذاری انسے نہو سکیگی تو اسوقت پچھلے لوگونکی طرح انپر بھی آفت آجاویگی یہ حدیث آخری آیۃ کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہی کہ مسلمانونکے مالدار ہوجانیکے بعد جب تک انکے کام اللہ تعالی کی مرضی کے موافق رہے بادشاہت حکومت سب کچھہ انکے قبضہ مین رہا جب وہ بات جاتی رہی ہر طرحکی ذلت اور خواری انکے پلے پڑی۔

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ

اور جب پڑہے اون پاس آیتین ہماری صاف کہتے ہیں جنکو امید نہین ہمسے ملاقات کی لے آ کوئی اور قرآن اس کے

اَوْ بَدِّلْهُ ۭ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَاۗئِ نَفْسِيْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ اِنِّىْٓ

سوائے یا اسکو بدل ڈال تو کہہ میرا کام نہین کہ اسکو بدلون اپنی طرف سے مین تابع ہون اوسی کا جو حکم آوے میری طرف

اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ قُلْ لَّوْ شَاۗءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ

مین ڈرتا ہون اگر بے حکمی کرون اپنے رب کی بڑے دن کی مار سے تو کہہ اگر اللہ چاہتا تو مین نہ پڑہتا یہ تمہارے پاس اور

اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝

تمکو خبر کرتا اسکی کیونکہ مین رہ چکا ہون تم مین ایک عمر اس سے پہلے کیا پھر تم نہیں بوجھتے

منزل ۳

مفسرین سلف مثل قتادہ اور مقاتل بن حیان نے جو شان نزول ان آیتونکی بیان کی ہی حاصل اوسکا یہ ہی کہ جب آنحضرت مشرکین مکہ کو قرآن شریف کی وہ آیتین سناتے جن مین انکے بتون اور بت پرستی کی مذمت ہوتی تو ولید بن مغیرہ ابن امیہ اور سرکش مشرک کہتے تھے کہ اگر تمکو ہمین اس قرآن کو تسلیم کرانا منظور ہی تو اس مین سے اسطرحکی آیتین جن مین ہمارے بتونکی مذمت ہی بدل ڈالو امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر مین لکھا ہی کہ اس مقولہ سے اون مشرکین کی دو غرضین خیال مین آتی ہین یا تو مسخرے پن سے وہ ایسی بات کہتے تھے یا اونکو اس بات کا امتحان مقصود تہا کہ اگر خود آنحضرت کا بنایا ہوا یہ قرآن ہوگا تو وہ ہماری خاطر سے کچھہ حکم اسکے بدل ڈالین گے اور خدا کی طرف سے یہ قرآن اترتا ہوگا تو آنحضرت کوئی حکم اسکا ہماری خاطر سے نہ بدل سکین گے اللہ تعالی غیب دان نے انکی دلی مقصود کو جانکر یہ جواب نازل فرمایا کہ ان منکر قرآن لوگون سے کہدو کہ تمہاری عقلون مین اتنی بات سمجھنے کی کیا قدرت نہیں ہی کہ قرآن شریف کے نازل ہونے سے چالیس برس پیشتر مین تمہی لوگون مین رہتا تہا اور تم لوگ مجھکو سچا امین جانتے تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ مین پڑہا لکھا نہیں ہون پھر یہ گمان تمہین کیونکر ہے کہ یہ قرآن مینے اپنی طرف سے بنالیا ہی نہین ہرگز نہین یہ گمان تمہارا بالکل غلط ہی صحیح بات یہی ہی کہ یہ خدا کا کلام ہی اور اس مین کسی کی خاطر سے کچھہ بدل سدل میرے اختیار مین ہرگز نہین ہی مین فقط اللہ کے کلام کو اسکے حکم کے موافق تم لوگونکو سنا دیتا ہون ورنہ چالیس برس جس طرح چپ چاپ مینے تم لوگونمین کاٹ دیے کبھی تمہارے بتون کو

تمہاری بت پرستی کو برا نہیں کہا اب بھی بلا حکم خدا کے مجھکو تم سے اس عداوت کے پیدا کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے انسؓ بن مالک کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر صحابہ سے فرمایا کہ مین تم سب سے زیادہ اللہ تعالی کا خوف اپنے دلمین رکھتا ہون ترمذی نسائی ابوداؤد وغیرہ مین حضرت عبداللہؓ بن عباس کی روایۃ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب کوئی آیۃ یا سورۃ نازل ہوتی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوراً کسی کاتب کو بلا کر اُس آیۃ یا سورۃ کو لکھوا لیا کرتے تھے ابن حبان اور حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ ان حدیثون کو آیتون کی تفسیر مین بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ قرآن کی آیتون مین کچھ بدل سدل ہو جانے پر ان آیتون مین عذاب کا خوف دلایا گیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مین سب سے زیادہ خوف الٰہی تھا اسلئے جو وحی آتی تھی اُسکو آپ فوراً لکھوا لیتے تھے تاکہ لکھوانے مین تاخیر ہو کر کسی آیۃ یا سورۃ کے لفظون مین کچھ ردوبدل نہ ہو جاوے۔ قرآن کی صحت کا یہ انتظام تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تھا خود اللہ تعالی کی طرف سے قرآن کی صحت کا یہ انتظام تھا کہ ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک جسقدر حصہ قرآن کا نازل ہوتا تھا اللہ کے حکم سے ہر رمضان مین حضرت جبرئیل علیہ السلام اُس حصہ کا دور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کرتے تھے جس سے ناسخ منسوخ وغیرہ کی صحت پورے طور پر ہو جاتی تھی چنانچہ صحیح بخاری وغیرہ مین جو روایتین ہین اُنمین اسکا ذکر تفصیل سے ہے اگرچہ رمضان کے روزے ہجرت کے بعد فرض ہوئے ہین لیکن یہ دور کا طریقہ روزون کے فرض ہونے سے پہلے مکہ مین بھی تھا۔

منزل ۳ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝

پھر کون ظالم اوس سے جو بناوے اللہ پر جھوٹ یا جھٹلاوے اوسکی آیتین بیشک بھلا نہیں ہوتا گنہگارون کا

اس سے پہلے کی آیۃ مین بیان ہو چکا ہے کہ کافرون نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اور قرآن آپ لائین یا اسکو بدل ڈالین جسپر اللہ تعالی نے آپکو حکم دیا کہ کہدو مجھے زیبا نہیں ہے کہ مین اپنے جی سے اللہ کے کلام کو بدل ڈالون کیونکہ یہ تو بڑا ظلم ہے اور خدا پر بہتان باندھنا ہے کہ جو بات خدا نے نہ بتلائی ہو اوسکو مین اپنے جی سے کہون آیۃ کا ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ مشرک اور کافر خدا کو اور اُسکی آیتونکو اور اُسکے رسول کو جھٹلاتے ہین بہت ظلم کرتے ہین کبھی اونکو فلاحیت نہ ہوگی اور یہ مطلب اسلئے ہے کہ مسیلمہ کذاب ایک شخص حضرت کے زمانہ مین عرب مین تھا اُس نے نبوت کا جھوٹا دعوی کیا تھا اور جی سے آیتین گھڑ کر کہتا تھا کہ خدا نے یہ آیتین مجھپر اتاری ہین اسواسطے فرمایا کہ جو شخص خدا پر بہتان باندھے اور یہ کہے کہ خدا نے مجھپر اپنا کلام بھیجا ہے اوس سے بڑھکر کوئی ظالم نہین خدا کی مخلوق کو دھوکا دیتا ہے کبھی فلاحیت نہ پائیگا کیونکہ یہ ایک ایسی بات ہے جو ہرگز کبھی چھپ نہیں سکتی بیوقوف سے بیوقوف آدمی اوسکو سمجھ لیگا چنانچہ جن لوگون نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسیلمہ کذاب کو دیکھا ہے اونھون نے فوراً پہچان لیا ہے کہ کون سچا ہے اور کون جھوٹا ہے صحیح بخاری وغیرہ مین انسؓ بن مالک کی روایۃ مین عبداللہ بن سلام کا جو قصہ ہے کہ عبداللہ بن سلام فرماتے ہین کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ مین تشریف لائے تو لوگ آپکے دیکھنے کو ٹوٹ پڑے اُنمین مین بھی تھا مین نے صورت دیکھتے ہی پہچان لیا کہ آپ جھوٹون مین نہین ہین پھر جب بنی سعد بن بکر کی طرف سے ضمام

بن ثعلبہ آپکے پاس آئے تو باتین کرتے کرتے یہ بھی پوچھا کہ آسمان کو کس نے بنایا ہی آپ نے فرمایا اللہ نے پھر کہا پہاڑون کو کس نے پیدا کیا فرمایا اللہ نے پھر پوچھا زمین کس نے بنائی فرمایا اللہ نے کہنے لگے آسمان اور زمین اور پہاڑ پیدا کرنے والے کی قسم کیا خدا نے تمہین کل لوگون کی ہدایت کو بھیجا ہی آپنے فرمایا ہان پھر ضمام بن ثعلبہ نے نماز روزہ حج زکوۃ ہر ایک باتون کو قسمین دے دیکر دریافت کیا آپ بھی قسمین کہا کہا کر بیان فرماتے گئے جب ضمام بن ثعلبہ نے سچی سچی باتین سنین تو کہا جس نے تمہین رسول بنا کر بھیجا ہے اوسی کی قسم کہا کر کہتا ہون بیشک آپ سچے ہیں اور مین ان باتون مین جو آپ نے بتلائی ہیں کچھہ کمتی بڑہتی نکرونگا یہ ضمام بن ثعلبہ کا قصہ صحیح بخاری وغیرہ مین تفصیل سے ہے اسیطرح جن لوگون نے مسیلمہ کو دیکھا یا اوسکے بنائے ہوئے قرآن کی آیتین آیین سنین انھون نے خود جان لیا کہ یہ خدا کی طرف سے نہیں ہی محض جھوٹ ہی اسی واسطے خدا تعالی نے فرمایا جھوٹے اور دغاباز ونکو کبھی فلاحیت نہین ہے آخر جب مسیلمہ مارا گیا تو اسکے سب یار دوست علیحدہ علیحدہ ہوگئے یہان تک کہ خود اسکے گھر کے لوگون نے اسپر لعنت بھیجی اور پھر اسکے ان رشتہ دارون نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آکر توبہ کی اور اسلام مین داخل ہوئے حضرت ابو بکر صدیق نے اون لوگونسے اسکے قرآن کی آیتین پڑہوا کر سنین تاکہ جن لوگون نے اس کا کلام نہیں سنا ہے وہ بھی سن لین اور جھوٹ اور سچ مین تمیز کرلین - یہ مسیلمہ حضرت ابو بکر صدیق رض کی خلافت مین وحشی بن حرب حضرت امیر حمزہؓ کے قاتل کے ہاتھہ سے مارا گیا ہی چنانچہ ایک جگہ یہ قصہ صحیح بخاری کے حوالہ سے گذر چکا ہی حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خلافت مین یہ یمامہ کی بڑی لڑائی مشہور ہے جس مین مسیلمہ مارا گیا خالد بن ولید اس یمامہ کی لڑائی مین لشکر اسلام کے سردار تھے اس لڑائی مین جب بہت سے حافظ قرآن صحابہ کے شہید ہونیکی خبر آئی تو حضرت عمرؓ کے مشورہ سے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے سارا قرآن ایک جگہ جمع کرکے لکھوایا تاکہ حافظ صحابہ کے شہید ہوجانے سے قرآن کی حفاظت مین کچھہ فرق نہ پڑجاوے چنانچہ زید بن ثابت کی روایۃ سے یہ قصہ صحیح بخاری مین ہی صحیح مسلم کے حوالہ سے ابو سعیدؓ خدری کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا نزول قرآن کے زمانہ مین سوا قرآن کے میری حدیثین نہ لکھا کرو اسی طرح حضرت عبد اللہ بن عباس کی صحیح حدیث بھی اوپر گذر چکی ہی کہ جب کوئی آیۃ یا سورۃ نازل ہوتی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فورًا اسکو لکھوالیا کرتے تھے غرض ان حدیثون سے اور اس قسم کی اور حدیثون سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین سارا قرآن متفرق طور پر لکھا ہوا موجود تھا اسی کو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ایک جگہ جمع کرادیا حضرت ابو بکر صدیقؓ کے زمانہ مین جو قرآن جمع ہوا اس مین ساتون قراتین تھین جسکے سبب سے صحابہ مین ایک اختلاف رہتا تھا کسی لفظ کو کوئی ایک طرح پڑہتا تھا اور کوئی دوسری طرح اس اختلاف کے رفع کرادینے کی غرض سے پھر حضرت عثمانؓ نے ایک قرات کا قرآن لکھوایا چنانچہ انسؓ بن مالک کی روایۃ سے یہ قصہ صحیح بخاری مین تفصیل سے ہے اور اس تفسیر کے مقدمہ مین بھی اس قصہ کی تفصیل بیان کردی گئی ہی احسن الفوائد کے مقدمہ مین بھی اس قصہ کا ذکر ہے۔

منزل ۳

وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا

اور پوجتے ہیں اللہ سے نیچے جو چیز نہ برا کرے اونکا اور نہ بھلا اور کہتے ہیں یہ ہمارے سفارشی ہیں

عِنْدَ اللّٰهِ قُلْ اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا یَعْلَمُ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ ط سُبْحٰنَهٗ

اللہ کے پاس تو کہہ تم اللہ کو جتاتے ہو جو اوسکو معلوم نہیں کہیں آسمانون مین اور نہ زمین مین وہ پاک ہی اور بہت دور ہے

وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ○ وَمَا کَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ط وَلَوْلَا کَلِمَةٌ

اس سے جو شریک کرتے ہیں اور لوگ جو ہیں سو ایک ہی امت ہیں پیچھے جدا جدا ہوئے اور اگر نہ ایک بات

سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّکَ لَقُضِیَ بَیْنَهُمْ فِیْمَا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ○

آگے ہو چکتی تیرے رب کے تو فیصلہ ہو جاتا اونمین جس بات مین پھوٹ رہے ہیں

مطلب یہ ہی کہ خدائے وحدہ لاشریک کو چھوڑ کر یہ لوگ بتون کو پوجتے ہیں اور یہ امید رکھتے ہیں کہ قیامت کے دن یہہ بت خدا سے اُنکی شفاعت کرینگے یہ اُنکی انتہا درجہ کی گمراہی ہی کہ جو دنیا مین ذرہ برابر بھی نفع یا نقصان نہین پہونچا سکتا وہ آخرت مین کیا شفاعت کریگا پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ اُنسے کہو کہ تم لوگ ایسی بات خدا کو جتلاتے ہو جس کا سر نہ پاؤن بغیر حکم خدا کے کسکی مجال ہے جو کسی کی کوئی شفاعت کرے پھر خدا نے اپنی پاکی بیان فرمائی کہ وہ شرک سے بالکل پاک صاف ہی اور اگر شرک شاید یہ کہیں تمہارے دین میں یہ منع ہوگا ہمارے دین مین تو یہ منع نہیں ہی تو فرمایا کہ یہ عقیدہ تم لوگون نے گھڑ لیا ہی پہلے تو اس کا نام و نشان بھی نہ تھا سب کے سب ایک دین پر تھے جس کا نام اسلام ہی حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں حضرت آدمؑ سے حضرت نوحؑ تک دس قرن گذرے ہیں اسوقت تک سارے لوگونکا مذہب دین اسلام تھا اُسکے بعد لوگونکے عقیدون مین خلل واقع ہونے لگا اور اختلاف پڑا کوئی بتونکو پوجنے لگا اور کوئی سورج چاند اور ستارونکو اور بہتیرے خدا کے سچے دین اسلام پر بھی قائم رہے پھر خدا نے اپنی حجت تمام کرنی چاہی کیونکہ وہ کسی کو بے حجت نہین پکڑتا اسلئے رسولونکو بھیجنا شروع کیا تاکہ وہ مخلوق کی ہدایت کرین حق و ناحق اونپر کھولدین اگر حجت نہ تمام کرنی ہوتی تو اب تک کبکا فیصلہ کر چکا ہوتا یا قیامت قائم کر دیتا یا اون مشرکونکو اکدم ہلاک کر دیتا سورۂ ابراہیم اور سورۂ سبا مین آویگا کہ مشرکین مکہ جن بتونکی پوجا کرتے اور اُنکی شفاعت کی امید رکھتے تھے قیامت کے دن بجائے شفاعت کے ان مشرکون کے وہ جھوٹے معبود اور سب جھوٹے معبودونکا سردار شیطان ان مشرکون سے بڑی بیزاری ظاہر کرین گے جسسے اس غلط شفاعت کی امید پر ان مشرکونکو بڑا پچتاوا ہوگا لیکن اُسدن کا پچتاوا اُنکے کچھ کام نہ آویگا سورۂ ابراہیم اور سورۂ سبا کی وہ آیتین اس غلط شفاعت کی بے ٹھکانے امید کی گویا تفسیر ہین صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے مغیرہؓ بن شعبہ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگونکی ایجانی کے عذر کو رفع کر دینا اللہ تعالی کو بہت پسند ہی اسیواسطے آسمانی کتابین دیکر اوس نے رسول بھیجے اس حدیث کو ان آیتونکے آخری ٹکڑے کی تفسیر مین بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہے کہ علم الٰہی مین اگر یہ بات نہ ٹھہر چکی ہوتی کہ بغیر ایجانی کے عذر کے رفع ہو جانے کے کسی قوم کو ہلاک نہ کیا جاویگا تو ان مشرکون نے جس سرکشی پر کمر باندھ رکھی ہی اوس کے وبال مین یہ لوگ اب تک ہلاک ہو چکے ہوتے۔

منزل ۳

وَيَقُولُونَ لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ۖ فَقُلْ إِنَّمَا الْغَيْبُ لِلَّهِ فَانتَظِرُوا ۖ إِنِّي مَعَكُم مِّنَ الْمُنتَظِرِينَ ۝

اور کہتے ہین کیون نہ اترے اُسپر ایک نشانی اُسکے رب سے سو تو کہہ کہ چھپی بات اللہ ہی جانے سو راہ دیکھو مین تمہارے ساتھ ہون راہ دیکھنیوالا

کفار مکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہتے تھے ہم کس طرح جانین کہ آپ خدا کے بھیجے ہوئے رسول ہین کوئی نشانی دکھلایئے حالانکہ وہ لوگ بڑے بڑے معجزے آپکے دیکھہ چکے تھے شق القمر کا معجزہ ایسا عجیب و غریب تھا جس کا جواب نہین جسکا خلاصہ یہ ہے کہ ایک روز چودھوین رات کو جب چاند پورا گول ہو جاتا ہے تو آپ نے اونگلی سے اشارہ کیا چاند دو ٹکڑے ہو کر ادھا پہاڑ کے اس طرف اور ادھا پہاڑ کے اُس طرف ہو گیا اور بہت دیر تک اسی حالت پر رہا چنانچہ اس باب مین صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے انس رضؓ مالک کی روایتہ اوپر گذر چکی ہے اسکے علاوہ اور بہت سے معجزے آپسے صادر ہوئے اور یہ قرآن کیا کم معجزہ تھا کہ عرب کے بڑے بڑے عالم اور زبان کے جاننے والے ایک آیتہ بھی اسکے مثل نہ بنا سکے وہ تو یہ کہتے تھے کہ جس طرح عیسے علیہ السلام مردون کو زندہ کر دیتے تھے صالح علیہ السلام کو اونٹنی کا معجزہ ملا تھا موسے علیہ السلام کو عصا اور ید بیضا حاصل تھا اسیطرح آپ بھی اس پہاڑ کو جو مکہ مین ہے جس کا نام کوہ صفا ہے سونا بنا دیجیے یا کل پہاڑ مکہ کے اپنی جگہ سے اوکھڑ کر علیحدہ ہو جائین اور یہان ایک خوشنما باغ لگ جائے اسپر فرمایا کہ تم کہدو غیب کا علم نہ مجھکو ہے نہ تمکو بلکہ کسی مخلوق کو نہین ہے خدا ہی جانتا ہے تم بھی انتظار کرو اور مین بھی تمہارے ساتھہ منتظر ہون کیونکہ اللہ پاک تو بڑا علیم اور حکیم ہے اُسکی ہمیشہ یہی عادت رہی ہے کہ جب کسی قوم نے اپنے رسول سے کسی بات کو کہا اور رسول نے خدا سے سوال کیا اور خدا نے اُسکو پورا کر دیا اور اسپر بھی پھر وہ قوم ایمان نہیں لائی تو اللہ پاک نے بہت جلد اُسپر عذاب بھیجدیا حضرت سے بھی اللہ پاک کا یہی ارشاد ہوا تھا کہ آپ پہلے سمجھہ لین سوال پورا ہونے پر اگر یہ لوگ ایمان نہ لائے تو فوراً اُنپر عذاب نازل ہوگا آپ نے مہلت چاہی تھی اسلئے حکم ہوا کہ غیب کی خبر خدا ہی کو ہے وہی ہر ایک کام کا انجام خوب جانتا ہے آپ تو صرف یہ کہدین کہ بغیر سوال پورا ہوئے اگر تم ایمان نہیں لاتے تو انجام اور میرے حق مین خدا کے حکم کے منتظر رہو مین بھی تمہارے ساتھہ منتظر ہون صحیح مسلم کے حوالہ سے حضرت عمرؓ کی حدیث بدر کی لڑائی کے قصہ مین گذر چکی ہے کہ بدر کی لڑائی مین مشرکین مکہ کے جو بڑے بڑے سردار مارے گئے اُنکے نام پہلے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو تبلا دئے تھے صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو طلحہ اور انس رضؓ مالک کی یہ روایتین بھی گذر چکی ہین کہ ان مشرکین کی لاشون پر کھڑے ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ اب تم لوگون نے اللہ کے وعدہ کو سچا جان لیا ان حدیثون کو آیتہ کی تفسیر مین بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جس عذاب کی راہ دیکھنے کا وعدہ آیتہ مین تھا اُسکے موافق دنیا اور آخرت کا عذاب ان مشرکون کے سامنے آیا دنیا مین تو انمین کے بڑے بڑے سرکش ذلت سے مارے گئے اور مرتے ہی آخرت کے عذاب مین اُنکو آن گھیرا سو اسطے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکی لاشون پر کھڑے ہو کر اونہین یہ جتلایا کہ اب تو تم لوگون نے اللہ کے وعدہ کو سچا جان لیا۔

وَإِذَا أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّن بَعْدِ ضَرَّاءَ مَسَّتْهُمْ إِذَا لَهُم مَّكْرٌ فِي آيَاتِنَا ۚ قُلِ اللَّهُ أَسْرَعُ مَكْرًا

اور جب چکھاوین ہم لوگونکو مزا اپنی مہر کا بعد ایک تکلیف کے جو اونکو لگی تھی اُسیوقت بنانے لگین حیلے ہماری قدر تو نہین تو کہہ اللہ سے

إِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُونَ مَا تَمْكُرُونَ ۝ هُوَ الَّذِي يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ

تحقیق ہمارے فرشتے لکھتے ہیں حیلے بنانے تمہارے وہی تمکو پہراتا ہے جنگل اور دریا مین یہانتک کہ جب ہوئے کشتی مین

وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ وَفَرِحُوا بِهَا جَاءَتْهَا رِيحٌ عَاصِفٌ وَجَاءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ

اور لیکر چلیان لوگونکو اچھی باد سے اور خوش ہوئے اس سے آئی اوپر باؤ جھوکے کی اور آئی اوپر لہر ہر جگہ سے

وَظَنُّوا أَنَّهُمْ أُحِيطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۖ لَئِنْ أَنْجَيْتَنَا مِنْ هَٰذِهِ لَنَكُونَنَّ

اور اٹکلا اونہون نے کہ وہ گھر گئے پکارنے لگے اللہ کو نرے ہوکر اسکی بندگی مین اگر تو بچاوے ہمکو اس سے تو بیشک رہین ہم

مِنَ الشَّاكِرِينَ ۝ فَلَمَّا أَنْجَاهُمْ إِذَا هُمْ يَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۗ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا بَغْيُكُمْ

شکرگذار پس جب بچادیا اونکو اللہ نے اسی وقت شرارت کرنے لگے زمین مین ناحق کی سو لوگو تمہاری شرارت ہے

عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ ۖ مَتَاعَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝

تم ہی پر برت لو دنیا کے جیتے پھر ہمارے پاس ہے تمکو پھر آنا پھر ہم جتاوین گے جو کچھ تم کرتے تھے

انسان پر جب کوئی سختی ہوتی ہے اور کوئی تدبیر بن نہیں آتی تو خدا کو پکارنے لگتا ہے پھر جب اس سے نجات پالیتا ہے تو اسے خیال بھی نہیں رہتا کہ مجھپر کوئی سختی گذری تھی صحیح بخاری و مسلم مین زید بن خالد جہنی سے روایت ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ایک روز رات کو مینہہ برسا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس روز صبح کی نماز کے بعد لوگونسے کہا کہ تم جانتے ہو آج رات کو خدا نے کیا کہا لوگ کہنے لگے خدا اور خدا کا رسول جانتا ہے ہم لوگونکو کیا خبر فرمایا یہ کہا ہے کہ صبح کو جب میرے بندے اوٹھین گے تو اکثر مومن ہونگے اور تیرے کافر کیونکہ رات کو جو بارش ہوئی ہے جو اوسکو یون کہے گا کہ خدا نے اپنے فضل سے مینہہ برسایا ہے وہ تو مومن ہوگا اور جو یہ کہے گا کہ ستارون کی گردش کے اثر سے یہ مینہہ برسا ہے وہ کافر ہوگا اس حدیث مین ایمان سے مقصود شکرگذاری اور کفر سے مراد ناشکری ہے پھر فرمایا کہ یہ اون لوگونکے حیلے ہین تم اُنسے کہدو کہ اللہ کی تدبیر کے سامنے تمہارے مکر و حیلہ کی کوئی حقیقت نہیں ہے اسکی پکڑ بہت سخت ہے پھر فرمایا کہ اللہ کے فرشتے ذرہ ذرہ انکے اعمال لکھ رہے ہین جب تک ڈھیل رہی ہے جب پکڑیگا تو اک ذرا بھی مہلت نہ دیگا مجرم یہ گمان کر رہے ہین کہ خدا اب عذاب نہ کریگا یا اسی کی شان ہے کہ تمکو خشکی مین اور دریا مین چلاتا پہراتا ہے تمہاری کشتیان موافق ہوا پاکر منزل کی طرف جلدی جلدی جاتی دکھائی دیتی ہین اور تم خوش ہونے لگتے ہو پھر یک بیک ایسی تیز ہوا چلتی ہے اور دریا مین جوش آنے لگتا ہے کہ کشتی ڈگ مگانے لگتی ہے پھر تو تمہاری جانونپر آن بنتی ہے خیال کرتے ہو کہ اب پھنس گئے اسوقت خالص خدا ہی کو یاد کرتے ہو کسی بت سے مدد نہین چاہتے جب خدا بیڑا پار لگا دیتا ہے اور خشکی پر صحیح و سلامت آجاتے ہو تو پھر وہی شرک جو تمہارے دلونمین پہلے تھا کرنے لگتے ہو پھر فرمایا یہ بغاوت تمہارے ہی واسطے وبال جان ہے ہمارے پاس ایک روز تمہین پلٹ کر آنا ہے اوسوقت تمہارے اعمال تمہین بتلائے جاوینگے اس لیے انسان کو چاہیئے کہ جب کوئی بہتری ہو تو خدا کا شکر کرے صحیح مسلم کے حوالہ سے صہیب رومی کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ راحت کے وقت شکر اور تکلیف کے وقت صبر کرنا ایمان

منزل ۳

اکی نشانی ہی اس حدیث کو آیتون کی تفسیر مین بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ جو لوگ پورے ایماندار نہین ہین اُنکی حالت تو یہ ہی کہ وہ سختی کے وقت اللہ کو یاد کرتے ہین اور راحت کے وقت بالکل اسکو بھول جاتے ہین اور جو لوگ پکے ایماندار ہین وہ راحت مین شکرگذاری سے اور تکلیف کے وقت صبر کے اجر کی امید سے غرض کسی حال مین اللہ کو نہین بھولتے۔

إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ أَنزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْأَرْضِ مِمَّا يَأْكُلُ النَّاسُ

دنیا کا جینا وہی کہاوت ہی جیسے ہمنے پانی اوتارا آسمان سے پھر ایک میل نکلا اوس سے سبزہ زمین کا جو کھاوین آدمی

وَالْأَنْعَامُ حَتّٰٓى إِذَآ أَخَذَتِ الْأَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ أَهْلُهَآ أَنَّهُمْ قٰدِرُونَ عَلَيْهَآ

اور جانور یہانتک کہ جب پکڑی زمین نے چمک اور سنگار پرائی اور اُنکلا زمین والون نے کہ یہ ہمارے ہاتھ لگ پونچا

أَتٰىهَآ أَمْرُنَا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيدًا كَأَن لَّمْ تَغْنَ بِالْأَمْسِ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيٰتِ

اسپر ہمارا حکم رات کو یا دن کو پھر کر ڈالا اوسکو کاٹ کر ڈھیر گویا کل یہان نہتی بستی اسی طرح ہم کھولتے ہین پتے اون

لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۝ وَاللّٰهُ يَدْعُوٓا إِلٰى دَارِ السَّلٰمِ وَيَهْدِي مَن يَشَآءُ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝

لوگون پاس جنکو دہیان ہی اور اللہ بلاتا ہے سلامتی کے گھر کی طرف اور دکھاتا ہے جسکو چاہے راہ سیدہی

اوپر کی آیتون مین اللہ تعالی نے سرکش اور نافرمان لوگونکا ذکر فرمایا تھا اس آیۃ مین انسان کی زندگی کی مثال اسلئے فرمائی کہ سرکش لوگونکو عبرت ہو کہ جس زندگی کے بھروسہ پر وہ سرکشی اور نافرمانی کرتے ہین وہ زندگی ہی خود ایک ناپائدار چیز ہے جس طرح جنگل کی کھیتی ہی کہ کاشتکار کی موسم مین کچھ سرسبز نظر آتی ہی پھر خاک اُڑتی دکھائی دیتی ہی اسیطرح انسان کی زیست کا ایک موسم شادابی کا جوانی مین آنکر ساتھ ہی اُسکے گھٹاؤ کے آثار شروع ہوجاتے ہین دانت ادھر جواب دیتے ہین آنکھین ادھر کمزوری جتاتے لگتی ہین ہاتھ پاؤنکو دیکھو تو نہ وہ بل باقی ہے نہ وہ زور ہی تھوڑے دنون مین گویا درخت تھا کہ سوکھتے سوکھتے جڑ سے اوکھڑ گیا کھیتی کی مثال اللہ تعالی نے بہت سی آیتون مین دنیا کی زندگی کی بیان فرمائی ہے کس لئے کہ کھیتی اور انسان کی حالت کو خاص طرح کی ایک مشابہت ہے پہلے پہل جس طرح کاشتکار زمین میں بیج ڈالکر بے اختیار ہوجاتا ہی کہ خدا کی قدرت سے وہ بیج پیڑ ہوکر زمین سے نکلے یا اندر ہی اندر جل جاوے اسی طرح رحم مین نطفہ کا حال ہی پھر ہر پیڑ کیلئے پودے اور انسان کے بچہ کے نشو ونما اور کمزوری کی ایک سی کیفیت ہی پھر کھیتی کا چندروزہ لہلہانا اور انسان کی جوانی دونون ایک ہین اسی طرح کھیتی کا پکاؤ انسان کا بوڑھاپا پھر پکاؤ کے بعد اوسکا کٹنا اور سکا مرنا یہ بھی دونون یکسان ہین اور اس مثال میں اللہ تعالی نے حشر کا حال بھی جتلایا ہی اور منکرین حشر کو قائل کیا ہی کہ وہ قادر جسکی قدرت سے ہر سال چٹیل میدان کا سرسبز کردینا باہر نہیں ہی وہ اسی طرح دنیا کی ویرانی کے بعد ایک دفعہ پھر دنیا کو پیدا کرنیوالا ہی اور پہلی دفعہ کا پیدا ہونا آنکھون سے دیکھکر پھر کسی عقل کو اس قدرت کے نہ ماننے کی گنجائش باقی نہین ہی صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو ہریرہؓ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ریڑہ کی ہڈی کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا مردہ کے جسم مین ایسا ہی جسکو مٹی نہیں کھاویگی پھر دوسرے صور سے پہلے آسمان سے ایک

منزل ۳

مینہہ برسے گا جس سے اوس ریڑہ کی ہڈی کے ٹکڑے سے سب مرے ہوئے لوگونکے جسم بنکر تیار ہوجاوینگے آیۃ مین کیتی کی مثال دیکر اس آگے کی آیۃ مین حشر کا حال جو جتلایا گیا ہی اُسکا مطلب حدیث سے اچھی طرح سمجھہ مین آجاتا ہی کہ حشر کے دن وہ ریڑہ کی ہڈی کا ٹکڑا بیج کا کام دیویگا اور اوس دن کے مینہہ کی تاثیر سے اوس ہڈی کے ٹکڑے سے جسم اسی طرح بنجاویگا جس طرح اب سبکی آنکھونکے سامنے ہر طرح کے بیج سے درخت بنکر تیار ہوجاتے ہیں اس صحیح حدیث سے اُن فلسفیون کا قول ضعیف قرار پاتا ہی جو جسمانی حشر کے قائل نہیں ہیں۔ صحیح بخاری مین جابرؓ سے روایۃ ہی جس مین فرشتون نے مثال کے طور پر سمجھایا ہے کہ اللہ کا گھر جنت ہے اور لوگونکو بلا بلا کر اس گھر تک پہونچانے والے اللہ کے رسول ہیں اس حدیث کو آیتون کی تفسیر مین بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ دنیا ایک ناپائیدار جگہ ہے اسلئے اللہ تعالی لوگونکو اپنے رسول کی معرفت جنت کی طرف بلاتا ہی کہ وہان کی ہر طرح کی راحت پائدار ہی دنیا کی راحت کی طرح ناپائدار نہین ہے لیکن علم الٰہی مین جو لوگ جنت کے قابل ٹھہر چکے ہیں وہی اللہ کے رسول کی نصیحت کو سنکر راہ راست پر آتے ہین اور جنت مین داخل ہونیکے کام کرتے ہیں اور اللہ بھی راہ راست پر آنے کی اونہیں توفیق دیتا ہی اور جو لوگ علم الٰہی مین جنت کے قابل نہیں ہیں اُنکو مجبور کرکے راہ راست پر لانا انتظام الٰہی کے برخلاف ہی اسواسطے اللہ تعالی نے اونہیں اُنکے حال پر چھوڑ دیا ہے۔ سلام اللہ تعالی کا نام ہے اور دار کے معنے گھر کے ہین اسلئے دارالسلام سے مطلب جنت ہے۔

لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ ۖ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوهَهُمْ قَتَرٌ وَلَا ذِلَّةٌ ۚ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ

منزل ۳

جنہون نے کی بھلائی اونکو ہے بھلائی اور بڑھتی اور چڑھے گی اُنکے منہہ پر سیاہی اور نہ رسوائی وہ ہین

الْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ وَالَّذِينَ كَسَبُوا السَّيِّئَاتِ جَزَاءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۖ

جنت والے وہ اوس مین رہا کرینگے اور جنہون نے کمائیں برائیان بدلا برائی کا اوسکے برابر اور نہ اوپر چڑھے گی رسوائی

مَا لَهُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ عَاصِمٍ ۖ كَأَنَّمَا أُغْشِيَتْ وُجُوهُهُمْ قِطَعًا مِنَ اللَّيْلِ مُظْلِمًا ۚ أُولَٰئِكَ

کوئی نہین اونکو اللہ سے بچانے والا جیسے ڈہانک دیا ہے اُنکے منہہ پر ایک اندھیرا ٹکڑا رات کا وہ

أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝

ہین آگ والے وہ اُسمین رہا کرینگے

مطلب یہ ہی کہ نیکی کرنیوالونکو اللہ تعالی سوائے جزائے مقررہ کے اپنی طرف سے اور زیادہ انعام بھی عنایت فرماویگا اگرچہ بعضے مفسرین نے اس زیادہ انعام کی تفسیر یہ کی ہی کہ نیکی کا بدلہ ایک درجہ تک تو جزا ہے دس درجہ سے سات سو درجہ تک ثواب ملنے کا ذکر جو صحیح بخاری و مسلم کی چند روایتون مین آیا ہی وہی انعام ہی لیکن صحیح تفسیر اس انعام کی وہی ہی جس کا ذکر خاص طور پر صحیح حدیث مین آچکا ہے چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت صہیبؓ سے روایۃ ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اہل جنت جنت مین داخل ہوجاوینگے تو اللہ تعالی اُنسے ارشاد فرماویگا کہ کیا تمہارے دلمین کچھ اور زیادہ انعام کی ہوس ہے اہل جنت عرض کرینگے یا اللہ تو نے ہمکو جنت مین داخل کیا ہی یہی ہمکو بڑا انعام ہی اللہ تعالی فرماویگا ابھی تمہارا انعام باقی ہی یہ فرماکر پھر اُنکو اپنے دیدار سے مشرف

فرماویگا جو سب نعمتونسے بڑھکر اہل جنت کو ایک نعمت نظر آویگی صحیح بخاری و مسلم مین جریر بن عبد اللہ وغیرہ سے روایتین ہین جن مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیدار الٰہی کا ذکر تفصیل سے فرمایا ہی - دیدار الٰہی کے ممکن نہ ہونے پر فرقہ معتزلہ نے جو عقلی اعتراض کیے ہین اُنکا جواب اہل سنت نے تفصیل سے دیا ہی جسکی صراحت حدیث کی شرح کی کتابون اور تفسیرون مین ہی - ان آیتونمین مسلمانون کے منہہ پر سیاہی نہ چھانے اور نافرمانبردار لوگون کے چہرہ پر سیاہی اور خواری چھا جانے کا جو تذکرہ ہی یہ اسوقت کا ذکر ہی جب حساب و کتاب ہوگا اور لوگونکے سیدہے ہاتھہ مین اور اُلٹے ہاتھہ مین نامہ اعمال دئے جاوینگے چنانچہ معتبر سند سے ترمذی صحیح ابن حبان اور بیہقی مین حضرت انس رضؓ سے روایت ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حساب کے وقت ہر ایک شخص اللہ تعالی کے روبرو بلوایا جاویگا جسکے سیدھے ہاتھہ مین نامہ اعمال دیا جاویگا اُسکے منہہ پر رونق آجاویگی اور جس کے اُلٹے ہاتھہ مین نامہ اعمال دیا جاویگا اُسکے منہہ پر سیاہی اور خواری چھاویگی اس حدیث سے چہرہ پر رونق کے آجانے اور سیاہی کے چھا جانیکا وقت اچھی طرح سمجھ مین آسکتا ہی

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا مَكَانَكُمْ أَنْتُمْ وَشُرَكَاؤُكُمْ فَزَيَّلْنَا

اور جسدن جمع کرینگے ہم اون سب کو پھر کہینگے شریک والونکو کہڑے ہو اپنی اپنی جگہ تم اور تمہارے شریک پھر توڑ دینگے

بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَاؤُهُمْ مَا كُنْتُمْ إِيَّانَا تَعْبُدُونَ ۝

آپس مین اونکو اور کہینگے اونکے شریک تم ہماری تو بندگی نہ کرتے تھے

منزل ۳

پہلے صور کے ساتھہ سب دنیا فنا ہوکر دوسرے صور کے ساتھہ سب قبرون سے ننگے پنڈے ننگے پاؤن جو اوٹھینگے اور شام کے ملک کے ایک صاف میدان مین حساب کے لئے جمع ہونگے یہ اُسوقت کا حال ہی اوسی وقت آفتاب نیچا ہوگا اور شدت کی گرمی ہوکر لوگونکو اپنے اپنے اعمال کے موافق پسینا آویگا کسی کو ٹخنون تک اور کسی کو گھٹنون تک اور کوئی اپنے پسینے مین غوطے کھاویگا اور چالیس برس تک لوگ اسی حال مین حساب کے منتظر کہڑے رہوینگے اس حال سے لوگ یہانتک اکتاوینگے کہ کہوینگے کہ خیر ہمارا حساب ہوکر ہم دوزخ مین ہی بھیجدیئے جاوین آفتاب جو نیچا ہوگا اُسکی مقدار کی بابت مقدادؓ کی روایت سے مسلم کی حدیث مین یہ ہی کہ لوگون کے سرونسے صرف ایک میل اونچا رہجاویگا آنحضرت نے فرمایا ہی کہ جس روز سے آدمی پیدا ہوتا ہی موت کا دن اوسپر بڑا سخت ہی مگر موت کے بعد کی گھاٹیان موت سے بھی زیادہ سخت ہین اور اس حشر کے دن کو بھی آپنے اُن سخت گھاٹیون مین سے گنا ہی یہ روایت انس رضؓ بن مالک سے مسند امام احمد مین ہی اور اسکی سند معتبر ہے اسی دن کی سختی سے لوگ گھبراکر سب انبیا کے پاس اس سفارش کے لئے جاوینگے کہ اُنکا حساب و کتاب جلدی شروع ہو آخر آنحضرت کی شفاعت سے حساب شروع ہوگا جس کسی نے کسی پر کچھہ ظلم زیادتی کی ہے اوس کا بدلہ اسی میدان مین ہوگا معتبر سند سے مسند امام احمد مین ابوہریرہؓ کی روایت سے اس کا ذکر ہی اسی انصاف کے وقت اللہ تعالی تبو نکو مجرمون کی طرح کہڑے رہنے کا حکم دیویگا اور وہ اپنی پرستش کئے جانے کا انکار کرینگے جس کا ذکر اس آیت مین ہی حساب و کتاب شروع ہوتے ہی پہلے فقیر اور مسکین دیندارونکو آواز دیجاویگی اور مالدار لوگونسے پانسو برس پہلے اُنکو جنت مین داخل ہونے کا حکم ہوجاویگا مالدار لوگ اپنے مال کے حساب مین لگے رہوینگے - آنحضرت نے فرمایا میدان حشر مین

ہونگونکا پسینا اس قدر جمع ہوگا کہ اُس میں کشتیان چلاؤ تو چل سکینگی معتبر سند سے مسند امام احمد مین انسؓ بن مالک کی روایۃ سے اسکا ذکر ہے حضرت عائشہ اور ام سلمہؓ نے آنحضرت سے پوچھا کہ حشر کے دن مرد و عورت سب ننگے اوٹھین گے تو ایک دوسرے کو ننگا دیکھین گے آپنے فرمایا اوس دن کی سختی سے ایسی بدحواسی ہوگی کہ کوئی کسی طرف نہ دیکھے گا حضرت عائشہؓ کی یہ حدیث صحیح بخاری و مسلم مین اور ام سلمہؓ کی یہ حدیث معتبر سند سے اوسط طبرانی مین ہے نمرود نے آگ مین ڈالتے وقت حضرت ابراہیم کو ننگا کیا تھا اسلئے سب سے پہلے اونکو اس دن کپڑے پہنائے جاوین گے چنانچہ صحیح بخاری و مسلم کی حضرت عبداللہ بن عباس کی روایۃ مین اسکا ذکر ہے - دیندار مسلمانون کو یہ دن ایسا معلوم ہوگا جیسا ایک فرض نماز کے ادا کرنے مین وقت لگتا ہے - یا قریب غروب آفتاب اور مغرب کے وقت شروع ہونے مین جتنی دیر لگتی ہے صحیح ابن حبان مسند ابی یعلی اور مسند امام احمد مین معتبر سند سے ابوہریرہؓ اور ابوسعید خدریؓ کی روایتین ہین اون مین اسکا ذکر تفصیل سے ہے اگرچہ بعض روایتون مین یہ ہے کہ تنگدست دیندار مالدار دنسے چالیس برس پہلے جنت مین جاوینگے لیکن پانسو برس کی ابوہریرہؓ کی روایۃ ترمذی مین ہے اور ترمذی نے اسکو صحیح کہا ہے سورہ بقر مین گذر چکا ہے کہ مشرکون اور اُنکے جھوٹے معبودون سے جب یہ سوال وجواب ہونگے اور یہ جھوٹے معبود اپنی پرستش کرنے والونسے بیزاری ظاہر کرین گے تو ان مشرکون کا دل یہانتک جلے گا کہ یہ لوگ دوبارہ دنیا مین آنے اور اپنے جھوٹے معبودون سے بیزاری کا برتاؤ کرنیکی تمنا ظاہر کرینگے لیکن یہ بیوقت کی تمنا انکو کچھ مفید نہ ہوگی حاصل یہ ہے کہ سورہ بقر کی آیۃ اذ تبرا الذین اتبعوا من الذین اتبعوا گویا اس آیۃ کی تفسیر ہے حاصل اس تفسیر کا یہ ہے کہ اب دنیا مین یہ مشرک لوگ جن جھوٹے معبودونکی بڑی رغبت سے پوجا کرتے ہین حشر کے دن یہ ایک دوسرے کے دشمن ہوجاوین گے اور اُس دن تمام خلق اللہ کے روبرو انہین اس غلط پوجا سے پچتانا پڑیگا لیکن وہ بیوقت کا پچتانا انکے کچھ کام نہ آویگا فریلنا بنیم کی تفسیر سلف نے فغرقنا بنیم کی ہے جس کا مطلب وہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا کہ ان مشرکون اور انکے جھوٹے معبودون مین ایسی پھوٹ پڑجاوے گی کہ یہ آپسمین ایک دوسرے کے دشمن ہوجاوین گے -

منزل ۳

فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ ۝ هُنَالِكَ تَبْلُوْا

تو اللہ بس ہے شاہد ہمارے تمہارے بیچ میں ہم تمہاری بندگی کی خبر نہین رکھتے وہان جانچ لے گا

كُلُّ نَفْسٍ مَّآ اَسْلَفَتْ وَرُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝

ہر کوئی جو آگے بھیجا اور رجوع ہونگے اللہ کی طرف جو سچا صاحب ہے انکا اور گم ہوجاویگا انکے پاس سے جو جھوٹ بنا تھے

اس سے پہلے کی آیۃ مین یہ ذکر ہوچکا ہے کہ حشر کے میدان مین مشرک اور اونکے معبود ایک جگہ کھڑے کئے جائین گے اور اللہ پاک یہہ ارشاد فرمائیگا کہ تم یہین کھڑے رہو تم سے سوال کیا جائے گا - اور مشرک دنیا مین جن جنکی عبادت کرتے تھے وہ معبود انسے بیزار ہوکر کہینگے کہ تم ہماری عبادت نہین کرتے تھے اپنی خواہش کو پوجتے تھے اور انکار کرینگے کہ ہمنے کبھی تمہین اپنی موتون کی پوجا کرنے کو نہین کہا تھا اور ہمین اسکی خبر ہی نہین کہ تم ہمکو پوجتے تھے اگر ہم تمہاری عبادت سے رضامند تھے یا ناراض ہمین اسکی خبر تھی تو خدا بھی جانتا ہوگا تفسیر ابن مردویہ مین عبداللہؓ بن مسعود سے روایۃ ہے کہ اللہ تعالی کے سوا جتنے معبود ہین اون سبکی ایک ایک شبیہ بنکر مشرکون کے

سامنے آئیگی اور یہ اوس شبیہ کے پیچھے ہونگے یہانتک کہ وہ انہیں دوزخ تک پہنچا دیگی پھر یہ آیۃ پڑہی ہنالک تبلو معتبر سند سے عبداللہ بن مسعود کی یہ روایۃ طبرانی اور مستدرک حاکم مین بہی ہے۔ صحیح بخاری مین حضرت عبداللہ بن عباس سے روایۃ ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ مشرکین مکہ جن تبونکی پوجا کرتے تھے قوم نوح مین کے یہ نیک لوگ تھے ان نیک لوگون کے مرجانے کے بعد قوم نوح مین جو لوگ ان نیکون کے معتقد تھے شیطان کے بہکانے سے اونہون نے ان نیک لوگونکی مورتین بنالین اور رفتہ رفتہ اون مورتون کی پوجا ہونے لگی اور آخر کو عمرو بن لحی ان ہی مورتونکو جدہ سے مکہ مین لے آیا اس حدیث کو آیۃ کی تفسیر مین بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ وہ نیک ان مشرکون کی پوجا سے بالکل بے خبر ہین اسی لئے حشر کے دن وہ اپنی بے خبری پر اللہ کو گواہ قرار دیوین گے بیواسطے آخر کو فرمایا کہ اللہ تعالی کی گواہی کے بعد اوس دن ان مشرکون کو سب حال کہل جاویگا کہ انکی پوجا اور جھوٹے معبودون سے شفاعت کی توقع یہ سب باتین غلط تہین +۔

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ

تو پوچہ کون روزی دیتا ہے تمکو آسمان سے اور زمین سے یا کون مالک ہی کان اور آنکھونکا اور کون نکالتا ہی جیتا مردے سے

وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ۭ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝

اور نکالتا ہے مردہ جیتے سے اور کون تدبیر کرتا ہی کام کی سو کہین گے اللہ تو تو کہہ پھر تم ڈرتے نہین

منزل ۳

اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عرب و عجم سب کی عام ہدایت کیلئے اللہ تعالی کی طرف سے نبی ہوکر آئے تھے لیکن اس عام ہدایت مین اہل عرب کی خاص ہدایت اللہ تعالی کو مقصود تہی تاکہ ملت ابراہیمی مین عمرو بن لحی کے زمانہ سے بت پرستی جانورون اور کھیتی اور باغات کی پیداوار مین سے تبونکا حصہ ٹہرانا اور طرح طرح کی خرابیان جو رواج پکڑ گئی تہین اُنکی پوری اصلاح ہوجاوے اس لئے اہل عرب مین جو خرابیان نہین اونکا بہ قرآن شریف مین بہت جگہ ہی چنانچہ ان آیتونمین بہی اللہ تعالی نے حکیمانہ طریقہ سے توحید رسالت و شرک کی بحث کی ہی حاصل اُس بحث کا یہ ہی کہ آنحضرت کو ارشاد ہوا ہی کہ عالم کے چند کارخانے مثلاً دنیا کا پیدا کرنا خلق کو رزق کا پہونچانا آدمی مین آنکھ کان کا پیدا کرنا آدمی سے نطفہ اور اُس نطفہ سے پھر آدمی کا پیدا کرنا ان بت پرستون سے پوچھا جاوے کہ آخر یہ کارخانے کس کے قبضہ قدرت مین ہین ان تبون نے کبھی کچھ کیا ہوگا تو یہ بت پرست اُسکی سند لا سکین گے ورنہ مجبوری سے یہی جواب اُنکو بن پڑیگا کہ ان سب کارخانون کا مالک اللہ ہے اس جواب کے بعد ان بت پرستون کو دہمکایا جاوے کہ پھر بلا کسی طرح کے استحقاق کے اوس صاحب قدرت کی عبادت مین ان تبونکو تم کیون شریک کرتے ہو اُس اللہ سے نہیں ڈرتے جسکے ہاتھ مین تمہارا ہر طرح کا بھلا برا ہی یہ تقریر تو توحید اور رد شرک کی ہوئی ثبوت رسالت کی تقریر یہ ہی کہ یہ لوگ جو کہتے ہین کہ قرآن کلام الہی نہیں ہے بلکہ محمد نے اپنی طرف سے بنالیا ہی تو انسے کہا جاوے کہ تم بہی تو بڑا فصیح و بلیغ عربی کا اپنے آپکو گنتے ہو کچھ تہوڑا سا تم بہی اسطرح کا کلام جس مین پہلی آسمانی کتابون مین جو تحریف ہوگئی ہے اُسکی اصلاح ہو آیندہ کی غیب کی باتین ہون اور غیب کی باتین بہی تمہارے نجومیون کی سی نہیں کہ ہزار مین کبہی ایک سچی ہوتو ہو بلکہ جو کہا سو ہوا فصاحت بلاغت اسی درجہ کی ہو جس طرح اس کلام مین ہی جسکے سننے سے تمہارے ہوش جاتے ہین اگر تم

سب ملکر تھوڑا سا ان اوصاف کا کلام بنا سکتے ہو یا تمہاری عقل اس بات کی شہادت دیتی ہی کہ کوئی ان پڑھ آدمی اس طرح کے اوصاف کا کلام بنا سکتا ہی تو اوسکو سچا کرکے دکھاؤ ورنہ قائل ہوجاؤ کہ یہ کلام الٰہی ہی اور جسپر کلام الٰہی بطور پیغام کے اوترے اوسکے پیغمبر ہونے مین پھر شک کرنا کس عقل سے ممکن ہی غرض جو بات کرو کسی سند اور دلیل سے کرو بلا سند اپنی وہمی اور ظنی باتون کے بندے جو تم بن رہے ہو یہ طریقہ سچ ہے یا جو یقینی طریقہ تم کو بتلایا جاتا ہی وہ سچ ہی - صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو موسےٰ اشعری کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی نصیحت کی مثال مینہ کی اور اچھے برے لوگونکی مثال اچھی بری زمین کی فرمائی ہی اس حدیث کو آیۃ کی تفسیر مین بڑا دخل ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ اگرچہ قرآن کی نصیحت سب کے کانون مین یکسان پہنچتی ہے لیکن علم الٰہی مین جو لوگ نیک قرار پاچکے ہین اُنکے دلپر اُس نصیحت کا اسی طرح اثر ہوتا ہی جسطرح اچھی زمین مین مینہ کے پانی کا اثر ہوتا ہے اور جو لوگ علم الٰہی مین بد قرار پاچکے ہین اُنکے حق مین قرآن کی نصیحت کا اثر ایسا ہی رائگان ہی جس طرح بری زمین مین مینہ کے پانی کا اثر رائگان جاتا ہے -

فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ۝ كَذٰلِكَ حَقَّتْ

سو یہ اللہ ہے رب تمہارا سچا پھر کیا رہا سچ پیچھے مگر بہکنا سو کہان سے پھرے جاتے ہو اسی طرح ٹھیک آئی ہی

كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْٓا اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝

منزل ۱۳ بات تیرے رب کی ان بے حکمون پر کہ یہ یقین نہ لاوینگے

جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا یہ حکم ہوا کہ ان مشرکون سے پوچھنا چاہئے کہ یہ کارخانہ دنیا کا کسی نے بنایا کان آنکھ نطفہ اور نطفہ سے آدمی کس نے پیدا کیا جسکے جواب مین مشرکین یہی کہین گے اللہ نے تو فرمایا اب اُنکے جواب کے جواب مین یہ کہنا چاہئے کہ جب تم یہ بات مان چکے کہ سوائے خدا کے اور کسی مین بھی کسی بات کی قدرت نہین تو پھر کیون نہین خدا سے ڈرتے ہو اور خالص اوسی کی بندگی کرتے تبھی سے کیون غرض رکتے ہو یہ حق کے بعد کیسی گمراہی ہے اپنی زبان سے آپ اقرار کرتے ہو کہ خدا کی ذات ایک ہے اوسی مین ہر ایک بات کی قدرت ہی پھر بھی خدا کی طرف رجوع نہیں ہوتے تبھی تو اُسکا شریک ٹھہراتے ہو پھر فرمایا کہ خدا کی بات ان فاسقون پر پوری اُتری یہ کبھی ایمان نہین لائین گے اُنکے دلون مین تو گمراہی بھری ہوئی ہے - صحیح مسلم کے حوالہ سے عبداللہؓ بن عمرو بن العاص کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کچھ دنیا مین ہو رہا ہے دنیا کے پیدا ہونے سے پچاس ہزار برس پہلے اپنے علم ازلی کے نتیجہ کے طور پر وہ سب اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ مین لکھ لیا ہی اس حدیث کو آیۃ کی تفسیر مین بڑا دخل ہی کیونکہ دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جن لوگونکو اپنے علم کے موافق بے حکم لکھا تھا دنیا مین پیدا ہونے کے بعد جب وہ لوگ بے حکم رہے تو اسپر فرمایا کہ ان بے حکم لوگون کے حق مین اللہ کی لکھی ہوئی بات ٹھیک آئی -

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ۭ قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى

پوچھ کوئی ہے تمہارے شریکون مین جو پہلے بنادے پھر اوسکو دوہرا دے تو کہہ اللہ پہلے بناتا ہی پھر اوسکو دوہرا ویگا سو کہان

تُؤْفَكُونَ ۝ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ ۭ قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ۭ اَفَمَنْ

الٹ جاتے ہو پوچھ کوئی ہے تمہارے شریکوں مین جو راہ بتادے صحیح تو کہہ اللہ راہ بتاتا ہے صحیح اب جو

يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى ۚ فَمَا لَكُمْ ۣ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ۝

کوئی راہ بتادے صحیح اوسی کو چاہیئے ماننا یا جو آپ نہ پاوے راہ مگر جب کوئی بتادے سو کیا ہوا ہے تمکو کیا انصاف کرتے ہو

وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ۭ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـــًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝

اور وہ اکثر چلتے ہیں اٹکل پر سو اٹکل کام نہیں کرتی صحیح بات میں کچھ اللہ کو معلوم ہے جو کام کرتے ہیں

ان آیتون مین اللہ جل شانہ نے مشرکون کے جھوٹے دعوے کو یون بے بنیاد ٹہراکر مشرکونکو خطاب کیا اور فرمایا کہ تم جنہین معبود سمجھکر اونکی عبادت کرتے ہو کیا اون مین یہ قدرت ہے کہ طرح طرح کی مخلوق پیدا کرین جن چیزونکا وجود نہیں نہ کانون نے سنا نہ آنکھون نے دیکھا کیا یہ چیزین وہ بنا سکتے ہین اون مین کسی شی کی ایجاد کی طاقت ہی اور پہر مخلوق کے فنا ہونے کے بعد دوبارہ ویسے کا ویسا بنا سکتے ہین پہر فرمایا کہ یہ کام اللہ ہی کا ہے تم نے جنکو اپنے گمان مین معبود سمجھ رکھا ہے وہ ہرگز ایسا نہیں کرسکتے کیونکہ جسنے پہلے سب کچھ پیدا کیا وہ دوبارہ بہی سب کچھ کرسکتا ہے اسکا انکار کسی عقلمند کا کام نہیں ہے پہر فرمایا کیا تمہارے اون معبودون مین یہ قدرت ہے کہ وہ راہ حق کی ہدایت کرسکین گے نہین ہرگز نہیں یہ بھی خدا ہی کا کام ہے کہ سبکی آنکھون کے سامنے اوسنے انسان کو پیدا کیا ان مشرکون کے جھوٹے معبودون مین سے کوئی اس کام مین اسکا شریک نہین تو جو طریقہ انسان کی بہلائی کا ہی اسکو بھی وہی خوب جانتا ہی یہ پتھر کی مورتین جو بغیر دوسرے کی مدد کے جگہ سے نہین ہل سکتین کسی کے بہلائی کے طریقہ کو یہ کیا جان سکتے ہین یہ فقط شیطان کا بہکاوا ہے جو یہ مشرک لوگ اپنے بنانے والے کو چھوڑکر ان پتہر کی مورتون کی تعظیم کرتے اور اونہین اپنا راہ بر جانتے ہین پہر فرمایا یہ لوگ جو کچھ کر رہے ہین وہ اللہ کو سب معلوم ہے ایک دن انکا کیا انکے روبرو آویگا صحیح بخاری کے حوالہ سے ابوہریرہ کی حدیث قدسی ایک جگہ گذر چکی ہے جسمین اللہ تعالی نے فرمایا مین نے اپنے کلام پاک مین انسان کے دوبارہ پیدا کرنے کی خبر دی اور انسان نے اوسکو جھٹلایا حالانکہ جو کام ایک دفعہ کیا جاچکے انسان کے عقلی تجربہ کے موافق بہی پہر دوبارہ اسکا کیا جانا آسان ہوجاتا ہی اسیطرح صحیح بخاری کے حوالہ سے مغیرہ بن شعبہ کی حدیث بھی گذر چکی ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگونکا انکا عذر رفع ہوجانے کیلئے اللہ تعالی نے آسمانی کتابین دیکر رسولون کو بہیجا تاکہ لوگون کو عقبی کی سزا وجزا کا حال اچھی طرح معلوم ہوجاوے ان حدیثونکو آیتونکی تفسیر مین بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اپنی اور اپنی اولاد اور عزیز قریبونکی پیدائش آنکھون کے سامنے دیکھکر جو لوگ حشر کے دن کی دوبارہ پیدائش کے بے سند منکر ہین یہ اون لوگونکی بڑی نادانی ہے جس نادانی کے سبب سے یہ لوگ اس تیاری اور اراد گی سے بالکل غافل ہین جو عقبی کی سزا وجزا کی باتین آسمانی کتابون اور رسولون کے ذریعہ سے انکو سمجھائی جاتی ہی لیکن انکے حشر کے انکار سے اللہ تعالی کا حشر کا وعدہ نہین ٹل سکتا اسلئے ناگہانی طور پر ایک دن اس وعدہ کا ظہور ضرور ہوگا اور اسوقت یہ لوگ اپنے کئے کی ایسی سزا پاوین گے جو انسان کی برداشت سے باہر ہے۔

منزل ۳

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ

اور وہ نہین یہ قرآن کہ کوئی بنالے اللہ کے سوائے اور لیکن سچا کرتا ہے اگلے کلام کو اور

تَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ

بیان کتاب کا جسمین شبہ نہیں جہان کے صاحب سے کیا لوگ کہتے ہین یہ بنالایا تو کہہ تم لے آؤ ایک سورۃ

مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا

ایسی اور پکارو جسکو پکارسکو اللہ کے سوائے اگر تم سچے ہو کوئی نہین پر جھٹلانے لگے ہین جسکے

بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

سمجھنے پر قابو نہ پایا اور ابھی آئی نہین اسکی حقیقت یون ہی جھٹلاتے رہے اُنسے اگلے سو دیکھہ لے کیسا ہوا آخر

الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ ۭ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ ۝ ع ۴

گنہگارونکا اور کوئی اونمین یقین کریگا اوسکو اور کوئی یقین نہ کریگا اور تیرے رب کو خوب معلوم ہین شرارت والے

اوپر کی آیتون مین ثبوت توحید کا ذکر فرماکر ان آیتون مین ثبوت رسالت کے لئے قرآن مجید کے معجزہ ہونیکی دلیلین بیان کی گئی ہین
اور فرمایا ہے کہ یہ قرآن بشر کا بنایا ہوا نہیں ہے تم سمجھتے ہو کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے جی سے بنایا ہوگا لیکن تم یہ نہین دیکھتے کہ اس مین
منزل ۳ پہلے انبیا اور رسولون کے قصے اور وہی باتین جو پہلی قومونکو بتلائی گئین تھین اس مین بھی ہین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ کسی عالم کی
صحبت مین بیٹھے اور نہ کسی سے لکھنا پڑھنا سیکھا نہ کسی نے اونکو پہلی امتون کے قصے بتلائے پھر کیون کر وہ گذری ہوئی باتین اور
ایسی صاف ستھری زبان مین بیان کرتے یہ قرآن توریت و انجیل کل آسمانی کتابون کی تصدیق کرتا ہے اور جو جو باتین اون مین ردو
بدل کردی گئی ہین اونکو بیان کرتا ہے کیا یہ اسبات کی دلیل نہین ہے کہ یہ قرآن خدا کا کلام ہے خدا نے اپنے رسول پر اوسکو اتارا ہے
اگر تم اسکو کسی اور کا بنایا ہوا سمجھتے ہو اور خیال کرتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو بنایا ہے تو وہ بھی بشر ہین تم بھی بشر ہو چلو
تم بھی ایسا کلام کہکر لاؤ اگر سارا نہیں تو دس سورتین ہی سہی۔ جانے دو دس بھی نہیں ایک ہی سورت ایسی کہڈالو اگر ایک بھی مکمل
نہ ہو تو ایک پورا جملہ ہی اسکے مانند بنالاؤ آخر تم بھی تو عربی دان ہو فصاحت و بلاغت کا تمہین بھی تو دعویٰ ہے اگر اکیلے نہ ہوسکے
تو لو عام اجازت ہے کہ اس کام میں چاہے جس سے مدد لو سارے جہان کی مخلوق اکھٹی ہو جاؤ اپنے معبودون کو بھی شریک کرلو
جنپر تمکو بہت بھروسہ ہے۔ مگر مشرک اسکو بھی سنکر دم بخود ہو گئے اور قرآن کے کلام الٰہی ہونیکا بے ٹھکانے انکار ہی کرتے رہے
پھر فرمایا کہ قرآن مین جس عذاب کا وعدہ ایسے لوگون کے حق مین ہے اُس عذاب کا حال انکی سمجھ سے باہر ہے کیونکہ ابھی وہ عذاب
انکی آنکھون کے سامنے نہین آیا عذاب سے پہلے اسی طرح پہلی امتون نے بھی رسولونکو جھٹلایا تھا اور آخر اپنی سزا کو پہنچے پھر فرمایا
انمین بعضے ایسے بھی ہین کہ ایمان لائینگے ہین قرآن کو مانتے ہین رسول کی پیروی کرتے ہین اور بعضے ایمان نہین لاتے کفر کی حالت
مین ہی مرجاتے ہین خدا ان مفسدون کے حال سے خوب واقف ہے وقت مقررہ پر ایسے لوگ اپنی شرارتون کی پوری سزا پاوینگے

صحیح بخاری اور مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور معجزوں کے
علاوہ مجھکو قرآن ہی ایک ایسا معجزہ دیا گیا ہی جسکے اثر سے مجھے امید ہی کہ قیامت کے دن میری امت کے اہل ایمان لوگون کی تعداد
اور امتون سے بڑھکر ہوگی اس حدیث کو آیتو نکی تفسیر مین بڑا دخل ہی جسکا حاصل یہ ہے کہ دین کی لڑائی کا حکم ہجرت کے بعد نازل
ہوا اس حکم کے نازل ہونے سے پہلے صدہا منکر قرآن اس قرآن کے اثر سے راہ راست پر آگئے اور اس ضعف اسلام کے زمانہ مین قرآن
کا اثر اب بھی وہی باقی ہی اور قیامت تک باقی رہے گا اور قیامت کے دن اس حدیث کی پیشین گوئی کا ظہور سبکی آنکھونکے سامنے
آجاویگا غرض خاتم الانبیا کی نبوت کے ثبوت کیلئے یہ قرآن ایسا ہی بڑا معجزہ ہی جسکا ذکر آیتون اور اس حدیث مین ہی۔

وَإِن كَذَّبُوكَ فَقُل لِّي عَمَلِي وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ۖ أَنتُم بَرِيئُونَ مِمَّا أَعْمَلُ وَأَنَا بَرِيءٌ مِّمَّا تَعْمَلُونَ ۝

اور اگر تجکو جھٹلادین تو تو کہہ مجکو میرا کام کرنا اور تمکو تمہارا کام تمپر زمہ نہیں میرے کام کا اور مجپر زمہ نہیں جو تم کرتے ہو

اوپر کی آیتون مین اللہ تعالی نے ثبوت توحید ثبوت رسالت و شرک کی مذمت کی پوری فہائش مشرک بت پرستون کو فرماکر ان
آیتون مین فرمایا ہی کہ اگر بعد اس فہائش کے بھی یہ لوگ جھٹلانے سے باز نہ آوین تو انسے کہدیا جاوے کہ جیسا تم کروگے وہ تمہارے
آگے آویگا بعضے مفسرون نے اس آیۃ کو جہاد کی آیۃ سے منسوخ کہا ہے مگر یہ صحیح قول نہین ہی کس لئے کہ منسوخ وہ حکم ہوتا ہی جو کسی
دوسرے حکم کے آنے سے اوٹھ جاوے اس آیۃ کا حکم جہاد سے پہلے بھی تھا اور اب بھی باقی ہے اور قیامت تک باقی رہے گا بلکہ خود
قیامت کے دن کو اللہ تعالی نے اس حکم کے جاری کرنے کیلئے بنایا ہی کہ جو نیک کام کرے اوسکو جزا اور جو بد کام کرے اوسکو سزا دیجاے منزل ۳
پھر ایسے دائمی حکم کو منسوخ کیونکر کہا جا سکتا ہے اور یہ تو اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ جہاد کے حکم سے کوئی درگذر کی آیۃ منسوخ نہین ہے
اگرچہ ہر ایسی آیۃ کے نیچے جسکو بعضے مفسرون نے منسوخ کہا ہی اور اکثر مفسرین کے نزدیک وہ آیۃ منسوخ نہین ہے اس تفسیر مین
ناسخ منسوخ کی بحث کردی جاتی ہی لیکن متفرق بحث لوگونکو یاد نرہے گی اسلئے یاد رہنے کی غرض سے ایک عام بات لکھدی جاتی
ہے وہ یہ ہے کہ صرف پانچ آیتین جو آگے بیان کردی جاتی ہین انکے سوا قرآن شریف مین کوئی آیۃ ایسی نہین ہے جسکو بالاتفاق
سب مفسرون نے منسوخ کہا ہو اسلئے ان پانچ آیتونکو خیال مین رکھہ لیا جاوے پھر جس تفسیر مین سوا ان پانچ آیتون کے کسی اور
آیۃ کے منسوخ ہونے کا ذکر نظر پڑے تو اسکو یون خیال کرلینا چاہیئے کہ باقی کی اور تفسیرون مین ضرور یہ بھی لکھا ہوگا کہ یہ آیۃ منسوخ
نہین ہی وہ پانچ آیتین یہ ہین آیۃ کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت۔ آیۃ یوصیکم اللہ سے منسوخ ہی والذین یتوفون منکم مین برس
روز کی عدت کا حکم چار مہینے دس روز کی عدت کے حکم سے منسوخ ہے۔ آیت ان یکن منکم عشرون مین ایک مسلمان کا دس
مخالفون سے لڑنے کا حکم ایک مسلمان کو دو مخالفون سے لڑنے کے حکم سے منسوخ ہے۔ آیت اذا ناجیتم الرسول کا صدقہ کا حکم
ذلک خیر لکم واطہر سے منسوخ ہے۔ یا ایہا المزمل قم اللیل کا حکم اس سورۃ کی آخری ٹکڑے سے منسوخ ہے۔ عبداللہ بن عمرو بن العاص
کی حدیث صحیح مسلم کے حوالہ سے ایک جگہ گذر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کچھ دنیا مین ہو رہا ہے دنیا کے
پیدا ہونے سے پچاس ہزار برس پہلے اپنے علم کے موافق وہ سب اللہ تعالی نے لوح محفوظ مین لکھہ لیا ہے اس حدیث کو آیتکی تفسیر

ہین بڑا دخل ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ جو لوگ توحید اور رسالت کی پوری فہمائش کے بعد بھی شرک اور رسالت کے جھٹلانے سے باز نہ آوین تو اے رسول اللہ کے اُنکو اُنکے حال پر چھوڑ دیا جاوے کیونکہ علم الٰہی مین جو لوگ نافرمان قرار پاچکے ہیں وہ کسی فہمائش سے راہ راست پر نہ آوین گے لیکن ان نافرمان لوگون سے یہ کہدیا جاوے کہ نیک و بد کی جزا و سزا کا ظہور وقت مقررہ پر ہونے والا ہے اُسوقت یہ لوگ اپنے کئے کی پوری سزا بھگت لین گے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ ۚ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوْا لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ

اور بعضے اون مین کان رکھتے ہیں تیری طرف کیا تو سنا دیگا بہرونکو اگرچہ وے بوجھ نہ رکھتے ہون اور بعضے اون مین نگاہ

اِلَيْكَ ۚ اَفَاَنْتَ تَهْدِى الْعُمْىَ وَلَوْ كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْـًٔا وَّ

کرتے ہیں تیری طرف کیا تو راہ دکھاویگا اندہون کو اگرچہ وہ سوجھ نہ رکھتے ہون اللہ ظلم نہیں کرتا لوگون پر کچھ لیکن

لٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝

لوگ اپنے پر آپ ظلم کرتے ہیں

ان آیتون مین مشرکین مکہ کا ایک اور حال بیان فرمایا کہ جب قرآن مجید پڑھا جاتا ہی تو یہ لوگ سنتے ہیں مگر اس سننے سے انکا یہ مقصود نہین ہوتا کہ اوسپر ایمان بھی لاوین فقط سننا ہی سننا ہے اسیطرح اے رسول اللہ کے ان لوگون مین سے بعضے تمہاری طرف دیکھتے ہین کہ ظاہر ظاہر معجزے اللہ تعالی نے تمکو دئے ہیں مگر یہ دیکھنا اونکو کچھ بھی فائدہ نہ دیگا اس دیکھنے سے وہ ایمان لانے کا ارادہ نہیں کرتے ہیں اگر آپ چاہیں کہ یہ سب راہ راست پر آجائین تو یہ غیر ممکن ہے کیونکہ جس طرح بہرون اور اندہون کو نہ تم کچھ سنا سکتے نہ دکھا سکتے ہو اسیطرح انکے دلونکو قابو مین کرکے انکی ہدایت بھی نہیں کرسکتے کیونکہ ان لوگون مین ایمان لانیکی اور حق ناحق سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں ہی یہ بعینہ جانورین دیکھتے بھی ہین سنتے بھی ہیں مگر انمین سمجھنے کا مادہ نہیں ہے صحیح مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن عمرو العاص کی حدیث گذر چکی ہی کہ دنیا مین جو کچھ ہو رہا ہے دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے وہ سب اللہ تعالی نے لوح محفوظ مین لکھ لیا ہی اسیطرح ابوذر سے صحیح مسلم ترمذی اور ابن ماجہ مین ایک روایت ہی جس کا مطلب یہ ہی کہ اللہ پاک ظلم نہیں پسند کرتا اُسنے اپنی ذات پر بھی ظلم کو حرام کیا ہے اور اپنے بندون پر بھی ظلم کو حرام کردیا ہی کہ آپس مین کوئی کسی پر ظلم نہ کرے اور اللہ پاک نے ہر شخص کے عمل گن گن کر رکھے ہیں جسکی جزا سزا قیامت کے دن بھرپور دیجائے گی۔ آیتون اور حدیثون کو ملاکر یہ تفسیر قرار پاتی ہی کہ جو لوگ علم الٰہی مین بد ٹھہر چکے ہیں وہ مانند بہرون اور اندہون کے ہین قرآن کا سننا یا معجزون کا دیکھنا انکو کچھ نفع نہیں پونہچا سکتا لیکن ساتھ اسکے یہ بات ہی کہ اللہ تعالی کو ظلم پسند نہین ہی اسلئے اونسے زبردستی کسی کے ذمہ کوئی برائی نہین لگائی بلکہ دنیا مین پیدا ہونیکے بعد ہر شخص جو کچھ کرنیوالا تھا وہ اُسکے علم ازلی سے باہر نہیں تھا اسواسطے اُسنے وہ سب اپنے علم کے نتیجہ کے طور پر لوح محفوظ مین لکھ لیا ہی اور جزا و سزا کا مدار اوس نتیجہ پر نہین رکھا غرض ہر ایک نیک و بد کے دنیوی ظہور پر جزا و سزا کا مدار رکھا ہی مگر اللہ کا علم تغیر و تبدل سے پاک ہی اسلئے دنیا مین جو کچھ ہوتا ہی وہ آخر کو لوح محفوظ کے نوشتہ کے موافق آن ٹھہرتا ہی اُسکے برخلاف دنیا مین کوئی کام نہیں ہو سکتا۔

منزل ۳

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَأَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ قَدْ خَسِرَ

اور جس دن اونکو جمع کریگا گویا نہ رہے تھے مگر کوئی گھڑی دن آپس مین پہچانینگے بیشک خراب ہوئے

الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ

جنہون نے جھٹلایا اللہ کا ملنا اور نہ آئے راہ پر

حاصل معنے آیۃ کے یہ ہیں کہ نافرمان لوگ اب تو دنیا مین اپنا قیام دنیاوی ہمیشہ کا خیال کرکے غفلت مین عمر گزار رہے ہیں اور جانتے ہیں کہ دنیا کے رہنے میں اونہون نے بہت کچھ پھل پایا لیکن قیامت کے دن یہ لوگ جب اپنی کمائی اور اپنا دنیا کا رہنا آخرت کے نفع سے بالکل خالی پاوینگے اور فرمانبردارونکو دیکھینگے کہ اُنکے دنیا کے نیک کامون نے اُنکو بہت کچھ نفع دیا اور اونہون نے اپنی نافرمانی کی مزاین بہت کچھ نقصان اوٹھایا تو یہ لوگ اپنے دنیا کے رہنے کو بالکل حقیر اور گھڑی دو گھڑی کا ٹکاؤ خیال کرینگے۔ معتبر سند سے طبرانی کبیر مین عبداللہ بن مسعود سے روایت ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورج کی گرمی اور پسینے کے سبب سے بڑے بڑے گناہ گارون کو اس قدر تکلیف ہوگی کہ وہ اُس تکلیف سے نجات پاکر دوزخ مین جانا پسند کرینگے۔ اس مضمون کی روایۃ جابرؓ سے مستدرک حاکم مین بھی ہی اور حاکم نے اُسکو صحیح کہا ہی۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے انسؓ بن مالک کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جن گنہگارون نے دنیا مین بڑی راحت سے عمر بسر کی ہی دوزخ مین جاتے ہی اُنکو وہ دنیا کی راحت یاد نہ ہوے گی۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے مستورد بن شدلو کی حدیث بھی ایک جگہ گذر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عقبے کی راحتون کی مثال ایک دریا کی سی ہے جسکے مقابلہ مین تمام دنیا کی راحتین ایسی ہین جیسے پانی کی تھوڑی سی نمی ان حدیثون کو آیۃ کیساتھ ملانے سے آیۃ کی یہ تفسیر قرار پاتی ہے کہ میدان حشر کی تکلیفون کے مقابلہ مین تو یہ لوگ دنیا کی راحت کی زندگی کو گھڑی دو گھڑی کی زندگی خیال کرینگے اور پھر دوزخ میں جاتے ہی دنیا کی راحت کو بالکل بھولجاوینگے اور جس طرح پانی کی تھوڑی سی نمی کے اوپر مین کوئی دریا کو ہاتھ سے کھو بیٹھے ان بے راہ قیامت کے جھٹلانے والون کا ایسا ہی نقصان اوس دن ہوگا کہ دنیا کی چند روزہ راحت کی غفلت کے سبب سے عقبی کی بے حساب ہمیشہ کی راحتون کو یہ لوگ ہاتھ سے کھو بیٹھین گے۔ جھوٹے معبودون اور اونکے پوجنے والون کی آپس کی بیزاری کا ذکر جو اوپر گذرا اوس بیزاری کے جھگڑے تک تو ان مین آپس کی جان پہچان رہے گی اور پھر یہ بات جاتی رہے گی اس تھوڑی سی جان پہچان کا ذکر آیۃ مین ہے۔

وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا

اور اگر ہم دکھاوینگے تجکو کوئے اون وعدون مین جو دیتے ہین اُنکو یا پوری کرینگے تیری عمر سو ہماری طرف ہے اونکو پھر آنا اللہ شاہد ہے اُن

يَفْعَلُوْنَ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ

کا سو خبر جو کرتے ہین اور ہر فرقے کا ایک رسول ہی پھر جب پہنچا اونپر رسول اُنکا فیصلہ ہوا اُنمین انصاف سے اور اونپر ظلم نہین ہوتا

مشرک لوگ عذاب کا وعدہ سنکر اوس وعدہ کے ظہور کی جلدی کرتے تھے اسلئے اللہ تعالی نے اپنے رسول کی تسلی کے طور پر

فرمایا کہ اے رسول اللہ کے ہم تمہارے سامنے ان کافروں کو غارت کردین اور انکے کردار کی سزا اسی دنیا مین تمہاری حیات ہی مین انکو دین یا انکو اسی حال پر چھوڑ کر تمہیں اپنے پاس بلالین ہر حال مین یہ لوگ ایک دن ہمارے روبرو حاضر ہونے والے اور اپنی بداعمالی کی سزا بھگتنے والے ہیں کیونکہ جو کچھ یہ لوگ کر رہے ہیں وہ سب اللہ کو معلوم ہے ذرہ ذرہ کا ایک دن مواخذہ ہوگا۔ معتبر سند سے طبرانی مین ابوامامہ اور حذیفہ ابن اسید سے روایت ہے کہ ایک روز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج رات کو میری کل امت اول سے آخر تک مجھے دکھلادی گئی ایک شخص نے کہا کہ جو ابھی امت میں پیدا ہو چکے ہیں وہ تو خیر اور جو نہین پیدا ہوئے ہیں اونہیں کیسے آپنے جانا فرمایا کہ جس طرح تم اپنے دوست احباب ہر ایک ملنے جلنے والے کو پہچانتے ہو اسی طرح مین اُنکو پہچانتا ہون صحیح مسلم مین ابوہریرہؓ سے جو روایتہ ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ اعضائے وضو کے نور سے امت مین کے بن دیکھے لوگونکی پہچان اللہ کے رسول کو ہوگی اسی طرح ابوامامہؓ کی طبرانی کی حدیث مین اسکی صراحت ہے۔ مجاہدؒ کہتے ہیں کہ ہر ایک رسول کی امت کا قیامت کے دن اُسکے رسول کے سامنے فیصلہ کیا جاویگا اور اللہ پاک نہایت ہی عدل اور انصاف کے ساتھ حکم نافذ فرمائیگا نامہ اعمال سامنے رکھا ہوگا وہ تبلادیگا کہ کس کے اعمال کیسے ہین اور نامہ اعمال کے لکھنے والے فرشتے بھی گواہی دینگے ہر ایک امت ایک کے بعد ایک آتی جائے گی اور اُس کا حساب و کتاب ہوتا جائیگا حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی امت اگرچہ سب امتون سے پیچھے پیدا ہوئی ہے مگر اسکا حساب و کتاب سب سے پہلے ہوگا اور اسکے حساب و کتاب مین اتنا عرصہ بھی نہ ہوگا جتنا اور ون کے حساب مین ہوگا۔ صحیح بخاری و مسلم مین جو روایتین ہیں اون مین یہ ذکر صراحت سے ہے کہ امت محمدیہ کا حساب اور امتون سے پہلے ہوگا بلکہ صحیح بخاری وغیرہ مین ابوہریرہؓ کی روایتہ سے یہ بھی ہے کہ امت محمدیہ کا گذر پل صراط پر بھی اور امتون سے پہلے ہوگا معتبر سند سے طبرانی کبیر اور اوسط مین حضرت عبداللہ بن عباس سے روایتہ ہے جسمین امت محمدیہ کے حساب کے جلدی طے ہوجانے کا ذکر تفصیل سے ہے۔ اوپر یہ جو گذرا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سب امت کو دیکھا یہ قصہ معراج کی رات کا ہی چنانچہ ترمذی اور نسائی مین حضرت عبداللہؓ بن عباس کی جو روایتین ہیں اُنمین معراج کی رات کا ذکر ہے اگرچہ یہ کل امت کے دیکھنے کی حضرت عبداللہ بن عباس کی روایتہ صحیح بخاری مین بھی ہے لیکن وہ مختصر ہے اوس مین معراج کی رات کا ذکر نہین ہے صحیح بخاری کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری سب امت جنت مین جاویگی مگر جو مجھکو نہ مانے گا وہ دوزخ مین جاویگا صحابہ نے عرض کیا حضرت وہ کون لوگ ہین آپنے فرمایا جو میری اطاعت نہین کرتے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اور امتون سے پہلے حساب کے ہونے اور پل صراط پر سے پہلے گذرنے کی عزت امت محمدیہ کے اون ہی لوگونکو دی جاویگی جو اللہ کے رسول کے پورے فرمانبردار اور ہر طرح کی بدعت سے بیزار ہین صحیح بخاری وغیرہ کے حوالہ سے، روایتین جو سورہ النساء مین گذر چکی ہیں اُنمین یہ ذکر تفصیل سے ہے کہ ہر امت کا فیصلہ اُنکے رسول کے سامنے اور مقابلہ مین ہوگا اون روایتون سے مجاہد کے قول کی پوری تائید ہوتی ہے۔

منزل ۳

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝ قُل لَّا أَمْلِكُ لِنَفْسِي ضَرًّا وَلَا نَفْعًا

اور کہتے ہیں کب ہے یہ وعدہ اگر تم سچے ہو تو کہہ مین مالک نہیں اپنے واسطے برے کا نہ بھلے کا

إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ إِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ

مگر جو چاہے اللہ ہر فرقے کا ایک وعدہ ہے جب پہنچا اونکا وعدہ پھر نہ ڈھیل کرین ایک گھڑی نہ جلدی

مشرک لوگ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے کہ آپ جو بار بار قیامت کا ذکر کرتے ہین اور کہتے ہین کہ اوس روز تمہین تمہارے پروردگار کی سزا ملیگی یہ عذاب ہوگا وہ عذاب ہوگا تو بتلا دیجیے وہ دن کب ہی اور کب ہوگا جلدی سے وہ ایکدن آنکر ہمین کچھ نقصان کیون نہین پہونچ جاتا اسواسطے اللہ نے اسکا جواب اپنے رسول کو بتلایا کہ اُنسے کہدو کہ مین آپ اپنی جان کا مالک نہیں ہون نہ کوئی نفع اپنے کو پہنچا سکتا ہون اور نہ نقصان پھر مین دوسرونکو کیا نفع نقصان پونہچا سکتا ہون اور اللہ کے علم غیب مین جو میرا نفع یا نقصان ہی جسکا حال مجھکو معلوم نہین تو قیامت کے آنے کا خاص وقت مین تم لوگونکو کیونکر بتلا سکتا ہون جو ایک خاص غیب کی بات ہو مجھے تو صرف اتنا ہی اختیار ہے کہ جو بات خدا مجھے بتلاتا ہی مین وہ لوگونکو پہنچا دیتا ہون جس بات کی وہ مجھے خبر دیتا ہی اسکو بیان کر دیتا ہون لیکن اتنی بات البتہ کہہ سکتا ہون کہ ایک نہ ایک روز ضرور قیامت ہوگی مگر کب ہوگی اس کا علم مجھے نہیں یہ خدا جانتا ہی اور یہ بھی کہہ دیتا ہون کہ ہر جاندار کے لئے موت ہے اور موت کا ایکدن مقرر ہے جب آجاتی ہی تو گھڑی بھر بھی دیر نہین ہوتی ہر چیز کے وقت مقررہ کو کہتے ہیں صحیح مسلم میں جابرؓ سے روایت ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام دنیا کے خاتمہ ہونیکا وقت مقرر تو اللہ تعالی کو معلوم ہی مگر یہ بات قسم کھاکر مین کہتا ہون کہ موجودہ لوگون مین سے سو برس کے اندر کوئی شخص زندہ نہین رہیگا معتبر سند سے ترمذی مین ابوہریرہؓ سے روایت ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس امت کے اکثر لوگونکی عمر ساٹھ سے ستر برس تک ہوگی معتبر سند سے مسند امام احمد مین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منکر نکیر کے سوال جواب کے بعد ہر نیک آدمی کو جنت کا ٹھکانا اور ہر شخص کو دوزخ کا ٹھکانا دکھلاکر اللہ کے فرشتے یہ کہدیتے ہین کہ اس ٹھکانے مین رہنے بسنے کے لئے قیامت کے دن تم لوگونکو دوبارہ زندہ کیا جاویگا ان حدیثونکو آیتون کے ساتھ ملانے سے آیتون کی یہ تفسیر قرار پاتی ہی کہ دنیا کے ختم ہونے کا وقت مقررہ تو اللہ تعالی کو معلوم ہے گھڑی گھڑی اُسکا حال جو یہ لوگ پوچھتے ہین اسکی انہین کچھ ضرورت نہیں انکو تو اپنی عمر کے وقت مقررہ کا حال پوچھنا چاہیئے جو سو برس کے اندر ہے اسکے بعد یہ سب مرجاوینگے اور قیامت کے دن جو انجام انکا ہونے والا ہی مرنے کے ساتھ ہی وہ انکو دکھا دیا جاویگا۔

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُهُ بَيَاتًا أَوْ نَهَارًا مَاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُونَ ۝ ثُمَّ إِذَا مَا

کہدو بھلا دیکھو تو اگر پہنچے تمپر عذاب اوسکا راتون رات یا دن کو کیا کرلین گے اوس سے پہلے گنہگار کیا جب پڑچکے

وَقَعَ آمَنْتُمْ بِهِ آلْآنَ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهِ تَسْتَعْجِلُونَ ۝ ثُمَّ قِيلَ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُوقُوا

کا تب یقین کروگے اوسکو اب قائل ہوئے اور تم تھے اسی کی جلدی کرتے پھر کہین گے گنہگارون چکھو عذاب ہمیشگی کا

عَذَابَ الْخُلْدِ هَلْ تُجْزَوْنَ إِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ ۝

وہی بدلا پاتے ہو جو کچھ کماتے تھے

جس طرح یہ مشرک قیامت کے دن کے عذاب کی جلدی مسخرپن کے طور پر کرتے تھے اوسی طرح دنیا کے عذاب کی بھی جلدی کرتے تھے اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے کہ تم عذاب عذاب کہا کرتے ہو تو لو اپنے خدا سے کہکر ہمپر عذاب بھیجو اوسلئے فرمایا اے رسول اللہ کے ان لوگونسے کہدیا جائے کہ تم اب تو عذاب کی جلدی کر رہے ہو اور جب عذاب راتون رات جسوقت تم غافل پڑے سوتے ہو یا دن کو جب تم اپنے کام دہندے میں لگے ہو گے اچانک آجاویگا تو پھر کس بات کی جلدی کروگے عذاب تو ایک ایسی بُری چیز ہے جسکے نام سے لوگ ڈرتے ہیں تو کیا عذاب آجانے سے تم ایمان لاؤگے تو بتلاؤ ایسے وقت میں کہ تم عذاب میں گرفتار ہوگے اگر ایمان بھی لائے تو اُس ایمان سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے پھر فرمایا کہ قیامت کے دن جب یہ مجرم دوزخ میں ڈالے جائینگے اور طرح طرح کے عذاب کو برداشت نہ کر سکینگے اور فریاد مچانے لگینگے اُسوقت اِنسے یہ بات کہی جاویگی کہ تم دنیا میں عذاب کے آنے کی جلدی کرتے تھے اب کیا ہوا جو منہہ مانگی چیز سے پناہ مانگتے ہو جو کچھہ تم نے وہان کیا ہے اُسکا مزہ چکھو اور ہمیشہ چکھو۔ سورۃ النسا میں گذر چکا ہے کہ توبہ کے قبول ہونے کیلئے آیندہ گناہونسے باز رہنے اور نیک کام کرنے کا ارادہ ضرور ہے عذاب کے سر پر آجانے اور ہلاکت کا یقین ہو جانے کے بعد انسان کی یہ حالت باقی نہیں رہتی بلکہ ایک بے بسی کی حالت ہو جاتی ہے اسی بے بسی کی حالت کا اسلام اور ایسی حالت کی توبہ کچھہ مقبول نہیں ہے چنانچہ اس باب میں عبداللہ بن عمر کی حدیث بھی ترمذی کے حوالہ سے اسی سورۃ میں گذر چکی ہے جسکی سند کو ترمذی نے معتبر قرار دیا ہے بیہقی تفسیر ابن ابی حاتم تفسیر ابن مردویہ کے حوالہ سے حضرت عمرؓ اور عبداللہ بن عمر اور معاذ بن جبل کی یہ روایتیں بھی سورۃ النسا میں گذر چکی ہیں کہ عذاب کی تکلیف ہمیشہ قائم رہنے کیلئے دوزخیونکی جلی ہوئی کھال گھڑی گھڑی بدلی جاویگی حاصل کلام یہ ہے کہ سورہ النسا میں جو روایتیں گذر چکی ہیں وہی روایتیں ان آیتونکی گویا تفسیر ہیں جس سے بے وقت کے اسلام کے مقبول نہونے اور دوزخ کے عذاب کی ہمیشگی کی تفصیل معلوم ہوتی ہے جلی ہوئی کھال کے بدلے جانے کی معاذ بن جبل کی روایت طبرانی میں بھی ہے اور اُسکی سند معتبر ہے جس سے حضرت عمرؓ اور عبداللہ بن عمر کی روایتون کو بھی تقویت ہو جاتی ہے۔

وَيَسْتَنْبِـُٔونَكَ أَحَقٌّ هُوَ ۚ قُلْ إِي وَرَبِّي إِنَّهُ لَحَقٌّ ۖ وَمَا أَنتُم بِمُعْجِزِينَ ﴿٥٣﴾

اور تجھسے خبر لیتے ہین کیا سچ ہے یہ بات تو کہہ البتہ قسم میرے رب کی یہ سچ ہے اور تم نہ تھکا سکوگے

مشرک لوگ یہ بھی پوچھتے تھے کہ کیا سچ مچ قیامت ہوگی اور اُسکے انکار کرنیوالون کو عذاب ہوگا حالانکہ وہ لوگ یہ سوال پہلے بھی کر چکے تھے اور اسکا جواب بھی انکو دیدیا گیا تھا پھر بار بار پوچھنا اور بھی نادانی کی نشانی ہے نہ اپنی بات سمجھتے ہیں کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں نہ دوسرے کی بات سمجھتے کہ وہ کیا جواب دیر ہا ہے اسلئے فرمایا اے رسول اللہ کے تم ان لوگونسے کہہ دو قسم ہے میری کہ قیامت ضرور ہونیوالی ہے تم یہ خیال کرو کہ ہم مٹی کے ڈھیر ہو کر پھر قبر سے کیونکر نکل آئینگے وہ دوبارہ پیدا کرنا جسطرح اوسنے پہلے پیدا کیا ہے اُسکا ایک فقط کن کا حکم کافی ہے پھر اگر تم بھاگنا بھی چاہوگے تو رستہ نہ ملیگا نہ کوئی حیلہ حوالہ پیش ہو سکیگا بلکہ عذاب ہو کر رہیگا۔ ترمذی اور صحیح ابن حبان میں ابو سعید خدری سے اور مسند امام احمد وغیرہ میں زید بن ارقم اور

حضرت عبداللہ بن عباس سے جو روایتین ہیں اون مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسرافیل علیہ السلام صور منہہ مین لیکر پھونکنے کو تیار اور ہر وقت حکم الٰہی کے منتظر ہیں ترمذی نے اس روایۃ کو معتبر قرار دیا ہے یہ حدیث آیۃ کی گویا تفسیر ہے کیونکہ آیۃ اور حدیث کو ملانے سے یہ مطلب ٹہرتا ہی کہ جس طرح اللہ تعالی نے تاکید کے طور پر اپنے رسول کو قسم کہا کر قیامت کے وعدہ کا ارشاد فرمایا ہے اسی طرح قیامت کے ظہور کا انتظام بھی ایسا تاکیدی ہے کہ اسرافیل علیہ السلام صور منہہ مین لیکر پھونکنے کو تیار اور ہر وقت حکم الٰہی کے منتظر ہین۔

وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ ۭ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ

اور اگر ہو ہر شخص گنہگار پاس جتنا کچھہ ہی زمین مین البتہ دے ڈالے اپنی چھڑوائی مین اور چھپے چھپے پچتاوینگے

لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝

جب دیکھین گے عذاب اور اُنمین فیصلہ ہوگا انصاف سے اور اُنپر ظلم نہ ہوگا

صحیح بخاری ومسلم مین حضرت انسؓ کی روایۃ سے اس آیۃ کی تفسیر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یون فرمائی ہی کہ قیامت کے دن ہلکے سے ہلکے عذاب والے دوزخی سے اللہ تعالی فرماویگا کہ اے شخص تیرے پاس دنیا بہر کا مال ومتاع اور اولاد ہو تو اپنی نجات کے بدلے مین اوس مال اور اولاد کے دینے پر راضی ہی وہ کہیگا کہ ہان مین راضی ہون اوسپر اللہ تعالی فرماویگا کہ جب تو دنیا مین پیدا نہیں ہوا تھا اور آدم کی پشت مین تیرا نطفہ تہا اوسوقت مین نے تجہہ سے ایک چھوٹی سی بات کا یوم المیثاق مین عہد لیا تہا کہ تو دنیا مین جاکر نافرمانی نہ کیجیو مگر تو نے نہ مانا اب بدلہ اور تاوان دینے سے کیا ہوتا ہے حاصل معنے آیۃ اور حدیث کے یہ ہین کہ وہ نجات آخرت جو دنیا بہر کے مقابلہ مین گران ہی تہوڑی سی فرمانبرداری خدا ورسول مین ملسکتی ہی اور جو اس سوداگری سے غافل رہا اُسنے بڑا ٹوٹا پایا کیونکہ اب دنیا مین تو لوگون کے قبضہ مین عارضی طور پر کچہہ مال ومتاع اللہ تعالی نے دے رکہا ہی جسکے صدقہ خیرات سے عقبیٰ کی بہبودی چاہنے والے کچہہ عقبیٰ کی بہبودی کرسکتے ہین دنیا کے فنا ہوجانے کے بعد دنیا کا سب مال ومتاع اللہ تعالی کے قبضہ مین چلا جاویگا پہر اگر اوسدن بدلہ اور تاوان قبول ہوتا بھی تو یہ لوگ مال ومتاع کہان سے لاسکتے تھے چنانچہ اس مطلب کو الا ان للہ مافی السموات والارض سے ادا فرمایا گیا ہی۔ سورہ عنکبوت مین آویگا کہ مشرکین مکہ مین کے سردار لوگ عام لوگونکو بہکایا کرتے اور کہا کرتے تھے کہ اول تو قیامت اور اوس دن کی سزا کا ہمکو یقین نہین ہی اور اگر یہ سزا ہوئی بھی تو تمہاری سزا ہم اپنے ذمہ لیلینگے اسلئے اس سزا کے خوف سے تم اپنا قدیمی دین نہ چھوڑ دو اوسی سورۃ مین یہ بھی آویگا کہ ایسے لوگونکو دوہری سزا دیجاویگی ایکا انکی ذاتی بداعمالی کی اور دوسری لوگونکو بہکانے کی قیامت کے دن یہ بہکانے والے لوگ تو یون پچتاوینگے کہ انھون نے لوگونکو ناحق بہکایا جسکے سبب سے وہ دوہری سزا کے مستحق ٹہرے اور بہکنے والے یون پچتاوینگے کہ ہم ان گمراہ سردارون کے بہکانے مین کیون آگئے ہمان لوگونکو یہ معلوم ہوجاویگا کہ اسوقت کے پچتاوے کو زبان پر لانے سے کچہہ فائدہ نہین اسلئے وہ لوگ اس پچتاوے کو اپنے اپنے دل ہی مین رکہینگے حاصل کلام یہ ہی کہ اس چھپے ہوئے پچتاوے کا

منزل ۳

ذکر اس آیۃ مین ہی۔ صحیح بخاری ومسلم مین حضرت عبداللہ بن عباس کی روایۃ سے حدیث قدسی ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ قیامت کے دن ہر نیکی کی جزا دس سے لیکر سات سو تک اور بعضی نیکیون کی جزا اس سے بھی زیادہ عطا ہوگی اور بدی کی سزا مین کچھ زیادتی نہ ہوگی بلکہ جرم کے موافق سزا دیجاویگی اور بعضے جرم بغیر سزا کے معاف بھی ہوجاوینگے آخر آیۃ مین اُس دن کے جس منصفانہ فیصلہ کا ذکر ہے یہ حدیث گویا اُسکی تفسیر ہے۔

أَلَا إِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ أَلَا إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ

سن رکھو جو کچھ اللہ کا ہے آسمان اور زمین مین سن رکھو وعدہ اللہ کا سچ ہے پر بہت لوگ

لَا يَعْلَمُونَ ۝ هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝

نہیں جانتے وہی جلاتا ہے اور مارتا ہے اور اُسی کی طرف پھر جاؤگے

اوپر کی آیۃ مین تاوان کا ذکر فرما کر اس آیۃ مین فرمایا یاد رکھو کہ آسمان اور زمین اور جو کچھ ان دونون کے درمیان ہیں مغرب سے مشرق تک جنوب سے شمال تک دریا پہاڑ خزانے کان کل چھوٹی بڑی چیزین ہیں اوس دن وہ سب اللہ کے قبضہ مین ہونگی اوس دن تمہارا عارضی قبضہ باقی نرہے گا جو تم تاوان دیکر اپنا پیچھا چھوڑاؤگے اور عذاب سے بچوگے خوب یاد رکھو کہ خدا کا وعدہ سچا ہے ابھی تو تمہاری سمجھ مین نہیں آتا لیکن جب وعدہ کا وقت مقررہ آویگا تو سمجھ لوگے کیونکہ خدا کے نزدیک کوئی بڑی بات نہیں ہی کہ تمکو مردے سے زندہ کردے پیدا بھی وہی کرتا ہے مردہ بھی وہی کرتا ہے مردے سے دوبارہ زندہ بھی وہی کریگا صحیح بخاری مسلم نسائی ابن ماجہ وغیرہ مین ابوہریرہؓ سے روایۃ ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوسرے صور سے پہلے اللہ تعالی آسمان وزمین اور سب چیزین اپنے ہاتھ مین لیکر فرماویگا آج عارضی طور پر بادشاہت اور مال ومتاع کا دعوی کرنے والے کہان ہین صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی کہ دوسرے صور سے پہلے ایک مینہہ برسے گا جسکے اثر سے سب جسم بنکر تیار ہوجاوینگے اور پھر اون جسمون مین روحین پھونک دی جاوینگی آیۃ مین قیامت کے دن آسمان وزمین کی سب چیزون کے اللہ تعالی کے قبضہ مین ہونیکا اور حشر کے وعدہ کے ظہور کا جو ذکر ہے یہ حدیثین گویا اُسکی تفسیر ہین۔

منزل ۳

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُمْ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُورِ ۝

اے لوگو تم کو آئی ہے نصیحت تمہارے رب سے اور چنگے کرنے کو جیون کے روگ

وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ ۝

اور راہ سوجھائی اور مہربانی یقین لانے والون کو

جس طرح آدمی کے بدن کے لئے بخار کھانسی وغیرہ طرح طرح کے مرض ہین اسی طرح عقیدہ کے بگڑنے سے آدمی کے دل مین کفر ونفاق حسد ریاکاری یہ طرح طرح کے مرض پیدا ہوجاتے ہین اور جس طرح طب کی کتابون مین جسمانی مرض کے ہر طرح کے علاج لکھے ہین قرآن شریف اور حدیث مین اس طرح اُن دلی مرضون کے ہر طرح کے علاج ہین اسواسطے قرآن شریف اور آنحضرت کو دنیا مین

آنے کو دلکی تندرستی کا سبب فرمایا اور اوپر کی آیہ مین فرمایا تھا کہ تمام دنیا کے مال ومتاع کے بدلا دینے پر بھی قیامت کے دن نجات میسر نہ آویگی اسلیے اس آیہ مین فرمایا کہ تمام دنیا کی جمع پونجی سے اللہ تعالی کی یہ رسول اور کتاب آسمانی کے بھیجنے کی رحمت بہتر ہے دنیا کا رہنا چند روزہ ہے اور یہ چند روز کی کمائی بھی یہین رہجاویگی رسول اور کتاب آسمانی کی فرمانبرداری اگر تم کروگے تو یہ کمائی تمھارے ساتھ جاویگی اور وہ نجات آخرت کا سبب ہوگی جو دنیا بھر کا مال خرچ کرنے سے اوس دن نہین ملسکتی اسلیے اس رحمت الٰہی کی خوشی کرو اور دنیا بھر کے مال ومتاع سے اس رحمت الٰہی کو بہتر جانو صحیح بخاری مین نعمان بن بشیر سے روایت ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کے بدن مین دل ایک ایسا ٹکڑا ہے جسکی درست حالت مین ہوجانے سے آدمی کا تمام جسم درست حالت مین ہوجاتا ہے اور اگر آدمی کا دل درست حالت مین نہ ہو تو آدمی کا ہاتھ پیر کا کوئی کام اعتبار کے قابل نہین حاصل مطلب یہ ہے کہ نیت دلی ارادہ کا نام ہے اور ہاتھ پیر کا ہر ایک کام دلی ارادہ کی بنیاد پر ہوتا ہے اسلیے ہاتھ پیر کا جو نیک کام عقبی کے ثواب کی خالص نیت سے نہ کیا جاوے وہ بالکل رائگان ہے چنانچہ ابوداؤد اور نسائی کے حوالہ سے ابوامامہ کی صحیح حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بغیر خالص نیت کے کوئی نیک کام بارگاہ الٰہی مین مقبول نہین ہوسکتا یہ تو دل کے ارادہ کا دخل شریعت کی اون باتون مین ہوا جن مین دلی ارادہ اور ہاتھ پیرون کے عمل دونون کا دخل ہے جسطرح نماز کا رکوع سجدہ تو سب پورا ہو مگر اوس مین دلی ارادہ دنیا کے دکھاوے کا ہو تو اسطرح کی نماز نامقبول ہے شریعت مین بعضی باتین ایسی بھی ہین جن مین ہاتھ پیرون کے عمل کا کچھ دخل نہین ہے بلکہ ان باتونکا فقط دلمین یقین اور عقیدہ رکھنے کا حکم ہے مثلاً ہر ایماندار شخص کو دلمین یہ یقین اور عقیدہ رکھنا چاہیئے کہ اللہ وحدہ لاشریک ہے اسکی ذات وصفات مین کوئی اسکا شریک نہین ہے اسکے سب رسول اور سب آسمانی کتابین برحق ہین ان باتون مین دلکی حالت مین نادرستی یہی ہے کہ یہ دلی یقین یا تو سرے سے ہوہی نہین جیسے مشرکون کے دل کا حال ہے یا یقین ہو تو سہی مگر پورا نہو جیسے کچے مسلمانون کے دل کا حال ہے غرض اللہ تعالی نے دل کی ہر طرح کی نادرست حالت کو دلی مرض قرار دیکر قرآن شریف کی نصیحت کو اوس مرض کی شفا کا سبب قرار دیا ہے اسلیے ہر ایماندار شخص کو چاہیئے کہ ہمیشہ اپنے دلکی حالت کو قرآن شریف کی نصیحت کا پابند کرے اور جس طرح جسمانی مرض کا علاج فوراً کیا جاتا ہے اسی طرح دلی ہر مرض کا علاج بھی نصیحت الٰہی کے موافق وقت پر کرتا رہے تاکہ کوئی دلی مرض بڑھنے نہ پاوے +

منزل ۳

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝

کہہ اللہ کے فضل سے اور اوسکی مہر سے سو اوسی پر چاہیئے خوشی کرین یہ بہتر ہے اون چیزون سے سو سمیٹتے ہین

اس آیت مین رسالت کا ثبوت دیا گیا ہے جس طرح اس سے پہلے کی آیتون مین خدا کی توحید کی دلیلین بیان کی گئی تھین اسلیے فرمایا کہ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور جن پر یہ قرآن نازل ہوا ہے وہ اللہ کے رسول ہین اور جو شخص اس اللہ کے کلام کی تلاوت کرتا ہے اور اسکے معنے مین غور کرتا ہے وہ سچے عقیدون کی جھوٹے عقیدون سے تمیز کرلیتا ہے اسکے دلمین جو کچھ

شک وشبہ کی بیماری ہوتی ہی وہ دفع ہوجاتی ہی معتبر سند سے تفسیر ابن مردویہ مین ابو سعید خدری سے روایۃ ہی کہ ایک شخص نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ میرے دل مین طرح طرح کے وہم وخیال آتے رہتے ہین آپ نے فرمایا قرآن پڑہا کرو دل کی بیماریون کیلئے قرآن شفا ہی معتبر سند سے مستدرک حاکم مین عبداللہ بن مسعود کی روایۃ ہی اوس مین ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کو شفا فرمایا ہی اس سے ابو سعید کی روایۃ کی پوری تائید ہوجاتی ہی حاصل کلام یہ ہی کہ جو لوگ قرآن کے پیرو ہین اُنکے لئے یہ قرآن سراپا ہدایت ہی رحمت ہی پھر اللہ جل شانہ نے اپنے رسول کو مخاطب کرکے فرمایا اے رسول اللہ کے ان لوگون سے کہدو کہ فقط خدا کا فضل ورحمت ہی اس قابل ہی جسپر خوشی کیجائے دنیا کے چند روزہ مال ودولت کو جمع کرنے سے کیا نتیجہ ہی خدا کی مہربانیونکو جمع کرنے کی کوشش کیجاوے حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہین کہ خدا نے فضل جو اس آیۃ مین فرمایا ہی اوس سے مراد قرآن مجید ہی اور رحمت سے مراد دین اسلام ہی صحیح مسلم مین ابی امامہ سے روایۃ ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن قرآن اون گنہ گار لوگونکی شفاعت کریگا جو قرآن کی تلاوت کرتے ہین صحیح مسلم مین ابو ہریرہ سے روایۃ ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی نے اپنے کہانے پینے اور صدقہ خیرات دینے کے بعد جو مال مرتے وقت دنیا مین چھوڑا وہ دوسرونکا ہی مال کے جمع کرنے والے شخص کی ذات کو اوس مال سے کچھہ فائدہ نہین آیۃ مین قرآن شریف کے نازل ہونے کی نعمت کو مال کے جمع کرنے سے بہتر جو فرمایا یہ حدیثین گویا اوسکی تفسیر ہین جس کا حاصل یہ ہے کہ مرتے وقت دنیا مین آدمی نے جو مال جمع کرکے چھوڑا وہ جمع کرنے والے شخص کے حق مین بیکار ہی برخلاف قرآن شریف کے نازل ہونیکی نعمت کے کہ وہ قیامت کے دن گنہ گار قرآن پڑہنے والون کے حق مین ایک شفاعت کا آسرا ہے۔

منزل ۳

قُلْ أَرَءَيْتُم مَّآ أَنزَلَ ٱللَّهُ لَكُم مِّن رِّزْقٍ فَجَعَلْتُم مِّنْهُ حَرَامًا وَحَلَٰلًا قُلْ ءَآللَّهُ أَذِنَ لَكُمْ

تو کہہ بھلا دیکھو تو اللہ نے اوتاری تمہارے واسطے جو روزی پھر تم نے ٹھیرائی اوس مین سے کوئی حرام اور کوئی حلال کہدو کیا اللہ نے حکم دیا تمکو

أَمْ عَلَى ٱللَّهِ تَفْتَرُونَ ۝ وَمَا ظَنُّ ٱلَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى ٱللَّهِ ٱلْكَذِبَ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ ۗ

یا اللہ پر جھوٹ باندہتے ہو اور کیا اُنکے ہین جھوٹ باندہنے والے اللہ پر قیامت کے دن کو

إِنَّ ٱللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى ٱلنَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُونَ ۝

اللہ تو فضل رکھتا ہے لوگون پر لیکن بہت لوگ حق نہین مانتے

ع ۷

اوپر قرآن شریف کی نعمت کا ذکر فرماکر ان آیتون مین فرمایا کہ ان مشرکون نے فقط اسی نعمت کا انکار نہین کیا بلکہ یہ لوگ تو اللہ کی اور نعمتون کے بھی منکر اور ناشکر گزار ہین کیونکہ ان لوگون نے بعض چیزین اپنے اوپر حرام کرلی ہین اور بعض حلال تو یہ حلال وحرام کس طرح کا ہی کیا اپنی ہی خواہش اور ہوا وہوس سے انھون نے یہ حکم لگایا ہی یا یہ اعتقاد کرکے کہ یہ حکم خدا کا ہی اگر اپنے نفس کی خواہش سے یہ حلال وحرام کرلیا ہی تو یہ کوئی عقلمند نہین پسند کرسکتا کہ جس چیز کو جی چاہا حلال کرلیا اور جسکو جی چاہا حرام سمجھہ لیا اب باقی رہی یہ بات کہ خدا کے حکم سے انھون نے کسی چیز کو حلال اور کسی چیز کو حرام سمجھا ہی تو تلاوت

یہ کس ذریعہ سے انکو معلوم ہوا کس رسول نے انہین تبلایا کیونکہ خدا کا پیغام کسی کو معلوم نہیں ہوسکتا ہو مگر رسول کے وسیلہ سے
اور اگر رسول نے انہیں نہیں تبلایا ہی تو خدا پر گویا جھوٹا الزام رکھتے ہیں قیامت کے دن اسکے عوض مین انکے ساتھ کیا معاملہ
ہوگا اُس سے انہین ڈرنا چاہیے ۔ مسند امام احمد مین ایک حدیث ہی کہ مالک بن نضلہ ایک روز حضرت رسول مقبول صلی اللہ
علیہ وسلم کی خدمت مین بالکل ہی میلے کچیلے حال مین آئے آپنے فرمایا کہ کیا تیرے پاس کچھ مال نہیں ہی مالک نے کہا ہان ہی آپنے
فرمایا کیا ہی اونہون نے کہا بہت مال ہی اونٹ ہین بکریان ہین گھوڑے ہین غلام ہین غرضکہ ہر طرح کا سامان ہی آپنے فرمایا کہ
جب اللہ نے ایسا مالا مال تجھے کیا ہی تو اُسکا اثر بھی تجھپر کچھ ہونا چاہیئے تھا پھر فرمایا کہ تیرے اونٹ جب بچے دیتے ہین تو تو اُنکے
اچھے بھلے کانون کو استرے سے کاٹ ڈالتا ہی اور اوسکا بحیرہ نام رکھتا ہی (جاہلیت کے زمانہ مین یہ رواج تھا کہ گھر کا جانور جب کوئی
بچہ دیتا تھا تو اُسکے کان کاٹ ڈالتے تھے یا کھال مین ایک شگاف دیتے تھے جب کان کاٹتے تھے تو اُس جانور کو بحیرہ کہتے تھے
اور کھال مین جسکے شگاف لگاتے تھے اُسکا نام حام رکھا کرتے تھے بہرحال اس بحیرہ اور حام کو حرام سمجھتے تھے اُسکا ذبح کرنا اور گوشت
کھانا بالکل ناجائز خیال کرتے تھے چنانچہ ہندوستان مین بھی ہندوون کے ہان ایک دستور ہی بیل چھوڑ دیتے ہین اوسکو مارنا
بھی گناہ سمجھتے ہین) غرض پھر آپنے مالک بن نضلہ سے فرمایا کہ بادر کہ خدا کا استرہ تیرے استرہ سے کہین زیادہ تیز ہے اوس کے
دست قدرت مین تیرے ہاتھون سے کہین بڑھکر قوت ہی حاصل یہ ہی کہ اللہ نے جتنی نعمتین اپنے بندو پر اتاری ہین سب
حلال ہین اپنے جی اور خواہش سے اُنکو حرام کرنا صریحًا جرم ہی اور جو چیزین اوسنے حرام کردی ہین اونکو حلال سمجھنا بہت منزل
ہی بڑا گناہ ہے خدا نے اپنے فضل سے جو چیزین حلال کی ہین یہ اوسکا بڑا احسان ہی اور اُسکے اس احسان کو نہ ماننا بڑی
ناشکری ہی ۔ مالک بن نضلہ کی اس حدیث کی سند کو حافظ ابن کثیر نے معتبر قرار دیا ہی یہ حدیث آیتون کی گویا تفسیر ہے
کیونکہ اس مین نعمت کی ناشکری اور زبردستی بعض چیزون کے حرام ٹھہرانے کی مذمت ہی اور یہی مضمون آیتون کا
ہی ۔ یہ مالک بن نضلہ پھر اسلام لائے صحابہ مین اِن کا شمار ہے اور حدیث کی صحاح کی کتابون مین اُنسے روایتین ہین شستر کینہ
کہ نے جو چیزین اپنی طرف سے حرام ٹھہرائی تھین اون کی تفصیل سورہ مائدہ اور سورہ انعام مین گذر چکی ہی اور اس باب
مین جو حدیثین ہین وہ بھی انہی سورتون مین ذکر کردی گئی ہین ۔

وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ وَمَا تَتْلُوا مِنْهُ مِنْ قُرْآنٍ وَلَا تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ إِلَّا كُنَّا

اور نہین ہوتا تو کسی حال مین اور نہ پڑھتا ہے اوس مین سے کچھ قرآن اور نہیں کرتے ہو تم لوگ کچھ کام کہ ہم

عَلَيْكُمْ شُهُودًا إِذْ تُفِيضُونَ فِيهِ ۚ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَبِّكَ مِنْ مِثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي

نہیں ہوتے حاضر تم پاس جب تم لگتے ہو اُسمین اور غائب نہیں رہتا تیرے رب سے ایک ذرہ بھر

الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَلَا أَصْغَرَ مِنْ ذَٰلِكَ وَلَا أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ

زمین مین اور نہ آسمان مین اور نہ چھوٹا اوس سے اور نہ بڑا جو نہیں ہی کھلی کتاب مین

اللہ پاک نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آیۃ میں یہ جتلایا ہی کہ آپ یا آپکی امت کے لوگ جو کام کرتے ہیں خدا اسکو دیکھتا ہے ہر شخص کا چلنا پھرنا برے بھلے عمل قرآن مجید کی تلاوت کرنا سب اوسپر ظاہر ہے کیونکہ زمین و آسمان میں جتنی چھوٹی بڑی چیزیں ہیں علم الٰہی کے نتیجہ کے طور پر وہ سب ذرہ ذرہ لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہیں اوس سے کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی اس لئے جب جبرئیل علیہ السلام ایک آدمی کی صورت بنکر آئے اور آپ سے سوال کیا کہ احسان کیا شی ہے آپ نے فرمایا کہ خدا کی عبادت کرنے کی حالت میں یہ سمجھنا کہ ہم خدا کو دیکھ رہے ہیں اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو یہ خیال کرنا کہ خدا ہمکو دیکھ رہا ہی یہ حدیث کنا علیکم شہود کی گویا تفسیر ہے صحیح مسلم کے حوالہ سے حضرت عمرؓ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی اسیطرح مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن عمر بن العاصؓ کی حدیث گذر چکی ہے جسمین علم الٰہی کے نتیجہ کے طور پر لوح محفوظ مین سب چیزون کے لکھے جانے کا ذکر ہے غرض یہ حدیثین آیۃ کی گویا تفسیرین جو فلسفی اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا علم جزئیات کو شامل نہین ہی اُنکے قول کا ضعف اس آیۃ سے نکلتا ہی کیونکہ اس آیۃ سے معلوم ہوتا ہی کہ آسمان و زمین مین ایک ذرہ بھی اللہ تعالیٰ کے علم سے باہر نہین ہی۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ ۝

سن رکھو جو لوگ اللہ کی طرف ہین نہ ڈر ہے اونپر اور نہ وہ غم کھاوین جو لوگ یقین لائے اور رہے پرہیز کرتے

منزل

اس آیۃ مین اللہ تعالیٰ نے اولیا اللہ کا حال بیان فرمایا ہی کہ اور لوگون کو دنیا کے چھوٹ جانے کا اور دنیا مین بے فائدہ عمر بسر کرنے کا آخرت مین غم اور رنج ہوگا اللہ کے ولی لوگ جو کامل ایمانداری اور تقویٰ مین اپنی دنیا اس طرح بسر کرتے ہیں کہ اُنکا حال دیکھنے سے دیکھنے والونکو خدا یاد آتا ہے اونکو آخرت مین کچھ غم اور رنج نہیں ہے حضرت عبداللہ بن عباس سے مسند بزار و تفسیر ابن جریر ابو مالک اشعری سے مسند امام احمد بن حنبل مین اور سنن ابو داؤد مین حضرت عمرؓ سے جو روایتین ہیں اونکا حاصل یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اولیا اللہ وہ لوگ ہیں جنکے دیکھنے سے خدا یاد آتا ہی۔ صحیح بخاری مین ابو ہریرہؓ کی روایت سے حدیث قدسی ہی جس مین اولیا اللہ کی یہ نشانی ہے کہ علاوہ فرضی عبادت کے وہ لوگ اکثر نفلی عبادت مین اور اُنکے کان آنکھین ہاتھ پیر سب اعضا مرضی آلٰہی کے کامون مین لگے رہتے ہیں اس صحیح روایۃ سے اوپر کی روایتون کی پوری تائید ہوتی ہی کیونکہ جو لوگ ہر وقت عبادت آلٰہی مین لگے رہیں گے اُنکے دیکھنے سے ضرور خدا یاد آویگا مستدرک حاکم کی ابن عمرؓ کی صحیح روایۃ مین یہ بھی ہی کہ بغیر روپے کے لین دین اور بغیر رشتہ داری کے وہ آپسمین اللہ کیواسطے بڑی گہری محبت رکھتے ہیں قیامت کے دن جب اور لوگون کو خوف ہوگا تو یہ لوگ بے خوف اور خوش حال ہونگے اللہ تعالیٰ انکی بڑی عزت فرماویگا اُنکو نور کے ممبر بیٹھنے کو ملینگے اگرچہ عام لوگون مین یہ بات مشہور ہے کہ جس شخص میں کوئی بات خلاف عادت ہو مثلاً بے موسم کی چیز کا پیدا کر دینا یا آیندہ کی کوئی خبر بتلا دینا یا تھوڑی دیر مین دنون کا راستہ طے کر لینا تو وہ شخص ولی ہی اور وہ خلاف عادت بات کرامت ہے لیکن علماء اہل سنت کا مذہب ایسا نہین ہی بلکہ اُنکا مذہب یہ ہی کہ جس شخص مین خلاف عادت کوئی بات نظر پڑی اگر وہ شخص متقی اور شریعت کا پابند ہی تو وہ خلاف عادت بات کرامت ہی اور وہ شخص ولی ہی ورنہ وہ خلاف عادت بات استدراج ہے اور وہ

شخص ولی نہیں ہی کیونکہ اللہ تعالی نے اس آیۃ مین ولی کی نشانی یہ فرمائی ہی الذین آمنو وکانو ایتقون پھر غیر پابند شریعت شخص کو پورا ایماندار اور متقی کیونکر کہہ سکتے ہین اور بغیر اس ولایت کی نشانی کے جسکو خود خدا نے ولی کی علامت ٹہرایا ہی کسی کو ولی خلاف مرضی خدا کے زبردستی کیونکر کہا جاسکتا ہی اسیطرح خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ولی کی علامت یہ تبلائی ہی کہ ولی کے دیکھنے سے خدا یاد آتا ہی کیونکہ ولی اکثر یاد الٰہی میں لگا رہتا ہی اور یہ ظاہر بات ہی کہ بے شرع آدمی کے دیکھنے سے اور اوسکی صحبت سے جو کچھ نشہ پانی یا اور کوئی خلاف شریعت بات مثلاً راگ رنگ جو کچھ وہ بے شریعت کرتا ہی وہ یاد آتا ہی خدا ایسے آدمی کے دیکھنے سے کب یاد آتا ہے حاصل کلام یہ ہی کہ عام لوگون کے نزدیک کرامت سے ولی پہچانا جاتا ہی اور علماء اسلام کے نزدیک پیروی شریعت سے ولی پہچانا جاتا ہی اور پھر ولی سے کرامت پہچانی جاتی ہی ابن عساکر مین حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایۃ ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا مین اولیا اللہ کے چند گروہ ہین تین سو آدمیونکا ایک گروہ ایسا ہی جنکا ولایت مین وہ مقام ہی جو نبوت مین حضرت آدم کا تہا اور چالیس آدمیون کا ایک گروہ ایسا ہی جن کا مقام حضرت موسے کا سا ہی اور سات آدمیون کا ایک گروہ ایسا ہی جنکا مقام حضرت ابراہیم کا سا ہی اور پانچ آدمیون کا ایک گروہ ایسا ہی جنکا مقام ولایت وہ ہے جو ملائکہ مین حضرت جبرئیل کا مقام ہی اور تین آدمیونکا ایک گروہ ایسا ہی جنکا مقام حضرت میکائیل کا ہی اور فقط ایک شخص ایسا ہی جس کا مقام حضرت اسرافیل کا ہی ان اولیا اللہ کی دعا کی برکت کے سبب سے طرح طرح کی بلائین رفع ہوتی رہتی ہین قحط کے وقت انکی دعا سے مینہہ برستا ہی لڑائی کیوقت انکی دعا سے دشمن پر فتح ہوتی ہی انگونسے کبھی دنیا خالی نہین رہتی پیچے کا گروہ والونکو خدا ترقی دیتا رہتا ہی مثلاً چالیس آدمیون کے گروہ مین سے کسی شخص کے فوت ہو جانے سے ایک آدمی کی جگہ خالی ہو جاتی ہی تو تین سو آدمیون کے گروہ مین سے ایک شخص اسکے قائم مقام ہو جاتا ہی اور عام مسلمانون مین سے ایک شخص تین سو کے گروہ میں مامور ہو جاتا ہے اسی طرح ہر گروہ کا حال ہی اور مسند امام احمد بن حنبل مین حضرت علیؓ سے روایۃ ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ جب حضرت علی اور معاویہ کی لڑائی تہی تو ایک روز معاویہ اور اہل شام کا کچھ ذکر حضرت علی کے روبرو آیا حضرت علی وہ ذکر سنکر خاموش ہو رہے لوگون نے حضرت علی سے کہا آپ اپنے دشمن اور دشمن کے لشکر کا ذکر سنکر خاموش رہجاتے ہین کچھ آپکو برا نہیں کہتے آپنے فرمایا اہل شام کو میں کیونکر برا کہون مینے حضرت سے سنا ہی کہ ملک شام مین چالیس آدمیون ابدال کا گروہ ایسا ہی کہ جنکے سبب سے اہل شام کی ہر طرح کی بلا رفع ہوتی ہی جنکی دعا سے قحط کے وقت مینہہ برستا ہی لڑائی کے وقت دشمن پر فتح ہوتی ہی اسیطرح حلیۃ ابی نعیم مین روایۃ ہی کہ اہل صفہ مین مغیرہ بن شعبہ کا ایک غلام تہا اسکو آنحضرت نے فرمایا یہ سات مین کا ایک ہی سوا اسکے جن حدیثون مین اوتاد اقطاب نقبا نجبا کی گنتی کا ذکر ہے ان حدیثون کو اہل حدیث نے ضعیف کہا ہی ہان خاص نام لیکر ولایت کی شان سے بعض صحابہ اور تابعین کا ذکر صحیح حدیثون مین آیا ہی چنانچہ صحیحین مین حضرت ابوہریرہؓ سے روایۃ ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ پہلی امتون مین ایسے لوگ تھے جنکو خدا کی طرف سے الہام ہوتا تہا اس امت مین اسی طرح کے لوگ ہین تو وہ عمر فاروق ہین اور صحیح مسلم مین حضرت عمرؓ سے جو روایتین ہین اونکا حاصل یہ ہی کہ آنحضرت نے فرمایا کہ یمن سے ایک شخص تمہارے پاس آویگا جس کا نام اویس ہی اوس سے دعا کرانا اور کرامت کے

نزل ۳

خیال سے صحابہ اور تابعین کے حال پر حدیث کی کتابون مین نظر ڈالی جاے تو ہزار کرامتون سے کم نہین نکلتی ہین مثلاً حضرت ابوبکر صدیقؓ کے تین مہمانونکا قصہ صحیحین مین ہی جس مین کھانا بڑھ گیا تھا اور حضرت عمر کا مدینہ مین خطبہ کے وقت اپنے لشکر کو پہاڑ پر چڑھکر لڑنے کی ہدایت کا دینا اور منبر لون کے فاصلہ پر اوس کا عمل ہو جانا اور حسن بصری کا حجاج کی نگاہ سے غائب ہو جانا اور سعید بن مسیبؒ یزید کے جھگڑے کے زمانہ مین اذان کی آواز کا مسجد نبوی مین آنا وغیرہ لیکن شریعت مین کہین ایسے اولیاء اللہ کا ذکر نہین ہی جنکو شریعت کا حکم معاف ہو یا ظاہر مین وہ شریعت کے پابند ہون اور باطنی احکام الہامی مین اون کو شریعت کی پابندی ضرور نہو یا ولایت کو وہ نبوت سے بڑھکر گنتے ہون یا کسی کو خاتم الاولیا کہتے ہون یا احکام شریعت کے وہ ایسے معنے بتلاتے ہون جنکی روایت صاحب شریعت سے صحیح مروجہ کتابون مین کہیں نہیں پائی جاتی اس قسم کی جسقدر باتین فتوحات و فصوص الحکم وغیرہ مین لکھی ہین وہ سب شریعت کے مخالف ہین کیونکہ یہ تو ظاہر بات ہی کہ وحی شرعی مین جب ان باتونکا پتہ نہین ہی تو امت مین سے جس کسی کو یہ باتین معلوم ہوئی ہونگی خواہ الہام کے ذریعہ سے معلوم ہوئی ہونگی کیسلئے کہ وحی تو خاتم الانبیا پر ختم ہو چکی اور الہام ایسی ایک چیز ہے کہ بدون شہادت شریعت کے صرف الہام کے ذریعہ سے کوئی بات ثابت کی جاسکتی ہی نہ خالی الہام حجت ہو سکتا ہی چنانچہ مشائخ اسلام مثلاً فضیل بن عیاض و ابراہیم ادہم و ابو سلیمان دارانی و معروف کرخی و جنید بغدادی وغیرہ نے اسکی صراحت کردی ہی کہ سوائے انبیا کے اور کسی کا الہام اوسوقت تک صحیح نہیں قرار پاسکتا جب تک وہ الہام ظاہر شریعت کے موافق نہ ہو اور یہی مذہب حق ہی و منزل ۳
سلف صالحین کے رحمانی الہام اور اسود عنسی اور مسیلمہ کذاب و حارث دمشقی کے القار شیطانی مین کوئی فرق باقی نہین رہتا الہام رحمانی اور القار شیطانی مین فرق ہی تو اتنا ہی ہی کہ الہام رحمانی کی تائید شریعت سے ہوا کرتی ہی چنانچہ چند باتون مین حضرت عمرؓ کو الہام ہوا اسی طرح پر وحی نازل ہوئی اور اسود عنسی آنحضرت کے زمانہ مین اور مسیلمہ کذاب حضرت ابوبکرؓ کی خلافت مین اور حارث دمشقی عبدالملک بن مروان کی خلافت مین اسی وجہ سے قتل کئے گئے کہ اُن کے القار شیطانی کی تصدیق شریعت سے نہیں ہوتی تھی۔

لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ

اونکو خوشخبری ہے دنیا کے جینے اور آخرت مین بدلتی نہیں اللہ کی باتین یہی ہے بڑی مراد ملنی

مسند امام احمد بن حنبل مین عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہی کہ انھون نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اس آیۃ مین نیک مسلمانونکو دنیا مین خوشخبری کا جو ذکر ہے اوس سے کیا مراد ہی آپ نے فرمایا کہ اس سے مراد اچھے خواب ہین اور یہ ایک ایسا مسئلہ ہی کہ امت مین سے کسی شخص نے تم سے پہلے مجھ سے نہین پوچھا اس بات کے قرار دینے مین کہ خواب کیا چیز ہے لوگون نے بڑا اختلاف ڈال رکھا ہی طبیب لوگ تو یہ کہتے ہین کہ جس خلط کا غلبہ آدمی کی طبیعت پر ہوتا ہی اسی طرح کی چیزین اسکو سوتے مین نظر آتی ہین مثلاً بلغمی مزاج کا آدمی خواب مین دریا دیکھتا ہی اور صفراوی مزاج کا آدمی آگ فلسفی لوگ کہتے ہین کہ عالم علوی مین موجودات

دنیاکی مثالی صورتین ہیں وہ آدمی کے ذہن مین نقش پذیر ہوجاتی ہیں لیکن یہ دونون فرقون کی باتین محض خیالی باتین ہیں کیونکہ اگر
خواب کا وجود ایسا ہی خیالی ہوتا جیسا یہ لوگ کہتے ہیں تو خواب کے موافق دنیا میں تعبیر کیون پیش آیا کرتی کیا خلط اور ذہن مین
یہ بھی قدرت ہی کہ خیالی چیز کو دنیا مین پیدا بھی کردے خواب کی اصل حقیقت وہی ہی جو وحی کے ذریعہ سے صاحب وحی صلی اللہ
علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہی چنانچہ صحیح بخاری ابن ماجہ وغیرہ مین جو روایتین ہیں اُنکا حاصل یہ ہی کہ آنحضرت نے فرمایا خواب کی
تین قسمین ہیں ایک تو وہ ہی کہ آئندہ کوئی بات خواب دیکھنے والے کے حق مین ہونے والی ہی پھر جس طرح جاگتے مین الہام ہوتا ہی اسی طرح
سوتے میں اللہ تعالی اُس بات کو اُس شخص کے دل مین ڈال دیتا ہی اور اسی قسم کو آنحضرت نے نبوت کا جزو فرمایا ہی دوسری قسم وہ ہی
کہ جس کام مین سونے سے پہلے آدمی لگا ہوا تھا وہی خیال کے طور پر سوتے مین آدمی کو نظر آتا ہی تیسری قسم وہ ہی کہ شیطان ڈرانے
کے طور پر خوفناک چیزین یا خوفناک حالت خواب میں دکھاتا ہی دوسری قسم تو محض خیال ہی خیال ہی اسلئے اُسکا کوئی حکم حدیث شریف
مین نہیں ہی تیسری قسم کی نسبت آپنے فرمایا ہی کہ آدمی کو چاہیئے کہ ایسے خواب کا کسی سے ذکر نکرے بلکہ جس کروٹ کے بل یہ خواب دیکھا
ہی اُس کروٹ کو بدلکر لاحول پڑہے اور بائین طرف تھوکے اور سوجاوے پھر کوئی نقصان اُس خواب سے نہ ہوگا پہلی قسم کی نسبت
آپ نے فرمایا ہی کہ کسی عالم سے جو اپنا دوست ہو تعبیر پوچھے تاکہ جاہل جہل کے سبب سے اور دشمن حسد اور دشمنی کے سبب سے اولٹی
تعبیر کہکر پریشانی مین نہ ڈالے یہ جو مشہور ہی کہ پہلی تعبیر جو کوئی کہنے والا کہدیتا ہی خواہ وہ اچھی ہو یا بُری وہی پیش آتی ہے یہہ
روایت ترمذی ابوداؤد ابن ماجہ اور مستدرک حاکم مین ہی اور حاکم نے اس روایت کو صحیح بھی کہا ہی لیکن امام بخاری علیہ الرحمۃ نے اس
روایت کے یہ معنے کئے ہیں کہ اگر پہلے کی تعبیر دینے والے نے خدا کے ارادہ کے موافق تعبیر دیدی ہی تو پہلی تعبیر پیش آویگی کیونکہ خواب ۳۱
ایک ایسی چیز ہی کہ خدا نے اُسکو اپنے بندہ کے دلمین ڈالا ہی اور اوسی کے موافق وہ خواب کا معاملہ دنیا مین واقع ہونے والا ہی پھر کسی
غلط تعبیر دینے سے وہ معاملہ پلٹ نہیں سکتا طلوع غروب وال کے وقت یا رات کو یا عورت کے روبرو خواب بیان کرنے کی ممانعت
کی حدیثین تو صحیح نہیں ہیں لیکن مستحب ہی کہ صبح کی نماز کے بعد خواب بیان کرے کس لئے کہ آنحضرت صبح کی نماز کے بعد اکثر صحابہ کے خواب
سنکر اُنکی تعبیرات بیان فرمایا کرتے تھے اور یہ بھی بیان فرمایا کرتے تھے کہ اب نبوت تو گئی مسلمانون کیلئے خوشخبری کی چیز یہی ایک
دنیا مین رہ گئی ہی اور خواب کو آپنے نبوت کا جزو فرمایا ہی اُسکی چند روایتین ہیں کم سے کم چھیالیسوین جز کی روایت ہی اور زیادہ سے
زیادہ چھتیسوین جز کی روایت ہی چالیسوین جز اور اس سے کم کی روایتین تو صحیح ہیں چالیسوین جز سے زیادہ کی روایتین ضعیف ہین
اور چند روایتون کا سبب یہ ہی کہ تاریخ نزول وحی سے آپکی وفات تک ۲۳ برس کا زمانہ ہی اور وحی کے نزول سے پہلے جب آپ تنہا
غار حرا مین عبادت کے لئے بیٹھا کرتے تھے اور اُس زمانہ مین اکثر آپکو خواب ہوا کرتے تھے وہ زمانہ چھ مہینے کا ہی اس تیئس برس کے
اندر تیرہوین برس جب خواب کا ذکر آیا تو آپنے خواب کو نبوت کا چھیالیسوان جز فرمایا کیونکہ وہ آپکا چھ مہینے کا خواب کا زمانہ
تیرہ برس کا چھیالیسوان جز ہی اسی طرح اور روایتون کو خیال کر لینا چاہیئے سوا اسکے اور باتین جو علمانے اس بابتہ مین لکھی ہین
وہ تکلیف سے خالی نہیں ہیں آپنے یہ بھی فرمایا ہی کہ جب زمانہ قریب ہوگا تو مسلمان آدمی کے خواب اکثر سچے ہونگے اس حدیث

کے بعضے لوگون نے یہ معنے بیان کئے ہین کہ قریب زمانہ سے بہار کا موسم مراد ہی کیونکہ اُس زمانہ مین رات و دن قریب برابر کے
ہوتے ہیں اور موسم کے درست ہونیکے سبب سے لوگونکے مزاج اون دنون مین اعتدال پر ہوتے ہیں اسلئے اُس موسم کا خواب
اکثر سچا ہوتا ہی لیکن یہ معنے صحیح نہین ہیں کیونکہ موسم مسلمان و فاسق و کافر سبکے لئے درست ہوتا ہی مسلمان کا خواب اس
موسم مین سچا ہوگا اسکے پھر کیا معنے ہیں علاوہ اسکے صحیح حدیثون مین یہ صراحت بھی آچکی ہی کہ جب زمانہ قریب ہوگا اور علم اٹھ
جائیگا اس سے بالیقین معلوم ہوگیا کہ قریب زمانہ سے قرب قیامت کا زمانہ مراد ہی نبوت کا زمانہ دور ہوجانے کے سبب سے لوگون
مین طرح طرح کی باتین اوس زمانہ مین پھیل جاوین گی اور نبوت کے ختم ہوجانے اور وحی کے بند ہوجانیکے سبب سے اچھے لوگونکو بشارت
اور بدلوگونکو تنبیہ کا ذریعہ اور کوئی نہ ہوگا اسلئے خواب کے ذریعہ سے لوگونکو اللہ تعالی اُس زمانہ مین بشارت اور تنبیہ فرمادیگا غرض
وہ یہی آجکل کا زمانہ ہی جسکی خبر تیرہ سو برس پہلے مخبر صادق نے دی ہی اسلئے آجکل جس مسلمان کو کسی طرح کا بشارت کا خواب
ہو تو اسکو خوش ہونا اور اُس خواب کو سچا جانکر اسکی تعبیر کا منتظر رہنا چاہئے اور جسکو کسی طرح کی تنبیہ کا خواب ہو تو اسکو اُس
تنبیہ کی تعبیر دریافت کرکے آئندہ اُس تنبیہ طلب کام کو چھوڑ دینا چاہیئے حدیث مین اگرچہ نیک مردون کے خواب کا اکثر ذکر ہے
مگر نیک عورتونکے خواب کا بھی وہی حکم ہی جو مردون کے خواب کا حکم ہی چنانچہ صحیح حدیثون مین عورتون کے خواب کا ذکر بھی آچکا ہی
انبیا کے خواب سب سچے ہوتے ہیں لیکن بعضے تاویل طلب ہوتے ہیں جیسے آپ نے خواب مین تلوار کے پھل کا ٹوٹ جانا اور
گلے مین کا مینڈھا ذبح ہونا دیکھا اور مراد اُس سے ستر آدمیون مسلمانونکا جنگ احد مین شہید ہونا تھا نیک مسلمانون کے خواب سچے ہوتے منزل ۳
ہیں لیکن اکثر تعبیر کے محتاج ہوتے ہیں فاسق مسلمانون کے خواب سچے اور خیال شیطانی دونون طرحکے ہوتے ہیں کافرون کا
خواب ہزار مین ایک سچا کبھی ہوتا ہی حدیث مین بعضی چیزون کے خواب مین دیکھنے کی تعبیر کا ذکر آگیا ہی مثلاً دودھ سے مراد علم ہے
اور فطرت اسلام ہی تعبیر دینے والے کو چاہیئے کہ جس قدر چیزونکا ذکر حدیث مین آچکا ہی اونکو یاد رکھے تا علم وحی کے مخالف تعبیر
نہ دیوے صحیح حدیثون سے معلوم ہوتا ہی کہ دن رات کے خواب مین کچھ فرق نہیں ہی تابعیون مین سے حسن بصری کے ہم عصر محمد بن
سیرین کے قول کا تعبیر مین بڑا اعتبار ہی علما انکو اس فن مین امام گنتے ہیں اور روایۃ حدیث مین بھی محمد بن سیرین ثقہ ہیں مسند
امام احمد اور ابو داؤد کے حوالہ سے براء بن عازب کی صحیح حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیک
لوگونکی قبض روح کے وقت اللہ تعالی کے فرشتے اون نیک لوگون کو اللہ تعالی کی رضامندی اور مغفرت کی خوشخبری دیتے ہیں
قتادہ اور بعضے اور سلف نے اس خوشخبری کو دنیا کی خوشخبری قرار دیکر اسی حدیث کو آیۃ کی تفسیر ٹھہرایا ہی حافظ ابو جعفر
ابن جریر نے اپنی تفسیر مین اس اختلاف کا یہ فیصلہ کیا ہی کہ اچھے خواب اور آخری وقت کی خوشخبری دونون کو آیۃ کی تفسیر
قرار دیا جاوے تو مناسب ہی لاتبدیل لکلمات اللہ کا یہ مطلب ہی کہ اللہ تعالی نے جس خوشخبری کا وعدہ اپنی کلام پاک مین فرمایا
ہی وہ وعدہ بدلنے والا نہیں اور یہ وعدہ انسان کے حق مین ایک بڑی کامیابی ہے ۔

وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ إِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيعًا ۚ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ أَلَا إِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ

اور نہ غم کہا اونکی بات سے اصل سب زور اللہ کو ہے وہی ہے سنتا جانتا سنتا ہے اللہ کا ہے جو کوئی ہے آسمانون

وَمَنْ فِي الْأَرْضِ ۗ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ شُرَكَاءَ ۚ إِنْ يَتَّبِعُونَ

مین اللہ جو کوئی ہے زمین مین اور جو پیچھے پڑے ہین شریک پکارنے والے اللہ کے سوائے کچھ نہین گمر پیچھے

إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ۝ هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوا

پڑے ہین خیال کے اور کچھ نہین مگر اٹکلین دوڑاتے وہی ہے جسنے بنا دی تمکو رات کہ چین پکڑو اوس مین

فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۚ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَسْمَعُونَ ۝

اور دن دیا دکھانے والا اوس مین نشانیان ہین اون لوگون کو جو سنتے ہین

مشرکین مکہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلاتے تھے اور طرح طرح سے آپکے رسول اور قرآن کے کلام الٰہی ہونے پر طعن کرتے تھے اس سے حضرت کو ایک قسم کا ملال ہوا کرتا تھا اسواسطے اللہ پاک نے یہ آیۃ اوتاری اور آپکو تسکین دی کہ ان مشرکون کی باتون کا آپ خیال نفرمائین۔ کیونکہ ہر طرح کی عزت خدا ہی کو حاصل ہی اور وہ ہر شخص کے قول و فعل کو سنتا اور دیکھتا ہی یہ تمہارا کچھ بگاڑ نہین سکتے پھر تسلی کے بعد اس بات کی بشارت دی کہ خدا تمہاری مدد کریگا کیونکہ زمین و آسمان مین جتنی چیزین بے جان یا جاندار ہین اُن سبکا مالک اکیلا خدا ہی ہی اُس مین کسی کی شراکت ذرہ برابر بھی نہیں ہی یہ مشرکین اپنے جن معبودونکو پوجتے ہین اُنپر بھی خدا کا پورا پورا غلبہ ہی اور مشرکین محض اپنے وہم کے پیرو ہین کہان کی شفاعت اور کیسے جھوٹے معبود اسکے بعد فرمایا کہ خدا نے رات بنائی اور دن پیدا کیا دن کی روشنی مین لوگ اپنی اپنی روزی کی تلاش مین نکلتے ہین آدمی اپنی ضروریات دن کے وقت رفع کرتے چلتے پھرتے رہتے ہین رات کو تھکے ماندے آکر آرام کرتے ہین جو لوگ غور کرنے والے ہین اُنکے واسطے یہ بہت بڑی نشانیان ہین ایک یہ نشانی ہی کہ جسنے انسان کو اور انسان کی ان سب ضرورت کی چیزونکو پیدا کیا تعظیم کے قابل وہی ہی ان تینون کو اُسکی تعظیم مین شریک ٹھہرانے کا کسی کو کوئی حق نہیں ہی صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو موسےٰ اشعریؓ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے بڑھکر بردبار کون ہو سکتا ہی کہ لوگ اُسکی تعظیم اور عبادت مین اور دن کو شریک کرتے ہین اور وہ اُنکی راحت اُنکے رزق کے انتظام مین کچھ خلل نہیں ڈالتا یہ حدیث آیتونکی گویا تفسیر ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی بردباری اُسکی قدرت اور مشرکونکی ناشکری سرکشی اور وہم و خیال کی پیروی کی تفصیل اچھی طرح سمجھ مین آسکتی ہی۔

قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحَانَهُ ۖ هُوَ الْغَنِيُّ ۖ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ

کہتے ہین اللہ نے کوئی بیٹا ٹھیرایا وہ پاک ہے بے نیاز ہے اُسیکا ہی جو کچھ ہی آسمانون مین اور زمین مین

إِنْ عِنْدَكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ بِهٰذَا ۚ أَتَقُولُونَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝ قُلْ إِنَّ الَّذِينَ

نہین تم پاس کچھ سند اُسکی کیون جھوٹ کہتے ہو اللہ پر جو بات نہین جانتے کہہ جو لوگ

يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ۝ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ

باندھتے ہیں اللہ پر جھوٹ بھلائی نہیں پاتے تھوڑا سا برت لینا دنیا مین پھر ہماری طرف ہی اونکو ہی پھرآنا پھر

نُذِيقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيدَ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ۝

چکھا دینگے ہم اونکو سخت عذاب اسپر کہ وہ منکر ہوتے تھے

ان آیتون مین اُن مشرکون اور اہل کتاب کے عقیدہ کو اللہ پاک نے غلط ٹھہرایا ہی جو کہتے ہیں کہ خدا کا بیٹا یا بیٹی ہے جیسے مثلاً مشرکین عرب کہتے تھے کہ فرشتے خدا کی لڑکیان ہیں اسیطرح نصاریٰ کہتے ہیں کہ عیسےٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں اور یہود ہی حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا کہتے تھے اسی لئے فرمایا کہ خدا کی ذات باپ یا بیٹے ہونے کی تہمت سے بری ہی وہ بے نیاز اور بے پرواہی دنیا مین اولاد کی خواہش اس غرض سے ہوتی ہی کہ بیٹا باپ کے بعد اُسکی جگہ جانشین ہو اور سلسلہ نسل کا قائم رہی اور اللہ پاک ازل سے ابد تک قائم ہی پھر اسکو اولاد کی کیا پرواہی دوسری دلیل یہ بیان فرمائی کہ زمین و آسمان مین جو کچھ ہی سب کا وہی مالک ہی کیونکہ اوسی نے سب کچھ پیدا کیا ہی مطلب یہ ہی کہ سارے جہان کی ساری چیزین اُسکی مخلوق ہیں پھر مخلوق کس طرح اولاد ہو سکتی ہی پھر یہ دلیلین بیان کرکے فرمایا کہ تم بھی اپنے دعوی کی کوئی دلیل پیش کرو کہ تم کس سند سے یہ بات کہتے ہو کہ خدا صاحب اولاد ہی یا اوسنے کسی کو بیٹا بنا لیا ہی کیونکہ دعویٰ بلا دلیل صحیح نہین ہوتا اور جب کوئی دلیل اور سند مشرکون نے نہین پیش کی تو فرمایا کہ کیا تم خدا پر ایسی بات کا بہتان باندھتے ہو جس کا تمہین علم ہی نہیں گویا تم جھوٹ بولتے ہو پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرمایا کہ تم اُنسے کہدو کہ جو لوگ خدا پر جھوٹ باندھتے ہیں اُنکو فلاحیت نہیں ہوگی اور اگر وہ یہ سمجھین کہ اتنو دنیا مین آرام سے گذرتی ہے تو یہ دنیا کی زندگی اور مال متاع بہت ہی حقیر شے ہی جسکی کچھ ہستی نہین آخر ایک دن اِن سبکو اللہ کے پاس آنا ہی اُسوقت سخت سے سخت عذاب کا مزہ اونکو چکھنا پڑیگا دنیا مین خدا کی دی ہوئی نعمتونکا شکر یہ نہیں ادا کرتے اولٹا بہتان اور الزام لگاتے ہیں سنر کے بعد ان سب باتونسے یہ لوگ پچتاوینگے مگر بے وقت کا پچتانا اُنکے کچھ کام نہ آویگا شداد بن اوس کی معتبر سند کی حدیث ترمذی اور ابن ماجہ کے حوالہ سے ایک جگہ گذر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عقلمند وہ آدمی ہی جو موت سے پہلے موت کے بعد کا کچھ سامان کر لیوے اور بالکل عقل سے عاجز وہ شخص ہی جو عمر بھر اللہ تعالی کی نافرمانی مین لگا رہی اور پھر عقبی مین اللہ تعالی سے نجات کی توقع رکھی صحیح مسلم کے حوالہ سے انسؓ بن مالک کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی کہ دنیا مین بڑی راحت سے گزران کرنے والے نافرمان لوگ دوزخ کے پہلے ہی جھونکے مین دنیا کی تمام راحت کو بالکل بھول جاوین گے ان حدیثونکو آیتونکی تفسیر مین بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ یہ نافرمان لوگ دنیا کی جس راحت کی زندگی کے نشہ مین عقبی کو بھولے ہوئے ہیں دوزخ کے پہلے ہی جھونکے مین دنیا کی یہ راحت تو اُنکو یاد بھی نرہے گی اور اللہ اُسکے رسول اور اُسکے کلام کی شان مین یہ لوگ بے ٹھکانے باتین جو منہہ سے نکالتے تھے اور اپنی نادانی سے یہ نہیں جانتے تھے کہ ایسے لوگ انتظام الٰہی مین فلاح کو نہین پہونچنے دیتے اسلئے اُنکی بداعمالی کی سزا مین وہ سخت عذاب اُنکو بھگتنا پڑیگا جو انسان کی طاقت سے باہر ہے۔

منزل ۳

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ نُوحٍ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ إِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَقَامِي وَتَذْكِيرِي بِآيَاتِ اللَّهِ

اور سنا اونکو احوال نوح کا جب کہا اپنی قوم کو اے قوم اگر بھاری ہوا ہی تمپر میرا کھڑا ہونا اور سمجھانا اللہ کی باتونسے

فَعَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْتُ فَأَجْمِعُوا أَمْرَكُمْ وَشُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ أَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوا إِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُونِ

تو مین نے اللہ پر بھروسا کیا اب تم سب ملکر مقرر کرو اپنا کام اور جمع کرو اپنے شریک پھر رہے تمکو اپنے کام مین شبہ پھر کرچکو میری طرف اور مجکو فرصت نہ دو

شروع سورہ سے کئی رکوع مین اللہ تعالی نے قریش کی سرکشیون اور نافرمانیون کا ذکر فرماکر یہان ختم سورۃ پر پہلے انبیا اور انکی امتون کا ذکر اسلئے فرمایا ہی کہ قریش کو اس ذکر سے ایک طرحکی تنبیہ ہوجاوے کہ اگر یہ بھی باوجود نصیحت اور سمجھانے کے اپنی نافرمانی سے باز نہ آوینگے تو زمین پر سب سے پہلے غارت ہونیوالی قوم امت نوح اور سب سے آخر غارت ہونیوالی فرعون کی قوم کا جو انجام ہوا وہی انجام انکا ہوگا اور آنحضرت کو اس ذکر سے دو طرحکی تسکین فرمائی ایک یہ کہ باوجود سمجھانے کے قریش لوگ اگر ایمان لانے مین دیر کرتے ہین تو اس کا بہہ غم واندیشہ نکرنا چاہیئے پہلے انبیا کو بھی بڑی بڑی مدت دراز تک اپنی اپنی امتون کو سمجھانا پڑا ہی دوسرے تسکین یہ کہ اگر قریش لوگ زیادہ سرکشی کرینگے تو آخر نبی کا پلہ بھاری رہیگا اور سرکش لوگ تباہ اور غارت ہوجائین گے قرآن شریف مین اکثر اللہ تعالی نے حضرت موسے اور فرعون کا قصہ جگہ جگہ ذکر فرمایا ہی یہ قصہ حقیقت مین ایک عجیب قدرت کا نمونہ ہی اور قضا و قدر کا لکھا پیش آنے کا اسطرح کا ایک معاملہ ہی کہ بڑے بڑے عقلمند دہریون کی عقل اسکے آگے ہیچ ہی ذرا غور کرنے کی جگہ ہے کہ جس لڑکے کے پیدا ہونے اور پرورش پانے کے خوف سے فرعون نے ہزارہا بنی اسرائیل کے لڑکونکو قتل کرواڈالا تقدیر الہی نے وہی لڑکا اس فرعون کے ہاتھون پلوایا اور اسی لڑکے کے ہاتھون سے فرعون جیسے جابر بادشاہ کو غارت کرایا باوجود اتنی بڑی باعظمت بادشاہت کے خلاف تقدیر ایک لڑکے کا وہ کچھہ نہ کرسکا اور آخر اپنے ہاتھون خود غارت ہوگیا قرآن شریف مین پہلے ایک ذکر شروع ہوکر پھر اوس ذکر کے ضمن مین پہلے انبیا اور پہلی امتونکا جو ذکر آتا ہی تو اس مین بہت بڑا ایک تاریخی فائدہ ہوتا ہی جو غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے جس طرح یہان کا فائدہ بتلایا گیا ہی اسیطرح قرآن شریف کی تلاوت کرنے والے مسلمان اور جگہ کے فائدہ پر غور کرین تو ہر جگہ کا فائدہ انکی سمجھہ مین آسکتا ہی۔ تفسیر کلبی وغیرہ مین حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہی کہ قابیل بن آدم کی اولاد مین سے کئی نیک آدمی مرگئے جنکی وفات کا صدمہ انکے رشتہ دارون اور معتقدونکو بہت کچھہ ہوا شیطان کے بہکانے سے پہلے پہل تو بنی قابیل کے لوگون نے ان نیک شخصونکی تپہر کی مورتین اس خیال سے بنائین تہین کہ کہ اون لوگونکی صورتون کو آنکھونکے سامنے رہنے سے انکی وفات کا صدمہ کم ہوجاوے پھر رفتہ رفتہ اون صورتون کی پوجا ہونے لگی اس بت پرستی کو رفع کرنیکے لئے پہلے حضرت ادریس علیہ السلام اور انکے بعد حضرت نوح علیہ السلام نبی ہوکر آئے اور مدت تک اس بت پرست قوم کو نصیحت کرتے رہے لیکن اس قوم نے دونو نبیونکی نصیحت کو نہ مانا آخر یہ قوم طوفان سے ہلاک ہوگئی حضرت عبداللہ بن عباس کی یہ روایت صحیح بخاری مین بھی مختصر طور پر ہی جس سے تفسیر کلبی وغیرہ کی روایتونکی پوری تائید ہوتی ہے سورۃ الشعرا مین آویگا کہ حضرت نوح علیہ السلام جب اپنی قوم کے لوگونکو بت پرستی کے چھوڑنے کی نصیحت کرتے تھے تو وہ حضرت نوح کو

تپہرون سے کچل ڈالنے کی دھمکی دیا کرتے تھے اوسپر حضرت نوح علیہ السلام نے قوم کے لوگونسے کہا کہ تم اور تمہارے بت ملکر کچھہ بدسلوکی میرے ساتھہ کرسکتے ہو تو اسکے پورا کرنے مین تم لوگ کمی نہ کرو جو کچھہ کرنا ہو وہ بلاشک وشبہ کرگذرو مجھے اس کا کچھہ خوف نہین ہین تو اللہ تعالی کی مدد کے بھروسہ پر نصیحت کے فرض کو ضرور ادا کرون گا۔

فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَأَلْتُكُمْ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ

پھر اگر ہٹ جاؤ گے تو مین نے نہین چاہی تم سے مزدوری میری مزدوری ہے اللہ پر اور مجکو حکم ہے کہ رہون

الْمُسْلِمِينَ ○ فَكَذَّبُوهُ فَنَجَّيْنَاهُ وَمَنْ مَعَهُ فِي الْفُلْكِ وَجَعَلْنَاهُمْ خَلَائِفَ وَأَغْرَقْنَا

حکم بردار پھر اوسکو جھٹلایا پھر بچادیا اوسکو اور جو اوسکے ساتھہ تھے کشتی مین اور اونکو قائم کیا جگہ پر اور ڈبادیا

الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِينَ ○

جو جھٹلاتے تھے ہماری باتین سو دیکھہ کیسی ہوئی عاقبت اونکی جنکو ڈرایا تھا

اس سے اوپر کی آیۃ مین بیان ہو چکا ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم تھا کہ حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ ان کفار عرب کو سنادو کہ نوحؑ نے اپنی قوم سے کہا کہ میرا یہان ٹہرنا اور بت پرستی کی مذمت کا کرنا اگر تمہین گران گزرتا ہو تو تم اور تمہارے جھوٹے معبود سب اکٹھے ہو کر جو کچھہ میرے ساتھہ کرنا چاہو اوسکے کرگذرنے مین تامل نکرو اس آیۃ مین فرمایا کہ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے یہ بھی کہا کہ تم لوگ اگر کسی خرچ کے بار سے ڈرکر میری نصیحت سے منہہ موڑتے ہو تو مین اسکی مزدوری تم سے کچھہ نہیں چاہتا اس کا اجر تو خدا ہی دیگا اور مجھے تو یہی حکم ہی کہ مین مسلمان رہون اور تمکو بھی اسیطرح کی نصیحت کرتا رہون مگر اوس قوم کو ایمان نہ لانا تھا نہ لائی حضرت نوح علیہ السلام کو جھٹلائے گئی پھر تو وہ طوفان آیا کہ پہاڑون سے بھی کہین اونچا پانی ہوگیا حضرت نوحؑ معہ اسّی آدمی چالیس مرد اور چالیس عورتون کے کشتی مین بیٹھے رہے انکو خدا نے پناہ مین رکھا باقی سب ڈوبکر ہلاک ہوگئے خدا نے اونکی جگہ اون چالیس آدمیونکو بسایا جنکی نسل سے اب تک دنیا آباد ہے تفسیر مقاتل مین ہی کہ کشتی سے اوترنے کے بعد ان چالیس مرد اور چالیس عورتونکا موصل کی سرزمین مین ایک گاؤن ہے جسکا نام ثمانین ہی جسکے معنے اسّی آدمیون کے گاؤن کے ہین اسکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نے فرمایا دیکھو کیا نتیجہ ہوا انکا جنکو خدا کا خوف تھا وہی بچے اور جھٹلانے والے جان سلامت نہ لے جاسکے مصنف ابن شیبہ مستدرک حاکم تفسیر ابن ابی حاتم مین حضرت عبداللہؓ بن عباس سے روایۃ ہی کہ چالیس برس کی عمر مین نوح علیہ السلام کو نبوت ہوئی اور پہر ساڑہے نو سو برس تک قوم کے لوگونکو وہ وعظ نصیحت کرتے رہے جب قوم کے لوگ راہ راست پر نہ آئے تو طوفان آیا۔ حاکم نے اس حدیث کو صحیح اور ذہبی نے اس صحت کو مان لیا ہی صحیح بخاری مسلم ترمذی نسائی اور ابن ماجہ مین ابوموسی اشعریؓ سے روایۃ ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلے اللہ تعالی نافرمان لوگونکو راہ راست پر آنے کے لئے مہلت دیتا ہی اور جب وہ لوگ اس مہلت مین راہ راست پر نہین آتے تو پہر اُن لوگو پر ایسا عذاب نازل فرماتا ہی جس سے وہ کسی طرح نجات نہیں پاسکتے ان حدیثون اور آیتون کو ملاکر آیتونکی تفسیر کا حاصل یہ ہی کہ اللہ تعالی نے قوم نوح کو کافی مہلت دی اور جب وہ لوگ اس مہلت مین راہ راست پر نہ آئے تو اوپر طوفان کا عذاب نازل فرمایا اس طرح اُس زمانہ کی عمر کے موافق پہلے مشرکین مکہ کو مہلت دی گئی

منزل

اور پھر بدر کی لڑائی میں اون کی گرفت فرمائی۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا

پھر بھیجے ہمنے اوسکے پیچھے کتنے رسول اپنی اپنی قوم کی طرف پھر لائے ان پاس کھلی نشانیان سو ہرگز نہ ہوئے کہ یقین لاوین

بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ ۝

جو بات جھٹلا چکے پہلے سے اسی طرح ہم مہر کرتے ہیں دلون پر زیادتی والون کے

حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کے موافق حضرت نوح حضرت آدم علیہ السلام کے دس قرن کے بعد ہوئے ہیں اس دس قرن تک سب کے سب مسلمان تھے پھر آہستہ آہستہ بت پرستی پھیلنے لگی تو اللہ پاک نے نوح علیہ السلام کو رسول بناکر لوگونکی ہدایت کو بھیجا پھر انکے بعد لگاتار انبیا اور رسول آتے گئے پھر حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہوگئی اسلئے اللہ پاک نے پہلے حضرت نوح کے قصہ کو بیان کرکے فرمایا کہ نوح علیہ السلام کے بعد اللہ تعالی نے اور رسولون کو بھیجا اور وہ طرح طرح کے معجزے خدا کی طرف سے لے لیکر آتے گئے مگر قوم کے لوگ بدستور اپنی خیال پر جمے رہے اور رسولونکو جھٹلاتے رہے اسلئے اللہ تعالی نے اپنے علم ازلی کے موافق ان کے دلونپر مہر لگادی کہ یہ جانے اور اُنکا کام یہ اپنی زیادتی اور گمراہی سے باز نہین آنے والے اور آخر علم الٰہی کے موافق طرح طرح کے عذابون سے ہلاک ہو جانا انکی سزا ہی مسند بزار اور مستدرک حاکم مین ابو سعید خدری سے روایت ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا موسے علیہ السلام کے بعد کوئی قوم عام عذاب سے ہلاک نہیں ہوئی حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہی اس آیۃ میں اون رسولون کے نام نہین تبلائے گئے جو حضرت نوح کے بعد آئے مگر اور آیتون سے معلوم ہوتا ہی کہ نوح علیہ السلام اور موسے علیہ السلام کے مابین کے انبیا حضرت ہود و صالح و ابراہیم و لوط و شعیب علیہ السلام ہیں۔ صحیح ابن حبان میں ابو امامہ سے روایت ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدم علیہ السلام سے نوح علیہ السلام تک دس قرن گذرے ہیں ابن حبان نے اس حدیث کو صحیح کہا ہی حضرت عبداللہ بن عباس کا قول دس قرن کا جو اوپر گذرا اس حدیث سے اوسکی پوری تائید ہوتی ہی تفسیر ابن جریر مین ان دس قرن کی مدت ایک سو چھبیس ۱۲۶ برس کی تبلائی گئی ہی قرن کے معنے ایک زمانہ کے جمعنے کے ہیں مسند امام احمد کے حوالہ سے ابوذر کی معتبر حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل نبی ایک لاکھ چوبیس ہزار اور ان مین صاحب کتاب رسول تین سو پندرہ ہیں معتبر سند سے ترمذی مین ابو سعید خدری سے روایت ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں کچھ فخر کے طور پر نہیں کہتا ہون لیکن حقیقت حال یہ ہی کہ مین سب اولاد آدم کا سردار ہون اگرچہ اس حدیث سے اور اس قسم کی اور حدیثون سے سلف کا یہ اعتقاد ہی کہ نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل الانبیا ہیں لیکن صحیح بخاری مسلم وغیرہ کی صحیح روایتون میں آپنے امت کو اس بحث سے روکا ہی تاکہ رفتہ رفتہ اور انبیا کی کسر شان نہو۔ ترمذی وغیرہ کے حوالہ سے ابو ہریرہ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی کہ کثرت گناہ سے آدمی کے دل پر زنگ چھا جاتا ہی جسکے سبب سے نیک بات اسکے دل پر اثر نہیں کرتی نافرمان لوگونکے دل پر مہر لگ جانے کا ذکر جو آیۃ میں ہی یہ حدیث گویا اسکی تفسیر ہے۔

منزل

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَهٰرُوْنَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ بِاٰيٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ۝

پھر بھیجا پیچھے اونکے موسے اور ہارون کو فرعون اور اوسکے سردارون پاس اپنی نشانیان دیکر پھر تکبر کرنے لگے اور وہ لوگ تھے گنہگار

پھر اُن رسولون کے پیچھے جو حضرت نوح علیہ السلام کے بعد حضرت شعیب تک آئے تھے اللہ تعالیٰ نے موسے علیہ السلام اور اُنکے ساتھ ہارون علیہ السلام کو اونکا وزیر بناکر بھیجا موسے علیہ السلام کا قصہ بہت سی جگہ قرآن پاک میں ذکر کیا گیا ہی یہ بڑا عجیب قصہ ہی اللہ تعالیٰ نے موسے کو فرعون کی گودمین پرورش کیا اور جب جوان ہوگئے تو ایک فرعونی شخص کا خون اُنکے ہاتھ سے ہوجانے سے وہ وہانسے باہر نکلے پھر خدا نے اُنسے باتین کین اور رسول بناکر فرعون اور اُسکے گروہ کی طرف بھیجا اُسوقت موسے علیہ السلام کے ساتھ ہارون علیہ السلام کے جنکو خدا نے موسے علیہ السلام کا وزیر بنا دیا تھا اور کوئی نہ تھا موسے علیہ السلام کے پاس اگرچہ نو معجزے ایسے تھے جن سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ بغیر مدد خدا کے ایسی نشانی کوئی لا نہیں سکتا مگر فرعون اور اُسکے ہمراہیون نے سرکشی کو نہیں چھوڑا یہ قصہ سورہ طہ اور سورہ قصص مین تفصیل سے آویگا - صحیح بخاری مسلم وغیرہ مین چند صحابہ سے معراج کی جو روایتیں ہین اون مین یہ ہی کہ پہلے پہل امت محمدیہ پر پچاس نمازین فرض ہوئی تہین پھر حضرت موسے علیہ السلام کے مشورہ کے موافق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے ان پچاس نمازون مین تخفیف ہوجانیکی التجا کی اور آخر کو یہ پانچ نمازین باقی رہین حضرت موسے علیہ السلام کا یہ ایک بڑا احسان امت محمدیہ پر حضرت موسے علیہ السلام کے قصہ مین ہی جس کا ذکر اس صحیح حدیث مین آیا ہی -

منزل

فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْٓا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ قَالَ مُوْسٰٓى اَتَقُوْلُوْنَ

پھر جب آئی اونکو سچی بات ہمارے پاس سے کہنے لگے یہ تو جادو ہے صریح کہا موسے نے تم یہ کہتے ہو تحقیق

لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ۭ اَسِحْرٌ هٰذَا ۭ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ ۝ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا

بات کو جب وہ پہنچے تم پاس کیا جادو ہے یہ اور چٹکارا نہیں پاتے جادو کرنے والے بولے کیا تو آیا ہے کہ ہمکو پھیر دے اوس راہ سے

عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِي الْاَرْضِ ۭ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَقَالَ

جسپر پایا ہمنے اپنے باپ دادونکو اور تم دونون کی سرداری ہوئے اس ملک مین اور ہم نہین تم کو ماننے والے اور بولا

فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِيْ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ۝ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ

فرعون کہ لاؤ میرے پاس جو جادوگر ہو پڑا پھر جب آئے جادوگر کہا اونکو موسے نے ڈالو جو تم

مُّلْقُوْنَ ۝ فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰي مَا جِئْتُمْ بِهِ ۙ السِّحْرُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

ڈالتے ہو پھر جب اونہون نے ڈالا موسی بولا کہ جو تم لائے ہو سو جادو ہے اب اللہ اوسکو بگاڑتا ہی اللہ نہین

لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ۝

سنوارتا شریرون کے کام اور اللہ سچ کرتا ہی سچ کو اپنے حکم سے اور پڑے برا مانین گنہگار

ع ۱۲ ۱۳

جس طرح اکثر منکر لوگون نے پیغمبرون کے معجزونکو جادو اور پیغمبرونکو جادوگر بتلایا ہی فرعون اور اوسکے ساتھیون نے بھی حضرت موسے

کے عصا اور ید بیضا کو دیکھکر جادو کہا فرعون کے زمانہ مین جادو کا بڑا چرچہ اور زور تھا فرعون کی طرف سے بہت سے جادوگر جاگیرین پاتے تھے اور مصر کے اطراف مین اپنی جاگیرات مین رہتے تھے حضرت موسےٰ نے فرعون کو اسلیے یہی جواب دیا کہ تائید آسمانی اور معجزہ نبوی کو اگر تو سمجھتا ہی تو اپنے بڑے بڑے جادوگرون کو بلا کر مجھسے مقابلہ کرا لے اور دیکھ لے کہ تائید آسمانی کے مقابلہ مین جادو کبھی سرسبز ہوگا آخر فرعون نے اپنے جادوگر بلوائے اور فرعون کی سالگرہ کا دن جو بڑے اُسکے دربار کا دن تھا مقابلہ کا دن قرار پایا اور جنگل مین ہزارہا آدمی جمع ہوئے اور فرعون کے جادوگر آخر مقابلہ کی تاب نہ لاسکے حضرت موسےٰ کی نبوت پر ایمان لے آئے فرعون کے ایمان لانے کے لئے اگرچہ یہ معجزہ کافی تھا مگر اُسکے سر پر ازلی کمبختی سوار تھی آخر ایمان نہ لایا اور پھر بھی معجزہ کو جادو بتلاتا رہا اور خواری اور ذلت سے ہلاک ہوا یہ قصہ تفصیل سے سورہ اعراف مین گذر چکا ہی اور سورہ طہٰ اور سورہ شعرا اور سورہ قصص مین پھر آویگا اس قصہ مین بھی آنحضرت کی یہ تسکین اللہ تعالی نے فرمائی ہی کہ اگرچہ قریش معجزہ اور قرآن کو جادو اور ای نبی تمکو جادوگر بتلا رہی ہین لیکن بالآخر فرعون کے جادوگرونکی طرح اکثر ان مین کے قائل ہوکر اسلام لاوینگے اور فرعون کی طرح جو سرکشی پر اڑے رہینگے ہلاک کردئے جاوینگے اللہ کا وعدہ سچا ہی تیرہ برس کی آنحضرت کی کوشش مین جس مکہ مین سو کے اندر مسلمانونکی تعداد تھی دس برس کے بعد جب اللہ تعالی کا مقررہ وقت آگیا تو سارا مکہ مسلمانون سے بھر گیا اور آج تک یہ ہدایت کا اثر باقی ہی کہ سوا مسلمان کلمہ گو کے اور کوئی مکہ مین نظر نہیں آتا اور مشرکین مکہ مین سے جو لوگ مرتے دم تک راہ راست پر نہین آئے اونکا انجام بدر کی لڑائی مین جو ہوا وہ کچھ تو بدر کی لڑائی کے قصہ مین گزر چکا اور کچھ آگے آتا ہی غرض ہر کام کا اللہ کی طرف سے وقت مقرر ہی وقت کا منتظر رہنا چاہیئے گھبرانا نہین چاہیئے تفسیر ابو الشیخ اور تفسیر ابن ابی حاتم مین لیث بن ابی سلیم سے روایت ہی کہ آیۃ ان اللہ سیبطلہ اور آیۃ فوقع الحق اور آیۃ واللہ یقطع الساحر حیث آتی پانی پر پڑھکر وہ پانی جادو کے اثر والے شخص کے سر پر ڈالا جاوے تو فوراً فائدہ ہوتا ہی۔ صحیح بخاری مین ابو طلحہ کے واسطے سے اور صحیح مسلم مین بغیر واسطہ کے انس بن مالک کی روایتین ایک جگہ گذر چکی ہین جس مین یہ ہی کہ بدر کی لڑائی مین مشرکین مکہ کے بڑے بڑے سردار جو مارے گئے تھے اونکی لاشون پر کھڑے ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ اب تو تم لوگون نے اللہ تعالی کے وعدہ کو سچا پالیا۔ مطلب یہ ہی کہ قرآن شریف مین جس عذاب آخرت کا وعدہ تھا اور اُسکو تم لوگ جادوگرونکی باتونکی طرح جانتے تھے اب تو تم لوگون نے اُس وعدہ کا ظہور آنکھون سے دیکھ لیا اب بھی تمہاری آنکھون پر وہی پردہ پڑا ہوا ہی جو دنیا مین تھا سورہ والطور کی آیۃ افسحر ہذا ام انتم لا تبصرون کا مطلب بھی یہی ہی جو انس بن مالک کی حدیث کا ہی فرق اتنا ہی کہ حدیث مین قرآن کو جادو کہنے والے مشرکین مکہ کو اللہ کے رسول نے عذاب آخرت جتلایا اور قائل کیا ہی سورہ والطور کی آیۃ مین اللہ کے فرشتے تمام آسمانی کتابونکو جادو بتلانے والے مشرکونکو دوزخ کا عذاب گھڑی گھڑی جتلاوینگے اور قائل کرینگے حاصل کلام یہ ہی کہ والطور کی آیۃ اور انس بن مالک کی حدیث کو ان آیتون کی تفسیر مین بڑا دخل ہی جس سے آسمانی کتابون کو معجزون کو جادو اور اللہ کے رسولون کو جادوگر کہنے والونکا انجام اچھی طرح سمجھ مین آجاتا ہی معجزہ اور جادو مین یہ فرق ہی کہ معجزہ سے جو چیز ظہور مین آتی ہی وہ اصلی ہوتی ہی اور جادو سے جو چیز ظہور مین آتی ہے وہ

نزل ۳

اصلی نہیں ہوتی بسواسطے جادو کے اثر کے ہزارہا سانپ حضرت موسےٰ علیہ السلام کے ایک معجزہ کے سانپ کا مقابلہ نکر سکے جن لیث بن ابی سلیم تابعی کا ذکر اوپر گذرا یہ ابن جریج کے مرتبہ کے صدوق تابعی ہیں اگرچہ آخر عمر میں انکا حافظہ بگڑ گیا تھا لیکن ابن معین نے ان کو قابل اعتبار ٹھہرایا ہے ۔

فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهِمْ اَنْ يَّفْتِنَهُمْ

پھر کسی نے نہ مانا موسی کو مگر کتے لڑکون نے اوسکی قوم سے ڈرتے ہوئے فرعون سے اور اونکے سردارونسے کہ اونکو

وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِى الْاَرْضِ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ ۝

بچلا نہ دین اور فرعون چڑھ رہا ہے ملک مین اور اوسنے ہاتھہ چھوڑ رکھا ہے

آنحضرت کو اسبات کا بھی رنج رہتا تھا کہ نبی ہونے کے بعد تیرہ برس آپ مکہ میں رہے اور صرف کچھہ کم سو آدمی مسلمان ہوئے آپ چاہتے تھے کہ اسلام جلدی جلدی زور پکڑے اور جھٹ پٹ مسلمانونکی ایک بڑی سی جماعت قائم ہوجاوے اللہ تعالی نے اس قصہ سے آپکی تسکین فرمائی کہ یہ کچھہ رنج کرنیکی بات نہیں ہے منکرونکے دل بڑی مشکل سے پھرتے ہیں موسےٰ علیہ السلام کا ایسا بڑا معجزہ قبطیون نے دیکھا کہ جادوگر سب ہار گئے مگر قبطیون مین سے چند ہی آدمی مسلمان ہوئے اگرچہ بعضے مفسرون نے آیۃ کے یہ معنے کئے ہیں کہ بنی اسرائیل مین سے تھوڑے لوگ مسلمان ہوئے اور حافظ ابو جعفر ابن جریر نے اپنی تفسیر مین ان ہی معنون کو ترجیح دی ہے لیکن حافظ ابن کثیر کے نزدیک صحیح معنے یہی ہیں کہ آیۃ مین اسکی قوم سے فرعون کی قوم قبطی لوگ مراد ہیں قوم موسےٰ مراد نہیں ہے کیونکہ بنی اسرائیل تو سوا قارون اور چند لڑکون کے اور سب مسلمان ہوگئے تھے پھر یہ بات کیونکر صحیح ہوسکتی ہے کہ بنی اسرائیل مین سے چند ہی شخص ایمان لائے جسطرح اس آیۃ سے آگے کی آیۃ مین توکل کا ذکر ہے اسی طرح قرآن شریف مین اللہ تعالی نے ایمان اور عبادت کے ساتھہ توکل کا اکثر ذکر فرمایا ہے جیسے ان کنتم اٰمنتم باللہ فعلیہ توکلوا اور ہو الرحمن اٰمنا بہ وعلیہ توکلنا اور فاعبدہ وتوکل علیہ اور ایاک نعبدہ وایاک نستعین ابن ماجہ مین عمرو بن العاص کی روایۃ سے جو حدیث ہے اس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی تفسیر یون فرمائی ہے کہ آدمی کے دل مین طرح طرح کے خیال سمائے رہتے ہیں جو اللہ پر توکل کرے وہ سب خیال پر غالب آسکتا ہے اور جو توکل نکریگا معلوم نہین کونسا خیال اسکو ڈبو دیگا اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن آیۃ ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ سے اس حدیث کی پوری تائید ہوتی ہے حاصل معنے حدیث کے یہ ہوئے کہ جب تک دل مین اللہ پر بھروسہ نہین دل گویا ڈاوان ڈول ہے اور ڈاوان ڈول حالت کے ایمان اور عبادت کا کیا ٹھکانا ہے کیونکہ ڈاوان ڈول حالت کے ایمان والا شخص اعتقادی منافق ہے ڈاوان ڈول حالت کی عبادت والا شخص عملی منافق ہے ۔ اعتقادی منافق وہ ہے جس کا اعتقاد احکام شرع پر پورا نہ ہو اور عملی منافق وہ ہے جسکے عمل احکام شرع کے موافق نہ ہون غرض اس ڈاوان ڈول حالت کو رفع فرمانے کی غرض سے نصیحت کے طور پر اللہ تعالی نے ایمان اور عبادت کیساتہ جگہ جگہ توکل کا ذکر فرمایا ہے کہ ایمان اور عبادت خالص ہو بسواسطے اہل توکل کا درجہ بھی بڑا ہے چنانچہ صحیح بخاری و مسلم مین حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایۃ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن صاحب توکل

منزل ۳

لوگ ستر ہزار میری امت مین سے بلاحساب جنت مین داخل ہون گے یہ درجہ جسکو اللہ دیوے اوسکو ملتا ہی چنانچہ جس روز آپنے یہ حدیث بلاحساب جنت مین داخل ہونیکی فرمائی اوس روز ایک صحابی عکاشہ بن محصن نے کہا کہ حضرت میرے واسطے دعا کیجئے کہ اللہ مجھکو اونمین سے کردیوے آپنے دعا فرمائی پھر ایک صحابی سعد بن عمارہ نے کہا حضرت میرے لئے بھی دعا کیجئے آپنے فرمایا اتبو عکاشہ بازی لے جاچکا۔ توکل کے معنے کسی پر بھروسہ رکھنے کے ہین عبادت کے وقت اللہ پر بھروسہ رکھنے کا یہ مطلب ہے کہ آدمی عبادت کے وقت اللہ کو حاضر ناظر جانکر اور اوس عبادت کے ثواب کا بھروسہ اللہ کی ذات پر رکھکر عبادت کرے عقبیٰ کے ثواب اور دنیا کے دکھاوے دونون کو دل مین رکھکر ڈاوان ڈول نہو کہ ایسی عبادت رائگان ہی چنانچہ صحیح مسلم کے حوالہ سے حضرت عمرؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی کہ آدمی عبادت کرتے وقت یہ خیال کرے کہ وہ اللہ کو دیکھ رہا ہی اگر یہ مرتبہ میسّر آوے تو یہ خیال کرے کہ اللہ تعالیٰ اسکو دیکھ رہا ہی تکلیف کے وقت اللہ پر بھروسہ رکھنے کا یہ مطلب ہی کہ اس دنیا عالم اسباب مین اگر کوئی تدبیر رفع تکلیف کی کرے بھی تو رفع تکلف کا اصل بھروسہ اللہ کی ذات پر رکھے جیسا کہ صحیح مسلم مین جابرؓ کی حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر مرض کی دوا ہی مگر دوا مین شفا کی تاثیر کا دینا اللہ تعالے کے اختیار مین ہی من المسرفین کے ترجمہ مین شاہ صاحب نے یہ جو لکھا ہی کہ اسنے ہاتھ چھوڑ رکھا ہی اسکا مطلب یہ ہی کہ فرعون لوگون پر طرح طرح کی دست درازی کرتا تھا چنانچہ اوسکو جب اپنی بی بی آسیہ کے اسلام کا حال معلوم ہوگیا تو اوسنے چار میخین زمین میں گاڑکر آسیہ کے ہاتھ پاؤن اون میخون سے باندہ دئے اور طرح طرح سے مارپیٹ کی جسکا ذکر معتبر سندسے بیہقی اور مسند ابو یعلی مین ابو ہریرہؓ کی روایۃ سے ہے۔

منزل ۳

وَقَالَ مُوسٰى يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ ۝ فَقَالُوْا

اور کہا موسے نے اے قوم اگر تم یقین لائے ہو اللہ پر تو اسی پر بھروسا کرو اگر ہو تم حکم بردار تب بولے

عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝

ہمنے اللہ پر بھروسا کیا اے رب ہمارے نہ آزما ہمپر زور اس ظالم قوم کا اور چھڑا ہمکو اپنے مہر کرکے اس منکر قوم سے

موسے علیہ السلام نے اُن لوگونسے جو ایمان لاچکے تھے یہ کہا کہ جب تم ایمان لاچکے اور مسلمان ہوگئے تو اب خدا ہی پر بھروسہ کرو اور فرعون اور اسکے گروہ کا کوئی خوف نکرو اُن لوگون نے کہا کہ ہان ہمنے خدا پر بھروسہ کرلیا اور پھر خدا سے دعا کی کہ اے خدا ہمکو اس ظالم قوم کے فتنہ سے بچائیو اور انکو ہمپر فتحیاب نہ کیجیو نہین تو فرعون اور اسکی ساری قوم یہی کہیں گے کہ ہمیں ہی حق پر ہین اور ایسی باتین دلمین سوچکر اور زبانسے کہکر یہ لوگ فتنہ مین پڑین گے مجاہد رحمہ اللہ کا یہی قول ہی کہ اون لوگون نے یہی دعا کی تھی کہ یا اللہ تو انکو ہمپر غلبہ نہ دے اور اپنی رحمت سے اس ظالم قوم کے ظلم سے بچا کیونکہ ہم تجھپر ایمان لاچکے ہین اور تجھی پر بھروسہ کئے ہوئے بیٹھے ہین۔ جس طرح حکم برداری کیلئے توکل ضرور ہی اسی طرح توکل کے لئے صبر لازم ہی کیونکہ بے صبر آدمی حکم برداری کی تکلیفون پر قائم نہیں رہ سکتا اور نہ اون تکلیفون کے اجر کا پورا بھروسہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر رکھہ سکتا ہی اسی واسطے حضرت موسے علیہ السلام نے ایمان و اسلام کے ساتھ صبر و توکل دونون کا ذکر فرمایا اور یہی تربیت قرآن شریف کی ہی چنانچہ اسکا ذکر اوپر

گذر چکا ہے ایمان اور اسلام کی تفسیر مین صحیح مسلم کی حضرت عمرؓ کی حدیث مشہور ہی کہ اللہ تعالی کی وحدانیت کا اسکے فرشتون رسولون اور آسمانی کتابون کے موجود ہونے کا دلمین یقین رکھنا اسکو ایمان کہتے ہیں اس دلی یقین کو ظاہر کرنے کے لئے زبان سے ان باتونکا اقرار کرنا اور ہاتھ پیرون سے نماز روزہ حج زکوٰۃ ان ارکان اسلام کو بجالانا اسکو اسلام کہتے ہیں - نماز کے بجالانے مین مثلاً جاڑے کے موسم کا وضو روزہ مین مثلاً بھوک پیاس یہ تکلیف کی چیزین ہیں ان تکلیفون پر صبر کرنا اور اس صبر کے اجر کا بھروسہ اللہ تعالی کی ذات پر رکھنا یہی صبر و توکل ہی جس کا ذکر اسلام کے ذکر کے ساتھ آتا ہی اور اسی سبب سے صحیح روایتون مین اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر کو نصف ایمان فرمایا ہی ایمان و اسلام کی آیتون اور حدیثون مین قیامت کے یقین کا اسلئے ذکر آتا ہی کہ آدمی کو قیامت کے دن کی سزا و جزا کا جبتک پورا یقین نہو تو وہ عقبیٰ کی جزا کی امید پر کوئی نیک کام کر سکتا ہی نہ اس دن کی سزا کے خوف سے برے کام کو چھوڑ سکتا ہے -

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ

اور حکم بھیجا ہمنے موسے کو اور اوسکے بھائی کو کہ ٹھیراؤ اپنی قوم کے واسطے مصر مین گھر اور بناؤ اپنے گھر

قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

قبلہ کی طرف اور قائم کرو نماز اور خوشخبری دے ایمان والون کو

منزل ۳

جب فرعون اور اسکے ہمراہیون پر عذاب آنیکا زمانہ قریب آیا تو اللہ تعالی نے حضرت موسےؑ اور انکے بھائی حضرت ہارون کو بذریعہ وحی کے یہ حکم دیا کہ تم اپنی قوم سمیت ان کفار سے علیحدہ ہو جاؤ اور الگ اپنا ایک محلہ بساؤ اور گھرون کا رخ قبلہ کی طرف رکھو اس مین نماز پڑھا کرو تاکہ فرعون کے ظلم سے امن مین رہو نماز کا حکم اسواسطے ہوا تھا کہ کثرت سے نماز پڑھنے سے بلامین دفع ہوا کرتی ہیں چنانچہ مسند امام احمد اور ابوداؤد مین حذیفہؓ کی ایک معتبر حدیث ہی کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی امر ایسا درپیش ہوتا جس سے آپ غمگین ہوا کرتے تو آپ نماز پڑھنے لگتے تھے اس آیۃ کے متعلق اس بات کا مفسرین میں اختلاف ہی کہ خدا نے موسیٰ علیہ السلام کو گھر بنانیکا حکم دیا یا مسجد بنانیکا حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ مسجد کو فرمایا ہی اور مجاہد قتادہؓ وغیرہ یہ کہتے ہیں کہ گھر بنانیکا حکم ہوا کیونکہ لوگ پہلے عبادت خانہ میں جاکر عبادت کیا کرتے تھے جب انکو خوف ہوا کہ فرعون کے زمرہ کے آدمی ہمیں ایذا پہونچائین گے اور قتل کر ڈالین گے تو خدا کا یہ حکم ہوا کہ اپنا گھر قبلہ رخ بنالو وہیں نماز پڑھا کرو اس معنے کو حافظ ابو جعفر ابن جریر نے ترجیح دی ہی قبلہ کے تعین مین بھی مفسرونکا اختلاف ہی بعضونکا قول یہ ہی کہ قبلہ بیت المقدس کو فرمایا جو یہود کا قبلہ ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ کعبہ مراد ہی کیونکہ حضرت آدمؑ کے بعد جتنے لوگ ہوئے سبکا قبلہ یہی کعبہ رہا ہی علاوہ اسکے سورہ بقر مین گذر چکا ہی کہ یہود کے قبلہ کا توراۃ مین اور نصاریٰ کے قبلہ کا انجیل مین کہیں ذکر نہیں ہی بلکہ دونون گروہ کا قبلہ انکے علما کا ٹھہرایا ہوا ہی اسلئے آسمانی حکم کا قبلہ بیت المقدس کو نہیں کہا جا سکتا پھر موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ مومنونکو اسکی خوشی سنادو کہ آخرت مین تمہین اسکا اچھا اجر ملیگا کہ تم نے اللہ کے رسول کی نصیحت کرمان کر ہر طرح کی تکلیف پر صبر و توکل کا اقرار کیا اور ایمان و اسلام کے پابند ہو گئے - صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے معاذؓ بن جبل کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی کہ اللہ کا حق بندون پر

شرک سے بچنے کا ہی اور اس حق کے پورا ہو جانے کے بعد اللہ کا وعدہ مغفرت کا ہی یہ حدیث وبشر المومنین کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہی کہ حضرت موسیٰ کی نصیحت کے موافق بنی اسرائیل نے توحید کا اور شریعت موسوی کے احکام کی تعمیل کا اقرار جب کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے موافق انکو نجات کی خوشخبری دی توراۃ کے نازل ہونے سے پہلے متفرق طور پر جو احکام نازل ہوئے تھے ہاں احکام کا ذکر ہی کیونکہ توراۃ فرعون کے غرق ہو جانے کے بعد نازل ہوئی ہے۔

وَقَالَ مُوسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا

اور کہا موسیٰ نے اے رب ہمارے تو نے دی ہے فرعون کو اور اسکے سرداروں کو رونق اور مال دنیا کی زندگی میں اے رب اسواسطے کہ

عَنْ سَبِيْلِكَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ

بہکا دیں تیری راہ سے اے رب مٹا دے انکے مال اور سخت کر ادے انکے دل کہ نہ ایمان لاویں جب تک دیکھیں دکھ کی مار

فرعون کے ہلاک ہونے سے پہلے اسکی اور اسکے ساتھیوں کی سرکشی پر حضرت موسےٰ کو غصہ آیا اور حضرت موسےٰ نے خیال کیا کہ ان لوگوں کی سرکشی کا بڑا سبب انکا مال و متاع ہی کہ مالداری اور عیش و آرام کے غرور میں یہ لوگ خود بھی نصیحت نہیں سنتے اور اوروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں اوسوقت حضرت موسےٰ نے اس غصہ کے خیال میں دعا مانگی اور حضرت ہارون آمین کہتے گئے دعا کا حاصل یہ ہی کہ یا اللہ ان لوگوں کو تو نے مال و متاع جو دیا ہی وہ انسے چھین لے کس لئے کہ انکا یہ مال انکے خود گمراہ ہونے اور اوروں کو گمراہ کرنے کا سبب ہے اور اس مال کے چھین لینے کے بعد انکو ایسا فاقہ مست بنا دے کہ بغیر مال کے بھی انکا وہی غرور اور سرکشی باقی رہی اور اس غرور اور سرکشی کے سبب سے جھٹ پٹ اپنے تیرا عذاب نازل ہو خدا کی پناہ نبی کی بددعا تھی اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی تمام خزانے اور کھیت پتھر ہو گئے چنانچہ عمر بن عبدالعزیز نے اس زمانہ کا کچھ روپیہ اور غلہ بہم پہونچایا تھا بالکل پتھر کا تھا اس بددعا کے ایک چلہ کے بعد پھر فرعون ہلاک ہو گیا اس بددعا کے اثر میں اس طرح کی [illegible] وبا مصر میں پھیلی کہ قبطی بدحواس ہو گئے مصلحت الٰہی سے بنی اسرائیل کا محلہ جو الگ بس گیا تھا اوس محلہ کو اللہ تعالیٰ نے اس وبا سے محفوظ رکھا پہلے سے بنی اسرائیل کو تیار رہنے کا حکم تھا اسلئے سفر کا حکم ہوتے ہی رات کو مصر سے نکلے صبح دریا تک پہونچے تھے کہ فرعون نے کئی لاکھ فوج سے پیچھا کیا آخر بنی اسرائیل کو تو قلزم نے اللہ کے حکم سے راستہ دیا اور فرعون مع اپنی فوج کے غرق ہو گیا زیادہ تفصیل اس قصہ کی سورہ شعراء میں آویگی عین عذاب کے وقت کا ایمان اور ایسے وقت کی توبہ قبول نہیں اسواسطے غوطہ کھانے کے بعد فرعون نے جو ایمان کا اقرار کیا وہ نامقبول ہوا بنی اسرائیل کے جی میں فرعون کی ہیبت بہت تھی کیونکہ مدت تک فرعون کے ہاتھ سے وہ طرح طرح کے عذاب پاتے رہے تھے اسواسطے ایکا ایک فرعون کے اس طرح کی بیکسی سے مرنے کا یقین بنی اسرائیل کو نہ آتا تھا انکے یقین دلانے کے لئے اللہ کے حکم سے پانی نے فرعون کی لاش کو ایک کنارہ پر پھینک دیا پھر سبکو فرعون کی لاش دیکھکر اسکے مرنے کا یقین ہو گیا چنانچہ یہ ذکر آگے آتا ہی معتبر سند سے مسند امام احمد اور ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عباس سے جو روایت ہی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا کہ غوطے کھاتے کھاتے فرعون نے جو ایمان لانیکا اقرار کیا

منزل ۳

تو حضرت جبرئیل نے فرعون کے منہہ مین قلزم سے مٹی لیکر بہر دی جس سے فرعون فوراً مرگیا اس حدیث پر امام فخر الدین رازی نے یہ اعتراض کیا ہی کہ نیک کام سے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرعون کو روکا اس کا سبب کیا ہی اور مفسرین نے اس اعتراض کا یہ جواب دیا ہی کہ حکم فلم یک ینفعہم ایمانہم لما رأوا بأسنا سے اسوقت کا ایمان فرعون کا مقبول نہین تہا اسلئے فرعون کا اسوقت کا ایمان کا اقرار ایک فعل عبث تہا اور فعل عبث سے روکنا ہر حکیم کا کام ہی کوئی اعتراض کا محل نہیں ہی رہی یہ بات کہ شریعت موسوی مین بہی فلم یک ینفعہم ایمانہم لما رأوا بأسنا کا حکم تہا یا نہیں اسکا جواب یہ ہی کہ خود حضرت موسی کی اس بد دعا فلا یؤمنوا حتی یروا العذاب الالیم سے ثابت ہی کہ شریعت موسوی میں بہی یہ حکم تہا کیونکہ شریعت موسوی مین اگر یہ حکم نہوتا تو حضرت موسی یہ بد عا کیون کرتے کہ فرعون اور اسکے سرکش ساتھیون کو ایمان نصیب بہی ہو تو عذاب کے آجانے کیوقت ہو تا کہ انکا ایمان اونکو کچہہ فائدہ نہ بخشے صحیح مسلم مین ابو ہریرہؓ سے روایت ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عام لوگونکو عام عذاب سے پہلے اور خاص خاص ہر ایک شخص کو خاص اپنی موت سے پہلے جو نیک عمل کرنا ہو وہ کر لیوے صحیح بخاری و مسلم مین عبادہؓ بن الصامت سے روایت ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا موت کے وقت اللہ کے فرشتے اچھے لوگونکو مغفرت کی اور بد لوگونکو عذاب کی خبر سنا دیتے ہیں یہ حدیثین فلا یؤمنوا حتی یروا العذاب الالیم کی گویا تفسیر ہیں جسکا حاصل یہ ہی کہ نافرمان لوگونکا ایمان اسوقت تک کا مقبول ہی کہ عام عذاب اور عام موت کے سبب سے عام نافرمانون کو یا خاص موت کے سبب سے کسی خاص نافرمان شخص کو موت کے فرشتے نظر نہ آنے لگین کیونکہ جب فرشتے نظر آنے لگے اور نافرمان لوگونکو اون فرشتون نے عذاب آخرت کی خبر سنا دی تو اس عذاب سے مجبور ہو کر ایسے تنگ وقت پر کسی نافرمان شخص کا فرمانبرداری کا اقرار داخل فرمانبرداری ہی نہ یہ اقرار ان لوگونکو کچہہ مفید ہو سکتا ہی ہیواسطے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور اسکے ساتھیونکے حق مین یہ بد دعا کی کہ مجبوری کے وقت سے پہلے ان لوگونکو ایمان لانا نصیب نہ ہو۔

منزل ۳

قَالَ قَدْ أُجِيبَت دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيمَا وَلَا تَتَّبِعَانِّ سَبِيلَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۝

فرمایا قبول ہو چکی دعا تمہاری سو تم دونون ثابت رہو اور مت چلو راہ انکی جو انجان ہین

جب موسیٰ علیہ السلام نے خدا سے دعا کی کہ اے رب ہمارے تو نے فرعون کو دنیا مین مال و دولت و جاہ و عزت دی کہی ہمکو کیا یہ سب کچہہ اسواسطے ہی کہ یہ خود بہی گمراہ رہی اور دوسرونکو بہی گمراہ کرے تو انکے مال و دولت کو خاک مین ملا دے اور انکے دلونکو اور بہی سخت کر دے تاکہ جب تک یہ عذاب کو آنکھونسے نہ دیکہہ لیوین اوسوقت تک انکے دل نرم نہون اوسپر اللہ تعالی نے یہ فرمایا کہ تمہارے اور تمہارے بھائی ہارونؑ دونون کی دعا قبول کی گئی مگر تم جلدی نکرو خاطر جمع رکہو اور اپنے کام پر جمے رہو عکرمہ کا قول ہی کہ حضرت موسیٰؑ نے دعا کی تہی اور ہارونؑ نے آمین کہی تہی اسلئے خدا نے فرمایا کہ تم دونون کی دعا قبول کی گئی اس سے معلوم ہوا کہ آمین کہنے والے کو بہی دعا کرنیوالا ٹہرایا جا سکتا ہی بعضے مفسرونکا قول ہی کہ اس دعا کے بعد فرعون چالیس دن تک دنیا مین رہا لیکن ابن جریج کہتے ہیں کہ چالیس برس تک رہا پہر دریائے قلزم مین ڈوبکر معہ اپنے لشکر کے ہلاک ہوا

اس کا حال آگے کی آیۃ مین آتا ہی قتادہ کا قول ہی کہ حضرت موسیٰؑ کی بد دعا کا یہ اثر ہوا کہ فرعون کا سارا مال اور دولت کہانکی چیزین تک پتھر ہوگئین تھین چنانچہ عمر بن عبد العزیز کے پاس ایک تھیلی فرعون کے وقت کی تھی اونھون نے جب آیۃ کو سنا تو تھیلی منگا کر دیکھی تو اسمین سے کچھ انڈے اور چنے نکلے توڑ کر دیکھا گیا تو واقعی پتھر ہوگئے تھے صحیح مسلم کے حوالہ سے عبد اللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی کہ دنیا مین جو کچھ ہونے والا تھا اپنے علم ازلی کے نتیجہ کے طور پر دنیا کے پیدا ہونے سے پچاس ہزار برس پہلے وہ سب اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں لکھہ لیا ہی۔ صحیح بخاری و مسلم وغیرہ مین ابو ہریرہؓ سے روایۃ ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کے اثر مین جلدی کرنے سے منع فرمایا ہی آیۃ کے ٹکڑے فاستقیما ولا تتبعان سبیل الذین لا یعلمون کی یہ حدیثین گویا تفسیر ہین کیونکہ آیۃ اور حدیثون کے ملانے سے یہ مطلب قرار پاتا ہی کہ انتظام الٰہی مین ہر کام کا وقت دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے مقرر ہو چکا ہی اسلئے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو یہ ہدایت فرمائی گئی ہی کہ وقت مقررہ کے آجانے سے تمہاری دعا قبول تو ہوگئی لیکن اسکا ظہور اپنے وقت مقررہ پر ہوگا انجان آدمی کی طرح وقت مقررہ سے پہلے اس ظہور کی جلدی کرو نہ ظہور مین دیر ہونے کے سبب سے نبوت کے فرض منصب و عظ نصیحت مین کچھہ خلل جائز رکھو کیونکہ دعا کے اثر مین جلدی کا کرنا انتظام الٰہی کے برخلاف اور مرضی الٰہی مین ایک طرح کی بیجا مداخلت ہی اللہ سچا ہی اللہ کا وعدہ سچا ہی چنانچہ وقت مقررہ پر اس وعدہ اور دعا کے اثر کا جو ظہور ہوا اوسکا ذکر آگے آتا ہی۔

منزل ۳

وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْیًا وَّعَدْوًا ؕ حَتّٰٓی اِذَآ

اور پار کیا ہمنے بنی اسرائیل کو دریا سے پھر پیچھے پڑا اونکے فرعون اور اوسکا لشکر شرارت سے اور زیادتی سے

اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝

جب تک کہ پہنچا اسپر دبا کہا یقین جانا مین نے کہ کوئی معبود نہین مگر جسپر یقین لائے بنی اسرائیل اور مین ہون حکم بردارون مین

آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ۝ فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ

اب یہ کہنے لگا اور تو بیحکم رہا پہلے اور رہا بگاڑ والون مین سو آج بچا وینگے ہم تجکو تیرے بدن سے تو ہووے

ع ۱۴

لِمَنْ خَلْفَكَ اٰیَةً ؕ وَاِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰیٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ۝

تو اپنے پچھلو نکو نشانی اور البتہ بہت لوگ ہماری قدرتون پر دھیان نہین کرتے

ان آیتون مین فرعون اور اسکے رفیقون کی دریا مین ڈوبنے کی کیفیت بیان کی گئی ہی جب بنی اسرائیل موسیٰ علیہ السلام کے ساتھہ مصر سے نکلے جنکی تعداد چھہ لاکھہ تھی تو فرعون کو یہ خبر معلوم ہوئی اور اوسنے شہرون مین آدمی بھیج اور لشکر اکٹھا کر کے بنی اسرائیل کا پیچھا کیا بنی اسرائیل بحر قلزم کے کنارہ پر پہونچ چکے تھے فرعون کو لشکر سمیت آتے ہوئے دیکھکر بہت ہی خوف کرنے لگے جب فرعون بالکل قریب آگیا تو بنی اسرائیل نے موسےٰؑ سے کہا کہ ان لوگونکے ہاتھہ سے کیونکر رہائی ہوگی موسیٰؑ نے فرمایا مجھے اسی راہ سے جانے کی ہدایت ہوئی ہی خدا خود رستہ بتلا دیگا جب وقت بالکل تنگ ہوگیا اور فرعون اور اسکے

لشکر نے آگیا تو خدا تعالی نے موسی علیہ السلام کو یہ حکم دیا کہ عصا اوٹھا کر دریا پر مار و عصا مارنا تھا کہ بارہ راستے دریا میں نمودار ہو گئے ہوا نے خدا کے حکم سے زمین کو خشک کر دیا راستوں کے درمیان میں پانی پہاڑ کی طرح سخت ہو گیا اور بڑے بڑے سوراخ اوس میں پڑ گئے تاکہ ادہر کے آدمی اودہر کے آدمی کو دیکھکر اطمینان رکھیں اور یہ گمان نکریں کہ کوئی ہلاک ہوا غرض کہ موسی اور انکے سب ساتھ کا لشکر دریا سے پار ہو گئے فرعون جب دریا کے کنارہ آیا تو ہول کھانے لگا فوراً جبرئیل علیہ السلام کو حکم ہوا وہ گھوڑی پر سوار ہو کر فرعون کے سامنے سے نکلے فرعون کا گھوڑا بھی گھوڑی دیکھکر پیچھے ہو لیا اور دونوں دریا میں گھس گئے جب فرعون کا کچھ قابو نہ چلا تو کہنے لگا کہ بنی اسرائیل ہمسے زیادہ دریا پر حق نہیں کہتے ہیں کیا میں دریا سے پار نہیں ہو سکتا پھر تو سب کے سب اسکے پیچھے دریا میں اتر گئے اوسوقت خدا کا حکم ہوا کہ دریا کا پانی جون کا تون ہو جائے دریا کا پانی برابر ہو گیا اور سب کے سب تہ و بالا ہو کر ہلاک ہو گئے جب فرعون ڈوبنے لگا تو کہا کہ میں بنی اسرائیل کے خدا پر ایمان لایا اور میں بھی مسلمان ہوں خدا نے فرمایا اب ایمان لایا پہلے سے نہیں اب بھلا کیا فائدہ ہو سکتا ہے حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ جب فرعون ڈوب گیا تو بعض لوگوں کو فرعون کی موت میں شک ہوا کہ وہ نہیں ڈوبا بچگیا اسلئے اللہ پاک نے دریا کو حکم دیا کہ اسکی لاش دریا کے باہر ٹیلہ پر پہنچکدے جب لوگوں نے اسکی لاش دیکھی تو یقین ہوا جیسا کہ خود اللہ جل شانہ نے فرمایا الیوم ننجیک ببدنک کہ آج اگر ہم نجات دیں گے تو بغیر روح کے تیرے بدن کو نجات دینگے تاکہ جو دیکھنے وہ عبرت پکڑے اور غفلت میں نہ پڑا رہے۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے ابو ہریرہ کی روایۃ اور صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے عبادہ بن الصامت کی روایۃ اوپر گذر چکی ہے کہ جب موت کے فرشتے نظر آنے لگتے ہیں تو ایسے مجبوری کے وقت کی فرمانبرداری داخل فرمانبرداری نہیں ہے یہ حدیثیں آلان وقد عصیت قبل وکنت من المفسدین کی گویا تفسیر ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ انتظام الٰہی کے موافق دنیا نیک و بد کے امتحان کے لئے پیدا ہوئی ہے مجبوری کی حالت میں یہ امتحان کا موقع باقی نہیں رہتا اسواسطے اللہ تعالی نے فرعون کی بیوقت کی فرمانبرداری کا یہ جواب دیا کہ ایسے وقت کی فرمانبرداری نامقبول ہے اس آخری وقت پر فرعون جیسے عمر بھر کے نافرمان شخص نے جو فرمانبرداری کا اقراری کیا اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اسکے اس اقرار کو بر خلاف انتظام الٰہی سمجھکر فرعون کے منہ میں قلزم کی کیچڑ ٹھونس دی مسند امام احمد اور ترمذی کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن عباس کی معتبر روایۃ اس باب میں اوپر گذر چکی ہے اور اس روایۃ پر امام فخر الدین رازی نے جو اعتراض کیا ہے اس کا جواب بھی اوپر گذر چکا ہے اس آیۃ سے بھی امام فخر الدین رازی کے اعتراض کا یہ جواب نکل سکتا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جو کچھ کیا وہ حکم الٰہی اور انتظام کے موافق تھا اسلئے اوسپر کوئی اعتراض کا محل نہیں ہے حضرت عبداللہ بن عباس کی روایۃ پر یہ جو اعتراض ہے کہ اسکی سند میں ایک راوی علی بن زید کو یحیی بن معین وغیرہ نے ضعیف کہا ہے اس کا جواب بھی علما نے دیدیا ہے کہ ترمذی کی دوسری سند میں علی بن زید نہیں ہے بلکہ شعبہ کی عدی بن ثابت والی سند شرط بخاری کے موافق صحیح ہے۔

منزل ۳

وَلَقَدْ بَوَّأْنَا بَنِيٓ إِسْرَٰٓءِيلَ مُبَوَّأَ صِدْقٍ وَرَزَقْنَٰهُم مِّنَ ٱلطَّيِّبَٰتِ فَمَا ٱخْتَلَفُوا۟

اور جگہ دی ہم نے بنی اسرائیل کو پوری جگہ دینی اور کھانے کو دیں ستھری چیزیں سو وہ پھوٹے نہیں

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِىْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝

جبتک آچکی اُنکو خبر اب تیرا رب انمین فیصلہ کریگا قیامت کے دن جسبات مین وہ پھوٹ رہے تھے

فرعون کے غرق ہونیکے بعد تمام ملک مصر بنی اسرائیل کے قبضہ مین آگیا مگر بنی اسرائیل کو مصر مین رہنے کا اتفاق اس سبب سے کم ہوا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی رہنے کی جگہ ملک شام عمالقہ قوم کے قبضہ مین جو چلا گیا تھا بنی اسرائیل کو فرعون سے جب نجات مل چکی تو حضرت موسیٰ کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ بنی اسرائیل کو ساتھ لیکر ملک شام فتح کرین لیکن شام کے ملک کے قریب آکر بنی اسرائیل نے عمالقہ کی قوت جو سنی تو عمالقہ کی لڑائی سے انکار کیا چالیس برس تک اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ایک جنگل میں اس جرم کی سزا مین قید رکھا جس کا ذکر سورۃ مائدہ مین آچکا پہلے حضرت ہارون کا پھر حضرت موسیٰ کا اس جنگل مین انتقال ہوا جتنے بنی اسرائیل لڑائی سے انکار کیا تھا جب وہ اُسی جنگل مین مرکھپ گئے اور اُنکی اولاد لڑنے کے قابل ہوئی اور قید کی میعاد جو اللہ تعالیٰ نے ٹھہرائی تھی وہ گذر چکی تو حضرت یوشع کے ہاتھ پر ملک شام فتح ہوا اور تمام ملک شام بنی اسرائیل کے قبضہ مین مدت تک رہا جب بنی اسرائیل نے طرح طرح کی سرکشی شروع کی تو بخت نصر بابلی نے آکر اُنکو خوب مارا اور ملک شام اُنسے چھین لیا اسکے بعد پھر دوبارہ ملک اُنکے ہاتھ آگیا پھر بادشاہان یونان نے جو بت پرست تھے ملک شام پر قبضہ کر لیا اسی زمانہ مین حضرت عیسےٰ پیدا اور نبی ہوئے یہود نے شاہان یونان کو حضرت عیسیٰ کی طرف سے بہکایا کہ یہ شخص شاہی رعیت کا مذہب خراب کرتا ہے اُسوقت کے یونان کے بادشاہ نے کچھ فوج حضرت عیسیٰ کے پکڑنے اور شہید کرنے پر مامور کی اور یہود بھی اون حضرت عیسیٰ کے مخالف لوگو نکی مدد کیلئے اُنکے ساتھ ہوئے حضرت عیسیٰ کو تو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اوٹھالیا اور حواریون میں سے ایک شخص پر حضرت عیسیٰ کی شباہت ڈالدی ان مخالف لوگون نے اُسکو حضرت عیسیٰ تصور کرکے سولی پر چڑھا دیا اسکے بعد سو برس کے قریب تک حضرت عیسیٰ کا دین کسی قدر زمین پر قائم رہا مگر اس زمانہ کا دین اصلی دین عیسوی تھا نہ اُس زمانہ کے عیسائی گرجاؤن مین تصویرین بناتے تھے نہ صلیب کی پرستش کرتے تھے نہ حضرت عیسے کو خدا کا بیٹا کہتے تھے نہ تثلیث کے قائل تھے نہ مشرق کی طرف نماز پڑھتے تھے نہ شراب و سور کو حلال گنتے تھے اب یونان کا ایک بادشاہ جس کا نام قسطنطین تھا جسنے اپنے نام پر شہر قسطنطنیہ بسایا ہے عیسائی ہوا یہ شخص عیسائی ہونے سے پہلے بڑا دہریہ تھا مورخون نے لکھا ہے کہ یہ شخص حیلہ کے طور پر دین عیسائی بگاڑنے کی نیت سے ظاہر مین عیسائی ہوا تھا غرض اسنے عیسائی ہوتے ہی آسمانی کتابون کے عمل کا رواج کم کر دیا عقلی قانون کی کتابین بنوا کر اُنکو رواج دیا آج کی تاریخ تک جو جو خرابیان عیسائی مذہب مین نظر آتی ہیں وہ اسی کی ہیں دنیا مین اوس تاریخ سے دین عیسائی کا زور تو ہوا مگر اوس غیر اصلی دین کا اصلی دین پر جو چند پادری اُس زمانہ مین تھے اُنکو بستیان چھوڑ کر جنگل مین رہنا پڑا ملک شام رفتہ رفتہ سب عیسائیون کے قبضہ مین ہوگیا چنانچہ حضرت عمر کی خلافت تک بیت المقدس اور تمام ملک شام عیسائیون کے قبضہ مین تھا حضرت عمر کے زمانہ مین لڑائی ہو کر ملک شام مسلمانون کے قبضہ مین آیا غرض ایک مدت تک ملک شام بنی اسرائیل کے قبضہ مین جو رہا اسکا ذکر اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے۔ سورۃ بقر مین گذر چکا ہے کہ توراۃ مین نبی آخر الزمان کے اوصاف مفصل سے موجود تھے اسلئے آپکے پیدا ہونے اور نبی ہونے سے پہلے یہود آپکو اسطرح پہچانتے

منزل ۳

تھے جس طرح اپنی اولاد کو پہچانتے تھے لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ میں آئے اور یہود نے قرآن کی وہ آیتین بھی سنین جنمین توراۃ کی تصدیق موجود تھی تو یہ لوگ فقط اس دشمنی سے آپکی نبوت کے منکر ہوگئے کہ یہ نبی آخرالزمان بنی اسمعیل میں کیون پیدا ہوئے ہماری قوم بنی اسرائیل مین کیون نہیں پیدا ہوئی اور اسی سبب سے انمین پھوٹ پڑکر عبداللہ بن سلام اور اُنکے ساتھی توراہ راست پر آگئے اور باقی کے لوگ اپنے حال پر رہے اسی کا ذکر اللہ تعالی نے فما اختلفوا حتی جاءہم العلم سے اس آیۃ میں فرمایا ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ بخت نصر اور یونانی بادشاہون کے زمانہ کی شرارتون کے علاوہ ان لوگون نے یہ بھی ایک شرارت کی کہ جان بوجھکر نبی آخرالزمان کی نبوت مین اختلاف ڈالدیا طبرانی کبیر اور اوسط مین حضرت عبداللہ بن عباس کی صحیح حدیث ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص علم دین کی کوئی بات لوگونسے چھپاویگا تو قیامت کے دن اُسکے منہہ مین آگ کی لغام دیجاویگی یہ حدیث آیۃ کے ٹکڑے ان ربک یقضی بینہم یوم القیامۃ فیما کانوا فیہ یختلفون کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جن توراۃ کے علمانے جان بوجھکر نبی آخرالزمان کے اوصاف کو چھپایا ہے قیامت کے دن اور عذاب کے علاوہ اُنکو یون بھی رسوا کیا جاویگا کہ اُنکے منہہ مین آگ کی لغام دیجاویگی صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو موسیٰ اشعری کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل کتاب مین سے جو شخص شریعت موسوی اور عیسوی کا پورا پیرو رہا اور اب شریعت محمدی کی پیروی بھی اوس نے کی اوس کو قیامت کے دن دوہرا اجر ملے گا۔ آیۃ میں جس پھوٹ اور قیامت کے دن اوس پھوٹ کے فیصلہ کا جو ذکر ہے اس حدیث سے اہل کتاب کے اُس گروہ کے اُس دن کے فیصلہ کا حال اچھی طرح معلوم ہوجاتا ہے جنہون نے پہلی اور حال دونون شریعتون کی پیروی اختیار کی ہے۔ عربی زبان مین کسی چیز کی جب تعریف کرنی منظور ہوتی ہے تو اُس چیز کے ساتھ صدق کا لفظ لگا دیتے ہین جیسے قدم صدق مبوء صدق اس سے مطلب یہ ہوتا ہے کہ صدق دلسے یہ چیز اچھی شمار کی جاتی ہے سرزمین ملک شام ایک شاداب جگہ ہے اسلیئے اُسکو مبوء صدق اور دہان کے عمدہ میوون کو ستھری چیز مین فرمایا۔

منزل ۳

فَإِنْ كُنْتَ فِي شَكٍّ مِمَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ فَسْئَلِ الَّذِينَ يَقْرَءُونَ الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكَ

سو اگر تو ہے شک مین اس چیز سے جو اتاری ہمنے تیری طرف تو پوچھ اونسے جو پڑھتے ہیں کتاب تجھسے آگے

لَقَدْ جَاءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ۝ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الَّذِينَ كَذَّبُوا

بیشک آیا ہے تجکو حق تیرے رب سے سو مت ہو شبہ لانے والا اور مت ہو اُن مین جنہون نے جھٹلایا

بِآيَاتِ اللَّهِ فَتَكُونَ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ ۝

باتین اللہ کی پھر تو بھی ہووے خراب جنپر ٹھیک آئی بات تیرے رب کی وہ نہ مانینگے

وَلَوْ جَاءَتْهُمْ كُلُّ آيَةٍ حَتَّى يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ۝

اگرچہ پہنچین اُنکو ساری نشانیان جب تک نہ دیکھین دکھہ کی مار

اوپر یہود کی پھوٹ کا حال تھا کہ اس پھوٹ مین بعضے اون مین سے راہ راست پر لگگئے اور جان گئے کہ توراۃ مین جن نبی آخرالزمان

کے اوصاف ہین بلاشک یہ وہی نبی ہین اُس ذکر کو پورا کرنے کے لئے اِن آیتوین فرمایا اے رسول اللہ کے اگر تمہین اِس مین کچھ شک ہو
کہ آیا تمہارے اوصاف تفصیل سے توراۃ مین ہین یا نہیں تو تم اون لوگون سے دریافت کرو جو اگلے رسولون کی کتابین دیکھے ہوئے
ہین کیونکہ جو اہل کتاب تم پر ایمان لاچکے ہین جیسے عبداللہ بن سلام وہ اب کوئی بات چھپانے کے نہین حضرت عبداللہ بن عباس
نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ نہ میں شک کرتا ہون اور نہ مجھے پوچھنے کی ضرورت ہے پھر اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ ای
رسول اللہ کے جو لوگ خدا کی نشانیونکو جھٹلاتے ہین تم اُنسے الگ تھلگ رہو یہ لوگ کبھی ایمان نہیں لائین گے اپنے خدا کی بات پوری
اُتری جو خدا نے ابلیس سے کہی تھی کہ تجھ سے اور تیرے ساتھیونسے دوزخ کو بھر دونگا یہ اُسوقت زبان سے ایمان کا لفظ نکالینگے
جب عذاب آتے ہوئے دیکھین گے مگر اوسوقت کے ایمان سے انکو کیا فائدہ ہوسکتا ہی - حاصل کلام یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے زمانہ مین تین طرح کے لوگ تھے کچھ تو پکے مسلمان تھے اور کچھ پکے منکر اسلام اور کچھ لوگ شک کی حالت مین تھے اور عرب کے
بت پرست لوگونکو علماء یہود کے قول کا بڑا اعتبار تھا اسلئے اہل عرب مین جو بت پرست لوگ اسلام کی جانب سے شک کی حالت مین
تھے اللہ تعالی نے اُنکے راہ راست پر لانے کا یہ راستہ نکالا کہ بطور فرض اپنے رسول کو مخاطب ٹھہراکر یہ فرمایا اے رسول اللہ کے
اگر تمہین اِس مین کچھ شک ہو کہ آیا تمہارے اوصاف تفصیل سے توراۃ مین ہیں یا نہیں تو تم اہل کتاب مین کے اون لوگون سے
اس حال کو دریافت کرو جو راہ راست پر آچکے ہین مطلب اِس فرضی خطاب سے یہی ہی کہ جس صاحب شک گروہ کا ذکر اوپر
گذرا گروہ چاہیں تو اہل کتاب سے پوچھ کر اپنا شک رفع کرلین پھر فرمایا کہ علم الٰہی مین جو لوگ گمراہ ٹھہر چکے ہیں وہ اِس راستہ سے بھی منزل ۳
بے بہرہ رہین گے اِس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہی کہ یہ راستہ امت کے خاص گروہ کے لئے نکالا گیا ہی اور یہ ارشاد فرمایا گیا ہی کہ جو
ازلی گمراہ نہیں ہیں فقط اون ہی لوگون کو یہ راستہ مفید ہوگا الغرض یہ فرضی خطاب ایسا ہی ہے جیسا سورۃ الزمر مین لئن
اشرکت لیحبطن عملک میں ہی کہ ظاہر مین خطاب تو نبی کو ہی اور حقیقت مین مشرک لوگونکو شرک کی یہ مذمت جتلائی گئی ہی کہ اگر کوئی
نبی بھی شرک کرے تو اُسکے سب عمل اکارت ہوجاوین پھر کسی دوسرے کی کیا اصل ہی صحیح بخاری و مسلم مین ابوہریرہؓ سے روایۃ ہے
جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بعضے لوگون کے دل مین شیطان یہ شک ڈالتا ہی کہ سب چیزین تو اللہ نے پیدا کین
پھر اللہ کو کسنے پیدا کیا ایسے شک کے وقت آدمی کو یہ کہدینا چاہیئے کہ مین اللہ کے خالق ہونے اور اُسکے رسولون کے سچے ہونے پر
ایمان لایا صحیح مسلم مین عثمانؓ بن ابی العاص سے روایۃ ہی جس مین عثمان کہتے ہیں شیطان اکثر طرح طرح کے شک میری نمازمین
ڈالدیا کرتا تھا مین نے اسکی شکایت جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کی تو آپنے فرمایا ایسے وقت پر تم اعوذ باللہ پڑھا کرو اور بائین
طرف تین دفعہ تھوک دیا کرو عثمان کہتے ہیں جب سے مینے اللہ کے رسول کی نصیحت پر عمل کیا اوسوقت سے میری وہ شکایت جاتی رہی
صحیح مسلم مین عبداللہؓ بن مسعود سے روایۃ ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر شخص کے ساتھ ایک فرشتہ اور ایک شیطان
تعینات ہی فرشتہ نیک خیال آدمی کے دلمین ڈالتا رہتا ہی اور شیطان طرح طرح کے شک وشبہ آدمی کے دلمین ڈالتا رہتا ہے
صحابہ نے پوچھا کہ حضرت کیا آپکے ساتھ بھی شیطان تعینات ہی آپ نے فرمایا کہ ہان تعینات تو ہی لیکن اللہ تعالی کی یہ مدد میرے

حق مین ہی کہ مین اُسکے بدخیال اور شک وشبہ سے محفوظ ہون اوپر یہ جو گزرا کہ آیہ مین شک کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جو کی گئی ہی وہ فرضی طور پر ہے حقیقی طور پر نہیں ہی اُسکی تائید ان صحیح حدیثون سے ہوتی ہی کیونکہ ان حدیثون کے موافق ہر طرحکا اعتقادی وعملی شک شیطان آدمی کے دل مین ڈالتا ہی جس سے اللہ کے رسول محفوظ ہین پھر آپکے دل مین کسی طرح کے شک کے پیدا ہونے کا کوئی موقع دنیا مین باقی نہین رہا۔ سورہ اعراف مین گذر چکا ہی کہ جب شیطان ملعون ٹھہرایا جاکر آسمان سے اوتارا جانے لگا تو اوسنے بنی آدم کے بہکانے کی قسم کہائی اُسکے جواب مین فرمایا کہ جو کوئی تیرے بہکاوے مین آویگا وہ بھی تیرے ساتھ دوزخ مین جاویگا اسی کو یہان فرمایا کہ علم الٰہی مین جو لوگ شیطان کے پیرو ٹھہر چکے ہین وہ کسی نصیحت سے راہ راست پر نہ آوینگے اور آخر کو وعدہ الٰہی کے موافق وہ دوزخ مین شیطان کے ساتھی ٹھہرین گے۔

فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ آمَنَتْ فَنَفَعَهَا إِيمَانُهَا إِلَّا قَوْمَ يُونُسَ لَمَّا آمَنُوا كَشَفْنَا

سو کیون نہوئی کوئی بستی کہ یقین لاتی پھر کام آتا اُنکو یقین لانا مگر یونس کی قوم جب وہ یقین لائے کھولدیا ہمنے

عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنَاهُمْ إِلَىٰ حِينٍ ۝

اُنپر سے ذلت کا عذاب دنیا کے جیتے اور کام چلایا اُونکا ایک وقت تک

اوپر ذکر تھا کہ یہ نافرمان لوگ جب تک آنکھون سے عذاب کو دیکھہ نہ لیوین گے اُسوقت تک ایمان نہ لاوین گے اس آیہ مین فرمایا کہ عذاب آتے ہوئے دیکھکر ایمان لانے سے کسی قوم کو کسی بستی مین عذاب سے رہائی نہین ہوئی مگر یونس علیہ السلام کی قوم کو انکا پورا قصہ سورہ صافات مین آئیگا لیکن صحیح طور پر عبداللہ بن مسعود کی روایت سے جو قصہ مسند امام احمد مصنف ابن ابی شیبہ مین ہی اُسکا خلاصہ یہ ہی کہ یونس نے اپنی قوم کو ایمان لانے کو کہا اونھون نے انکار کیا اِسلئے یونس علیہ السلام نے اُنسے کہا فلان روز تمپر عذاب آئیگا اور خود وہان سے نکلکر چلے گئے اُنکی قوم بغداد کی سرزمین شہر موصل کی ایک بستی نینوی میں رہتی تھی جب اُن لوگون نے دیکھا کہ کالے کالے ابر دھوئین کی طرح شہر کے چارون طرف چلے آرہے ہین تو یہ قوم توبہ بنی کے ہو ہی چکی تھی یونس علیہ السلام چلے ہی گئے تھے یہ سب اکٹھے ہوکر میدان میں جمع ہوگئے بچون کو عورتون سے جدا کردیا اور اسی طرح چارپاؤن کے بچون سے چارپاؤن کو الگ الگ کردیا اور خدا سے عاجزی کرنے لگے اور خوب گڑگڑائے جس سے اللہ تعالی کو رحم آگیا اور اوسنے عذاب کو پھیر دیا حضرت عبداللہ بن عباس کہتے ہین کہ اس قوم کے اور عذاب کے درمیان میں دو تہائی میل کا فاصلہ باقی رہ گیا تھا بعضے مفسرون نے یہ بھی بیان کیا ہی کہ عاشورے کے دن جمعہ کے روز یہ عذاب آیا تھا عبداللہ بن مسعود کی روایت مین یہ بھی ہی کہ یونس علیہ السلام کے زمانے مین جھوٹے شخص کی سزا قتل ٹھہری ہوئی تھی اِسلئے جب وقت مقررہ پر عذاب آیا تو یونس علیہ السلام نے قتل کے اندیشہ سے بڑا سفر اختیار کیا اور ایک کشتی مین بیٹھے وہ کشتی نہ چلی حضرت یونس علیہ السلام نے اون کشتی والوں سے کہا کہ اس کشتی مین اپنے آقا سے بھاگا ہوا ایک غلام ہی جب تک اُسکو تم لوگ دریا مین نہ ڈالوگے اوسوقت تک یہ کشتی نہیں چلے گی اِسپر اون لوگون نے قرعہ ڈالا اور تین دفعہ قرعہ حضرت یونس علیہ السلام کے نام پر نکلا آخر یونس علیہ السلام نے اپنے آپکو دریا مین ڈالدیا اور اونکو ایک مچھلی نگل گئی باقی قصہ

منزل ۳

کی روایتین سورہ والصافات مین اصل قصہ کی تفسیر ہین آوین گین سورہ والصافات مین یہ بھی آویگا کہ مچھلی کے پیٹ سے نکلنے کے بعد اُس قوم کی ہدایت کیلئے حضرت یونس علیہ السلام پھر مامور ہوئے سورہ انبیا مین آویگا کہ لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین کی برکت سے یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ سے نجات پائی مسند امام احمد ترمذی نسائی مستدرک حاکم مین سعد بن ابی وقاص سے روایت ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یونس علیہ السلام کی اس دعا مین اسم اعظم ہے اسلئے اسکو پڑھکر جو دعا مانگی جاویگی وہ قبول ہوگی حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہی۔

وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَآمَنَ مَنْ فِي الْأَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيعًا ۚ أَفَأَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتَّىٰ يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ۝

اور اگر تیرا رب چاہتا یقین ہی لاتے جتنے لوگ زمین میں ہیں سارے تمام اب کیا تو زور کریگا لوگو پر کہ ہوجاوین باایمان

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تُؤْمِنَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ۝

اور کسی جی کو نہین ملتا کہ یقین لاوے مگر اللہ کے حکم سے اور وہ ڈالتا ہے گندگی اوپر جو نہیں بوجھتے

منزل ۳

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسبات کی حرص تھی کہ سارے لوگ مسلمان ہوجاوین اسپر اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ کیا تم زبردستی لوگونکو مومن بنانا چاہتے ہو تمہین یہ نہیں معلوم کہ بغیر حکم خدا کے کوئی ایمان نہیں لا سکتا یہ بات غیر ممکن ہی کہ سب کے سب مومن ہوجاوین یہ خدا کی مشیت کے خلاف ہی اگر خدا چاہتا تو سارے جہان کو مومن بنا دیتا مگر اسکا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہے جن لوگونمین عقبی کی بہبودی کے سمجھنے کا مادہ نہیں ہی خدا کی دلیلون مین حجت نکالتے ہیں وہ کیونکر ایمان لا سکتے ہیں۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن عمرو بن العاص کی یہ حدیث اوپر گذر چکی ہی کہ دنیا کے پیدا ہونے سے پچاس ہزار برس پہلے جو کچھ دنیا مین ہورہا ہی اللہ تعالی نے وہ سب لوح محفوظ مین لکھ لیا ہی یہ حدیث ان دونون آیتونکی گویا تفسیر ہے کیونکہ آیتون اور حدیث کو ملاکر یہ مطلب قرار پاتا ہی کہ اگر اللہ چاہتا تو مکہ کے یہ سارے مشرک بت پرست راہ راست پر آجاتے لیکن اللہ تعالی کو یہ اس لئے منظور نہیں ہی کہ دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے علم الٰہی کے موافق جہان اور سب کچھ لوح محفوظ مین لکھا گیا ہی وہان یہ بھی لکھا گیا ہے کہ دنیا مین پیدا ہونے کے بعد ان مشرکون مین سے کچھ لوگ قرآن کی نصیحت پر نہ دھیان کرین گے نہ راہ راست پر آوین گے بلکہ شرک کی حالت میں دنیا سے اوٹھ جاوینگے اور اونکا ٹھکانا دوزخ ٹھہریگا اسواسطے کسی کو مجبور کرکے راہ راست پر لانے کا اللہ کا حکم نہیں ہی اور بغیر اللہ کے حکم کے نہ کوئی مجبور ہوسکتا ہی نہ راہ راست پر آسکتا ہی جس کے معنے اکثر مفسرون نے عذاب کے لئے ہین اور بعضون نے شرک کی گندگی کے ترجمہ مین پہلا قول لیا گیا ہی۔

قُلِ انْظُرُوا مَاذَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَمَا تُغْنِي الْآيَاتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ ۝

تو کہہ دیکھو تو کیا کچھ ہے آسمانون مین اور زمین میں اور کچھ کام نہین آتین نشانیان اور ڈرانے والے اُن لوگونکو جو نہیں مانتے

فَهَلْ يَنْتَظِرُونَ إِلَّا مِثْلَ أَيَّامِ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ قُلْ فَانْتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُمْ مِنَ

سو اب کچھ راہ دیکھتے ہیں مگر ان ہی کے سے دن جو ہوچکے ہیں اُنسے پہلے تو کہہ اب راہ دیکھو مین بھی تمہارے

الْمُنْتَظِرِيْنَ ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

ساتھہ راہ دیکھتا ہون پہر ہم بچا دیتے ہین اپنے رسولونکو اور جو ایمان لائے اسی طرح ذمہ ہے ہمارا بچا دینگے ایمان والونکو

اوپر منکرین قیامت کی کم عقلی کا ذکر تہا ان آیتون مین اونکو عقل سے کام لینے پر آمادہ کیا اور فرمایا کہ اے رسول اللہ کے تم ان لوگون سے کہدو کہ زمین و آسمان مین کیا کچہہ نہیں ہی اگر تم لوگ غور اور فکر کرو تو بات بات سے سمجہہ لو کہ خدا کی خدائی مین تمہارے بتون کو کچہہ دخل نہیں ہے چاند سورج دن کا ہونا رات کا ہونا اندہیری راتون مین ستارونکا نکلنا راتونکو سفر کرنیوالونکو کیسا مفید ہے کہ وہ ستارون کو دیکہکر سمت دریافت کر لیا کرتے ہیں پہر بارش کا ہونا کہیتونکو سرسبز کرنا کیسا فائدہ مند ہی غرضکہ ہوشیار آدمی درختون کے پتہ تک سے خدا کی وحدانیت کا پتہ لگا لیتا ہی پہر فرمایا کہ یہ قدرت کی سب نشانیان اوسی کو بکار آمد ہین جو ایمان بہی لاوے اور جو ایمان لانے والے نہیں ہین یہ نشانیان اونہین کیا فائدہ پہونچائین گی کیونکہ ان لوگونکو بہی اوسی روز بد کا انتظار ہی جیسے اگلے رسولونکی قوم کو تہا کہ اپنے رسول کو جہٹلاتے رہے اور آخر ایک روز اُنپر عذاب آیا اور وہ اوس سے بچ نہ سکے اگر یہ بہی اسی کے منتظر ہین تو لہذا کہ کان اور آنکہین اوسی کی راہ اور آواز پر رکہو ہم بہی تمہارے ساتھہ بیٹہے انتظار کر رہے ہین اور یہ یاد رکہو کہ خدا کا عذاب جب آتا ہی تو وہ اپنے رسول اور مومنونکو بچا لیتا ہی اور رسول کے جہٹلانے والونکو ہلاک کر دیتا ہی خدا نے اپنے ذمہ یہ بات ضروری ٹہرائی ہی کہ وہ مومنونکو نجات دیگا اور پناہ مین رکہے گا اور نافرمان لوگونکو ایک دن عذاب مین گرفتار کریگا - صحیح بخاری وغیرہ کے حوالہ سے انسؓ بن مالک کی یہ روایۃ سورہ انفال مین گذر چکی ہی کہ ابوجہل وغیرہ نے اپنی سرداری کے غرور مین یہ دعا مانگی تہی کہ یا اللہ اگر یہ قرآن اور دین اسلام سچ ہو اور ہم اسکو نہ مانتے ہون تو ہمپر تہپروں کا مینہہ برسے یا اور کوئی عذاب ہمپر آجاوے اسیطرح صحیح بخاری مین انسؓ بن مالک کی حدیث ہی کہ بدر کی لڑائی مین جب ابوجہل سخت زخمی ہو کر زمین پر گر پڑا تہا تو عبداللہؓ بن مسعود نے غصہ سے اسکی ڈاڑہی پکڑ لی ان حدیثونکو آیتونکی تفسیر مین بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ عذاب کے آنے سے پہلے جب مشرکین مکہ کو عذاب سے ڈرایا جاتا تہا تو سرکشی کر کے عذاب کے آنیکی خود دعا مانگتے تہے اور جب ان کی آیتونکے وعدہ کے موافق ہجرت کے بعد عذاب آگیا تو انکے بڑے بڑے سردارون کی ساری عزت اور سرکشی خاک مین مل گئی ابوجہل جیسے سرکش سردار کی ڈاڑہی پکڑی جاوے اور کوئی حمایت کو نہ کہڑا ہوا اس سے زیادہ عزت اور سرکشی اور کیا خاک مین مل سکتی ہی ان حدیثون سے یہ تفسیر بہی ہو سکتی ہی کہ جس طرح آیتون مین ذکر تہا آخر وہی ہوا کہ مکہ کے سرکش ازلی گمراہ لوگ اپنی سرکشی کے سبب سے عقل کو کچہہ کام مین نہ لا سکے نہ قدرت الٰہی کی کسی نشانی سے کچہہ فائدہ اوٹہا سکے اور آیتون کے وعدہ کے موافق انکا جو کچہہ انجام ہوا وہ اونہون نے اور سب نے آنکہون سے دیکہہ لیا -

منزل ۱

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ

تو کہہ اے لوگو اگر تم شک مین ہو میرے دین سے تو مین نہین پوجتا جنکو تم پوجتے ہو اللہ کے سوائے

اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰىكُمْ ۖ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۙ

لیکن مین پوجتا ہون اللہ کو جو تمکو کھینچ لیتا ہے اور مجکو حکم ہے کہ رہون ایمان والون مین

وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا ۚ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۝

اور یہ کہ سیدہا کر مونہہ اپنا دین پر حنیف ہوکر اور مت ہو شرک والون مین

ان آیتون مین یہ حکم ہی کہ اے رسول تم اپنے دین اور ان مشرکون کے دین مین فرق تبلادو کہ جو دین مین لیکر آیا ہون اگر تم اوس کو صحیح نہیں جانتے اور اس مین شک کرتے ہو تو سن لو کہ تم خدا کے سوا جنکی جنکی عبادت کرتے ہو ہم آنکی ہرگز عبادت نہین کرینگے ہم تو اوس خدا کی عبادت کرتے ہین جو بالکل اکیلا ہی اسکا کوئی شریک نہین ہی اوسی کے قبضہ مین تمہاری جان ہی اوسنے پیدا کیا ہی اور وہی تمہین موت کا بھی مزا چکھائیگا اور پھر یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ تمہارے دل پر جس کا پورا پورا اختیار ہی وہ آسانی سے تمپر عذاب کرسکتا ہی اور یہ تمہارے معبود جنکی تم عبادت کرتے ہو یہ کسی کو کوئی نفع اور نقصان نہین پہونچا سکتے اور مجھے اللہ نے یہ حکم دیا ہی کہ مین ہمیشہ خالص اللہ کی عبادت کرون اور مشرکون کے زمرہ سے الگ رہون صحیح بخاری وغیرہ کے حوالہ سے عبداللہ بن مسعود کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ جب مشرکین مکہ نے بہت سرکشی اختیار کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگون کے حق مین یہ بددعا کی کہ ان پر ایسا قحط پڑے جیسا قحط یوسف علیہ السلام کے زمانہ مین پڑا تھا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا سے مکہ مین اس طرح کا قحط پڑا کہ لوگ ہڈیان مردار جانورون کی کھال اور مردار جانور کھا کر زندگی بسر کرتے تھے اس قحط کے زمانہ مین ان مشرکون نے اپنے تئون سے مینہہ کے برسنے کی بہت کچھہ التجا کی مگر کچھہ نہوا آخر ابوسفیان نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے التجا کی اور آپکی دعا سے اللہ تعالی نے مینہہ برسایا اس حدیث کو آیتونکی تفسیر مین بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہی کہ ایسے بڑے بڑے معجزے دیکھنے کے بعد اسلام کے حق ہونے مین مشرکین مکہ کی ایک شک کی حالت تھی اسپر فرمایا اے رسول اللہ کے تم ان لوگون سے کہدو کہ مثلاً قحط کے وقت کے تجربہ کے بعد تم لوگون کو بت پرستی کے حق ہونے مین یہ شک کرنا چاہئے کہ تبھی جب ایک قحط کی تکلیف بھی رفع نہ ہوسکی تو پھر وہ اور کیا کرسکتے ہین رہا اسلام اس کا حال تو تمکو معلوم ہوچکا کہ اس قحط کے وقت مذہب اسلام کے رسول نے تمہین کیا فائدہ پہونچایا اس فہمائش کے بعد بھی یہ لوگ نہ مانین تو اپنی توحید کا اور شرک سے بیزاری کا حال انکو جتلادو تاکہ قحط کے وقت کی مدد کی طرح آئندہ انکو تم سے پھر کسی مدد کی توقع نرہے حنیف کے معنے شرک سے بیزار۔

منزل ۳

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُكَ وَلَا یَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝

اور مت پکار اللہ کے سوا ایسے کو کہ نہ بھلا کرے تیرا نہ برا پھر اگر تو نے یہ کیا تو تو ہی اسوقت ہی گنہگاروں مین

اس آیۃ مین اللہ تعالی نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرکے یہ فرمایا ہی کہ جسکے ہاتھہ مین کچھہ نفع و نقصان نہ ہو اسکو مدد کی غرض سے پکارنا اور اسکی پرستش کرنا بیفائدہ اور بڑے ظلم اور ستم کی بات ہی کیونکہ جس اللہ نے پیدا کیا اور جس اللہ کی قدرت مین بندہ کا نیک و بد نفع و نقصان سب کچھہ ہی اوس پروردگار کو چھوڑ کر بے نفع و نقصان کی چیزونکو اپنا معبود

بنانا اس سے بڑھکر دنیا مین کوئی ظلم اور ستم نہین ہی اس آیۃ کے مطلب مین بظاہر یہ خطاب تو اللہ تعالی نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا ہی اور در اصل مکہ کے بت پرست لوگون کو یہ مطلب سمجھایا ہی کہ اپنے پیدا کرنے والے معبود حقیقی کو چھوڑکر جو لوگ پتھون کی پرستش کرتے ہین وہ لوگ بڑے ظالم اور ستمگار ہین آگے کی آیۃ مین اس مطلب کے ثابت کرنے کی دلیل یہ بیان فرمائی ہے کہ اللہ تعالے کی طرف کی غیب کی تکلیف اور راحت کا بدلنا جبکہ دنیا میں ہر ایک کے اختیار سے باہر ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ سوا اللہ تعالی کے کسی کو معبود بنے کا حق نہین ہی اور جو لوگ بغیر کسی حق اور استحقاق کے سوا اللہ تعالی کے اور چیزونکو معبود قرار دیتے ہین وہ بڑے ظالم اور ستمگار ہین مسند امام احمد اور ترمذی مین حضرت عبد اللہ بن عباس کی حدیث گویا ان آیتونکی تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن عباس کو نصیحت کرتے وقت یہ فرمایا کہ ہر طرح کی مدد کی خواہش تجھکو اللہ تعالی سے ہی کرنی چاہیئے کیونکہ تمام دنیا تجھکو ضرر پہونچانا چاہے یا نفع جب تک اللہ کی مرضی نہ ہو نہ کوئی تجھکو کچھ نفع پہونچا سکتا ہی نہ کچھ ضرر پہونچا سکتا ہی ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہی۔

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ۚ

اور اگر پہنچاوے تجکو اللہ کچھ تکلیف تو کوئی نہیں اوسکو کھولنے والا اسکے سوائے اور اگر چاہے تجھپر کچھ بھلائی تو کوئی پھیرنے والا

يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝

پہنچاوے وہ جسپر چاہے اپنے بندون مین اور وہی ہے بخشنے والا مہربان

منزل ۳

اس آیۃ میں اللہ تعالی نے اپنے رسول کو مخاطب ٹہراکر بت پرستون کو یہ سمجھایا ہی کہ اگر تمپر کوئی آفت آجاوے تو خدا کے سوا کوئی اوسکو ٹال نہین سکتا اور اگر خدا تمہارے ساتھہ بھلائی کا ارادہ کرے تو کسی کا مقدور نہیں کہ اوسے روک سکے خدا اپنے بندون مین سے جسپر چاہتا ہی فضل کرتا ہے وہ بڑا غفور الرحیم ہی عبد اللہ بن مسعود کی حدیث جو اوپر گذر چکی اوسکو اس آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ مکہ کا قحط کیوقت جبتک اللہ کی مدد شامل حال نہوئی ان بت پرستونکے تہونسے کچھہ نہ ہوسکا۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاۗءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا

تو کہہ اے لوگو آچکا حق تمکو تمہارے رب سے اب جو کوئی راہ پر آوے سو وہ راہ پاتا ہی اپنے بھلے کو اور جو کوئی بہولا پھرے

يَضِلُّ عَلَيْهَا ۭ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ۝ وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ۝

بہولا پھریگا اپنی بری کو اور مین تمپر نہین ہون نگہبان اور تو چل اسی پر جو حکم پہنچے تیری طرف اور ثابت رہ جب تک فیصلہ کرے اللہ اور وہ سب سے

آنحضرت کو اس آیۃ میں حکم ہوا کہ آپ لوگونسے کہدین کہ جو دین اور کتاب میں لیکر آیا ہون وہ بالکل حق ہی اسمین کوئی شک اور شبہ نہین ہی جو اس سے ہدایت پائیگا وہ اپنے ہی جان کے لئے پائے گا اور اپنا آپ فائدہ اوٹھائیگا وہ مجھ سے نکا اس میں کچھہ حصہ نہیں اور جو اسکو نہ مانیگا اور گمراہ کا گمراہ ہی رہیگا اسکا وبال اوسی کی گردن پر ہوگا اور مجھکو اوس سے کوئی علاقہ نہیں اور مین تم لوگونکا کوئی وکیل و مختار نہیں ہون کہ سبہی کو ایماندار بنادون مجھے تو خدا نے راستہ بتانے کو بھیجا ہی جو خدا کا پیغام ہی وہ تمہین پہونچا دیتا ہون اب آگے

تم جانو اور خدا جانے۔ اور پھر خاص حضرت کو خدا نے یہ حکم کیا کہ آپ تو وحی کے تابعدار بنے رہیں اور جب تک خدا اون لوگونکا کوئی فیصلہ نہ کرے آپ صبر کئے رہیں وہ بڑے انصاف کے ساتھ انصاف کرنیوالا حاکم ہی امام سیوطی کا قول ہی کہ حضرت صبر کئے رہے پھر خدا کا حکم ہوا کہ ان مشرکونسے جنگ کرو اگر ایمان لائیں تو خیر ورنہ قتل کر ڈالو۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے مغیرہ بن شعبہ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ادنی ادنی اہل جنت کو اس قدر سامان دیا جاویگا جو دنیا کی پانچ بادشاہتون کے برابر ہوگا اور اعلی درجہ کے اہل جنت کے سامان کا حال اللہ تعالی کو ہی خوب معلوم ہے نہ کسی نے وہ آنکھونسے دیکھا نہ کانونسے سنا نہ اسکا تصور کسی کے دلمین گذر سکتا ہی۔ یہ حدیث فمن اہتدی فانما یہتدی لنفسہ کی گویا تفسیر ہی صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے انس رض بن مالک کی حدیث ایک جگہ گذر چکی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن اور اسلام کے منکر لوگ دوزخ کے عذاب سے گھبراکر تمام دنیا کے برابر سونے کو بدلہ مین دینا اور اوس عذاب سے نجات کا حاصل کرنا چاہیں گے لیکن نہیں یہ حدیث ومن ضل فانما یضل علیہا کی گویا تفسیر ہے صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن مسعود کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی کہ ابوجہل اور اسکے چند ساتھیون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کی حالت مین دیکھکر آپکی پیٹھ پر نجاست کی بھری ہوئی اوجھڑی ڈالدی۔ عبداللہ بن مسعود اس روایت میں یہ بھی کہتے ہیں کہ ان اوجھڑی ڈالنے والونمین سے اکثر لوگ بدر کی لڑائی مین مشرک مارے گئے اور مینے انکی لاشونکو دیکھا یہ حدیث واصبر حتی یحکم اللہ وہو خیر الحاکمین کی گویا تفسیر ہے۔

منزل ۳

سُوْرَةُ هُوْدٍ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ مِائَةٌ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | ثَلٰثٌ وَعَشْرُوْنَ اٰيَةً وَعَشْرُ رُكُوْعَاتٍ

معتبر سند سے ترمذی اور مستدرک حاکم مین حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہی کہ حضرت ابوبکر صدیق نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک روز کہا کہ حضرت آپ تو جلدی بڈھے ہوگئے آپنے فرمایا مجھکو سورہ ہود اور سورہ واقعہ اور سورہ والمرسلات اور سورہ عم یتسآءلون اور سورہ اذا الشمس کورت نے بڈھا کردیا حاصل یہ ہی کہ ان سورتون میں حالات قیامت کا ذکر ہی اون حالات کے سننے سے آپکے دلپر ایسا اثر خوف کا ہوا جس خوف اور اندیشہ کے اثر نے آپکو ضعیف کردیا کیونکہ آدمی ہر وقت کے اندیشہ سے جلدی ضعیف ہوجاتا ہی امت کے اون غافلونکو اس حدیث کے مضمون پر ذرا غور کرنا چاہیئے جو قیامت کے حساب و کتاب سے بالکل غافل ہیں اور سوچنا چاہیئے کہ قیامت ایسی ایک اندیشہ کی چیز ہی جس کی اندیشہ نے باوجود نبی ہونے کے نبی وقت کو بڈھا کردیا اسی مضمون کی ایک حدیث صحیح سند سے عقبہ رض بن عامر کی روایت سے تفسیر ابن مردویہ اور طبرانی مین بھی ہی یہ سورہ مکی ہی اگرچہ بعضے سلف نے اس میں کچھ آیتیں مدنی قرار دی ہیں لیکن اس تفسیر کے مقدمہ مین یہ گزر چکا ہی کہ جس سورہ کی شروع کی آیتین مکی ہون وہ ساری سورہ مکی کہلاتی ہی۔

الٓرٰ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۙ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ

کتاب ہے کہ جانچ لی ہیں باتین اوسکی پھر کھولی گئی ہیں ایک حکمت والے خبردار کے پاس سے کہ نہ پوجو مگر اللہ کو

اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ ۙ وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا

میں تمکو اسی کی طرف سے ڈر سنانے والا اور خوشخبری پہونچاتا ہون اور یہ کہ گناہ بخشواؤ اپنے رب سے پھر رجوع لاؤ اسکی طرف کہ برتوے تمکو

حَسَنًا إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى وَيُؤْتِ كُلَّ ذِي فَضْلٍ فَضْلَهُ ۖ وَإِن تَوَلَّوْا فَإِنِّي أَخَافُ

ایک وعدے مقرر تک اور دیوے ہر زیادتی والونکو زیادتی اپنی اور اگر تم پھر جاؤگے تو ڈرتا ہون

عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيرٍ ۝ إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ ۖ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

تمپر ایک بڑے دن کی مار سے اللہ کی طرف ہے تمکو پھر جانا اور وہ ہر چیز پر قادر ہے

الر بھی حروف مقطعات میں سے ہی جسکے معنے سوائے خدا کے اور کسی کو نہیں معلوم ہیں جیسے الم وغیرہ چنانچہ اسکی تفصیل سورہ بقر اور سورہ آل عمران میں گذر چکی ہی ان آیتونمیں اللہ پاک نے قرآن مجید کی تعریف بیان فرمائی ہی کہ یہ کتاب ایسی ہی کہ اسکی کل آیتیں شروع سے آخر تک بالکل مضبوط ہیں جیسے ایک دیوار کی بنیاد کہ کبھی اس میں ردو بدل ہو نیوالا نہیں ہی جیسے پہلی کتابیں توریت و انجیل غیرہ کہ ایک کے بعد ایک منسوخ ہوتی گئیں پہلے یہ کتاب لوح محفوظ میں تھی پھر اللہ پاک نے اپنے سچے رسول پر تفصیل کے ساتھ اسکو نازل فرمایا اور حرام حلال کی تفصیل تبلادی جو قیامت تک قائم رہیگی فرمایا کہ تم لوگ سوائے خدا کے اور کسی کی بندگی نکرو صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباس اور ابوہریرہ رض سے روایت ہی کہ ایک روز حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کوہ صفا پر جو مکہ میں ہی چڑھ گئے اور اپنے قبیلے قریش کے ہر رشتہ دار دنمیں سے پہلے نزدیک کے رشتہ والون پھر دور کے رشتہ دارون کو پکارا جب سب جمع ہوگئے تو فرمایا اے قریش کے گروہ اگر میں تمکو اسبات کی خبر دون کہ صبح کو ایک بہت بڑا لشکر جسمیں بے شمار سوار اور پیادہ ہونگے تمپر چڑھائی کریگا تو تم مجھے سچا جانوگے اون سب نے ایک زبان ہو کر کہا ہمنے تمہاری کوئی بات جھوٹی نہیں دیکھی آپنے فرمایا کہ میں تمہیں خدا کے عذاب سے ڈراتا ہون اور اسکے جنت کی خوشی سناتا ہون کہ جو باتیں گزر چکیں اور جو کچھ تم پہلے کر چکے اس سے استغفار کرو اور آیندہ کیلئے توبہ کرو خدا اس کا نفع تمہیں دنیا میں بہت ہی اچھا دیگا تمہارے رزق بڑھائیگا عیش و آرام میں رکھیگا اور آخرت میں ہر شخص کے عمل کیموافق دس گونہ فضل کریگا یہ حدیث نذیر و بشیر کی گویا تفسیر ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یوت کل ذی فضل فضلہ کی تفسیر میں یہ بیان کیا ہی کہ جو شخص ایک برائی کرتا ہی اسکی ایک برائی لکھی جاتی ہی اور جو ایک نیکی کرتا ہی اسکی دس نیکیان لکھی جاتی ہیں اگر اسنے کوئی برائی کی اور دنیا میں کوئی سزا نہ پائیگی تو اسکی دس کی دس نیکیان آخرت میں ملینگی اور اگر دنیا میں کوئی سزا نہیں ہوئی تو ایک نیکی ان دس میں سے اس ایک برائی کا کفارہ ہوجائیگی اور نو نیکیان باقی رہیں گی پھر فرمایا اے رسول اللہ کے ان لوگونسے یہ بھی کہدو کہ اگر تم شرک سے توبہ اور استغفار نکروگے تو مجھے خوف ہی کہ قیامت کے دن تمپر عذاب ہو کیونکہ جب تم لوگ مرجاؤگے تو پھر ایکدن خدا تمہیں زندہ کریگا اور تمہارے اعمال کا پورا بدلہ دیگا وہ ہر شے پر پوری پوری قدرت رکھتا ہی چنانچہ اپنی اسی قدرت کاملہ کے سبب سے اسنے تمکو نیست سے ہست کیا اب مرجانیکے بعد اگر تم ویسے ہی نیست ہوجاؤ تو پھر دوبارہ تمہیں نیست سے ہست کرنا اور نیک و بد کی جزا و سزا کا کرنا اسکی قدرت سے کسیطرح باہر نہیں ہی بغیر کسی سند کے تم جو اسکی منکر ہو یہ تمہاری نادانی ہی کیونکہ جو کام ایک دفعہ ہو چکا پھر دوبارہ اسکا ہو جانیکا انکار کرنا کسی صاحب عقل کا کام نہیں ہی صحیح بخاری کے حوالہ سے ابوہریرہ رض کی حدیث قدسی ایک جگہ گذر چکی ہی جسمیں اللہ تعالی نے فرمایا ہی کہ پہلی دفعہ کی پیدائش کو آنکھوں سے دیکھکر انسان نے دوسری دفعہ کی پیدائش کا جو انکار کیا اور اس انکار سے میرے کلام کو جھٹلایا یہ بات انسان کی انتہا درجہ کی بیوقوفی ہی یہ حدیث آخری آیۃ کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہی کہ اپنی پہلی پیدائش کو آنکھوں سے دیکھکر یہ منکرین حشر بغیر کسی سند کے حشر کا

منزل ۲

جو انکار کرتے ہیں یہ انکی شان سے بعید ہی۔

اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ ۭ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ ۙ

سنتا ہے وہ دوہرے کرتے ہیں اپنے سینے کہ پردہ کریں اس سے سنتا ہے جسوقت اوڑھتے ہیں اپنے کپڑے

يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝

وہ جانتا ہے جو چھپاتے ہیں اور جو کہولتے ہیں وہ تو جاننے والا ہے جیون کی بات

اس آیۃ کی شان نزول کئی طرحسے بیان کی گئی ہی ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ لوگ آسمانکی طرف منہہ کرنا اُس حالتمین کہ انکے شرمگاہ کھلے ہون مکروہ جانتے تھے اُسپر یہ آیۃ اُتری ہی بخاری نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے یون روایۃ کی ہی کہ مرد اپنی عورت سے صحبت کرتا تھا تو آسمانکو نہین دیکھتا تھا اپنا منہڈ ہانک لیتا تھا اُسکے حق میں یہ آیۃ آئی۔ مجاہد کہتے ہیں کہ جب مشرک لوگ کوئی بُری بات کرنے یا کوئی بدعمل کرنے کو کھڑے ہوکر کرتے اور یہ گمان کرتے تھے کہ ہم اسکو خدا سے پوشیدہ رکھتے ہیں اسپر اللہ نے فرمایا کہ جب یہ رات کو اندھیرے مین سو جاتے ہیں اور کپڑون مین لپٹے ہوئے ہوتے ہیں اوسوقت بھی خدا اُنکے ہر ایک چھپی اور کھلی بات کو جانتا ہی بعضون نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ کافر جب مخالفت کی کوئی بات گھر مین بیٹھکر کہتے تھے اور اُسکا جواب قرآن مین اوترتا تھا تو یہ گمان کرتے تھے کہ دیوار کے پیچھے کوئی اکر سن جاتا ہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جاکر کہدیتا ہی اس خیال سے وہ کپڑے اوڑھکر اور جھک کر کلام کیا کرتے تھے اسپر یہ آیۃ اوتری اور فرمایا کہ خدا سے کوئی بات پوشیدہ نہیں رہ سکتی وہ تو دل کے اندر کی باتو کو جانتا ہی۔ اوپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آیۃ مین ذکر نہیں ہی اسلیے پچھلے قول کو تو حافظ ابو جعفر ابن جریر نے اپنی تفسیر مین ضعیف ٹہرایا ہی صحیح بخاری مسلم اور ترمذی مین عبداللہ بن مسعود سے روایۃ ہی کہ کعبہ مین تین مشرکون نے آپسمین چپکے چپکے کچھہ باتین کین پہر ایک نے دوسرے سے کہا کیا اللہ نے ہماری یہ باتین سن لی ہونگی اُسنے کہا جو بات ہم پکار کر کرین وہ اللہ سنتا ہی اور جو چپکے سے کرین وہ نہیں سنتا تیسرے نے کہا اگر اللہ سنتا ہی تو سب باتیں سنتا ہی اوپر کی سب قولون مین مجاہد کا قول اس صحیح حدیث کے موافق ہی کہ مشرکین مکہ انسان کے دیکھنے سننے کو دیکھکر یہ اعتقاد رکھتے کہ اللہ تعالی کا سننا دیکھنا ایسا ہی ہی کہ آڑمیں کی چیز کو نہ وہ دیکھتا ہی نہ چپکے چپکے سے باتین کرنیکو وہ سنتا ہی اسواسطے اللہ تعالی نے اوپر کی آیۃ مین ان لوگونکے حشر کی انکار کی نادانی کا مبہم طور پر ذکر فرماکر اس آیۃ مین اُنکی ایک کھلی کھلی نادانی کا ذکر فرمایا اور فرمایا کہ کسی کام کو آڑ مین کرنیسے پہلے انکی دلمین اُسکے کرنیکا ارادہ جو ہوتا ہی اللہ تو اُس تک کو جانتا ہی کیونکہ دل اور اوسکا ارادہ یہ سب اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزین ہیں حاصل کلام یہ ہی کہ غائب کا قیاس حاضر پر بالکل غلط ہی جسطرح مثلاً مکہ مین مینہہ برستا ہوا دیکھکر یہ قیاس کرلینا کہ اسوقت مدینہ مین بھی مینہہ برس رہا ہوگا سراسر ایک غلط قیاس ہی اسیطرح دنیا کی بعض بعض باتو پر قیاس کرکے بغیر دیکھے بھالے ان لوگونکا حشر کا انکار یا اللہ کے دیکھنے سننے کا انہ دیکھنے سننے پر قیاس ان لوگونکی نادانی کی باتین ہیں مسند بزار طبرانی وغیرہ کے حوالہ سے انس بن مالک کی ایک صحیح روایۃ گذر چکی ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن جب لوگونکے اعمال کے کھوجا دینگے تو اللہ تعالی بعضے عملونکو مقبول قرار دیلیگا اور بعضونکو نامقبول یہ حالت دیکھکر فرشتے عرض کرینگے یا اللہ ان نامقبول عملونمین ظاہر تو کوئی خرابی نہین معلوم ہوتی ہی کہ جواب ہی اللہ تعالے فرمادیگا تمکو معلوم نہیں تیسے عمل خالص نیت سے نہین کئے گئے یہ حدیث انہ علیم بذات الصدور کی گویا تفسیر ہے

منزل ۳

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ۝

اور کوئی نہیں پاؤں چلنے والا زمین پر مگر اللہ پر ہے اُسکی روزی اور جانتا ہی جہان ٹھیرتا ہی اور جہاں سونپا جاتا ہی سب موجود

حاصل مطلب آیۃ کا یہ ہی کہ اللہ کی جتنی مخلوق ہی خواہ خشکی کی رہنے والی خواہ دریا کی سبکو خدا روزی پہونچاتا ہی اور خدا ہر ایک مخلوق کے قرار کی جگہ جانتا ہی کہ کہان اسکی بود و باش ہی اور کس چیز سے اسکی پیدائش ہے اور کہان اور کس سرزمین مین اسکی موت ہی اور یہ سب باتین لوح محفوظ مین دنیا کی پیدائش کے پہلے سے موجود ہین حاصل یہ ہے کہ جب اللہ پاک کا علم اتنا بڑا وسیع ہی کہ ہر ایک شخص اور ہر ایک جاندار کے رہنے کی جگہ کو جانتا ہی وہ جہان ہوتا ہی اور سکا رزق وہین پہونچا دیتا ہی اور اونسے تمہارے دلکا حال پہلے ہی لوح محفوظ مین اپنے علم کے موافق لکھ لیا ہی تمہارے دلونکی بات کو جانتا اوسکے نزدیک کتنی بڑی بات ہی یہ تمہارا ہر بات کو چھپانا کچھ بھی فائدہ مند نہیں ہی اوسپر ظاہر اور پوشیدہ سب یکسان ہی جسطرح وہ کھلی ہوئی باتونکو جانتا ہی اُسی طرح چھپی ہوئی باتونکو بھی جانتا ہی۔ انس بن مالک کی حدیث جو اوپر گذری وہی حدیث اس آیۃ کی بھی تفسیر ہے۔ صحیح مسلم کی حوالہ سے عبداللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث بھی گذر چکی ہی کہ دنیا مین جو کچھ ہونیوالا تھا دنیا کے پیدا ہونے سے پچاس ہزار برس پہلے وہ سب اللہ تعالی نے لوح محفوظ مین لکھ لیا ہی یہ حدیث کل فی کتاب مبین کی گویا تفسیر ہی مستقرہا و مستودعہا کی تفسیر مین اگرچہ سلف کے کئی قول ہین مگر علی بن طلحہ کی سند سے صحیح قول حضرت عبداللہ بن عباس کا یہی ہی کہ مستقرہا کی تفسیر بود و باش کی جگہ ہی اور مستودعہا کی تفسیر موت کی سرزمین۔

منزل ۳

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ

اور وہی ہے جسنے بنائے آسمان اور زمین چھہ دن مین اور تھا تخت اوسکا پانی پر کہ تمکو آزماوے

اس آیۃ سے یہ خیال کرنا چاہیئے کہ پانی یا عرش یا اور کوئی شی سوائے ذات الٰہی کے قدیم ہی چنانچہ عمران بن حصین کی حدیث بخاری مین جو ہی اوس کا اور ترمذی۔ مسند امام احمد بن حنبل وغیرہ مین جو حدیثین ہین اونکا حاصل یہ ہی کہ پہلے پہل سوائے ذات باری کے پانی عرش کچھ بھی نہین تھا پہلے سب سے اللہ تعالی نے پانی کو پیدا کیا پھر عرش معلی کو پیدا کیا جیسا کہ مسند امام احمد اور ترمذی مین ابوذر بن عقبلی کی صحیح روایۃ ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانی عرش سے پہلے پیدا کیا گیا ہی اور پھر عرش۔ اسکے بعد قلم کو پیدا کیا اور لوح محفوظ کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار برس پہلے جو کچھ زمین و آسمان مین قیامت تک ہونے والا ہی اوسکو لکھا اور پھر سب کچھ پیدا کیا۔ صحیح مسلم اور مسند امام احمد بن حنبل مین ابوزید انصاری کی حدیث سے معلوم ہوتا ہی کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے اہتمام سے منبر پر چڑھ کر تمام دن صحابہ کو پیدائش عالم کا حال شروع سے لیکر قیامت کے قائم ہونے تک بڑی تفصیل سے اس طرح سمجھایا کہ صبح کی نماز پڑھکر بطور خطبہ کے عالم کی پیدائش کے حال کو ذکر فرمانا شروع کیا یہانتک کہ ظہر کی نماز کا وقت آگیا اور آپ نے منبر سے اوتر کر ظہر کی نماز پڑھی اور ظہر کی نماز کے بعد پھر منبر پر چڑھکر بقیہ وہی حال فرمانا شروع کیا اور عصر کا وقت جب آیا تو منبر سے اوتر کر عصر کی نماز پڑھی اور پھر وہی حال فرمانا شروع کیا یہان تک کہ شام ہوگئی ابوزید کہتے ہین کہ آنحضرت نے تو اوس روز قیامت تک کا حال فرمایا تھا مگر ہم لوگون نے کچھ یاد رکھا اور کچھ بھول گئے اُس سے معلوم

ہوا کہ پیدائش عالم کے باب مین جو صحابہ کے آثار ہین وہ اسرائیلیات سے نہیں بلکہ آنحضرت سے سنی ہوئی باتین ہیں لیکن سب سے پہلے عقل کے پیدا ہونے کے جسقدر آثار ہین وہ سب ضعیف ہیں ۔ اللہ تعالی نے الی اللہ مرجعکم فرماکر پہلے حشر کا ذکر فرمایا اور پھر بیچ مین اپنے علم کا اور پھر پیدائش عالم کا تاکہ منکرین حشر جان لیوین کہ جسنے اپنے علم سے بغیر نمونہ کے پہلے سب کچھ پیدا کیا ہی وہ اسی نمونہ کے موافق پھر دوبارہ سب کچھ پیدا کریگا اور سزا و جزا کا فیصلہ ہوگا تاکہ پہلی دفعہ کا پیدا کرنا بیفائدہ نرہے ایسی ظاہر بات کا انکار کسی صاحب عقل کا کام نہیں ہے چنانچہ اسی تنبیہ کیلئے قرآن شریف میں جگہ جگہ پیدائش عالم پر غور کرنیکی ہدایت منکرین حشر کو فرمائی گئی ہی ۔

لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ط

کون تم مین اچا کرتا ہے کام

آیۃ کے اوپر کے ٹکڑے مین اللہ تعالی نے عالم کی پیدائش کا ذکر فرماکر اس ٹکڑے مین اُس پیدائش عالم کا اصلی سبب ظاہر فرمایا ہی کہ نیک و بد عمل کی اس آزمائش کے لئے تمکو پیدا کیا گیا ہی کہ کون دنیا میں جاکر نیک عمل کرتا ہی اور آخرت مین جزا کے قابل ٹھرتا ہی اور کون بدعمل کرکے سزا کے قابل قرار پاتا ہی اگرچہ اللہ کا علم ازلی ہی اور جو کچھ قیامت تک ہوگا اوسکو پہلے سے معلوم ہی چنانچہ دنیا کے پیدا ہونے سے پچاس ہزار برس پہلے ہی جو کچھ دنیا مین ہونے والا ہی وہ اوسنے اپنے علم ازلی کے موافق لوح محفوظ مین لکھ لیا ہی مگر نیک و بد کام جب تک کسی سے دنیا مین ظاہر نہو جاوے فقط لوح محفوظ کے لکھے پر سزا و جزا کا مدار اللہ تعالی نے نہین رکھا ہی اور جانچ اچھے عمل کی ہی زیادتی عمل کی نہیں ہی اسواسطے کہ اچھا عمل وہ ہی جو شریعت کے قاعدہ سے صحیح ہو اور خالص ثواب کی نیت سے کیا جاوے جس عمل مین بدعت کا لگاؤ یا ریا کا لگاؤ ہی وہ عمل جزا کے قابل نہیں ہی اسلئے زیادتی عمل کا ذکر اللہ تعالی نے نہین فرمایا کیونکہ کسی شخص نے بغیر پابندی قاعدہ شریعت کے ایجاد طبع اور بدعت کے طور پر یا کسی شخص نے بغیر خالص ہونے نیت ثواب کے دکھاوے اور ریا کے طور پر تودے عمل کے کئے تو وہ سب جزا کے حساب سے اکارت ہیں چنانچہ صحیح بخاری و مسلم مین حضرت عائشہ کی حدیث بدعت کے طور کے عمل کے اکارت ہونے مین مشہور ہی کہ آنحضرت نے فرمایا دین میں جو شخص کوئی ایجاد نکالے وہ ایجاد مردود ہی جسکے معنے یہ ہیں کہ وہ ایجاد اعتقادی ہو یا فعلی قابل جزا کے نہیں ہی بلکہ ایک مردود چیز قابل سزا ہے چنانچہ ترمذی اور ابن ماجہ مین جو روایۃ ہی اوس کا حاصل یہی ہی کہ بدعتیون کے اعمال کا عذاب بدعت کے ایجاد کرنے والے پر بھی ہوگا اور دکھاوے کے عمل کے اکارت ہونیکی بابت صحیح مسلم مسند امام احمد بن حنبل وغیرہ مین جو حدیثین ہیں اُنکا حاصل یہ ہی کہ آنحضرت نے ریاکاری کو شرک کے مشابہ فرمایا ہی اور یہ فرمایا ہی کہ قیامت کے دن خدا تعالی ریاکارون سے صاف فرماویگا کہ مین اس شرکی عمل کے قبول کرنے سے بیزار ہون جن لوگونکے دکھانے کو تم نے یہ عمل کئے ہیں جاؤ اون سے ہی ان شرکی عمانکی جزا چاہو اب یہ تو ظاہر ہے کہ قیامت کے نفسانفسی کے میدان مین کون کسی کو جزا دیتا ہی اور جزا تو درکنار بیہقی ترمذی ابن ماجہ طبرانی وغیرہ مین جو حدیثین ہیں انسے معلوم ہوتا ہی کہ اللہ تعالی نے ریاکارون کے لئے سخت سخت عذاب رکھے ہیں ۔ مستدرک حاکم مین روایۃ ہی جسمین معاذ بن جبل کو یمن بھیجتے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی ہی کہ دین کے کامون کو ریاکاری اور بدعت کے میل سے پاک و صاف رکھو تاکہ تھوڑا سا عمل بھی

منزل ۳

نجات کے لئے کافی ہو جاوے یہ حدیث احسن عملا کی گویا تفسیر ہے - اس حدیث کی سند مین ایک راوی عبداللہ بن زجر کو اگرچہ بعضے علمانے ضعیف کہا ہی لیکن ابوزرعہ اور نسائی نے اوسکو معتبر راوی قرار دیا ہی اور ضعفا مین نہین لکھا اسی واسطے حاکم نے اسکی اس روایۃ کو صحیح اور ترمذی نے اسکی چند روایتونکو معتبر کہا ہی - حاصل یہ ہی کہ یہ حدیث آیۃ کی تفسیر قرار پا سکتی ہی -

وَلَئِنْ قُلْتَ إِنَّكُمْ مَبْعُوثُونَ مِنْ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُولَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ

اور اگر تو کہے کہ تم اٹھوگے مرنے کے بعد تو البتہ کافر کہنے لگین یہ کچھ نہین مگر جادو ہے

مُبِينٌ ۝ وَلَئِنْ أَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ إِلَىٰ أُمَّةٍ مَعْدُودَةٍ لَيَقُولُنَّ مَا يَحْبِسُهُ ۗ

صریح اور اگر ہم دیر لگادین اُنسے عذاب کو ایک مدت گنی ہوئی تک تو کہنے لگین کیا روک رہا ہے

أَلَا يَوْمَ يَأْتِيهِمْ لَيْسَ مَصْرُوفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ۝ ع ۱

اُسکو سنتا ہے جسدن آویگا اوپر نہ پھیرا جاویگا اُنسے اور الٹ پڑیگا اُنپر جسپر ٹھٹھے کرتے تھے

اوپر حشر کا ذکر فرماکر ان آیتون مین فرمایا ہے رسول اللہ کے اگر تم ان مشرکون سے یہ بات کہوگے کہ مرنے کے بعد خدا پھر تمین زندہ کریگا تو یہ لوگ اسکو جادو ٹھہرائین گے باوجود اس بات کے کہ انہین خوب معلوم ہے کہ آسمان اور زمین چاند سورج سبکو خدا ہی نے پیدا کیا ہی لیکن یہ لوگ قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونے کا انکار کرتے ہین حالانکہ بغیر نمونہ کے پہلے پہل ہر چیز کا بنانا مشکل ہی دوبارہ اُسکا بنانا کوئی مشکل نہین ہی اونکا یہ کہنا کہ یہ تو جادو کی باتین ہین محض کفر کی راہ سے ہی پھر فرمایا کہ باوجود کلام اللہ کے جھٹلانے کے ہم جو ان لوگونپر عذاب نہین بھیجتے ڈھیل دے رکھی ہی اُسکو تعجب اور مسخراپن سے وہ یون کہتے ہین کہ عذاب مین دیر کیون لگا رکھی ہے کیون نہین نازل ہو چکتا اسپر فرمایا کہ جس روز عذاب آجائیگا تو کسی کے ٹالے بھی نہین ٹلنے کا ہی اور انکی یہ ہنسی اور مسخراپن سب دھرے رہجائین گے - عذاب کی جلدی جو مسخراپن سے کرتے تھے اور حشر کو جھٹلاتے تھے یہ مشرکین مکہ مین کے وہ بڑے بڑے سردار تھے جنکا دین و دنیا کا جو کچھ انجام ہوا وہ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے انس رض بن مالک کی روایۃ سے گذر چکا کہ بدر کی لڑائی مین یہ لوگ مارے گئے اور تین دن تک بے گور و کفن انکی لاشین پڑی رہین اور پھر اون لاشون کو کھینچ کر ایک گڑھے مین ڈالدیا گیا یہ تو ان لوگونکی سرکشی کی سزا دنیا مین ہوئی انکا عذاب آخرت کا حال جھٹلانے کیلئے اللہ کے رسول نے ان کی لاشون پر کھڑے ہوکر فرمایا کہ اب تو تم لوگون نے عذاب الٰہی کے وعدہ کو سچا پایا حاصل کلام یہ ہی کہ ان آیتون مین جو ارشاد تھا کہ اب یہ لوگ مسخراپن سے عذاب کی جلدی کرتے ہین لیکن جب اپنے وقت پر عذاب آجاویگا تو پھر ٹالے نہین ٹلے گا انس رض بن مالک کی اس روایت سے اوسکی تفسیر اچھی طرح سمجھ مین آجاتی ہی حشر کی آیتونکو مشرکین مکہ جادو جو کہتے تھے اس سے اونکا یہ مطلب تھا کہ جسطرح جادو کی باتین خلاف عقل ہوتی ہین اوسی طرح کی یہ حشر کی باتین بھی ہین -

وَلَئِنْ أَذَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنَاهَا مِنْهُ إِنَّهُ لَيَئُوسٌ كَفُورٌ ۝ وَلَئِنْ

اور اگر ہم چکھادین آدمی کو اپنی طرف سے مہر پھر وہ چھین لین اس سے تو وہ ناامید ناشکرا ہو اور اگر ہم

أَذَقْنَٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُولَنَّ ذَهَبَ ٱلسَّيِّـَٔاتُ عَنِّىٓ ۚ إِنَّهُۥ لَفَرِحٌ فَخُورٌ ۝

چکھا دین اُسکو آرام بعد تکلیف کے جو پہنچے اُسکو تو کہنے لگے گئین برائیان مجھسے تو وہ خوشیان کرتا بڑائیان کرتا

إِلَّا ٱلَّذِينَ صَبَرُوا۟ وَعَمِلُوا۟ ٱلصَّٰلِحَٰتِ ۙ أُو۟لَٰٓئِكَ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ۝

مگر جو لوگ ثابت ہین اور کرتے ہین نیکیان اونکو بخشش ہے اور ثواب بڑا

مطلب یہ ہی کہ ان لوگونکی ناشکری کچھہ قرآن کی نعمت کی ناقدری پر منحصر نہیں ہی بلکہ انکی ناشکری تو دنیا کی نعمتون مین بھی ہی چنانچہ ان مین سے کسی کو اللہ اپنی رحمت کا اگر نمونہ دکھاتا ہی اور اُسکے رزق مین ترقی کر دیتا ہی تو یہ لوگ عیش و آرام مین پڑے رہتے ہیں اور جب انکے سر سے ذرا بھی اس رحمت کا سایہ الگ کر لیا تو پھر اونکو آیندہ کی فلاحیت کی امید نہیں رہتی اور پہلے عیش و آرام انکے خیال سے بالکل جاتے رہتے ہیں اور اگر اللہ تکلیف کے بعد کسی کو خوش حال کر دیتا ہی تو وہ بہت ہی خوش ہوتا ہی اور اپنے مال پر اس قدر اترانے لگتا ہی کہ جس کا کچھہ ٹھکانا نہین مگر جو لوگ سختی اور مصیبت کیوقت صبر کرتے ہیں اور نیک عمل کئے جاتے ہین تو اُنکے لئے اس صبر کے بدلے میں مغفرت ہی اور نیک عمل کے عوض مین جنت معتبر سند سے ترمذی مین ابو سعید خدری سے روایت ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کو جو مصیبت پہونچتی ہی مثلاً کوئی تکلیف یا رنج فکر غم تو وہ اوسکے گناہ کا کفارہ ہوتا ہی صحیح مسلم کے حوالہ سے صہیب رومی کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا راحت کیوقت شکر اور تکلیف کیوقت صبر یہ ایماندار آدمی کا کام ہی ان حدیثونکو آیتون کے ساتھہ ملانے سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھہ مین آسکتا ہی کہ راحت کیوقت شکر اور تکلیف کیوقت صبر فرمانبرداروں کی نشانی ہی اور راحت کیوقت ناشکری اور تکلیف کیوقت بے صبری نافرمانونکی نشانی ہی اور تکلیف کیوقت صبر کرنے سے آدمی کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوحَىٰٓ إِلَيْكَ وَضَآئِقٌۢ بِهِۦ صَدْرُكَ أَن يَقُولُوا۟ لَوْلَآ أُنزِلَ

سو کہین تو چھوڑ بیٹھے گا کوئی چیز جو وحی آئی تیری طرف اور خفا ہوگا اس سے تیرا جی اسپر کہ وہ کہتے ہیں کیون نہ اترا

عَلَيْهِ كَنزٌ أَوْ جَآءَ مَعَهُۥ مَلَكٌ ۚ إِنَّمَآ أَنتَ نَذِيرٌ ۚ وَٱللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ وَكِيلٌ ۝

اُسپر خزانہ یا آتا اسکے ساتھہ فرشتہ تو تو ڈر سنانے والا ہے اور اللہ ہے ہر چیز پر ذمہ رکھنے والا

اس آیۃ کی شان نزول اور اس آیۃ کے معنے بیان کرنے سے پہلے ایک تمثیل بیان کی جاتی ہی اوس تمثیل کے سمجھہ لینے کے بعد اس آیۃ کا مطلب اور اس آیۃ کی شان نزول دونون خوب سمجھہ مین آجاوینگے وہ تمثیل یہ ہی کہ فرض کیا جاوے کہ ایک شخص زید اہل حرفہ ہی اور اوسنے بڑی محنت سے بہت دنون مین ایک کام سیکھا اور اب اوسکی عمر بھی اس قابل نہیں کہ وہ دوسرا کوئی کام سیکھہ سکے اور خاندان اور برادری کے دستور اور عادت سے یہ ممکن بھی نہیں کہ زید دوسرا کام کر سکے ایسی حالت مین زید اپنا کام کرتے کرتے اپنے کام مین کچھہ دقتین پاکر اپنے کسی دوست سے اون دقتونکو بیان کرے اور زید کا دوست فہمائش کے طور پر زید سے یہ کہے کہ کیا تم ان دقتون کے سبب سے اپنے کام کو چھوڑ دوگے اس فہمائش سے

زید کے دوست کا یہ مطلب نہیں ہی کہ زید کا اپنے کا کو چھوڑ دینے کا ارادہ ہی کیونکہ یہ تو زید کے دوست کو خوب معلوم ہے کہ زید سے یہ کام چھوٹ نہین سکتا بلکہ زید کے دوست کی فہائش کا مطلب یہ ہی کہ یہ کام تو تم سے چھوٹنا ممکن نہیں ہے پھر جو دقتین اس کام مین پیش آتی ہین اُنکو جھیلو اور کام کرو اسیطرح تسکین کے طور پر اللہ تعالی نے اوسوقت یہ آیت نازل فرمائی ہی کہ جب کفار مکہ آنحضرت اور قرآن شریف کے حق مین طرح طرح کی باتین بناتے تھے کہ اس قرآن مین سے ہمارے بتونکی مذمت کا ذکر نکال ڈالو کبھی اور کچھ اسی قسم کی باتین کرتے تھے کہ قرآن خود محمد نے بنالیا ہی اللہ کا کلام ہوتا تو ہمارے روبرو آسمان سے فرشتہ اُسکی تصدیق کو آتا کبھی کہتے تھے کہ محمد نبی ہوتے تو ایسے تنگ حال کیون رہتے اُنکے حکم مین ضرور دنیا بھر کا خزانہ ہوتا اب مطلب آیت کا یہ ہی کہ نبی اللہ کے یہ تو ممکن نہین کہ ان کفار مکہ کی ایسی باتین بنانے پر تم اُنکی مخالف طبیعت آیتون کو اُنکو سنانا چھوڑ دو کیونکہ کل نبی اسبات سے معصوم پیدا کئے گئے ہین کہ وہ اللہ کا ہر طرح کا حکم صاف صاف بغیر اپنی کسی ذاتی تصرف کے امت کو پہونچا دیوین اسلئے جب تک اللہ تعالی تمکو قوت دیوے اور ان کافرونکو زیر کرے اُنکی باتونکا کچھہ خیال نہ کرو اور اپنا کام کئے جاؤ پھر آنحضرت کی اس تسکین کے بعد اللہ تعالی نے آگے کی آیتون مین کافرونکی اسبات کا جواب دیا ہی کہ محمد نے یہ قرآن خود بنالیا ہی حاصل اُس جواب کا یہ ہی کہ اگر ایسا کلام انسان سے بنایا جانا ممکن ہی تو تمکو اجازت ہی کہ تم اکیلے یا اپنے جھوٹے معبودون سے مدد لیکر اسطرح کا کچھہ کلام بناکر پیش کرو اور اگر تمھارے جھوٹے معبود تمکو اس کام مین کچھہ مدد نہ دین تو جان لو کہ یہ کلام ادسی سچے معبود کا ہی جو اپنی ذات اپنی صفات اپنے کلام مین سب سے نرالا ہی سو اس کے بعضے مفسرین نے اس آیۃ کے معنے جو بیان کئے ہیں وہ نبی معصوم کی شان کے بالکل مخالف ہیں اسلئے صحیح معنے یہی ہیں جو بیان کئے گئے ہیں کیونکہ یہ وہ معنے ہیں جو خود اللہ تعالی نے سورۃ الحجر کی آیۃ ولقد نعلم انک یضیق صدرک بما یقولون مین فرمائے ہیں جب قرآن کی تفسیر قرآن مین ہی تو اس سے بڑھکر اور کونسی تفسیر ہو سکتی ہی اس سورۃ الحجر کی آیۃ مین فقط اتنا ذکر ہے کہ مشرکین مکہ کی بیہودہ باتونکے سبب سے اللہ کے رسول رنجیدہ خاطر رہتے تھے بعضے مفسرونکے قول کے موافق اس رنجیدہ خاطری کی یہ وجہ تھی کہ اگر اللہ کے رسول کا یہ ارادہ بھی ہوتا کہ بتونکی مذمت کی آیتونکو مشرکین مکہ سے چند روز پوشیدہ رکھا جاوے تو خفگی کے طور پر اس مکی سورۃ مین اُسکا ذکر بھی ضرور ہوتا ترمذی ابوداؤد وغیرہ کے حوالہ سے ابوہریرہؓ حضرت عبداللہؓ بن عباس اور عبداللہ بن عمرو بن العاص کی روایتین گذر چکی ہین جن مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دین کی کسی بات کو جان بوجھکر پوشیدہ رکھے گا قیامت کے دن اُسکے منہہ مین آگ کی لغام دیجاویگی اس معتبر حدیث سے بھی اوس تفسیر کی پوری تائید ہوتی ہی جو اوپر تمثیل دیکر بیان کی گئی کیونکہ اللہ کے رسول نے جس بات سے امت کے حلما کو ڈرایا ہے یہ ممکن نہیں کہ اللہ کے رسول خود اپنے لئے اُس بات کو روا رکھین کسلئے کہ انبیا کو دلمین اللہ کا خوف بہ نسبت امت کے بہت زیادہ ہوتا ہی چنانچہ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت عائشہ رضؓ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ بہ نسبت تم لوگونکے مین اللہ سے زیادہ ڈرتا ہون واللہ علی کل شئی وکیل کا یہ مطلب ہی کہ ای رسول اللہ کے تمھارے ذمہ فقط اللہ کے حکم کا پہونچا دینا ہے پر اوس حکم کے ماننے والونکی جزا اور نہ ماننے والونکی سزا یہ سب اللہ کے ذمہ ہے۔

منزل ۴

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ۖ قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهِ مُفْتَرَيَاتٍ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُم

کیا کہتے ہین باندہ لیا ہے اسکو تو کہو تم لے آؤ ایک دس سورتین ایسی باندہ کر اور پکار رو جسکو پکار سکو

مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝ فَإِلَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّمَا أُنزِلَ بِعِلْمِ

اللہ کے سوا اگر ہو تم سچے پھر اگر نہ ادا کرین تمہارا کہنا تو جان لو کہ اترا ہے اللہ کی

اللَّهِ وَأَن لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ فَهَلْ أَنتُم مُّسْلِمُونَ ۝

خبر سے اور کوئی حاکم نہین سوا اسکے پھر اب تم حکم مانتے ہو

اوپر گذرا کہ آنحضرت کو کفار جھٹلاتے تھے اور طعن کرتے تھے کہ اگر تم سچے ہو کہ تمہین خدا نے بھیجا ہی تو اوس سے کہو وہ آسمان سے تکو خزانہ بھیجے اور یہ بھی کہتے تھے کہ تمہارے ساتھ کوئی فرشتہ آسمان سے آنا چاہیے تھا جو تمہارے رسول ہونے کی تصدیق کرتا اسپر اللہ پاک نے اپنے رسول کی تسلی کی کہ تم ان مشرکونکی باتونپر نبجاؤ تم سے پہلے بھی رسولونکو لوگون نے جھٹلایا ہی تم تو ڈرانے کے واسطے آئے ہو اسلئے تم اپنا کام کئے جاؤ خدا ہر شی کا نگہبان ہے جو کچھ یہ لوگ بکتے ہین سب وہ سنتا ہی وقت مقررہ پر ان لوگون کو اس جھٹلانے کی حقیقت معلوم ہو جاویگی اب ان آیتونمین فرمایا یہ لوگ یہی کہتے ہین کہ محمد خود یہ قرآن بنا کر لائے ہین تو تم اُنسے کہو اسکی سی دس سورتین تم بھی بنا کر لاؤ تمہاری شاعری اور سب زبان دانی اور فصاحت و بلاغت دیکھی جائے اور اکیلے نہ بنا سکو تو جس سے جی چاہے مدد لو پھر اگر بنا کر نہ لائین تو تم لوگ جان لو کہ یہ عاجز ہو گئے اور ان لوگونکو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ قرآن خدا نے اپنے علم خاص سے اتارا ہی اور وہ ایسا ہی جس کا کوئی شریک نہیں اور جب قرآن کلام الٰہی ٹھہر جاوے تو ان لوگونکو اسکی پابندی مین پھر کیا عذر ہی صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو موسیٰ اشعری کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی مثال مینہہ کی اور اچھے برے لوگونکی مثال اچھی بری زمین کی فرمائی ہی اس حدیث کو آیتونکی تفسیر مین بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہی کہ مشرکین ملہ مین سے جن لوگونکی قسمت مین ہدایت لکھی تھی اُنکے دلپر قرآن نے ایسا ہی اثر کیا جیسا اثر اچھی زمین مین مینہہ کے پانی کا ہوتا ہی اور جو لوگ علم الٰہی مین ہدایت سے محروم قرار پا چکے تھے قرآن کی نصیحت اُنکے حق مین ایسی ہی رائگان گئی جس طرح بری زمین مین مینہہ کا پانی رائگان جاتا ہے اور اس طرح کے لوگ قرآن کے کلام الٰہی ہونے کے مرتے دم تک ایسے ہی منکر رہے جس طرح کے انکا ذکر ان آیتون مین ہے ۔

مَن كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ

جو کوئی ہو چاہتا دنیا کا جینا اور اسکی رونق بھردین ہم اُنکو اُنکے عمل اسی مین اور اُنکو اس مین نقصان نہین

انس بن مالک اور حسن بصری کی روایت سے اگرچہ یہ آیت کافرونکی شان مین نازل ہوئی ہے لیکن مجاہد ابن جبیر نے حضرت عبد اللہ ابن عباس کی روایت سے یہ کہا ہی کہ آیت کا حکم ریاکارون کو بھی شامل ہے اس صورت مین معنے آیت کے یہ ہین کہ کافر اور منافق یا مسلمان ریاکار جو کچھ عمل نیک دنیا مین کرتے ہین اوس کا بدلہ اُنکو یہین دنیا مین مل جاویگا اور آخرت مین اونکو بلا عمل جانا اور

اور عذاب بھگتنا پڑیگا۔ مجاہد نے تیس دفعہ سارا قرآن حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے تفسیر سیکھنے کی غرض سے پڑھا ہے اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا جو مرتبہ تفسیر کے باب مین ہی وہ کئی جگہ اوپر بیان ہوچکا ہے اسواسطے مجاہد کا قول جو اس آیۃ کی تفسیر اور شان نزول مین ہی وہ زیادہ معتبر ہے بلکہ سفیان ثوری نے تو یہان تک کہا ہی کہ تفسیر کے باب مین جب مجاہد کا قول آجاوے تو دوسرے کسی کی روایۃ کی پھر ضرورت نہین اسواسطے امام بخاری نے بخاری کی کتاب التفسیر مین جس قدر مجاہد کے قول پر بھروسہ کیا ہے مجاہد کے ہمعصر اور لوگونکی روایۃ پر نہین کیا غرض بعضے مفسرون نے مجاہد کے قول کو اپنی تفسیرون مین ضعیف قول کی طرح جو نقل کیا ہی یا مجاہد کے قول کو نقل کرکے اوسپر اعتراض جو کیا ہی وہ خود ایک ضعیف بات ہی۔ معتبر سند سے مسند امام احمد مین محمودؓ بن لبید سے روایۃ ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان ریاکارون سے قیامت کے دن اللہ تعالی فرماویگا کہ جن لوگون کے دکھانے کے لئے تمنے دنیا مین نیک کام کئے تجھے وہی لوگون کا مون کا بدلہ دیوین گے مطلب ہی کہ بارگاہ الہی مین ایسے عمل بالکل بیکار ہین اس حدیث سے مجاہد کے روایۃ کی پوری تائید ہوتی ہے اسلئے کہ جن لوگونکا ذکر آیۃ مین ہی اون لوگونکی شان مین آگے اللہ تعالی نے یہ فرمایا ہی کہ ایسے لوگون کے نیک عمل بیکار ہین حدیث کا یہ مطلب ہی کہ ان لوگون مین ریاکار مسلمان بھی داخل ہین اور یہی مطلب مجاہد کی روایۃ کا ہی سو اب دونون آیتون اور حدیث کو ملاکر حاصل مطلب یہ ہوا کہ کافر اور منافق تو عقبے کے سزا وجزا کے منکر ہین اور مسلمان ریاکار اگرچہ عقبی کی سزا وجزا کے قائل ہین لیکن اونکے بعضے نیک عمل عقبی کی جزا کے خیال سے نہیں بلکہ دنیا کے دکھاوے کے خیال سے ہوتے ہین اسلئے کافر اور منافقون کے سب نیک عمل اور ریاکار مسلمانون کے فقط دنیا کے دکھاوے کے عمل عقبی کی جزا کے حساب سے یہ سب بیکار ہین منافقون سے مقصود یہان اعتقادی منافق ہین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین ظاہری مسلمان اور باطن کافر تھے عملی منافق مثلاً نماز مین سستی کرنے والے یا لڑائی جھگڑے کے وقت گالی منہ سے نکالنے والے آیتون کے حکم مین داخل نہین ہین۔ منزل ۳

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ

یہی ہین جنکو کچھ نہین پچھلے گھر مین سوا آگ کے اور مٹ گیا جو کیا تھا اسنے اور خراب ہوا جو کماتے تھے

اس سے اوپر کی آیۃ مین یہ ذکر ہوچکا ہی کہ جو لوگ فقط دنیا کی عزت اور زینت کیلئے عمل کرتے ہین اونکو اوسکا بدلہ دنیا ہی مین مل جاتا ہی اونہیں کی شان مین یہ آیۃ دوسری ہے جسمین فرمایا ہی کہ اُنکے عمل کا بدلہ دنیا مین ہی مل جاویگا باقی رہی آخرت تو وہان اونکا کچھ حصہ نہین ہی اگر ہے تو دوزخ ہے اور جو کچھ اونھون نے دنیا مین کیا ہی وہ سب مٹ جائے گا اور جتنے عمل اُنکے ہین وہ سب بیکار ہین کیونکہ اُنکا ارادہ اس عمل سے طلب دنیا کا تھا آخرت کے واسطے اونھون نے کچھ نہین کیا تھا جو وہان بھی جزا کے سزاوار ہون۔ اعتقادی منافقون کے حال مین صحیح مسلم کے حوالہ سے ابن عمرؓ کی حدیث گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافقونکا حال دو ریوڑون مین کی بہکی ہوئی بکری کا سا ہے کہ کبھی ادہر اور کبھی اودہر اور مطلب یہ ہی کہ مسلمانون مین یہ لوگ ظاہری مسلمان ہین اور کافرون مین پورے کافر یہ حدیث اور محمود بن لبید کی اوپر کی حدیث

اس آیۃ کی گویا تفسیر ہیں جس کا حاصل وہی ہی جو اوپر بیان کیا گیا کہ کافر اور منافقون کے عقبی کے انکار اور ریا کار مسلمانون کے دنیا کے دکھاوے کے عمل عقبیٰ کی جزا کے حساب سے یہ سب بیکار ہیں۔

أَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِ وَيَتْلُوهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِن قَبْلِهِ كِتَابُ مُوسَىٰ إِمَامًا وَرَحْمَةً ۚ أُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ ۚ وَمَن يَكْفُرْ بِهِ مِنَ الْأَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهُ ۚ فَلَا تَكُ

بھلا ایک شخص جو ہے نظر آتی راہ پر اپنے رب کے اور پہنچتی ہے اسکو گواہی اس سے اور پہلے اس سے کتاب موسے کی راہ دکھانے والی اور مہربانی وہی لوگ مانتے ہیں اسکو گواہی اس سے اور جو کوئی منکر ہو اس سے سب فرقون مین سو اگ ہی وعدہ اسکا سو تو مت

فِي مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۖ إِنَّهُ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ۝

رہ شبہ مین اس سے یہ تحقیق ہے تیرے رب کی طرف سے پر بہت لوگ یقین نہین کرتے

اوپر کی آیۃ مین اللہ تعالی نے کافرون اور منافقون اور ریا کارون کا ذکر فرمایا تھا اس آیۃ مین خالص مسلمانون کا ذکر فرمایا ہی حاصل معنی آیۃ کے یہ ہیں کہ جن لوگون نے کفر و نفاق اور ریا کاری کے سبب سے دنیا کی بہبودی پر اپنا بھروسہ رکھکر کفر و نفاق کے سبب سے آخرت کا انکار کیا ہی یا ریا کاری کے سبب سے آخرت کے اجر کو کھو دیا ہی جن لوگونکا ذکر اس آیۃ مین ہی وہ لوگ ویسے نہین جو فطرت سلیمہ پر پیدا ہوکر اوس فطرت سلیمہ کے پیچھے پیچھے انبیا اور آسمانی کتابین اس فطرت سلیمہ کی صداقت کے طور پر جو کچھ آیا اسکو وہ پورا پورا مانتے ہیں یہ لوگ نہ کافرون اور منافقون کی طرح آخرت کے منکر ہیں نہ ریا کارون کی طرح انکے نیک عمل دنیا کی دکھاوے کیلئے ہیں بلکہ جو کچھ کرتے ہیں ثواب آخرت کی نیت سے خالص اللہ کے لئے کرتے ہیں اسلئے انکے نیک عملونکا پورا اجر عقبی مین ملیگا۔ بعضے مفسرون کا قول ہی کہ اس آیۃ مین شاہد کا جو ذکر ہے اوس سے مراد حضرت علی ہیں مگر یہ قول درجہ صحت کو نہین پہونچتا حافظ ابن کثیر نے اس قول کو ضعیف قرار دیا ہی فطرت سلیمہ سے۔ اوپر ہی پیدائش کے پہلے کی توحید ہے جسپر ہر ایک بچہ پیدا ہوتا ہی جس کا اقرار میثاق کے روز سب روحون سے لیا گیا ہی صحیحین مین حضرت ابو ہریرہؓ کی روایۃ مین صحیح مسلم اور سنن مین اور صحابہ کی روایتون مین اسی فطرت سلیمہ کا ذکر ہے حاصل اون سب روایتونکا یہ ہی کہ جب تک بچہ بولنا سیکھتا ہی اوسوقت تک اسی میثاق والی توحید پر پیدا ہوکر قائم رہتا ہی پھر ہوشیار ہونے کے بعد جس طرح کے ماں باپ ہوتے ہیں اون مین مل جاتا ہی غرض بعضے لوگ ایسے ہیں کہ دنیا مین شریعت کی نصیحت نیک صحبت سے انکی وہ میثاقی توحید اور مضبوط ہوجاتی ہے اور بعضے دنیا مین آنے کے بعد کفر و نفاق و ریا ہی کے سبب سے اوس میثاقی توحید کو برباد کردیتے ہیں اس آیۃ مین اللہ تعالے نے پہلے گروہ کی تعریف اور دوسرے گروہ کی مذمت فرمائی ہے پہلے گروہ کا ذکر اس آیۃ مین ہے اور دوسرے گروہ کا ذکر اوپر کی آیتون مین گزرا کہ وہ لوگ قرآن کو اللہ کا کلام نہین مانتے اور عقبی کی سزا و جزا کا اونکے دلمین یقین نہین ہے فقط دنیا کی زندگی پر اونکا دار و مدار ہی۔ حاصل کلام یہ ہی کہ بینہ کے معنے یہان میثاقی اور پیدائشی توحید اور پیدائشی نور ایمان کے ہین اور و یتلوہ شاہد منہ کا مطلب یہ ہی کہ جس شخص کے دلمین میثاقی اور پیدائشی توحید اور پیدائشی نور ایمان ہے اوس نے

منزل ۳

اللہ کے رسولون اور آسمانی کتابونکی پوری تصدیق کی اور جس شخص کے دلمین میثاقی اور پیدائشی توحید اور پیدائشی نور ایمان نہین ہی وہ ان باتونکا منکر ہے۔ پیدائشی توحید کی روایتونکا ذکر تو اوپر گذر چکا ہے میثاقی توحید کے باب مین صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ایک حدیث تو انس بن مالک کی گذر چکی ہے جس کا حاصل یہ ہی کہ کم سے کم عذاب والے دوزخی سے قیامت کے دن اللہ تعالی پوچھے گا کہ اے شخص اگر تیرے پاس اس وقت تمام دنیا کی دولت ہو تو اوسکو بدلہ مین دیکر اس عذاب سے نجات حاصل کرنیکی آرزو کریگا وہ کہویگا کہ ہان اوسپر اللہ تعالی فرماویگا کہ جسوقت تو آدم کی پیٹھ مین نطفہ تہا اوسی وقت مینے تجسے توحید کا عہد لیا تہا لیکن دنیا مین پیدا ہونے کے بعد اوس عہد پر تو قائم نہیں رہا پھر آج اس بدلہ دینے کی آرزو اور تمنا سے کیا ہو سکتا ہے دوسری حدیث ابی بن کعب کی معتبر روایۃ سے مسند امام احمد مین ہے کہ عالم ارواح مین اللہ تعالی نے اپنے سب بندون سے توحید کا عہد لیا تہا اور پھر فرمایا کہ دنیا مین پیدا ہونے کے بعد سو اور آسمانی کتابین بہیجکر مین تمہین یہ عہد یاد دلاؤنگا پیدائشی نور ایمان سے مقصود وہی عالم ارواح کا نور ہے جسکا ذکر عبداللہ بن عمرو بن العاص کی روایۃ سے ترمذی مسند امام احمد اور مستدرک حاکم مین ہی کہ اللہ تعالی نے جب عالم ارواح مین سب مخلوق کو پیدا کیا تو ساری مخلوق جہالت اور خواہشات نفسانی کے اندہیرے مین تہی پھر اللہ تعالی نے اپنا ایک نور چھڑکا اس نور کے چھڑکنے سے جو لوگ دنیا مین پیدا ہونے کے بعد راہ راست پر آنیوالے تہے اُنکے دلمین وہ نور سما گیا اور جو لوگ دنیا مین پیدا ہونے کے بعد گمراہ رہنے والے تھے وہ اوس نور سے محروم رہگئے ترمذی نے اس حدیث کو حسن اور حاکم نے صحیح کہا ہے مسند امام احمد کے راوی بہی معتبر ہیں اوپر یہ جو بیان کیا گیا کہ بینہ کے معنے پیدائشی توحید کے اور پیدائشی نور ایمان کے ہین اور رسولونکا آسمانی کتابونکا لیکر آنا اوس توحید اور نور ایمان کی تائید ہی ان حدیثونسے اوسکی پوری تائید ہوتی ہے کیونکہ جو مطلب اوپر کی تفسیر کا ہے وہی مطلب ان حدیثونکا ہی کہ عالم ارواح مین مخلوقات کو پیدا کرکے پہلے وہ نور چھڑکا اور پھر توحید کا عہد لیا اور یہ فرمایا کہ اسی کی یاد دہی کیلئے اللہ کے رسول آسمانی کتابین لیکر دنیا مین آوینگے اور پھر دنیا مین اوس عہد کے موافق ہر ایک کو فطرت اسلامی پر پیدا کیا اور کتابین دیکر رسول بہیجے توراۃ اور قرآن مین شرعی احکام بہت تفصیل سے ہین اسواسطے ان آیتون مین ان ہی دونون کتابونکا نام فرمایا اب آگے فرمایا کہ فرقہ اہل کتاب یا مشرکین مین سے جو شخص اس قرآن یا کسی اور کتاب آسمانی یا اللہ کے کسی رسول کا منکر ہوگا اوسکا ٹہکانا دوزخ ہے اور اپنے رسولون کو مخاطب کرکے یہ بہی فرمایا کہ اوپر کی وجوہات کے موافق اگرچہ اس قرآن کے کتاب آسمانی ہونے مین کسی کو شک وشبہ کرنے کا موقع نہین ہی لیکن ازلی گمراہی کے سبب سے بہت لوگ اسکے منکر ہین اب آگے اون بے انصاف لوگونکا ذکر فرمایا جو اللہ کی عبادت مین دوسرونکو شریک کرتے ہین اور اتنا انصاف نہین کرتے کہ جب اللہ نے انکو اور انکی ضرورت کی سب چیزونکو پیدا کیا تو پھر دوسرونکو اللہ کی تنظیم مین شریک ٹہرانے کا کیا حق ہی ان لوگونکے حق مین یہ بہی فرمایا کہ انہین قیامت کے دن اللہ کے روبرو اپنے جرم کی جوابدہی کے لئے کہڑا ہونا پڑیگا اور اللہ کے فرشتے انکے اعمال کی گواہی ادا کرکے اللہ کی لعنت کے قابل انکو ٹہراوینگے جسکا

منزل ۳

مطلب ہی کہ یہ لوگ اللہ کی رحمت سے دور رہنے کے لائق ہیں جس طرح لفظ صاحب کی جمع اصحاب ہے ویسے ہی شاہد کی جمع اشہاد گواہ ہونکے معنے مین ہی مجاہد اور اکثر سلف کے قول کے موافق یہ فرشتون کی گواہی کا ذکر ہے۔ صحیح بخاری و مسلم مین عبداللہ بن عمر سے روایت ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کافر اور منافقونکو رسوا کرنے کے لئے اللہ کے فرشتونکی زبان پر تقسیم اعمال نامہ کیوقت آخری آیۃ کا یہ ٹکڑا ہوگا ہوالا لعنۃ اللہ علی الظالمین اس حدیث سے مجاہد اور سلف کے قول کی پوری تائید ہوتی ہے۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ۚ أُولَٰئِكَ يُعْرَضُونَ عَلَىٰ رَبِّهِمْ وَيَقُولُ الْأَشْهَادُ

اور کون ظالم اس سے جو باندہے اللہ پر جھوٹ وہ لوگ روبرو آوینگے اپنے رب کے اور کہین گے گواہی دینے

هَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَىٰ رَبِّهِمْ ۚ أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ ۝

یہی ہین جنہون نے جھوٹ کہا اپنے رب پر سن لو پھٹکار ہی اللہ کی بے انصاف لوگونپر

صحیحین اور مسند امام احمد بن حنبل وغیرہ مین جو حضرت عبداللہ بن عمر کی حدیث ہی اسمین اس آیۃ کی تفسیر اور شان نزول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسطرح فرمائی ہی کہ میدان محشر مین نامہ اعمال بٹنے سے پہلے اللہ تعالیٰ بعضے مسلمان گنہگارونکو اپنے ہی پاس بلاکر ایسے ہر ایک شخص کے گناہ اسکو یاد دلاویگا جب وہ مسلمان گنہگار اپنے ہر ایک گناہ کا اقرار کریگا اور دلمین جان لیویگا کہ اب مین دوزخ کو بھیجا جاؤنگا اسوقت اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے فرماویگا کہ دنیا مین مین نے تیرے یہ گناہ چھپائے اور لوگونسے تیری عیب کی شی کی آج بھی مین تیرے گناہ چھپاتا ہون یہ کہکر اس شخص کا نامہ اعمال سیدھے ہاتھ مین دینے کا حکم فرماویگا اور یہ لوگ بعد حساب و کتاب کے جنت مین چلے جاوینگے اور کافرون اور منافقون کو حساب سے پہلے ہی فرشتے اور نیک اہل محشر پکار پکار کر کہوینگے اپنے خدا کی لعنت ہے یہی لوگ ہیں جو خدا اور رسول اور خدا کے حکمون اور آج کے دن کو جھٹلاتے تھے اسی میدان محشر کے فرشتونکی شہادت کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیۃ مین فرمایا ہی چنانچہ اسکا ذکر اوپر بھی گذر چکا ہی غرض ان لوگونکا نامہ اعمال الٹے ہاتھ مین دیا جاویگا اور حساب و کتاب کے بعد یہ لوگ دوزخ کو چلے جاوینگے۔

منزل ۳

الَّذِينَ يَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا وَهُم بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ ۝

جو روکتے ہیں اللہ کی راہ سے اور ڈھونڈتے ہین اسمین کجی اور وہی ہین آخرت سے منکر

أُولَٰئِكَ لَمْ يَكُونُوا مُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُم مِّن دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ۘ

وہ لوگ نہین تھکانے والے زمین مین بھاگ کر اور نہیں اونکو اللہ کے سوا حمایتی دونا ہے

يُضَاعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ۚ مَا كَانُوا يَسْتَطِيعُونَ السَّمْعَ وَمَا كَانُوا يُبْصِرُونَ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ

اُنکے لئے عذاب نہ سکتے تھے سننا اور نہ تھے دیکھتے وہی ہیں جو

وقف لازم

خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ۝

ہار بیٹھے اپنی جان اور گم ہوگیا اُنسے جو جھوٹ باندھتے تھے آپ ہی ہوا کہ یہ لوگ آخرت مین یہی ہین سب سے خراب

یہ آیتین انہیں لوگونکی شان مین ہین جنکا ذکر اوپر کی آیۃ مین ہوچکا ہی کہ وہ خدا پر جھوٹ باندھتے ہین قیامت کے دن سارے جن وانس اور ملائکہ کے روبرو رسوا ہونگے اور ہر طرف سے یہی پکار ہوگی کہ یہ وہ ہی لوگ ہین جنہون نے خدا پر جھوٹ باندہا تہا یہ بڑے ظالم ہین لعنت ہو اسپر اب فرمایا کہ آپ یہ لوگ گمراہ ہین لیکن اورونکو بہی دین حق مین داخل ہونے سے روکتے ہین اور یہ چاہتے ہین کہ ہماری طرح دوسرے بہی گمراہ ہوجائین یہ لوگ آخرت کے منکر ہین کہتے ہین کہ مرنے کے بعد پہر کیسا جینا پہر فرمایا یہ لوگ دنیا مین خدا کو عاجز نہین کرسکتے اگر خدا انپر عذاب کا ارادہ کرے تو یہ لوگ کہیں بہاگ کر نہیں جاسکتے اور نہ اُسکی پکڑ سے بچ سکتے ہین کیونکہ خدا کے سوا کوئی ایسا نہیں ہے جو انکا حامی بنکر انکو عذاب سے بچاے خدا اُنسے ہر حال مین بدلہ لے سکتا ہی مگر اوس نے یہ بدلہ آخرت کے دن پر اٹھا رکہا ہی صحیح بخاری اور صحیح مسلم مین ابو موسے اشعری سے روایۃ ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ جل شانہ ظالمون کو جبتک چاہتا ہی ڈہیل دیتا ہی اور جب پکڑ لیتا ہی تو پہر نہیں چہوڑتا پہر فرمایا کہ ان لوگون کے واسطے دگنا عذاب ہی کیونکہ کان آنکہ انکو اسی واسطے دئے تہے کہ دیکہکر اور سنکر سمجہین بوجہین اور قدرت کی نشانیونکو مانین مگر یہ تو اندہے اور بہرے بنگئے حق بات کی پیروی نہین کرتے اوسپر طرہ یہ کہ دوسرونکو بہی اپنے ساتہ گمراہ کرتے ہین راہ حق سے بہٹکاتے ہین ان لوگون نے اپنا بڑا نقصان کیا پہر فرمایا اس نقصان کے وقت انکے وہ جھوٹے معبود کچہہ کام نہ آئین گے سب لاپتہ ہونگے۔

منازل

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَخْبَتُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ ۙ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

البتہ جو یقین لائے اور کین نیکیان اور عاجزی کی اپنے رب کی طرف وہ ہین جنت کے لوگ وہ اس مین رہا کرینگے

مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ كَالْاَعْمٰى وَالْاَصَمِّ وَالْبَصِيْرِ وَالسَّمِيْعِ ۭ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ ع ۲ ۲

مثال دونون فرقون کی جیسے ایک اندہا اور بہرہ اور ایک دیکہتا اور سنتا کیا برابر ہے دونونکا حال پہر کیا تم دہیان نہین کرتے

اوپر کی آیتون مین بدبختون کا حال بیان فرماکر اب ان آیتون مین نیک بخت اور سعادتمندون کا حال بیان فرمایا کہ جن لوگون نے اچہے اچہے عمل کئے اور ہر ایک حکم کو خدا کے بجالائے اور جن چیزونسے اونکو منع کیا تہا اونسے باز رہے اُنکے واسطے خدا نے جنت مقرر کی ہی جسمین طرح طرح کی نعمتین اور انواع واقسام کے کہانے اور ہر ایک طرح کے آرام وراحت کا سامان ہی وہ اُس مین رہینگے وہان پہر نہ موت آئے گی نہ نیند پسینے تک سے مشک کی خوشبو آئے گی۔ وہان نہ بوڑہے ہونگے نہ بیمار پہر اللہ نے ان کفار اور ان مومن بندون کے درمیان مین فرق بیان کیا کہ وہ کفار ایسے ہین جیسے اندہے اور بہرے کہ انکو بہلائی کا رستہ نہیں سوجہتا اور نہ سچی سچی باتین سنتے ہین اور یہ مومن بندے ایسے ہین جیسے سُننے دیکہنے والا کہ ہر ایک بات کو سنتے اور دیکہتے ہین اور حق وناحق مین فرق کرتے ہین اسلئے ان دونون مین بہت بڑا فرق ہی کہ یہ فرق سمجہنے اور عبرت پکڑنے کے قابل ہی۔ ترمذی اور ابن ماجہ کے حوالہ سے شداد بن اوس کی ایک معتبر روایۃ گذر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عقلمند وہ شخص ہی

جو موت سے پہلے موت کے بعد کا کچھ سامان کر لیوے اور عقل سے بے بہرہ وہ شخص ہی جو عمر بھر اس سے غافل رہی اور پھر عقبیٰ کی بہبودی کی توقع اللہ سے رکھے ان آیتوں مین فرمانبردار نافرمان بردار گروہ کی یہ مثال جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے کہ فرمانبردار گروہ ایک ہوشیار آنکھہ کان سے کام لینے والے شخص کی مانند ہے اور نافرمان گروہ ایک بیوقوف آنکھہ کان سے بے خبر شخص کی مانند ہے یہ حدیث گویا اس کی تفسیر ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اِنِّىْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ

اور بھیجا ہم نے نوح کو اوسکی قوم کی طرف کہ مین تمکو ڈر سناتا ہون کھولکر کہ نہ پوجو سوائے اللہ کے

اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ۝

مین ڈرتا ہون تمپر عذاب سے ایک دکھہ والے دن کے

مصنف ابن ابی شیبہ مستدرک حاکم تفسیر ابن ابی حاتم وغیرہ مین حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایۃ ہی کہ چالیس برس کی عمر مین حضرت نوح کو نبوت ہوئی اور طوفان سے پہلے ساڑھے نو سو برس اپنی قوم کو وہ نصیحت کرتے رہے اور ساٹھہ برس طوفان کے بعد پھر زندہ رہے اس حساب سے حضرت نوح کی عمر ایک ہزار پچاس برس کے قریب ہوئی حاکم نے اس روایۃ کو صحیح کہا ہی صاحب شریعت انبیا کی ابتدا حضرت نوح سے شروع ہی حضرت آدم سے لیکر حضرت نوح کی قوم کے پہلے تک کی لوگون مین بت پرستی نہیں تھی شیطان کے بہکانے سے پہلے اس قوم نے بت پرستی دنیا مین شروع کی جسکی تفصیل صحیح بخاری کی حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایۃ سے سورہ نوح مین آویگی غرض حضرت نوح سے حضرت موسیٰ تک کے انبیا اور اونکی قوم کا قصہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرماکر آخر کو وکذلک اخذ ربک اذا اخذ القرا فرمایا ہی جسکا مطلب ہی کہ عادت الٰہی یہ ہی کہ پہلے لوگون کی راہ پر لانے اور سمجھانے کو انبیا بھیجے جاتے ہین آسمان سے ہر طرح کی فہائش کے احکام اوتارے جاتے ہین قوم کے جاہل لوگ نبی وقت کو جھٹلائین یا کچھہ تکلیف دین تو نبی کو صبر کرنے اور تکلیف سہنے کا حکم ہوتا ہی قحط بیماری جانی ومالی نقصان پہلے دنیا کے ان چھوٹے چھوٹے خاص عذابون سے قوم کی تنبیہ کیجاتی اور سرکشی دور کی جاتی ہی اسپر اگر لوگ نہ مانین تو عام عذاب بھیل کر سب ہلاک ہوجاتے ہین الغرض تاریخی پچھلے کسی حال سے آیندہ کا کوئی معاملہ ثابت کرنا یہ ایک بہت عمدہ طریقہ ہی مثلاً شاہجہان بادشاہ کے عہد مین کسی شخص کا یہ کہنا کہ جس طرح اب وزیرون مین پھوٹ پڑگئی ہی اسی طرح کی پھوٹ اکبر بادشاہ کے عہد مین تاریخ کی کتابون سے معلوم ہوتی ہی اور یہ بھی تاریخ کی کتابون سے معلوم ہوتا ہی کہ اوسوقت کی پھوٹ سے اکبر کی بادشاہت مین بڑی خرابی پھیلی تھی اس مقولے سے اس کہنے والیکا یہ مطلب ہی کہ تاریخی تجربہ کے قرینہ سے اس زمانہ حال کی پھوٹ کا نتیجہ بھی آیندہ ملک کی خرابی کا وہی ہوگا جو اکبر کے زمانہ مین ہوا اس تاریخی ثبوت کے ڈھنگ پر جگہ جگہ قرآن شریف مین پچھلے انبیا اور گذشتہ امتونکا ذکر فرمایا گیا ہی ظاہر مین اون قصونکا مکرر ذکر کیا جانا خیال مین آتا ہی لیکن حقیقت مین اوس سے ایک معاملہ گذشتہ کو معاملہ حال سے مطابقت کیجاکر آیندہ کا نتیجہ لوگونکی سمجھہ مین آنا مقصود ہوتا ہی یہان آیندہ کا نتیجہ یہی مقصود ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تشفی اور تسلی دیگئی ہی کہ اے

منزل ۳

نبی برحق تم دل جمعی رکھو اگر یہ قریش باوجود فہمائش کے تمہاری نصیحت نہ مانینگے تو جس طرح حضرت نوح سے لیکر فرعون کی قوم تک انجام ہوا چند روز مین وہی انجام انکا ہوگا چنانچہ وکلا نقص علیک من انبا الرسل ما نثبت به فوادک سے اس دلجمعی کیطرف اشارہ ہی اور قریش کو تنبیہ کی گئی ہی کہ اگر باوجود فہمائش کے تم اپنی سرکشی سے باز نہ آوگے تو پہلی قومونکی طرح ہلاک کردئے جاوگے و کذالک اخذ ربک اذا اخذ القری وہی خاتمہ سے اسی کی طرف اشارہ ہی۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی کے حکم سے نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو یہ نصیحت کی کہ اگر تم لوگ بت پرستی سے باز نہ آوگے تو تمپر عذاب کے آجانیکا خوف ہی اسلئے تم لوگون کو چاہیے کہ بت پرستی کو چھوڑدو اور جس اللہ نے تمکو پیدا کیا ہی خالص دلسے اسی کی عبادت کرو تدبیر مبین کا یہ مطلب ہی کہ بت پرستی اللہ کو بہت ناپسند ہی اسلئے صاف لفظون مین اسکے وبال سے تم لوگونکو ڈرادینا میرا کام ہی صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے مغیرہ بن شعبہ اور عبداللہ بن مسعود کی روایتین ایک جگہ گذر چکی ہین جن مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالی کو انجانی کے عذر کا رفع کردینا بہت پسند ہی اسیواسطے اسنے آسمانی کتابین دیکر رسول بھیجے تاکہ لوگونکو اللہ تعالی کی مرضی اور نامرضی کی باتین معلوم ہوجاوین اور کسی کو اون باتون کی انجانی کا عذر باقی نرہے صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے ابوہریرہ کی روایۃ بھی ایک جگہ گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز روزہ حلال وحرام کے احکام ضرورت کے موافق ہر ایک صاحب شریعت نبی کے زمانہ مین بدلتے رہتے ہین اور اسی کو ہر ایک نبی کی شریعت کہتے ہین مگر توحید جو اصل دین ہی اوس سے کوئی شریعت خالی نہین رہی ان حدیثونکو آیۃ کی تفسیر مین بڑا دخل ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ احکام دین کی انجانی کے سبب سے دنیا مین جب سے شرک پھیلا اوسکے رفع کرنے کے لئے اول صاحب شریعت نبی نوح علیہ السلام سے لیکر خاتم الانبیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک اللہ تعالی نے آسمانی کتابین دیکر رسول بھیجے اور ہر ایک شریعت مین توحید کی تاکید قائم رکھی اور ہر ایک نبی نے عمر بھر اس تاکید کو ہر طرح پورا کیا لیکن علم الٰہی مین جن لوگون کا شرک کی حالت مین مرنا ٹھہر چکا تھا اُنکے دل پر انبیا کی نصیحت کا پورا اثر نہوا کیونکہ بعضے نبی ایسے بھی گذرے ہین جنکی تمام عمر کی کوشش مین فقط ایک ہی شخص راہ راست پر آیا چنانچہ صحیح مسلم کی انس بن مالک کی روایۃ مین اس کا ذکر ہی کہ قیامت کے دن بعضے نبیون کے ساتھ فقط ایک شخص فرمانبردار ہوگا اور باقی امت نافرمان ہوگی صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے ابوہریرہ کی روایۃ ایک جگہ گذر چکی ہی کہ بہ نسبت اور امتونکے امت محمدیہ کی تعداد قیامت کے دن زیادہ ہوگی اس حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ قرآن کا ایک ایسا معجزہ ہی کہ قیامت کے دن اسکے پیرو اور آسمانی کتابونکے پیروی کرنے والون سے زیادہ ہونگے۔

منزل

فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَوْمِهِ مَا نَرَاكَ إِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرَاكَ اتَّبَعَكَ إِلَّا الَّذِينَ

پہر بولے سردار جو منکر تھے اسکی قوم کے ہم دیکھتے نہین تجکو مگر آدمی جیسے ہم اور دیکھتے نہین کوئی تابع ہوا تیرا مگر جو ہم

هُمْ أَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّأْيِ وَمَا نَرَىٰ لَكُمْ عَلَيْنَا مِن فَضْلٍ بَلْ نَظُنُّكُمْ كَاذِبِينَ

مین نیچ قوم ہین اوپر کی عقل سے اور ہم نہین دیکھتے تمکو اوپر اپنے بڑائی بلکہ ہمکو خیال ہے کہ تم جھوٹے ہو

یہ جواب نوح علیہ السلام کی قوم نے اسوقت دیا کہ جب نوح علیہ السلام نے اون لوگون سے کہا کہ سوائے خدا کے اور کسی کی عبادت

نکرو نہین تو تمپر ایک بہت بڑا عذاب نازل ہونے کا خوف ہوا سپر انکی قوم کے سردارون نے کہا کہ جیسے ہم انسان ہین تم بہی انسان ہو پہر تمپر وحی آئی ہپر نہ آئی یہ کیا بات ہی علاوہ اسکے جو لوگ تمہارے تابع ہوتے ہین وہ سب کے سب ذلیل ہین کوئی بہی امن مین شریف نہین اور یہ ایمان بہی لائے تو کچہہ سوچ سمجہکر نہین لائے کیونکہ انکو عقل ہی کب ہی اسلئے فقط ان لوگونکے ایمان لانے سے کوئی فضیلت تمکو نہیں ہوسکتی تیسری بات یہ کہی کہ تمکو ہم اپنے سے بڑہکر نہیں دیکہتے ہمسے زیادہ عزت دار نہیں ہو نہ مال و دولت مین نہ جاہ و مرتبہ مین اسلئے ہم تمکو جہوٹا سمجہتے ہین۔ شیطان نے منکر قومون کے دلمین یہ وسوسہ قدیم سے ڈال رکہا ہی کہ اللہ کا رسول فرشتہ ہونا چاہیئے انسان تو سب یکسے ہین پہر یہ کیونکر ہوسکتا ہی کہ ایک انسان اللہ کا رسول ہو اور دوسرا نہو یہی شبہہ قوم عاد اور ثمود کو بہی تہا کہ اللہ کا رسول انسان کیونکر ہوسکتا ہی چنانچہ ہود علیہ السلام اور صالح علیہ السلام کے قصہ مین اس کا ذکر گذر چکا ہی۔ مشرکین مکہ اس شبہہ کے ساتہ یہ بہی کہتے تہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کی صداقت ایک فرشتہ ہمارے روبرو بیان کرے سورہ انعام مین اسکا جواب اللہ تعالی نے جو دیا ہی وہ گذر چکا کہ فرشتہ کو اصلی صورت مین دیکہنا تو انسانی قوت سے باہر ہے پہر اگر انسان کی صورت مین فرشتہ آویگا تو ان لوگونکا یہی شبہہ باقی رہیگا ان لوگونکا ایک یہ شبہہ بہی قدیمی ہی کہ اگر انسان نبی ہو تو کوئی مالدار شخص ہونا چاہیئے تاکہ اسکی قدر و منزلت کے سبب سے لوگ اسکا کہنا مانین سورہ زخرف مین اللہ تعالی نے اسکا یہ جواب دیا ہی کہ جس طرح اللہ تعالی نے اپنی حکمت کے موافق کسی کو غریب کسی کو مالدار کیا ہی اسی طرح اپنی مصلحت کے موافق جسکو چاہا اپنا رسول بنایا اللہ تعالی کو اپنی مخلوق کا حال ان لوگونسے زیادہ معلوم ہے ان لوگونکو اس مین کچہہ دخل نہین ہے معتبر سند سے تفسیر ابن ابی الدنیا وغیرہ مین عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مالدار آدمی اللہ تعالی کے نزدیک کیسا ہی عزیز ہو لیکن دنیا کے عیش و آرام کے معاوضہ مین کچہہ نہ کچہہ اوسکا درجہ عقبی مین ضرور گہٹ جاویگا اس حدیث سے یہ بات اچہی طرح سمجہہ مین آسکتی ہی کہ اللہ تعالی نے اپنے علم ازلی مین مالدار لوگون کو اس لئے نبی نہیں ٹہرایا کہ نبوت درجہ بڑہنے کی چیز ہے اور مالداری اوسکے برعکس ہی صحیح بخاری مین حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت سے ہرقل بادشاہ روم کا جو قصہ ہی اوس مین یہ ہی کہ ہرقل نے ابوسفیان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حال پوچہتے پوچہتے یہ بہی پوچہا کہ ان نبی کے پیرو مالدار لوگ ہین یا غریب ابوسفیان نے جواب دیا کہ غریب اسپر ہرقل نے کہا کہ انبیا کے پیرو قدیم سے غریب ہوتے چلے آئے ہین ہرقل کے اس قول کا یہ مطلب ہی کہ مالدار لوگ اپنے مال و متاع کے غرور مین نبی کی نصیحت کم سنتے ہین اسلئے انبیا کے پیرو اکثر غریب ہوتے چلے آئے ہین نوح علیہ السلام کے پیرو غریب لوگ جو تہے اوس کا سبب اس حدیث سے اچہی طرح سمجہہ مین آجاتا ہی۔

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَاٰتٰىنِيْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ

بولا اے قوم دیکہو تو اگر مین ہوا نظر آتی راہ پر اپنے رب کی اور اوسنے دی مجکو مہر اپنے پاس سے

فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ ۭ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ

پہر وہ تمہاری آنکہہ سے چہپا رکہی کیا ہم لگادین تمکو اور تم اس سے بیزار ہو

یہ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے جواب کے جواب مین کہا کہ جو دین مین خدا کی طرف سے لایا ہون اور جسبات کی تمہین ہدایت کرتا ہون

منزل ۳

تمپر اُسکا قبول کرنا واجب ہے اور جو تم نے جواب دیا ہین کوئی بہی ٹیھک نہین انسان ہونے مین بیشک ہم تم برابر ہین مگر انسان ہونا
نبوت کے مخالف نہیں اور نہ یہ ضرور ہے کہ سب کے سب جتنے انسان ہین نبی ہوجائین یہ تو خدا کا فعل ہی جسکو وہ پسند کرتا ہی رسول
بناکر لوگونکی طرف بہیجتا ہی اگر تم مین اسکی قابلیت اور صلاحیت ہوتی تو ممکن تھا کہ تم بھی رسول بنادئے جاتے اور ذیلون کے
ایمان لانے سے بھی میری نبوت پر کچہہ الزام نہین آتا کیونکہ تمہاری طرح یہ بھی بشر ہین انکو بھی تمہاری طرح عقل و فہم ہے انکا
تابع ہونا میرے لئے حجت ہی مین کہہ سکتا ہون کہ دیکھو تم ہی لوگون مین سے یہ ہیں جو مجہہ پر ایمان لائے ہین تم کیونکر انکے ایمان
لانے سے مجہہ پر الزام لگا سکتے ہو تمہاری تو بعینہ وہ مثال ہی کہ کوئی گروہ صحرا مین بہٹکتا پہرتا ہو اور اپنے راہ بر کا کہنا نہ مانتا ہو
وہ گروہ راستہ پر نہین آسکتا اسیطرح جب تم مجھے جہٹلاتے ہو اور دین حق کے قبول کرنے سے بیزار ہو تو مین زبردستی تمکو راستہ
پر نہین لاسکتا - کیونکہ اللہ تعالی کے علم ازلی مین جو گمراہ ٹہر چکا اوسکو زبردستی کون راہ راست پر لاسکتا ہی صحیح بخاری و مسلم
کے حوالہ سے حضرت علی کی روایت ایک جگہ گذر چکی ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علم الٰہی کے موافق جو شخص
جنت مین جانیکے قابل ٹہرا ہے وہ ویسے ہی عمل کرتا ہی اور ویسے ہی کامون کے کرنے مین اُسکو آسانی نظر آتی ہی اور جو شخص
دوزخ مین جانے کے قابل ٹہرا ہے وہ ویسے ہی عمل کرتا ہی اور ویسے ہی کامون کے کرنے مین اُسکو آسانی نظر آتی ہی نوح علیہ السلام
کے جواب کا یہ مطلب اس حدیث سے خوب حل ہوجاتا ہی کہ علم الٰہی کے موافق نبوت معجزہ سب چیز کی صداقت جن لوگونکی نظر سے
اسطرح چہپی ہوئی ہی کہ وہ ان حق باتونکے قبول کرنے سے بیزار ہین اور یہی بیزاری اُنکو آسان اور حق باتونکی صداقت مشکل نظر منزل ۳
آتی ہی تو ایسے لوگون کو دوزخ کے راستہ سے پہیر کر جنت کے راستہ پر زبردستی کوئی نہیں لاسکتا آگے جاکر نوح علیہ السلام نے ان
نفطونمین جو جواب دیا ہی ولا ینفعکم نصحی ان اردت ان انصح لکم ان کان اللہ یرید ان یغوکم یہ دوسرا جواب گویا پہلے جواب کی تفسیر ہے
اور اس دوسرے جواب اور حضرت علی کی حدیث کو ملاکر پہلے جواب کا مطلب وہی ہی جو اوپر بیان کیا گیا -

وَيٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَي اللّٰهِ

اور اے قوم نہین مانگتا مین تم سے اسپر مال میری مزدوری نہین مگر اللہ پر

پہر نوح علیہ السلام نے اسبات کی تفصیل بیان کی کہ مین جو لوگونکو راہ حق بتلاتا ہون اور خدا کا پیغام پہونچاتا ہون اس سے میرا
منشا یہ نہیں ہی کہ کوئی مجھے اسکی اجرت مین مال و دولت دے یہ نبوت کا دعوی ہرگز طلب دنیا کے لئے نہیں ہی جو تم کوئی تہمت
مجہہ پر دہر سکو گے یہ تو خالص خدا کے واسطے ہی اسکا اجر بہی خدا ہی دیگا - اللہ تعالی کی طرف سے انبیا پر یہ بات فرض ہی کہ وہ خالص
دلکی نصیحت کے طور پر احکام الٰہی امت کے لوگونکو پہونچادین اب انبیا اس نصیحت کے معاوضہ مین اگر امت کے لوگون سے
کچہہ اجرت اور مزدوری لیوین تو وہ خالص دلکی نصیحت کا موقع باقی نہیں رہتا اسواسطے وعظ و نصیحت کے معاوضہ مین انبیا
کو کسی اجرت یا مزدوری کا لینا جائز نہیں ہی یہی یہ بات کہ امت کے علما انبیا کے وارث بنکر لوگونکو قرآن کے موافق کچہہ وعظ و
نصیحت کرین یا قرآن پڑہادین تو انکی اجرت کا کیا حکم ہی اس مین علما کا اختلاف ہی امام ابوحنیفہ رح اور امام احمد رح کے نزدیک

قرآن کی تعلیم کے معاوضہ مین کسی اجرت کا لینا جائز نہیں ہی ابوداؤد اور ابن ماجہ مین ابی بن کعب و عبادہ بن الصامت کے جو روایتیں ہین اُنکا حاصل یہ ہی کہ عبادہ بن الصامت اور ابی بن کعب نے کچھ لوگونکو قرآن کی سورتین سکھائین اُن لوگون نے اپنے اُن اُستادون کو کچھ تحفہ دیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو جب اِس تحفہ کا ذکر آیا تو آپنے فرمایا کہ یہ تحفہ قیامت کے دن تحفہ لینے والے کے حق مین دوزخ کی آگ بن جاویگا اِس حدیث سے امام ابوحنیفہ رح کے اور امام احمد رح کے مذہب کی پوری تائید ہوتی ہی جو علما اِس اجرت کے جائز ہونے کے قائل ہین اونھون نے اِس قسم کی آیتون اور حدیثونکا طرح طرح سے جواب دیا ہی جسکی تفصیل حدیث کی شرح اور فقہ کی کتابون مین ہے۔

وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ۝

اور مین نہیں ہانکنے والا ایمان والونکو انکو ملنا ہے اپنے رب سے لیکن مین دیکھتا ہون تم لوگ جاہل ہو

وَيٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝

اور اے قوم کون چڑاوے مجھکو اللہ سے اگر انکو ہانک دون کیا تم دھیان نہیں کرتے

جس طرح نوح علیہ السلام کے قوم کے مالدار لوگون نے حضرت نوح علیہ السلام سے یہ جھگڑا کیا کہ اے نوح اگر تم ان کم عزت اور مفلس لوگونکو اپنی مجلس مین آنے سے روکدوگے تو ہم مالدار اور عزت دار لوگ کبھی کسی وقت تمہاری مجلس مین آکر کچھ تمہاری نصیحت سنینگے اور حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو جو جواب دیا جس جواب کا ذکر اِس آیۃ مین ہی سورہ انعام مین گذر چکا ہی کہ قریش مین کے عزت دار اور مالدار لوگون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہی خواہش کی تھی اور یہ جھگڑا کیا تھا جسپر اللہ تعالی نے سورہ انعام کی چند آیتین نازل فرماکر اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اون لوگونکی خواہش کو پورا کرنے سے منع فرمایا حاصل کلام یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لیکر قیامت تک آخر شیطان تو ایک ہی ہی جو ہر زمانہ کے لوگونکو بہکاتا ہی اسواسطے ہر ایک زمانہ کے لوگونکے دلون مین اوس ظالم نے ایک ہی طرح کے وسوسے ڈالے ہیں اور ہر وقت کے منکر لوگون نے ہر زمانہ کے رسول سے ایک ہی طرح کے ملتے جلتے جھگڑے کئے ہیں اور ایک مدت دراز سے اون جھگڑونکا رواج ہر زمانہ کے منکر لوگون میں چلا آیا ہی لیکن خواہ کسی قدر مدت دراز کا رواج ہو شریعت الٰہی مین بغیر حکم الٰہی اور سند شرعی کے کوئی رواج معتبر نہیں ہے اسلئے ہر زمانہ کی شریعت نے اِس رواج کو نامعتبر ٹھہرایا اور توڑا یہ رواج تو اللہ کے رسولون سے جھگڑا کرنیکا ایک بدبات کا رواج تھا ظاہر مین اگر کوئی بات نیک معلوم ہوتی ہو اور سند شرعی سے اوس بات کی تائید نہ ہوتی ہو تو اِس طرح کی نیک بات کا رواج بھی شریعت مین جائز نہین ہے صحیحین کی حضرت انس رض کی حدیث اوپر گذر چکی ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ بعضے صحابیون نے خلاف سنت ہمیشہ روزہ رکھنے کا اور بعضون نے ہمیشہ مجرد رہنے کا عہد کیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان صحابہ پر خفا ہوئے اور فرمایا کہ جو شخص میری سنت کے خلاف کوئی کام کریگا وہ میری پیروی کرنے والے گروہ سے خارج ہی۔ انھم لاقوا ربھم ولکنی اراکم قوما تجھلون۔ اسکا مطلب یہ ہی کہ غریب دیندار لوگ ایک دن اللہ کے روبرو کھڑے ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں اسلئے نیک عمل کرتے ہیں تم لوگ جاہل ہو

منزل ۳

جوابسے لوگونسے دور ی ڈہونڈتے ہوا گے جونوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے مشرک لوگونکو جواب دیا ہی اوس کا حاصل یہ ہی کہ مین ان غریب دیندار لوگونکو بلا قصور اپنی مجلس کے آنے سے روک دون گا تو یہ بڑی ناانصافی ہے پہر تم ہی لوگ دہیان کرو کہ اگر اس ناانصافی کی پرسش اللہ کی طرف سے ہوگی تو مین کیا جواب دونگا۔ سورہ انعام مین اللہ تعالیٰ نے یہی ہدایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمائی ہے کہ اگر تم ان مشرکون کے کہنے سے غریب دیندار لوگونکو اپنی مجلس کے آنے سے روک دوگے تو تم ناانصاف ٹہروگے اس سبب سے سورہ انعام کی آیتین نوح علیہ السلام کے اس جواب کی گویا تفسیر ہین۔

وَلَآ أَقُولُ لَكُمْ عِندِي خَزَآئِنُ ٱللَّهِ وَلَآ أَعْلَمُ ٱلْغَيْبَ وَلَآ أَقُولُ إِنِّي مَلَكٌ وَلَآ أَقُولُ لِلَّذِينَ

اور مین نہین کہتا تم کو کہ میرے پاس ہین خزانے اللہ کے اور نہ مین خبر رکہون غیب کی اور نہ کہون کہ مین فرشتہ ہون اور نہ کہونگا جو

تَزْدَرِيٓ أَعْيُنُكُمْ لَن يُؤْتِيَهُمُ ٱللَّهُ خَيْرًا ۖ ٱللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا فِيٓ أَنفُسِهِمْ ۖ إِنِّيٓ إِذًا لَّمِنَ ٱلظَّٰلِمِينَ ۝

تمہاری آنکہ مین حقیر ہین نہ دیگا انکو اللہ بہلائی اللہ بہتر جاننے والا ہے اسکا جو انکے جی مین ہی یہ کہون تو مین بے انصاف ہون

اوپر کی آیۃ مین جو نوح علیہ السلام کی قوم نے یہ کہا تہا کہ اپنے اوپر ہم تمہاری کوئی فضیلت نہیں دیکہتے اور تم ہمسے زیادہ عزت دار نہین ہو یہ اوسی کا جواب نوح علیہ السلام نے اونکو دیا کہ خدا کے خزانے میرے قبضہ مین نہین اور نہ مین غیب کی باتین جانتا ہون نہ کوئی فرشتہ ہون جو تم میری فضیلت سمجہو میری فضیلت تو خدا کی طرف سے یہ ہے کہ اوسنے مجھے معجزے عنایت کئے ہین اور جن لوگون نے میری پیروی اختیار کی ہی تم اُنکو ذلیل وخوار سمجہتے ہو اگر انکا باطن ویسا ہی ہی جیسا ظاہر ہے تو چاہے کوئی کتنا ہی انکو برا کہے حقیر سمجہے مگر خدا کے نزدیک انکا بڑا مرتبہ ہی خدا تو انکے دل کی باتونکو جانتا ہی آخرت مین اچہے سے اچہا انکو بدلہ دیگا اور جو لوگ انکو برا سمجہتے ہین وہ بڑا ظلم کرتے ہین بے سمجہے بوجہے ناحق انکی برائی اور مذمت کرتے ہین اور تمہارے کہنے سے اگر مین بہی انکے ساتہ برا برتاؤ کرون اور اپنے پاس سے انکو نکالدون تو مین بہی ظالم ٹہرونگا۔ ولا اقول لکم عندی خزائن اللہ کا تعلق ویا قوم لا اسئلکم علیہ مالا سے ہے مطلب ہی کہ احکام الٰہی کے پہونچا دینے پر نہ تو مین تم سے کچہہ مزدوری مانگتا ہون نہ مین تمکو یہ لالچ دیتا ہون کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہین تم میری پیروی کروگے تو مین تمکو بہت کچہہ دیکر نہال کردونگا۔ ولا اعلم الغیب اس کا مطلب یہ ہی کہ مین ہی نہین کہتا کہ آیندہ کا تمہارا ہر طرح کا بہلا برا میرے ہاتہہ مین ہی کیونکہ آیندہ کی بہلائی برائی ایک غیب کی بات ہی جو سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی دوسرے کو معلوم نہین اس مین تبون سے بہلائی برائی کی امید کی نوح علیہ السلام نے گویا جڑ کاٹی ہے۔ مانراک الا بشرا مثلنا جو قوم نوح نے کہا تہا اسکا جواب نوح علیہ السلام نے یہ دیا کہ مین بہی اپنے آپکو فرشتہ نہین کہتا باقی آیۃ کا مطلب اونہی غریب دیندارون کے حق مین یہ ہی کہ انکے دل کا حال تو اللہ تعالیٰ کو معلوم ہی لیکن ظاہر مین وہ دیندار ہین اسلئے انکے حق مین یہ غیب کی بات نہین کہہ سکتا ہون کہ ان لوگونکی دیندار پیروی ہی اسلئے بارگاہ الٰہی سے ان لوگون کو کچہہ بہلائی نہین پہونچ سکتی کس لئے کہ اگر انکل سے مین ایسی بات کہونگا تو یہ میری بے انصافی ہی صحیح بخاری مین حضرت عمرؓ سے روایۃ ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وانکل امرئ مانوی مطلب ہی کہ شرعی کامون مین دلکا ارادہ

منزل ۳

اور نیت اصل ہے اوپرے دلسے دنیا کے دکھاوے کیلئے جو کام کیا جاویگا وہ بیکار ہے اور جو خالص عقبیٰ کے ثواب کی نیت سے کیا جاویگا وہ عقبیٰ کے اجر کے قابل ہے مگر یہ دلکے ارادے اور نیت کا حال سوا اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو معلوم نہیں چنانچہ طبرانی اور مسند بزار کے حوالہ سے انس رضؓ بن مالک کی صحیح حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن جب سر بمہر لوگونکے اعمال نامے کھولے جاوین گے تو اللہ تعالیٰ اون مین سے بعضے عملونکو نا مقبول فرمائیگا اسپر فرشتے عرض کرینگے یا اللہ ظاہری طور پر تو ان عملون مین کوئی خرابی معلوم نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ فرماوے گا انسان کے دل کا حال سوائے میرے اور کسی کو معلوم نہیں مجھکو خوب معلوم ہی کہ یہ عمل خالص نیت سے نہیں کئے گئے نوح علیہ السلام کے جواب کے آخری ٹکڑے کی یہ حدیثین گویا تفسیر ہیں۔

قَالُوْا يٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ

بولے اے نوح تو ہم سے جھگڑا اور بہت جھگڑ چکا اب لے آ جو وعدہ دیتا ہے ہمکو اگر تو سچا ہے

قَالَ اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَآءَ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝ وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْٓ اِنْ اَرَدْتُّ

بولا کہ لاویگا تو اوسکو اللہ ہی اگر چاہے گا اور تم نہ تھکاؤ گے بھاگ کر اور نہ کام کریگی تم کو میری نصیحت جو مین چاہون

اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ ۭ هُوَ رَبُّكُمْ ڤ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝

تمکو نصیحت کرون اگر اللہ چاہتا ہو گا کہ تم کو بے راہ چلادے وہی ہے رب تمہارا اور اسی کی طرف پھر جاؤ گے

منزل ۳

جب نوح علیہ السلام کی قوم نے اپنے ہر ایک سوال کا پورا جواب پایا تو کہنے لگے کہ اے نوح ہم تم سے ہر طرح بحث کرکے تھک گئے کوئی حجت ہماری پیش نہ چلی اب جس عذاب کا تم ہمکو خوف دلاتے ہو اگر تم سچے ہو تو وہ عذاب نازل کراؤ اسکا جواب نوح علیہ السلام نے دیا کہ یہ میرے بس کا کام نہین ہی خدا کے ہاتھ ہے اگر وہ عذاب جلدی بھیجنا چاہے گا تو کوئی اوسکو روک نہیں سکتا اور اگر اسکی حکمت دیر کی مقتضی ہی تو دیر مین نازل ہوگا اگر تم چاہو کہ ہم بچ جائین سو یہ بیخبر ہے یہ ممکن ہی نہیں ہی تم یا اور کوئی اوسکو عاجز کردے یا تم کہیں بھاگ کر چلے جاؤ اور بچ جاؤ اور میری نصیحت بھی تمکو کچھ فائدہ مند نہیں ہو سکتی مین ہزار چاہون کہ تم کسی طرح ایمان لاؤ اور اللہ تعالیٰ کے علم ازلی میں تمہاری گمراہی ٹھہر چکی ہو تو مجھ سے کچھ نہیں ہو سکتا وہ تمہارا رب ہے اسی نے تمکو پیدا کیا وہی تمہین دنیا مین زندہ رکھتا ہی وہی تمہاری پرورش کرتا ہی اوسی کے ہاتھ مین ہدایت اور گمراہی ہی اسی کی طرف تمہین پھر جانا ہی وہان تمہارے اعمال کا بہت اچھی طرح بدلہ ملیگا۔ سورہ انفال میں گذر چکا ہی کہ مشرکین مکہ جب کسی حجت مین غالب نہ آسکے تو اونہون نے یہی عذاب کے آجانے کی خواہش کی تھی صحیح بخاری کے حوالہ سے انس رضؓ بن مالک کی یہ حدیث بھی گذر چکی ہی کہ ابوجہل نے یہ عذاب کی خواہش کی تھی اور سب مشرک اسکے ہم خیال تھے حاصل یہ ہی کہ قوم نوح اور قریش کی عذاب کی خواہش کے ملانے سے یہ نتیجہ نکلا کہ یہ آسمانی کتابون اور اللہ کے رسولون کے منکر لوگ عذاب الٰہی کے وعدہ کو سچا نہین جانتے تھے اسلئے جب یہ لوگ زبانی حجتون مین لاجواب ہو جاتے تھے تو بیدھڑک عذاب کی خواہش انکی زبان پر آجاتی تھی صحیح بخاری

مسلم کے حوالہ سے حضرت علی کی حدیث گذر چکی ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علم الٰہی مین جو شخص دوزخی ٹھہر چکا ہے دنیا مین پیدا ہونے کے بعد وہ ویسے ہی کام کرتا ہے اور یہ بھی گذر چکا ہے کہ ولا ینفعکم نصحی ان اردت ان انصح لکم ان کان اللہ یرید ان یغوی کم کی حضرت علی کی یہ حدیث گویا تفسیر ہے +۔

ع ۳ ۱۳ ۳ اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَیْتُهٗ فَعَلَیَّ اِجْرَامِیْ وَ اَنَا بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ ۝

کیا کہتے ہین بنالایا قرآن کو تو کہہ اگر مین بنالایا ہون تو مجھپر ہے میرا گناہ اور میرا ذمہ نہیں جو تم گناہ کرتے ہو

اس آیہ مین اس بات کا اختلاف ہے کہ یہ آیت نوح علیہ السلام کی قوم کی شان مین ہے یا حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کفار مکہ یہ کہتے تھے بعضے مفسرون نے یہ کہا ہے کہ جو کچھ نوح علیہ السلام کی قوم حضرت نوح پر اعتراض کیا کرتی تھی وہی اعتراض کفار مکہ بھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کرتے تھے مگر یہ قول صحیح نہیں معلوم ہوتا کیونکہ نوح علیہ السلام کو کوئی کتاب نہیں ملی تھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید نازل ہوا تو کفار مکہ کہنے لگے کہ یہ قرآن انہون نے آپنے جی سے گھڑ لیا ہے خدا نے نہین اوتارا ہے اس کا جواب اللہ جل شانہ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا کہ اونسے کہو کہ یہ قرآن اگر ہم خود بنا کر کہتے ہین تو اسکا جرم ہمپر ہے اور تم مجھ جھٹلاتے ہو تو اس سے بھی مین بری ہون اور بعضے مفسرون نے یہ بیان کیا ہے کہ اس آیہ کو بھی حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ سے تعلق ہے جب آنکی قوم ہر ایک بات مین ہار گئی اور کوئی حجت نہ چلی تو کہنے لگے تمپر وحی وغیرہ کچھ بھی نہین آتی ہے تم جھوٹ کہتے ہو کیونکہ تمہارے پاس سند تو ہے نہیں جس سے تم خدا کے رسول سمجھے جاؤ تو یہ جواب اللہ نے نوح علیہ السلام کو بتلایا گیا کہ کہدو اگر مین جھوٹ کہتا ہونگا تو اوسکا گناہ مجھپر ہے اور تم جو مجھپر تہمت جھوٹ کی دھرتے ہو مین اس سے بالکل الگ ہون حاصل کلام جب نوح کی قوم ایمان نہین لائی تو اونکو حکم ہوا کہ انکے واسطے بد دعا کرو حضرت نوح نے بد دعا کی کہ اے رب زمین پر کسی کافر کا گھر بسنے والا نچھوڑ تو یہ آگے کا حکم آیا۔ تفسیر مقاتل مین اسی کو ترجیح دی ہے کہ حضرت نوح کے قصہ مین یہ آیۃ قریش کی شان مین ہے معتبر سند سے مستدرک حاکم مین حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایۃ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ولید بن مغیرہ جو مشرکین مکہ مین بڑا لسان اور شاعر تھا قرآن کی آیتین سنکر اونسے یہ کہا کہ یہ کلام آدمی اور جنات کے کلام سے انوکھا ایک کلام ہے مگر ابوجہل کے بہکانے سے ولید یہ کہنے لگا کہ قرآن مین یہ انوکھی تاثیر جادو کے سبب سے ہے اس حدیث کو آیہ کی تفسیر مین بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ جب تم مین کا ولید بن مغیرہ جیسا شخص قرآن کو آدمی کے کلام سے انوکھا بتلاتا ہے تو مجھ ان پڑھ آدمی پر قرآن کے بنانے کا جھوٹا الزام جو لگاتے ہو ایک دن اس جھوٹے الزام کے وبال مین پکڑے جاؤ گے اور سوقت تمکو کھل جاویگا کہ مین اس جھوٹے الزام سے بری تھا۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے انس بن مالک کی حدیث گذر چکی ہے کہ ان جھوٹا الزام لگانے والون مین کے اکثر آدمی بدر کی لڑائی مین مارے گئے اور اللہ کے رسول نے اونکی لاشون پر کھڑے ہو کر یہ فرمایا کہ اب تو تم لوگون نے اللہ تعالیٰ کے وعدہ کو سچا پالیا سا وپر یہ جو کہ تھا کہ ایک دن یہ لوگ جھوٹے الزام مین پکڑے جاوینگے اور سوقت ان لوگونکو معلوم ہو جاویگا کہ یہ لوگ جھوٹے تھے اور اللہ کے رسول انکے جھوٹے الزام سے بالکل بری تھے اسی صداقت اس

منزل

حدیث سے اچھی طرح سمجھ مین آسکتی ہی۔

وَاُوْحِیَ اِلٰی نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَىِٕسْ بِمَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ

اور حکم ہوا طرف نوح کے اب ایمان نہ لاویگا تیری قوم مین مگر جو ایمان لاچکا سو غمگین نہوان کا موہپر جو کرتے ہین

وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْیُنِنَا وَوَحْیِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ۝

اور بنا کشتی رو برو ہماری اور ہمارے حکم سے اور نہ بول مجھسے ظالمونکے واسطے یہ البتہ غرق ہون گے

جب قوم نوح نے عذاب کی جلدی کی اور حضرت نوح کو بہت ستانا شروع کیا تو اللہ تعالی نے فرمایا کہ اے نوح اب تمہاری قوم مین سے کوئی ایمان نہین لاویگا جتنے ایمان لاچکے وہ لاچکے آیندہ اب کسی سے ایمان لانیکی امید نہین تم انکی کسی بات کا غم نکرو جو یہ کرتے ہین کرین تم ایک کشتی طیار کرو ہم وحی کے ذریعہ سے کشتی کے بنانے کا ڈہنگ تمہین بتاتے ہین اور ان ظالمون کے باب مین سفارش کے طور پر بارگاہ الوہیت مین کچھ کہو یہ سب ڈوبنے والے ہین قتادہ کا قول ہی کہ حضرت نوح کی کشتی تین سو گز لمبی تھی ابن عباس فرماتے ہین بارہ سو گز لمبی اور سو گز چوڑی تھی کسی نے یہ بھی کہا ہی کہ وہ ہزار گز لمبی اور سو گز چوڑی تھی مگر سب کا اسباتپر اتفاق ہی کہ بلندی مین وہ کشتی تیس گز تھی اس کشتی مین تین درجے تھے ہر درجہ تیس گز کا تھا نیچے کا درجہ چارپائے گائے بیل بھینس وغیرہ کی قسم مین سے جانورونکے واسطے اور بیچ کا درجہ آدمیونکے لیے اور اوپر کا درجہ پرندونکے لیے بنایا تھا کشتی کی چوڑائی مین ایک دروازہ بھی تھا اور ایک سرپوش تھا کشتی کے اوپر ڈھانپنے کو تاکہ کثرت سے مینہ جو برس رہا تھا اوسکے صدمہ سے کشتی والے محفوظ رہین حافظ ابو جعفر ابن جریر عبداللہ بن عباس سے روایت کرتے ہین کہ عیسے علیہ السلام کے حوارین مین سے ایک شخص نے حضرت عیسے سے کہا کہ کبھی ایسے شخص کو آپ زندہ کرین جسنے حضرت نوح کی کشتی اپنی آنکھون سے دیکھی ہو وہ ہم سے اوسکا حال بیان کرے حضرت عیسے اون لوگونکو اپنے ساتھ لیے ہوئے ایک ٹیلہ پر پہونچے اور تھوڑی سی مٹی اوٹھاکر اپنے ساتھیون سے پوچھا تم لوگ جانتے ہو یہ کون شخص ہی لوگون نے کہا خدا اور خدا کا رسول جانے ہین کیا خبر حضرت عیسے نے کہا یہ حضرت نوح کے بیٹے حام کی پنڈلی کی مٹی ہی اور عصا سے ٹیلہ کو مارکر کہا خدا کے حکم سے کھڑا ہوجا جسوقت وہ اوٹھا تو اسکے سر کے بال بالکل سفید تھے حضرت عیسے نے پوچھا کیا تو اسی عمر مین ہلاک ہوا تھا اسنے کہا کہ نہین جب مین مرا تھا جوان تھا اسوقت مین نے یہ گمان کیا کہ قیامت آگئی اسلیے اس خوف سے مین بوڑھا ہوگیا پھر اوس سے کشتی کا حال پوچھا گیا تو بیان کیا وہ کشتی بارہ سو گز کی لمبی اور چھ سو گز کی چوڑی تھی اوس مین تین طبقے تھے نیچے چارپائے بیچ مین آدمی اوپر پرندے جب چارپایون کی لید کی کثرت ہوئی تو خدا نے وحی بھیجی کہ اے نوح ہاتھی کی دم دباؤ اسکی دم دبانے سے ایک جوڑا سور کا پیدا ہوگیا جسنے لید وغیرہ کا صفایا کیا جب چوہے بہت ہوگئے اور کشتی کی لکڑی اور رسیان کترنے لگے تو اللہ کا حکم ہوا کہ شیر کی دونون آنکھون کے درمیان مین ہاتھ مارو اس سے ایک جوڑا بلی کا پیدا ہوا جسنے چوہون کو کھانا شروع کردیا پھر حضرت عیسے نے پوچھا نوح کس طرح سمجھے کہ سارا شہر ڈوب گیا اسنے کہا کہ ایک کوے کو بھیجا تھا کہ خبر لائے مگر وہ ایک مردار پر جھک پڑا اسکے لیے حضرت نوح نے بد عا کی تھی اسی لیے وہ گھرون

منزل ۲

ہیں رہنا پسند نہیں کرتا خوف زدہ ہوکر آدمیوں سے بھاگتا ہی پھر کبوتر کو بھیجا وہ جاکر چونچ میں ایک پتہ زیتون کا اور تھوڑی سی مٹی پنجے میں دبا کر لایا اس سے سمجھا کہ سب ہلاک ہو گئے آپنے کبوتر کیواسطے دعا کی تھی وہ گھروں میں رہتا ہے اور آدمیوں سے نہیں بھاگتا پھر حواریں نے کہا یا حضرت اس شخص کو ہمارے گھر سے چلتے وہاں چلکے یہ ما را اور باقی کا حال بیان کریگا حضرت عیسے نے کہا جس کا رزق اب دنیا میں نہیں ہے وہ کیونکر تمہارے ساتھ چل سکتا ہی پھر حضرت عیسے نے کہا خدا کے حکم سے پھر ویسا ہی ہو جا جیسا تھا وہ خاک کا ٹیلہ ہو گیا۔ حافظ ابن کثیر نے عبد اللہ بن عباس کی اس روایۃ کو غریب قرار دیا ہی کوئی اکیلا مقبول راوی کسی حدیث کی سند میں ہو تو اوس حدیث کو غریب کہتے ہیں اور اگر اسی اکیلے مقبول راوی کی روایۃ کسی ثقہ راوی کے مخالف بھی ہو تو اسکو شاذ کہتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عبد اللہ بن عباس کی اس حدیث کے راوی حافظ ابن کثیر کے نزدیک مقبول تو ہیں مگر اس روایۃ میں اکیلے ہیں اور انکی روایۃ کسی ثقہ راوی کے مخالف نہیں ہے اس لئے غریب ہی شاذ نہیں ہے۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے عبد اللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث گذر چکی ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا میں جو کچھ ہونے والا تھا اللہ تعالی نے وہ سب لوح محفوظ میں لکھ لیا ہی صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت علی کی حدیث بھی گذر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علم الہی کے موافق جو لوگ دنیا میں پیدا ہونے اور مرنے کے بعد دوزخی ٹھہرے ہیں وہ دنیا میں کام بھی ویسے ہی کرتے ہیں ان حدیثوں کو آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہی کہ قوم نوح میں سے جس قدر آدمیوں کا راہ راست پر آنا لوح محفوظ میں لکھا گیا تھا جب اون آدمیوں کی گنتی پوری ہو گئی تو اللہ تعالی نے نوح علیہ السلام کو حکم بھیجدیا کہ اب اس قوم میں سے اور کوئی نیا شخص راہ راست پر نہ آویگا اور نوح علیہ السلام کو یہ بھی جتلا دیا کہ ان لوگوں کے بے ڈھنگے کاموں سے کچھ غمگین نہ ہونا چاہیے یہ لوگ علم الہی میں دنیا اور عقبی کے عذاب کے قابل ٹھہر چکے ہیں اسلئے مرتے دم تک ایسے بے ڈھنگے کام کرینگے۔ منزل ۳

وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأٌ مِّن قَوْمِهِ سَخِرُوا مِنْهُ ۚ قَالَ إِن تَسْخَرُوا مِنَّا فَإِنَّا نَسْخَرُ

اور وہ کشتی بناتا تھا اور جب گزرتے اوسپر سردار اسکی قوم کے ہنسی کرتے اس سے بولا اگر تم ہنستے ہو ہمسے تو ہم ہنستے ہیں

مِنكُمْ كَمَا تَسْخَرُونَ ۝ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ مَن يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ۝

تم سے جیسے تم ہنستے ہو ابھی آگے جان لوگے کہ کسپر آتا ہے عذاب کہ رسوا کرے اسکو اور اترتا ہے اوسپر عذاب ہمیشہ کا

جب حضرت نوح کشتی بنا رہے تھے تو لوگ آتے جاتے کشتی بناتے دیکھکر مسخراپن کرتے تھے کبھی کہتے تھے بنی بنکر اب کیا بنوگے کبھی کہتے تھے کہ کہیں پانی کا تو پتہ بھی نہیں ہے یہ خشکی میں کس طرح کشتی چلاؤ گے اور اس بات کو بھی ہنسی سمجھتے تھے جو حضرت نوح اوسسے کہتے تھے کہ عنقریب تم لوگ ڈوبنے والے ہو وہ کہتے تھے کہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ کوئی خشکی میں ڈوبے گا حضرت نوح بھی اوپر ہنستے تھے کہ یہ لوگ مجھپر ہنس رہے ہیں مگر عنقریب ڈوبکر ہلاک ہونے والے ہیں مفسروں نے یہاں یہ بیان کیا ہی کہ وہ کشتی ساگ کی لکڑی کی تھی حضرت عبد اللہ بن عباس کہتے ہیں دو سو برس میں بنی تھی۔ توریت میں

مذکور ہی کہ صنوبر کی لکڑی کی تھی مگر اس باب مین کوئی صحیح روایۃ نہیں ہی پھر نوح علیہ السلام نے کہا کہ اب قریب مین تم لوگ جان لوگے کہ کون عذاب آنے سے رسوا ہوتا ہی اور کسپر ہمیشہ ہمیشہ کا عذاب ہوگا مطلب یہ ہی کہ تم لوگ دنیا مین تو ڈوب کر ہلاک ہوگے اور آخرت مین ہمیشہ کیلئے دوزخ کا عذاب بھگتوگے حضرت عائشہ فرماتی ہین نوح علیہ السلام اپنی قوم مین ہزار برس تک رہی اور ساڑہی نو سو برس وہ اپنی قوم کو خدا کی طرف بلاتے رہے اونکے آخر زمانہ مین ایک بہت بڑا درخت ہوا اور ہر طرف اسکی شاخین پہیل گئین تو نوح علیہ السلام نے اسکو کاٹکر کشتی کا سامان شروع کیا اونکی قوم دیکھکر ہنستی تھی کہ خشکی مین کیونکر کشتی چلے گی وہ کہتے تھے اب معلوم ہو جائے گا۔ جب کشتی تیار ہو چکی تو اکبارگی زمین ابل پڑی اور ہر کوچہ و بازار مین پانی ہی پانی نظر آنے لگا سب ڈوبنے لگے تو ایک عورت کو بہت خوف ہوا اوس کا ایک ننہا سا بچہ تھا وہ اوسے بہت چاہتی تھی وہ اوسے لیکر پہاڑ پر چڑہ گئی جب وہان بھی پانی آگیا تو بالکل اوپر پہاڑ کی چوٹی پر چڑہ گئی جب پانی اوسکے گلے تک پہونچا تو اوسنے اپنے دونون ہاتھون پر بچے کو اوپر اوٹھا لیا مگر کچھ بس نہ چل سکا پانی اوسکو بہا کر لے گیا اگر اللہ پاک کسی پر رحم کرتا تو اوسوقت اوسی عورت پر رحم کرتا یہ روایۃ مستدرک حاکم وغیرہ مین ہی اور ذہبی نے اسکو ضعیف قرار دیا ہی لیکن یہ روایت تفسیر ابن ابی حاتم مین بھی ہی اور ابن ابی حاتم نے صحت روایۃ کی پابندی ابن جریر اور حاکم سے زیادہ کی ہی اس لیئے اس روایۃ کو بالکل ضعیف نہین کہا جا سکتا صحیح سند سے ترمذی طبرانی اور مستدرک حاکم مین ابی بکرہؓ کی حدیث ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا وہ آدمی ہے جس کی عمر بڑی ہوا اور اوس کے عمل نیک ہون اور برا وہ آدمی ہے جس کی عمر بڑی ہو اور اوس کے عمل بد ہون مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن جزا و سزا نیک و بد عملون کے موافق ہوگی اسلیے جس نیک عمل والے آدمی نے بڑی عمر پاکر نیک عمل بڑہائے اسکی جزا بڑہ گئی اور وہ اچھا رہا اور جس بدعمل والے آدمی نے بڑی عمر پاکر بدعمال بڑہائے ویسے اسکی سزا ہوگی اس لئے وہ برا رہا اس حدیث سے آیتونکی یہ تفسیر ٹہری کہ کشتی کی تیاری کے سبب سے طوفان کے آنے مین جس قدر دیر ہوئی یہ زمانہ بھی قوم نوح کے حق مین ایک عذاب کا زمانہ تھا کیونکہ اس قدر عمر کے حصہ مین اونھون نے اللہ کے نبی نوح علیہ السلام سے مسخرا پن کرکے اپنی بداعمالی اور اوسکی سزا کو اور بڑہا لیا فسوف تعلمون سے آخر آیۃ تک اس مطلب کو بیان فرمایا گیا ہی کہ تم لوگ ہنستے کیا خاک ہو تمہارے رونے کے دن تو آگے آرہے ہین ابن ماجہ مستدرک حاکم اور مسند ابی یعلی کے حوالہ سے انس بن مالکؓ اور عبداللہ بن قیس کی روایتین گذر چکی ہین کہ دوزخی لوگ دوزخ مین یہان تک روئین گے کہ آنکے آنسو مین کشتی چلائی جاوے تو چل نکلے حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے ان لوگونکے رونیکے دن تھے جو آگے آئے

منزل ۲

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ

یہانتک کہ جب پہنچا حکم ہمارا اور جوش مارا تنور نے کہا ہمنے لادے اسمین ہر قسم سے جوڑا دوہرا اور اپنے گھر کے لوگ

اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ ۭ وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝

مگر جسپر پہلے پڑ چکی بات اور جو ایمان لایا ہو اور ایمان نہیں لائے تھے ساتھ اسکے مگر تھوڑے

جب نوح علیہ السلام کشتی بنانے سے فارغ ہوگئے اور تنور اوبل پڑا تو اللہ تعالی نے نوح علیہ السلام کو حکم دیا کہ جو جو جانور انسان کی زندگی مین فائدہ دینے والے ہیں یا جنکا باقی رکھنا دنیا مین منظور تھا انکا ایک ایک جوڑا لیلو اور بعضون نے درختون کو بھی لکھا ہی کہ انکے لینے کا بھی حکم ہوا تھا اور بعضون کا قول ہی کہ جب کشتی مین گدہا چڑھنے لگا تو شیطان نے اسکی دم پکڑلی وہ چڑھ نہ سکا کئی دفعہ کوشش کی اوٹھا بیٹھا آخر حضرت نوحؑ نے گدہے سے کہا کہ شیطان کشتی کے اندر آجا اسلئے گدہا سوا ابلیس کے کشتی مین داخل ہوگیا بعضون نے یہ بھی بیان کیا ہی کہ کشتی والون نے یہ کہا کہ یہان شیر بھی ہے چارپائے کیونکر امن سے رہینگے اسواسطے خدا نے شیر کو بخار مین مبتلا کردیا اور پہلے دنیا مین تپ اسی سے شروع ہوئی اس سے پہلے بخار کا نام ونشان بھی نتھا پھر لوگون نے کہا کہ چوہے کھانے پینے کی چیزونکا نقصان کردینگے خدا کا حکم ہوا شیر کو چھینک آئی اور ایک بلی پیدا ہوئی جسکو دیکھکر چوہے دبک گئے تنور کی تفسیر مین بہت اختلاف ہی لیکن حافظ ابو جعفر ابن جریر نے تنور کے مشہور معنے کو ترجیح دی ہی یہ تنور نوح علیہ السلام کے گھر مین تھا اور اس مین سے پانی کا اوبلنا طوفانی نشانی ٹھہرا تھا حاصل یہ ہی کہ زمین وآسمان ہر جگہ سے پانی نکلا امام رازی کہتے ہین کہ یہ جو روایۃ مشہور ہی کہ ابلیس بھی کشتی مین داخل ہوگیا تھا کچھ سمجھ مین نہین آتی اسلئے کہ اسکا جسم ناری یا ہوائی ہے پانی سے اسکو بھاگنے کی ضرورت نہین ہی اور آیت سے بھی اس کے بارہ مین کچھ معلوم نہین ہوتا اور نہ کسی صحیح حدیث مین اس کا ذکر ہے پھر فرمایا کہ اپنے رشتہ دارون زن وفرزند کو بھی ساتھ لیلو مگر ان مین سے اپنی بیوی کنعان کی ماں اور کنعان کو اور کنعان کی بیوی کو ساتھ نہ لینا کیونکہ یہ لوگ ایمان نہین لائے تھے منزل ۳ اپنی قوم کے دین پر تھے اسواسطے ان کے حق مین حکم تھا کہ یہ ڈوب جاوینگے پھر فرمایا کہ جو لوگ ایمان لے آئے ہین تمہاری قوم مین سے اونکو بھی اپنے ساتھ لیلو اور یہ لوگ جو ایمان لائے تھے بہت ہی کم لوگ تھے قتادہ کہتے ہین کہ یہ آٹھ آدمی تھے حضرت عبداللہ بن عباس کہتے ہین کہ اسی آدمی تھے اور یہی قول صحیح معلوم ہوتا ہی کیونکہ جب یہ لوگ کشتی سے اترے تھے تو ایک بستی بسائی جسکا نام قریۃ الثمانین رکھا گیا یہ بستی اب تک موصل کے اطراف مین موجود ہی صحیح بخاری ومسلم کے حوالے ابوہریرہؓ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن مجھکو امید ہی کہ اور انبیاے میرے پیرو زیادہ ہونگے ۔اس حدیث کو وما اٰمن معہ الا قلیل کی تفسیر مین بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ تمام امتون مین سے تھوڑے لوگونکا ایمان لانا کچھ نوح علیہ السلام پر منحصر نہین ہی بلکہ قیامت کے دن خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور سب انبیا کے پیرو تھوڑے ہونگے لیکن امت محمدیہ کو چاہئے کہ وہ ریاکاری اور بدعت مین گرفتار ہوکر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اس امید مین خلل نہ ڈالین کیونکہ مسند امام احمد وغیرہ کے حوالہ سے محمود بن لبید کی صحیح حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے دکھاوے کے عمل کو چھوٹا شرک فرمایا ہی جس کا مطلب یہ ہی کہ پورے مشرک لوگ ظاہر مین سوا اللہ کے بتونکی پرستش کرتے ہین اور ریاکار لوگ اگرچہ بظاہر اللہ کی عبادت کرتے ہین لیکن انکی نیت مین دنیا کے دکھاوے کا میل ہوتا ہی اور یہی چھوٹا شرک ہی صحیح

بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت عائشہ کی حدیث بھی ایک جگہ گذر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بغیر سند شرعی کے جو عمل دین میں نکالا جاویگا وہ بدعت ہے اور ایسا بدعت کا عمل نامقبول ہے ان حدیثوں سے معلوم ہوگیا کہ دین کے جس کام میں دنیا کے دکھاوے یا بدعت کا دخل ہوگا اوس عمل سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں ضرور خلل پڑیگا جس خلل سے اللہ کے رسول کی اوس امید میں بھی ضرور خلل پڑجاویگا جس امید کا ذکر اوپر گذرا۔

وَقَالَ ارْكَبُوا فِيهَا بِسْمِ اللَّهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ۚ اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَهِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ

اور بولا سوار ہو اسمیں اللہ کے نام سے اسکا بہنا اور ٹھہرنا تحقیق میرا رب ہے بخشنے والا مہربان اور وہ لئے بہتی ہے انکو

فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۠ وَنَادٰى نُوْحُ ابْنَهٗ وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ

لہروں میں جیسے پہاڑ اور پکارا نوح نے اپنے بیٹے کو اور وہ ہو رہا تھا کنارے اے بیٹے سوار ہو ساتھ ہمارے اور مت رہ ساتھ

الْكٰفِرِيْنَ ۝ قَالَ سَاٰوِيْٓ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ ۭ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ

منکروں کے کہا میں لگ رہونگا کسی پہاڑ کو کہ بچالے گا مجھکو پانی سے بولا کوئی بچانیوالا نہیں آجکے دن اللہ

اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ ۝

کے حکم سے مگر جسپر وہ مہر کرے اور بیچ آپڑی دونوں بیچ موج پھر ہوگیا ڈوبنے والوں میں

منزل ۳

پھر نوح علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ بسم اللہ کشتی میں سوار ہو جاؤ خدا کے نام کی برکت سے یہ کشتی پانی پر چلے گی اور اسکے نام سے ٹھہریگی میرا رب بڑا غفور الرحیم ہے ہمپر رحم کہا کر بخشش کی اور کافروں کو ہلاک کیا۔ تفسیر ضحاک میں ہے کہ نوح علیہ السلام جب چاہتے تھے کہ کشتی چلے تو بسم اللہ کہتے تھے کشتی چلنے لگتی تھی اور جب چاہتے تھے کہ تھم جائے بسم اللہ کہدیتے تھے تھم جاتی تھی اسی واسطے ہر کام کے شروع میں بسم اللہ کا کہنا مستحب ہے ناقابل اعتراض سند سے مسند ابی یعلی اور طبرانی میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت جب کشتی میں سوار ہونے کیوقت بسم اللہ الملک ما قدروا اللہ حق قدرہ اور بسم اللہ مجریہا و مرسٰہا ان ربی لغفور الرحیم کہینگے تو ڈوبنے سے محفوظ رہینگے اب آگے پانی میں اوس کشتی کے بہنے کی کیفیت بیان فرمائی کہ اس طرح بہتی پھرتی تھی جیسے پہاڑ بلکہ اونچے سے اونچے پہاڑ سے تیس چالیس گز بلندی پر تیرتی تھی پھر نوح علیہ السلام نے اپنے چھوٹے بیٹے یام کو جس کا دوسرا نام کنعان بھی تھا اور وہ کنارے پر کھڑا تھا آواز دی کہ بیٹا تو بھی ایمان لاکر کشتی میں میرے پاس چلا آ اور کافروں کا ساتھ نہ دے نہیں تو بھی ڈوب جائیگا اوسنے نہ مانا اور جواب دیا کہ میں پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ جاؤنگا وہاں پانی سے پناہ ملجا ویگی اور ڈوبنے سے بچ جاؤنگا وہ یہی سمجھ رہا تھا کہ پانی کیا پہاڑ سے بھی اوپر تک آجاویگا اور بعضوں نے کہا ہے اوسنے ایک ناؤ کا بیڑا کی بنا رکھی تھی کہ جب سیلاب آئے گا تو میں اسپر سوار ہونگا مگر یہ روایت درجہ صحت کو نہیں پہونچتی قرآن مجید میں تو فقط یہی مذکور ہے کہ اوسنے پہاڑ پر پناہ لینے کو کہا پھر نوح علیہ السلام نے اوسکو جواب دیا کہ پہاڑ کی کیا ہستی ہے آج کوئی کسی کو خدا کے عذاب سے پناہ نہیں دیسکتا

ناؤ جسپر خدا رحم کریگا وہ بیشک نہین ڈوبے گا جیسے اس کشتی والے بچ گئے پھر نوحؑ اور اونکے بیٹے کے درمیان مین ایک ایسی موج آئی کہ اُنکے بیٹے کو بہا کرلے گئی اور وہ ڈوب گیا - سورہ زخرف مین اللہ تعالی نے خشکی کی ہر طرح کی سواری اور کشتی کا ذکر فرماکر سواری کیوقت سبحان الذی سخرلنا ہذا وما کنا لہ مقرنین وانا الی ربنا لمنقلبون کے پڑہنے کی ہدایت فرمائی ہی معتبر سند سے ترمذی ابوداؤد نسائی مین حضرت علیؓ سے جو روایۃ ہی اوس مین خشکی کی سواری کیوقت کا یہ ذکر بہی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اوسوقت سورہ زخرف کی یہ آیۃ پڑہا کرتے تھے سورہ زخرف کی اس آیۃ کا حاصل مطلب یہ ہی کہ یہ اللہ ہی کی قدرت ہی کہ اونسے ان سواریون کو ہمارے قبضہ مین کردیا ورنہ یہ بات ہماری طاقت سے باہر تھی اور جس طرح اب ہم ان سواریون پر چڑہے پہرتے ہیں اسی طرح ایک دن چار آدمیونکے کندہی پہ ہمارا جنازہ جاویگا - بعضے سلف کا قول ہے کہ خشکی کی سواری اور کشتی کی سواری دونون سواریون کے وقت سورہ زخرف کی یہ آیۃ پڑہنی چاہیے اور سورہ زخرف کی آیتون سے اس قول کی تائید بھی ہوتی ہی کیونکہ اون آیتون مین دونون سواریون کا ذکر ہے فقط اتنی بات ہی کہ دریائی سفر کا موقع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین زیادہ پیش نہیں آیا اس لئے اسباب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی عملی روایۃ نہین ہی بعضے سلف کا یہ قول ہی کہ کشتی کی سواری کیوقت سورہ ہود کی آیۃ اور خشکی کی سواری کیوقت سورہ زخرف کی آیۃ پڑہی جاوے لیکن بہتر یہ ہی کہ کشتی کی سواری کے وقت دونون آیتونکو پڑہا جاوے تاکہ سورہ زخرف کی آیتون اور حضرت عبداللہ بن عباس کی حدیث دونو پر عمل ہوجاوے صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث گذر چکی ہی کہ علم الٰہی کے موافق جو لوگ دوزخ کے قابل ٹہر چکے ہیں وہ دنیا مین پیدا ہونے کے بعد ویسے ہی کام کرتے ہیں اور ویہی کام اُنکو اچھے نظر آتے ہیں اس حدیث کو آیتونکی تفسیر مین بڑا دخل ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ جب طوفان کا پانی کثرت سے پہیل چکا تہا اور موجین آرہی تھین اسی خوف کے وقت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کنعان کو وہ نیک صلاح دی جس کا ذکر ان آیتونمین ہے لیکن علم الٰہی کے موافق کنعان کے حق مین جو کچہ ٹہر چکا تہا آخر کنعان کی نظر مین وہی کفر کی حالت کا مرنا اچھا معلوم ہوا اسی طرح کا قصہ ابوطالب کا صحیح بخاری مسلم وغیرہ مین ہی کہ ابوطالب کے آخری وقت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب کو اسلام قبول کرلینے کی نیک صلاح دی مگر ابوطالب نے وہ صلاح نہیں مانی

منزل ۳

وَقِيلَ يَا أَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ وَيَا سَمَاءُ أَقْلِعِي وَغِيضَ الْمَاءُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ وَاسْتَوَتْ

اور حکم آیا اے زمین نکل جا اپنا پانی اور اے آسمان تہم جا اور سکہا دیا پانی اور ہوچکا کام اور کشتی ٹہری

عَلَى الْجُودِيِّ وَقِيلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝

جودی پہاڑ پر اور حکم ہوا کہ دور ہون قوم بے انصاف کو

الربع

حاصل مطلب یہ ہی کہ جب سب کفار ڈوب گئے بلکہ کوئی جاندار سوای ان کشتی والون کے نہ بچا تو اللہ تعالی نے آسمان کو یہ حکم دیا کہ اب پانی نہ برسا تہم جا اور زمین کو یہ حکم دیا کہ تو نے جتنا پانی اُگلا ہے نگل جا خدا کا حکم پورا ہوچکا سب کفار

ہلاک ہوگئے مہینہ تمام گیا اور پانی سوکھ چلا تو کشتی اپنے سواروں کو لئے ہوئے جودی پہاڑ پر آلگی اور فرمایا کہ ساری قوم ظالمہ خدا کی رحمت سے دور ہوگئی جس کا مطلب ہی کہ سبکے سب ہلاک ہوگئے طوفان نوح میں کوئی شخص ان کشتی والوں کے سوا زندہ نہ بچا ساری دنیا ہلاک ہوگئی بعض لوگونکا گمان ہی کہ بعض بعض شہر طوفان سے بچگئے تھے لیکن یہ غلط ہے کیونکہ حضرت عائشہ کی حدیث میں جو اوپر گذر چکا ہی کہ اگر اللہ پاک کسی پر رحم کھاتا تو اسوقت اسی بچے کی ماں پر رحم کھاتا اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ساری دنیا ہلاک ہوئی علاوہ اسکے سارے اہل کتاب کیا یہود اور کیا نصاریٰ سب کا اتفاق اسبات پر ہے کہ نوح آدم ثانی ہیں اور طوفان کے بعد جتنے بنی آدم ہیں سب نوح کی اولاد میں ہیں قرآن مجید کا بھی یہی فیصلہ ہے وجعلنا ذریتہ ہم الباقین جس کا مطلب ہی کہ طوفان کے بعد اولاد نوح ہی سے دنیا آباد ہوئی پھر یہ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ طوفان کی آفت سے کچھ ایسے شہر بچ گئے جن میں اولاد نوح کے علاوہ اور لوگ آباد تھے جب نوح علیہ السلام کشتی سے اترے تو تھوڑے دنوں میں اور سب کشتی والونکا انتقال ہوگیا فقط نوح کے تینوں بیٹے باقی رہے جن سے نوح علیہ السلام کی نسل بڑھی اسی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نوح علیہ السلام کی ذریات کو دنیا میں ہمنے باقی رکھا جودی پہاڑ کے متعلق بھی مفسرونکا اختلاف ہی کوئی کہتا ہی کہ شہر موصل میں ایک پہاڑ ہی کوئی کہتا ہی ملک شام میں ہی کسی نے یہ بھی بیان کیا ہی کہ اسی طور کا نام جودی بھی ہے جسپر حضرت موسیٰ کو نبوت ملی ہی مجاہد کہتے ہیں یہ پہاڑ ایک جزیرہ میں ہے سارے پہاڑ ڈوب گئے تھے مگر جودی بہ سبب اپنی خاکساری کے ڈوبنے سے محفوظ رہا اسپر کشتی آکر ٹھہری قتادہ نے یہ بھی بیان کیا ہی کہ ایک مہینہ تک اوسکے اوپر ہی پھر نیچے اوتار دی گئی اور بہت دنوں تک بطور نشانی کے وہ کشتی باقی رہی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے پہلے لوگون نے دیکھی ہی تفسیر ضحاک میں اسی کو ترجیح دی گئی ہی کہ جودی پہاڑ موصل کے پاس ہی سورہ لقمان میں آویگا کہ شرک سے بڑھکر کوئی بے انصافی اور ظلم نہیں جسکا مطلب یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو انسان کی سب ضرورت کی چیزونکو پیدا کیا اسلئے انسان پر فقط اللہ تعالیٰ کی تعظیم واجب ہی برخلاف اسکے جن لوگون نے بغیر کسی استحقاق کے اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور عبادت میں غیرونکو شریک کیا تو ان لوگونسے بڑھکر کوئی ظالم اور ناانصاف نہیں حاصل کلام یہ ہی کہ اسی مطلب کے ادا کرنے کیلئے قرآن شریف میں مشرک لوگونکو ظالم فرمایا گیا ہی صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو موسیٰ اشعری کی حدیث گذر چکی ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک وقت مقررہ تک ظالم لوگونکو اللہ تعالیٰ مہلت دیتا ہے پھر جب ان لوگون کو پکڑتا ہے تو بالکل اونہیں برباد کر دیتا ہے یہ حدیث وقیل بعدا للقوم الظالمین کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہی کہ وقت مقررہ آنے سے پہلے یہ لوگ عذاب کی جلدی کرتے رہے مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈھیل رہی جب وقت مقررہ پر گرفت ہوگئی تو سوا اون لوگون کے جو شرک کے ظلم سے بچے ہوئے تھے اور ساری قوم غارت ہوگئی بلکہ قوم نوح کے علاوہ قوم عاد سے لیکر فرعون تک جو قومیں طرح طرح کے عذابون سے غارت ہوئیں اون سبکی حالت کی بھی یہ حدیث گویا تفسیر ہے۔

منزل ۳

وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ ۝

اور پکارا نوح نے اپنے رب کو بولا اے رب میرا بیٹا ہے میرے گھر والون مین اور تیرا وعدہ سچ ہے اور تو سب سے بڑا حاکم ہے

قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۖ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ

فرمایا اے نوح وہ نہین تیرے گھر والون مین اسکے کام ہین ناکارے سو مت پوچھ مجھسے جو تجکو معلوم نہین

اِنِّيْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝ قَالَ رَبِّ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ

مین نصیحت کرتا ہون تجھکو کہ نہ ہو جاوے تو جاہلون مین بولا اے رب مین پناہ لیتا ہون تیری اس سے کہ پوچھون تجھسے جو معلوم نہ ہو مجھکو

عِلْمٌ ۭ وَاِلَّا تَغْفِرْ لِيْ وَتَرْحَمْنِيْٓ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ

اور اگر تو نہ بخشے مجھکو اور رحم نکرے تو مین ہون خرابی والون مین

جب نوح علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارا کہ اے رب یہ کنعان میرا بیٹا ہی میرے اہل مین سے ہے اور تو نے وعدہ کیا تھا اور حکم دیا تھا کہ کشتی مین اپنی اہل کو بھی ساتھ لے لو اور تیرا وعدہ سچا ہوا کرتا ہی پھر یہ کیونکر ڈوب گیا تو تو بڑا انصاف والا ہی حکم ہوا کہ اللہ نے تو اون لوگون کے لئے وعدہ کیا تھا جو ایمان لائین یہ لڑکا تو ایمان نہین لایا اور نہ لوگون مین تھا جنکے حق مین کہا گیا تھا کہ یہ ایمان نہین لائین گے اور آخر کو ڈوب جاوینگے تمہین مناسب نہین ہی کہ جس بات کو نہ جانتے ہو اوسکا سوال کرو مطلب ہی کہ اللہ کی مرضی کے خلاف تمہین سوال نہین کرنا چاہیے کیونکہ خلاف مرضی سوال کرنا جاہلونکا کام ہی پھر حضرت نوح نے بہت جلد خدا سے پناہ چاہی کہ مین ایسی بات پوچھون جس کا علم مجھے نہ ہو اگر تو اس قصور کو جو لاعلمی مین مجھسے ہوا ہے نہ بخشے گا تو مین اپنے عمل مین بہت گھاٹے مین رہونگا حضرت عبداللہ بن عباس نے انہ عمل غیر صالح کے ایک اور معنے بھی بیان کئے ہین کہ یہ نوح علیہ السلام کی طرف خدا کا اشارہ تھا کہ یہ سوال کرنا تمہارا ایسا عمل ہے جو قبول کرنے کے لائق نہین ہے خدا کے یہان اہل سے مراد قرابت دین ہی قرابت نسب نہین بیٹا تمہارا اگرچہ تمہارا لطفہ ہی مگر جب خدا کے دین پر نہین ہے تو قرابت کا اوس سے کیا لگاؤ باقی رہا صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو ہریرہؓ کی حدیث گذر چکی ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو عذاب الٰہی سے بچنے کی کوشش کرنیکی نصیحت فرمائی ہے اور یہ فرمایا ہی کہ خلاف مرضی الٰہی مین تم لوگونکی قیامت کے دن کچھہ مدد نہین کر سکتا مشرک قرابت دارون کے حق مین مغفرت کی دعا کی ممانعت کی روایتین سورۂ توبہ مین گذر چکی ہین صحیح بخاری کے حوالہ سے ابو ہریرہؓ کی حدیث گذر چکی ہی کہ قیامت کے دن حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ کی نجات کی کوشش کرین گے مگر کارگر نہ ہوگی ان روایتونکو آیتونکی تفسیر مین بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مشرک قرابت دارونکی نجات کی کوشش انتظام الٰہی کے برخلاف ہے نوح علیہ السلام کو اپنے بیٹے کنعان کے شرک کا تفصیلی حال معلوم نہ تھا کیونکہ وہ نوح علیہ السلام کے روبرو کچھہ منافقون کی سی باتین کرتا تھا اسلئے نوح علیہ السلام نے اسکی نجات کی درخواست اللہ تعالیٰ کی درگاہ مین کی اور اللہ تعالیٰ نے نصیحت کے طور پر اوس درخواست کا یہ جواب دیا کہ ای

منزل ۳

نوح تمکو کنعان کے عملون کا حال معلوم نہین ہے وہ در پردہ مشرک تھا اسواسطے نہ اوسکی نجات ممکن ہی نہ تمکو نا معلوم معاملہ مین اللہ تعالیٰ سے درخواست مناسب ہے اسپر نوح علیہ السلام نے اپنی حالت لاعلمی کی خطا کی معافی چاہی اور اللہ تعالیٰ نے اون کی وہ خطا معاف کردی۔

قِيلَ يٰنُوحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى أُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ۭ وَأُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ

حکم ہوا اے نوح اتر سلامتی کے ساتھ ہماری طرف سے اور برکتون کے ساتھ تجھپر اور کتنے فرقو پر تیرے ساتھ والون مین اور کتنی فرقو نکو

ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ أَلِيمٌ

پھر پہنچے گی انکو ہماری طرف سے دکھ کی مار

حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا ہے کہ کشتی مین اسّی آدمی تھے چالیس مرد اور چالیس عورتین وہ کشتی مین ایک سو پچاس دن رہی کشتی کا منہ مکہ کی طرف تھا چالیس روز وہ کشتی مکہ کے گرد پھرا کی پھر اوسکا منہ اللہ تعالیٰ نے جودی کی طرف پھیر دیا وہان اکر ٹھیری نوح علیہ السلام نے ایک کوے کو بھیجا کہ خبر لاوہ ایک مردے پر اکر بیٹھ رہا جب دیر ہوئی تو ایک کبوتر کو بھیجا وہ اکر زیتون کا پتا لیگیا اوسکے پنجے کیچڑ مین بھر رہے تھے اسلئے حضرت نوحؑ نے جان لیا کہ پانی خشک ہوگیا اور پہاڑ سے نیچے اوترے اور ایک گانون بسایا جسکا نام ثمانین رکھا ایک روز صبح کو جب لوگ سوتے ہوئے اوٹھے سبھون کی باتین بدل گئین کوئی کسی کی بات نہین سمجھتا تھا عربی زبان انمین بہت بھلی معلوم ہوتی تھی حضرت نوحؑ ایک کی بات کا ترجمہ کرکے دوسرے کو بتلاتے تھے قتادہ کہتے ہین کہ دسوین تاریخ محرم کو عاشورے کے دن یہ لوگ جودی سے نیچے اوترے تھے اور اوسدن اونھون نے روزہ رکھا تھا معتبر سند سے مسند امام احمد مین ابو ہریرہؓ سے روایت ہی کہ ایک روز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر یہودیونکی طرف ہوا وہ دن عاشورہ کا تھا وہ سب روزہ سے تھے آپنے پوچھا یہ کیسا روزہ ہی اون لوگون نے کہا کہ آج ہی کا دن ہی کہ موسیٰ علیہ السلام مع بنی اسرائیل کے دریا سے پار ہوئے تھے اور فرعون ڈوبا تھا اور آج ہی کو دن نوح علیہ السلام کشتی سے زمین پر اترے تھے موسےٰ اور نوحؑ نے اسکے شکر یہ مین روزہ رکھا تھا آپنے فرمایا ہم زیادہ اس روزہ کے حقدار ہین اور آپنے روزہ کی نیت کرلی کیونکہ ابتک کچھ کھایا پیا نہا اور صحابہ سے بھی یہ فرمایا کہ جسنے کچھ کھایا پیا نہ ہو وہ روزہ رکھے غرضکہ جب حضرت نوحؑ پہاڑ سے نیچے اوترنے لگے تو یہ گمان کیا کہ ساری دنیا تو غرق ہوگئی کوئی چیز کھانے پینے کی کیونکر ملیگی اوسپر یہ حکم ہوا کہ اے نوح سلامتی اور برکتون کے ساتھ اوترو مطلب یہ ہی کہ جن چیزو پر انسان کی سلامتی موقوف ہی وہ سب تمہارے لئے موجود ہین اور تمہاری نسل مین بھی برکت ہوگی۔ مگر علم الٰہی کے موافق تمہاری اولاد الاولاد مین دو فرقے ہون گے ایک تو راہ راست پر آنیوالا فرقہ ہوگا جو دنیا اور عقبیٰ کے عذاب سے محفوظ رہیگا اور دوسرا فرمان لوگونکا فرقہ ہوگا جو دنیا کی چند روزہ راحت اوٹھاکر پھر عقبیٰ اور دنیا کے طرح طرح کے عذابون مین پکڑا جاویگا۔ قوم عاد سے لیکر قریش تک نوح علیہ السلام کی اولاد الاولاد کی جو حالت دنیا مین پیدا ہونے کے بعد گذری ان قومون کے پیدا ہونے سے پہلے اپنے علم ازلی کے موافق مبہم طور پر وہ سب حالت اللہ تعالیٰ نے اس حکم مین نوح علیہ السلام

منزل ۳

کو جتلادی ۔ اسی قسم کی آیندہ کی سچی پیشین گوئیون سے قرآن شریف کا کلام الٰہی ہونا اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا برحق رسول ہونا ثابت ہوتا ہی صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن مسعود کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ماں کے پیٹ مین جب بچہ کا پتلہ تیار ہو جاتا ہی تو اللہ تعالی اپنے علم ازلی کے موافق رحم پر تعینات والے فرشتہ کو حکم دیتا ہے کہ اس بچہ کا رزق اسکی عمر اسکے اعمال اسکی نیکی بدی کا حال لکھہ لیا جاوے وہ فرشتہ ایک کاغذ پر یہ سب باتین لکھہ لیتا ہی پھر اوس پتلے مین روح پھونکی جاتی ہے اس حدیث کو آیۃ کی تفسیر مین بڑا دخل ہی جسکا حاصل یہ ہے کہ جودی پہاڑ سے اوترتے وقت نوح علیہ السلام کے دل مین یہ خیال جو گذرا تھا کہ ساری دنیا کی چیزین تو غرق ہو گئین اب پہاڑ سے اترنے کے بعد کھانے پینے کی چیزین ان باقی کے لوگونکو کیونکر ملین گین نوح علیہ السلام کے اس خیال کا جو جواب اللہ تعالی نے دیا ہے آیۃ اور حدیث کو ملاکر اوسکا حاصل یہ ہی کہ انسان کے جسم مین روح کے پھونکے جانے سے پہلے جن باتون کا انتظام علم الٰہی کے موافق لکھا جا چکا ہی انسان کا رزق بھی اوس مین داخل ہی اس کا کچھہ اندیشہ نکرنا چاہئے رزق کے ساتھہ انتظام الٰہی مین اور باتین جو لکھی گئی تھین جواب کے پورے ہو جانے کے لئے اونکا تذکرہ بھی جواب مین اللہ تعالی نے کر دیا تھا اس لئے اوس پورے جواب کو اس آیۃ مین دوہرایا ۔

تِلْكَ مِنْ أَنبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهَا إِلَيْكَ مَا كُنتَ تَعْلَمُهَا أَنتَ وَلَا قَوْمُكَ مِن قَبْلِ هَٰذَا

یہ بعضی خبرین ہین غیب کی کہ ہم بھیجتے ہین تیری طرف انکو جانتا نہ تھا تو اور نہ تیری قوم اس سے پہلے سو تو

منزل ۳

فَاصْبِرْ ۖ إِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِينَ ۝

ٹھیرا رہ البتہ آخر بھلا ہے ڈر والون کا

حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان کا قصہ اللہ تعالی نے اوپر تفصیل سے ذکر فرما کر اس آیۃ مین مشرکین مکہ اور اس زمانہ کے ہند اور چین اور فارس اور مصر کے مشرکون کے قائل کرنے کو یہ فرمایا ہے کہ یہ قصہ اور اس طرح کے زمانہ گذشتہ کے اور قصے غیب کی خبرین ہین جنکو اللہ تعالی نے وحی کے ذریعہ سے جتلایا ہی جسکو اللہ تعالی جتلاتا ہے اسی کو صحیح طور پر یہ قصے معلوم ہوتے ہیں دوسرے کو ان قصون کا حال کیا معلوم ہو سکتا ہے مشرکین مکہ تو ان پڑھہ لوگ ہیں اس طرح کی غیب کی خبرون کا ان لوگونکا انکار کرنا تو محض سرکشی کے سبب سے ہے کچھہ دنون انکی سرکشی پر اے اللہ کے رسول تمکو صبر کرنا چاہیئے انجام کار یہی ہوگا کہ اللہ کے رسول تمکو اور تمہارے ساتھہ جو اللہ سے ڈرنے والے پرہیزگار لوگ ہیں انکو غلبہ ہوگا اور اللہ کی وحی اور غیب کی خبرون کے جھٹلانے والے یہ سرکش لوگ اخیر کو ذلیل ہونگے رہے ہند اور فارس اور چین اور مصر کے اوس زمانہ کے وہ مشرک لوگ جنہون نے یا تو اپنی کتابون مین طوفان نوح کا انکار لکھا ہے یا یہ لکھا ہے کہ شہر بابل اور اسکے اطراف مین یہ طوفان ایا تھا تمام دنیا مین نہین آیا یہ لوگ بھی عرب کے اس زمانہ کے ان پڑھہ لوگونکی طرح اس قصہ کے حال سے بیخبر اور جاہل ہین کیونکہ نہ اونکی اتنی عمر ہے کہ انھون نے اس قصہ کو اپنی آنکھہ سے دیکھا ہو نہ انکے پاس اس زمانہ کی کوئی

تاریخ کی صحیح کتاب ہے پہلان لوگون نے اپنی اٹکل کو ایک غیب کی بات مین جو لگایا ہوا سکا کیا اعتبار ہے جس غیب ان کے حکم سے وہ طوفان دنیا مین آیا تھا صحیح قصہ اس طوفان کا وہی ہی جو اُس غیب ان نے وحی کے ذریعہ سے اپنے رسول کو بتلایا ہے ۔سورہ انعام مین گذر چکا ہے کہ ہجرت سے پہلے مسلمانون مین سے اگر کوئی شخص مشرکین مکہ کی تبون کی کچھ مذمت کرتا تھا تو یہ مشرک لوگ اپنے تبونکی حمایت مین اللہ تعالی کی مذمت کرنیکو مستعد ہوجاتے تھے ۔صحیح بخاری کے حوالہ سے عبداللہ بن مسعود کی یہ حدیث بھی ایک جگہ گذر چکی ہے کہ اسلام کا غلبہ اور بت پرستون کی ذلت جتانے کیلئے فتح مکہ کے وقت انہی تبون کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ کی لکڑی مار مار کر گرا دیا اور کوئی مشرک ون تبون کی کچھ حمایت نکر سکا سورہ انعام کی آیۃ ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ اور عبداللہ بن مسعود کی حدیث گویا اس آیۃ کی تفسیر ہے جس سے مشرکون کی حد سے زیادہ سرکشی پر صبر کا موقع اور اُس صبر کے اجر مین آخر اسلام کا جو کچھ غلبہ ہوا وہ حالت دونون باتین اچھی طرح سمجھہ مین آسکتی ہین اور اس طرح کی سچی پیشین گوئی سے قرآن کلام الٰہی ہونا اور محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا رسول ہونا اچھی طرح آدمی کے ذہن نشین ہو سکتا ہے ۔

وَإِلَىٰ عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا ۚ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا مُفْتَرُونَ ۝

اور عاد کی طرف ہمنے بھیجا اُنکا بھائی ہود بولا اے قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی تمہارا حاکم نہین سوا اُسکے تم سب جھوٹ کہتے ہو

منزل ۳

يَا قَوْمِ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى الَّذِي فَطَرَنِي ۖ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝ وَيَا قَوْمِ اسْتَغْفِرُوا

اے قوم مین تم سے نہیں مانگتا اسپر مزدوری میری مزدوری اسی پر جسنے مجکو پیدا کیا پھر کیا تم نہین بوجھتے اور اے قوم گناہ بخشواؤ

رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا وَيَزِدْكُمْ قُوَّةً إِلَىٰ قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِينَ ۝

اپنے رب سے پھر رجوع لاؤ اسکی طرف چھوڑے تمپر آسمان کی دھارین اور زیادہ دے تمکو زور پر زور اور نہ پھرے جاؤ گنہگار ہوکر

ان آیتون مین اللہ پاک نے حضرت ہود علیہ السلام کا قصہ بیان فرمایا حضرت ہود کو قوم عاد کا بھائی فرمایا صرف بسبب قومیت اور قرابت کے عاد دو ہوئے ہیں ایک حضرت نوح کے بیٹے سام کی اولاد مین جنکی طرف یہی حضرت ہود علیہ السلام پیغمبر بنا کر بھیجے گئے دوسرے عاد شداد اور لقمان اور اونکی قوم جنکا ذکر ارم ذات العماد مین ہی عاد ایک شخص کا نام تھا اوسی کے نام پر ایک قبیلہ مشہور ہوگیا حضرت ہود علیہ السلام نوح علیہ السلام سے آٹھ سو برس کے بعد دنیا مین آئے انکی عمر چار سو چونسٹھ برس کی ہوئی قوم عاد ملک شام اور ملک یمن کے بیچ مین ایک ریگستان مین رہتی تھی اور تبون کی پرستش کرتی تھی اس قوم کی سرکشی کے سبب سے تین برس تک مینہہ نہیں برسا تھا جسکے سبب سے اونکی کھیتیون کو سخت نقصان پہونچا اور کال پڑ گیا اور تیس برس تک اونکی عورتین بانجھہ رہین کسیکے یہان بچہ نہ ہوا حضرت ہود نے اونکو خدا کی طرف بلایا کہ اے قوم میری تم اوس خدا کی عبادت کرو جس کا کوئی شریک نہین ہی تم جن تبونکو پوجتے ہو اور اونکو اپنا شفیع سمجھتے ہو تم اس خیال مین جھوٹے ہو کوئی سند تمہارے پاس اسکی نہین ہے کہ سوا اللہ تعالی کے اور کوئی معبود ہے یا کسی اور کے

اختیار مین تمہارا نفع نقصان ہی کیا تمہیں اتنی سمجھ نہیں کہ یہ بت نہ تمہارا قحط دفع کر سکتے ہین نہ تمہاری عورتون کو اچھا کر سکتے ہین مین جو نصیحت کرتا ہون اور حق کی طرف بلاتا ہون اسکا کوئی اجر تم سے نہیں مانگتا ہون یہ محض اللہ کے لئے ہی وہی اجر دیگا جسنے مجھے پیدا کیا ہی تمہین غور کرنا چاہیئے کہ ایک شخص بلا اجرت اور مفت مین تمہاری دنیا اور آخرت کو درست کر رہا ہے اور تم اوسکا کہنا نہیں مانتے اپنے سرکش سردارونکے کہنے پر چلتے ہو ای قوم تمکو بھی ضروری ہے کہ جو کچھ تم سے گناہ ہو چکے ہین اُسکے لئے خدا سے استغفار کرو اور آیندہ کے لئے توبہ کرو کہ اب گناہ کے پاس بھی نہ جائین گے اگر ایسا کروگے تو اللہ تعالی آسمان سے موسلا دھار مینہہ برسائیگا تمہاری ساری کھیتیان سرسبز ہو جائین گی تمہارے رزق مین ترقی ہو جائے گی اور تمہاری قوتین بھی بڑھ جائین گین اور نسل بھی بڑہے گی اور اگر میری نصیحت سے منہہ موڑوگے تو مجرم ٹھروگے ابوداؤد نسائی ابن ماجہ بیہقی اور مستدرک حاکم مین عبداللہ بن عباس سے روایۃ ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہمیشہ استغفار کیا کرتا ہی ہر ایک غم سے آزاد ہو جاتا ہی اور ہر سختی سے اوسکو نجات ملتی ہے اور جہان سے گمان ہی نہین ہوتا وہان سے اوسکو روزی ملتی ہے حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہی یہ لوگ بت پرست تھے اسلئے یہان استغفار سے مقصود شرک سے باز آنا ہی

قَالُوْا يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝

بولے اے ہود تو ہم پاس کچھ سند سے نہین آیا اور ہم اپنین چھوڑنے والے اپنے ٹھاکرونکو تیرے کہنے سے اور ہم نہین تجکو ماننے والے

منزل

یہ ہود علیہ السلام کی قوم عاد کا جواب ہی جب ہودنے اونکو نصیحت کی کہ تم بتونکا پوجنا چھوڑ دو اور خدا سے استغفار کرو اور آیندہ کیواسطے توبہ کرو خدا تمہارے رزق مین اور اولاد مین ترقی کریگا تو اون لوگون نے یہ جواب دیا کہ تم کوئی سند لیکر خدا کی طرف سے نہین آئے ہو جو خواہ مخواہ ہم تمپر ایمان لے آئین اور صرف تمہارے کہنے سے اپنے ان معبودون کو چھوڑ دین اور صاف انکار کر دیا کہ ہم تمپر ایمان نہیں لائین گے ہود علیہ السلام کو بھی خدا کی طرف سے عجیب و غریب معجزے ملے تھے قوم عاد نے یہان پر فقط مخالفت کی راہ سے یہ بات کہی تھی کہ تم کوئی سند لیکر نہیں آئے ہو صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت علی کی حدیث گذر چکی ہی کہ علم الٰہی مین جو شخص دوزخی ٹھر چکا ہے وہ دنیا مین آنکر ویسے ہی کام کرتا ہی قوم ہود کے اس سرکشی کے جواب کی یہ حدیث گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہی کہ یہ لوگ علم الٰہی مین دوزخی ٹھرچکے تھے اسلئے اونکو یہ سرکشی کا جواب اچھا معلوم ہوا۔

اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ۭ قَالَ اِنِّىْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْٓا اَنِّىْ بَرِيْۗءٌ

ہم تو یہی کہتے ہین کہ تجکو جھپٹ لیا ہی کسی ہمارے ٹھاکرون نے بری طرح بولا مین گواہ کرتا ہون اللہ کو اور تم گواہ رہو کہ مین بیزار ہون اُن

مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۝ مِنْ دُوْنِهٖ فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ۝ اِنِّىْ تَوَكَّلْتُ عَلَي اللّٰهِ رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ

جنکو تم شریک کرتے ہو اُسکے سوائے سو بدی کرو میرے حق مین سب ملکر پھر مجکو فرصت نہ دینے پھرو سا کیا اللہ پر جو رب ہی میرا اور تمہارا

مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا ؕ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ

کوئی نہیں پاؤن دھرنے والا مگر اُسکے ہاتھہ مین ہے چوٹی اُسکی بیشک میرا رب ہی سیدھی راہ پر پھر اگر تم پھر جاؤگے تو مین

اَبْلَغْتُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖٓ اِلَيْكُمْ ؕ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّيْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۚ وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ

پہنچا چکا جو میرے ہاتھہ بھیجا تہا تمکو اور قائم مقام تمہارے کریگا میرا رب کوئی اور لوگ اور نہ بگاڑ سکوگے اسکا کچھہ تحقیق

رَبِّيْ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ۝ وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُوْدًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ

میرا رب ہے ہر چیز پر نگہبان اور جب پہنچا ہمارا حکم بچا دیا ہمنے ہود کو اور جو یقین لائے تہے اُسکے ساتہ اپنی مہر سے

مِّنَّا ۚ وَنَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ۝ وَتِلْكَ عَادٌ ۘ جَحَدُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا

اور بچا دیا ہمنے انکو ایک گاڑہی مار سے اور یہ تہے عاد منکر ہوئے اپنے رب کی باتون سے اور نہ مانا اوسکے

رُسُلَهٗ وَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ۝ وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَّيَوْمَ

رسولونکو اور مانا حکم اونکا جو سرکش تہے مخالف اور پیچہے پائی اس دنیا مین پٹکار اور قیامت

الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَآ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ ۝ ع ۵

کے دن سن لو عاد منکر ہوئے اپنے رب سے سن لو پٹکار ہے عاد کو جو قوم تہی ہود کی

منزل ۳

حضرت ہود کی بد دعا سے قوم عاد مین تین برس متواتر قحط رہا جب قحط سے قوم عاد کے لوگ بہت بُری حالت مین ہوگئے تو حضرت ہود کو اونپر ترس آیا اس لئے حضرت ہود نے اونکو وہ نصیحت کی جس کا اس رکوع کے شروع مین ذکر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اے قوم عاد اللہ سے اپنے شرک اور بت پرستی کی توبہ استغفار کرو تاکہ اللہ تمپر رحم کرے اور مینہہ برسادے اور تمہاری یہ قحط کی حالت رفع ہو مگر شیطان کسی کے دلپر قابو پالیتا ہے تو وہ حق بات کے ماننے کی جگہ حق بات کا اوٹا جواب دیتا ہے اسلئے انہون نے یہ الٹا جواب دیا کہ اے ہود تمہارے کہنے سے ہم اپنے معبودونکو ہرگز نہین چھوڑین گے اور تم جو ایسی باتین کرتے ہو اسکا سبب یہ ہے کہ تم اکثر ہمارے معبودونکو برا کہتے رہتے ہو اوسکے بُرے اثر سے تم مجنون اور دیوانے ہوگئے ہو آخر لاچار ہوکر حضرت ہود نے یہ جواب دیا کہ مین تو تمکو جو نصیحت کرنی تہی وہ کرچکا تم نہین مانتے تو اللہ تعالی تمکو ہلاک کرکے تمہاری جگہ دوسری قوم زمین پر آباد کریگا آخر وہی ہوا کہ سخت آندہی سے یہ لوگ غارت ہوئے اور قوم ثمود اونکی جگہ آباد ہوئی دوسرا جواب ہود علیہ السلام نے قوم کے لوگونکو یہ دیا کہ اے قوم مین اللہ کو گواہ ٹہراتا ہون اور تم لوگ بھی اسکے گواہ رہو کہ مین تمہاری ان شرک کی باتونسے بیزار ہون کہ تمہارے تبونکو یہ قدرت ہے جو انہون نے مجکو دیوانہ بنا دیا تمہارے تبونکو کچھہ اختیار ہوتا تو وہ تمہارا قحط رفع کردیتے یا تمہاری عورتونکو اچھا کرتے اگر تمہارا یہی غلط خیال ہے کہ ان تبونکو کچھہ اختیار ہے تو تم اور تمہارے بت ملکر جھٹ پٹ مجھکو کچھہ صدمہ پہونچا دو میرا بھروسہ تو اوس ذات پاک پر ہے جسکا اختیار ہر ایک پر چلتا ہے اور مین یہ خوب جانتا ہون کہ مین سیدہے راستہ پر ہون اور

اللہ تعالی کا انتظام بھی سید ہا ہے وہ کسی بے گناہ کو کسی آفت مین نہیں پھنسنے دیتا اور مجھے جو نصیحت کرنی تہی وہ مین تمہین کر چکا تم نہیں مانتے تو اللہ تعالی تمہین غارت کر کے تمہاری جگہ دوسری قوم زمین پر آباد کریگا اور جب اللہ تم کو ہلاک کرنا چاہے گا تو تم اوسکا کچھہ بگاڑ نہ سکوگے اور اللہ ایسا صاحب قدرت ہی کہ سب چیزین اوسکی نگہبانی مین ہین تم مجھکو کچھہ نقصان پہونچانا چاہوگے تو مجھکو اللہ کی نگہبانی کافی ہی نبی کی بد دعا سے قوم عاد پر جو دنیا مین سخت آندہی کا عذاب آیا اور عقبی مین وہ لوگ سخت عذاب مین گرفتار ہوئے اب آگے اللہ تعالی نے اوس کا ذکر فرمایا کہ اوس عذاب سے ہود اور اونکے ساتھہ کے ایماندار لوگ تو بچ گئے اور ساری قوم ہلاک ہوگئی عاد کی ہلاکت کے قصہ کا حاصل یہی ہی کہ سات اور آٹھہ دن سخت آندہی ان لوگون پر مسلط رہی پہلے پہل آندہی کو دیکھکر یہ لوگ اپنے گہرون مین گھس گئے اور گہرون کے دروازے بند کر لئے آندہی نے اونکے گہرون کے دروازے توڑ ڈالے اور اون لوگونکو پٹخ پٹخ کر ہلاک کر دیا یہ تو دنیا کے عذاب کا حال ہوا عقبی کا ان لوگونکی یہ حال فرمایا کہ اللہ کی رحمت سے دور رہین گے جس کا مطلب یہ ہی کہ ہمیشہ عذاب مین گرفتار رہین گے ۔ اب آگے مشرکین مکہ کو تنبیہ فرمائی کہ ملک شام کے سفر مین قوم ہود کی اجڑی ہوئی بستی دیکھکر عبرت پکڑو اور سمجھو کہ قوم کے سرکش سردارون کا کہنا مانکر اللہ کے احکام اور اللہ کے رسولون کو جھٹلانے والونکا یہ انجام ہوتا ہی کہ دنیا اور عقبی مین ایسے لوگ اللہ کی رحمت سے دور جا پڑتے ہین ۔ اخذ بناصیتہا عرب کا ایک محاورہ ہی جو فرمانبرداری کے معنے مین بولا جاتا ہی صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو موسی اشعری کی حدیث گذر چکی ہے کہ اللہ تعالی قوم ہود جیسے ظالم بے انصاف لوگونکو جب تک چاہتا ہے مہلت دیتا ہے اور پھر پکڑتا ہے تو بالکل ہلاک کر دیتا ہے یہ حدیث قوم ہود کی مہلت اور ہلاکت کی گویا تفسیر ہے ۔

منزل ۳

وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ هُوَ اَنْشَاَكُمْ

اور ثمود کی طرف بھیجا انکا بھائی صالح بولا اے قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی حاکم نہین تمہارا اسکے سوا اوسی نے بنایا تمکو

مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۭ اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ ○

زمین سے اور بسایا تمکو اس مین سو گناہ بخشواؤ اس سے اور اوسکی طرف آؤ تحقیق میرا رب نزدیک ہی قبول کرنیوالا

ملک شام اور مدینہ کے مابین مین حجر نام کا جو ایک شہر ہے وہان قوم صالح کے یہ لوگ رہتے تھے حضرت ہود کے اور حضرت صالح کے درمیان مین سو برس کا فاصلہ ہے حضرت صالح کی عمر دو سو اسی برس کی ہوئی ہی حضرت مود کی امت کو عاد اولی اور حضرت صالح کی امت کو عاد ثانی کہتے ہین تین سو سے ہزار برس تک کی عمر کے لوگ اس قوم مین گذرے ہین سورہ اعراف مین اونکی قوم کا قصہ گذر چکا ہی صحیح بخاری مسند امام احمد اور مستدرک حاکم وغیرہ کی روایتین اوپر گذر چکی ہین کہ تبوک کے جاتے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کا گذر جب اس ثمود کی اجڑی ہوئی بستی پر سے ہوا تو آپ نے صحابہ کو حضرت صالح کے معجزے کی اونٹنی کی پیدائش اور پھرنے چلنے کی جگہ بتلائی اور فرمایا انبیا سے معجزہ کا چاہنا اچھا نہین

قوم صالح نے حضرت صالح سے معجزہ چاہا اور پہر اوس معجزہ کی اونٹنی کی قدر نکی آخر ساری قوم ہلاک ہوگئی اور جس کنوین سے وہ اونٹنی پانی پیا کرتی تہی اوس کنوین کے سوا اور کنوین کے پانی کے استعمال کو آپ نے منع کیا اور فرمایا کہ جب تمکو اس بستی سے گذر نہ ہو جاوے خدا سے ڈرنا اور رونا چاہیے خدا کا عذاب آتے ہوئے کچھہ دیر نہین لگتی اونٹنی کے کنوین کے سوا اور کنوین کے پانی سے جس قدر صحابہ نے آٹا گوندہ لیا تہا وہ گوندا ہوا آٹا آپنے پھکوا دیا ابن ابی حاصم ایک صحابی نے پوچھا کہ حضرت مین اپنا یہ گوندا ہوا آٹا اپنے اونٹ کو کہلا دون تو آپ نے اجازت دی مگر کسی آدمی کو وہ آٹا استعمال نہیں کرنے دیا تاکہ ایسے اللہ کے غصہ کی جگہ صحابہ کا نڈر پنا اللہ تعالی کو ناپسند نہ معلوم ہو۔ ہوانشاکم من الارض اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالے نے آدم علیہ السلام کو زمین کی مٹی سے پیدا کیا اون ہی آدم کی اولاد مین تم ہو حضرت صالح نے اپنی قوم کو یہ اللہ تعالی کی ایک قدرت جتلائی کہ اللہ تعالی نے ایک مٹی کے پتلے مین وہ تاثیر رکہی ہے کہ اوس سے سلسلہ بہ سلسلہ سب بنی آدم پیدا ہوتے ہین پہر ایسے صاحب قدرت کی تعظیم کو چھوڑکر تم پتھر کی مورتون کو کیون پوجتے ہو جن مین کسی طرح کی کوئی قدرت نہین۔ واستعمرکم فیہا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس زمین سے سلسلہ بہ سلسلہ اللہ تعالی نے تمکو پیدا کیا اوسی زمین مین پہر تمکو آباد کیا کہ اوس مین مکان بناتے ہو باغ لگاتے ہو کہیتی کرتے ہو غرض یہ سب انتظام اسی لیے ہے کہ تم بت پرستی چھوڑکر خالص دلسے اپنے پیدا کرنے والے کی عبادت اور پچھلے شرک سے توبہ استغفار کرو اور یہ جان لو کہ اللہ تعالے شرک سے بچنے والے بندونکی ہر طرح کی خبر گیری سے کچھہ دور نہین ہے بلکہ اونکی ہر طرح کی التجا قبول کرنے کو موجود ہے سورہ بقر کی آیۃ واذا سالک عبادی عنی فانی قریب کو اور استغفار کے باب مین حضرت عبداللہ بن عباس کی حدیث جو اوپر گذری کہ استغفار سے رزق بڑہ جاتا ہے اور ہر طرح کی سختی آسان ہو جاتی ہے اس حدیث کو اس آیۃ کے آخری ٹکڑے کی تفسیر مین بڑا دخل ہے حاصل کا حاصل یہ ہے کہ جو کوئی اللہ تعالی کی خالص دلسے عبادت کریگا اور اوس سے قریب رہیگا اور اوس سے ہر طرح کی خواہش کا جواب پاویگا اور اوسکی توبہ استغفار کے سبب سے اوسکے رنج وغم اور تنگدستی کے رفع کرنے کو موجود ہے۔

قَالُوا يٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَآ اَتَنْهٰىنَآ اَنْ نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا وَاِنَّنَا لَفِيْ

بولے اے صالح تجہپر ہمکو امید تہی اس سے پہلے کیا تو ہمکو منع کرتا ہے کہ پوجین جنکو پوجتے رہے ہمارے باپ دادے اور ہمکو

شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ۝ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَ

شبہ ہے اس مین جس طرف کہ تو بلاتا ہے ایسا کہ دل نہیں پیتا بولا اے قوم بہلا دیکہو تو اگر مجکو سوجہہ ملگئی اپنے رب سے اور

اٰتٰىنِيْ مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَيْتُهٗ فَمَا تَزِيْدُوْنَنِيْ غَيْرَ تَخْسِيْرٍ ۝

اسنے مجکو دی اسمہرابنی طرف سے پہر کون میری مدد کریگا اللہ کے سامنے اگر اوسکی نافرمانی کرون سو تم کچھہ نہیں بڑہاتے میرا سوا نقصان کے

یہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم ثمود کا جواب ہے جب حضرت صالح نے اونکو خدا کا پیغام پہونچایا کہ تم خالص خدا ہی کی عبادت کرو اور تبونکی پوجا سے باز آؤ تو یہ جواب اون لوگون نے دیا کہ ہم لوگونکو تجسے بڑی بڑی امیدین تہین ہم سمجہتے تہے

منزل ۳

تو بڑا ہونہار لڑکا ہی باپ دادا کے دین کو ترقی دیگا اور تجھسے ہر ایک بات میں ہمکو مدد ملیگی افسوس ہماری ساری امیدین خاک مین ملگئین
تو ہمکو گونا باپ دادا کے قدیم راہ و رسم سے روکنے لگا ہمارے باپ دادا جن معبودونکی عبادت کرتے آئے انکو کیونکر ہم چھوڑ سکتے ہین ہمین
تو تیری طرف سے شک ہوگیا ہی اور جس بات کی تو ہمین نصیحت کرتا ہی اور جسکی طرف تو بلاتا ہی اوسپر ہم لوگونکا اطمینان نہیں ہی پھر صالح علیہ السلام
نے انکو جواب دیا کہ اچھا تم تبلا دو کہ خدا نے تو مجھے طرح طرح کے معجزے اور نشانیان دیکر اور رسول بناکر تمہارے پاس بھیجا اگر مین تم لوگونکا لحاظ اور
پاس کرکے خدا کا پیغام پہونچانے سے کسی طرح دریغ کرون اور تمہین اوسکی طرف بلانے مین سستی کرون تو پھر کون میری مدد کریگا اور
کون خدائے قہار کے عذاب سے نجات دیگا اسلیے مین تمہارا ساتھ نہین دیسکتا کیونکہ تم سے گھاٹے اور نقصان کے سوا اور کچھ بھی نہیں حاصل
ہوگا قوم ہود کے جواب کی تفسیر مین صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت علی کی حدیث جو گذری وہی حدیث اس جواب کی بھی گویا تفسیر ہے۔

وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ

اور اے قوم یہ اونٹنی ہے اللہ کی تمکو نشانی سو چھوڑ دو اسکو کہاتی پھرے اللہ کی زمین مین اور نہ چھیڑو اسکو بری طرح تو پکڑیگا تمکو

عَذَابٌ قَرِيْبٌ ۝ فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ ۝

عذاب قریب کا پھر اوسکے پاؤن کاٹے تب کہا برت لو اپنے گھرون مین تین دن یہ وعدہ ہی جھوٹا نہ ہوگا

فَلَمَّا جَاۗءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِىِٕذٍ ۭ اِنَّ

پھر جب پہنچا حکم ہمارا بچا دیا ہمنے صالح کو اور جو یقین لائے اسکے ساتھ اپنی مہر کرکر اور اس دن کی رسوائی سے تحقیق

رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ۝ وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۝ كَاَنْ

تیرا رب وہی ہے زور آور زبردست اور پکڑا ان ظالمون کو چنگھاڑنے پھر صبحکو اپنے گھرون مین اوندھے پڑے ہے جیسے

لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۭ اَلَآ اِنَّ ثَمُوْدَا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ۭ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ۝

کبھی رہے تھے اسمین سن لو ثمود منکر ہوئے اپنے رب سے سن لو پھٹکار ہی ثمود کو

قوم ثمود نے حضرت صالح سے معجزہ طلب کیا حضرت صالح نے خدا سے دعا کی اللہ نے قبول کی اور پتھر کے اندر سے ایک اونٹنی پیدا کردی
اونٹنی نے اوسی وقت ایک بچہ دیا وہ بچہ بھی اوسی وقت مان کے برابر ہوگیا صالح علیہ السلام نے قوم سے کہا کہ یہ خدا کی اونٹنی ہی اسے
چھوڑ دو جہان اسکا جی چاہے گا چرے گی تم اسے نہ ستانا اور نہ بری طرح چھیڑنا اگر ستاؤ گے تو یاد رکھو بہت جلد عذاب مین گرفتار ہوجاؤ گے
مگر یہ قوم کب ماننے والی تھی ایک شخص قدار نامی نے اوسکی کونچین کاٹ ڈالین صالح علیہ السلام نے اُنسے کہا کہ تم نے میری بات نہ مانی
آخر اونٹنی کو ستایا اب تم لوگ دنیا مین اور تین روز کھا پی لو اور اپنے اپنے گھرون مین عیش و آرام کرلو آج سے چوتھے دن تمپر عذاب آئیگا
اور اسکو ذرا بھی جھوٹ نہ سمجھو خدا کا وعدہ جھوٹا نہیں ہوا کرتا جس روز اون لوگون نے اونٹنی کی کونچین کاٹین وہ بدھ کا دن تھا اور
کی رات کو وہ سب سوتے تھے کہ یک بیک آسمان سے اس زور کی آواز آئی کہ اون بدبختون کے کلیجے پارہ پارہ ہوگئے اور جس طرح پڑے
سوتے تھے ویسے کے ویسے مرکر رہگئے اور بالکل پیوند زمین ہوگئے گویا یہ شہر انسے بسا ہی نہ تھا اور اللہ پاک نے صالح علیہ السلام اور

منزل ۴ ع ۶

مومنین کو اپنی رحمت سے اس عذاب سے بچا لیا اور ان لوگوں کی طرح رسوائی سے الگ رکھا پھر خدا نے فرمایا کہ دیکھو قوم ثمود نے توحید کا انکار کیا اور کافر کے کافر ہی رہے اسی واسطے خدا کی رحمت سے دور پڑ گئے صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو موسیٰ اشعری کی حدیث جو گذر چکی ہے کہ ایسے نافرمان لوگوں کو اللہ تعالیٰ جب تک چاہتا ہے مہلت دیتا ہے اور پھر جب پکڑ لیتا ہے تو بالکل ہلاک کر دیتا ہے ثمود کی مہلت اور ہلاکت کی بھی یہ حدیث گویا تفسیر ہے +۔

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ إِبْرٰهِيمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوا سَلٰمًا ۖ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ أَن جَآءَ بِعِجْلٍ
اور آچکے ہیں ہمارے بھیجے ابراہیم پاس خوشخبری لیکر بولے سلام وہ بولا سلام ہے پھر دیر نہ کی کہ لے آیا ایک بچھڑا
حَنِيذٍ ○ فَلَمَّا رَآ أَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ إِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً ۖ قَالُوا لَا تَخَفْ إِنَّآ
تلا ہوا پھر جب دیکھا انکے ہاتھ نہیں آتے کھانے پر اوپری سمجھا اور دل میں انسے ڈرا وہ بولے مت ڈر ہم
أُرْسِلْنَآ إِلٰى قَوْمِ لُوطٍ ○ وَامْرَأَتُهُ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِإِسْحٰقَ ۙ وَمِن وَرَآءِ إِسْحٰقَ
بھیجے آئے ہیں طرف قوم لوط کے اور اوسکی عورت کھڑی تھی تب وہ ہنس پڑی پھر ہنے خوشخبری دی اسکو اسحٰق کے پیچھے
يَعْقُوبَ ○ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰى ءَأَلِدُ وَأَنَا عَجُوزٌ وَهٰذَا بَعْلِى شَيْخًا ۖ إِنَّ هٰذَا لَشَىْءٌ عَجِيبٌ ○
یعقوب کی بولی اے خرابی کیا میں جنوں گی اور میں بڑھیا ہوں اور یہ خاوند میرا ہے بوڑھا یہ تو ایک عجیب چیز ہے
قَالُوٓا أَتَعْجَبِينَ مِنْ أَمْرِ اللّٰهِ ۖ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ ۚ إِنَّهُ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ ○
وہ بولے کیا تعجب کرتی ہے اللہ کے حکم سے اللہ کی مہر ہے اور برکتیں تم پر اے گھر والو یہ وہ ہے سراہا بڑائیوں والا

منزل ۳

یہ ابراہیم علیہ السلام کا قصہ تمہید کے طور پر لوط علیہ السلام کے قصے سے پہلے ذکر کیا گیا ہے ابراہیم علیہ السلام کے ایک بھائی تھے جنکا نام ہاران تھا اونہیں کے بیٹے حضرت لوط علیہ السلام تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر یہی سب سے پہلے ایمان لائے تھے نوح علیہ السلام سے دو ہزار چھ سو بیالیس برس کے بعد یہ بھیجے گئے تھے انکی عمر ایک سو پچتر برس کی ہوئی ہے ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے اسحٰق علیہ السلام کی عمر ایک سو اسی برس کی ہوئی اور ابراہیم کے پوتے یعقوب بن اسحٰق کی عمر ایک سو پینتالیس سال کی ہوئی ابراہیم علیہ السلام فلسطین ایک ملک ہے وہاں رہتے تھے اور لوط علیہ السلام ملک شام کے ایک گاؤں میں رہتے تھے فرشتوں کو خدا نے حکم دیا کہ لوط کی قوم پر عذاب لیکر جاؤ صحیح قول کے مطابق تین فرشتے تھے جبرئیل۔ میکائیل۔ اسرافیل۔ یہ تینوں خوبصورت خوبصورت لڑکوں کی صورت بنکر پہلے ابراہیم علیہ السلام کے پاس اسحاق علیہ السلام کے پیدا ہونے کی خوشی سنانے کو آئے اور آتے ہی سلام کیا ابراہیم علیہ السلام نے بھی سلام کا جواب دیا مگر ابراہیم علیہ السلام نے انکو پہچانا نہیں مہمان سمجھا اور اپنی عادت کے موافق کہ جب کوئی مہمان آجاتا تو خاطر تواضع کرتے تھے انکے کھانے پینے کا بھی انتظام کرنے لگے اور ایک جوان گائے ذبح کرکے اوسکے کباب لگائے حنیذ کے معنے مفسرین نے یہ لکھے ہیں کہ گرم پتھر پر گوشت کے کباب لگانا جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے مہمانوں کے آگے کھانا رکھا تو اونکے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھے کیونکہ فرشتوں کی غذا خدا کی تسبیح ہے دنیا کی

کھانے پینے سے اونکو کچھہ رغبت نہیں اور نہ دنیا کا کھانا پینا اُنکے لئے مقرر کیا گیا ہے جب اون مہمانوں کے ہاتھہ کھانیکی طرف نہیں
بڑہے تو ابراہیم علیہ السلام دلمین بہت ڈرے کہ یہ کیسے مہمان ہیں جو کھانا نہیں کھاتے اور اونکی قوم مین یہ دستور ہی تہا کہ جب
کوئی مہمان آئے اور کھانا نہ کھائے تو ڈرتے تھے کہ خدا خیر کرے یہ کسی بُرے ارادے سے آیا ہی کیونکہ اوس زمانہ کے لوگ جس کا نمک
کھا لیتے تھے اوسکے ساتھہ پھر کچھہ دغا نہیں کرتے تھے اور جسکے ساتھہ دغا کا ارادہ ہوتا تہا اُسکا نمک نہیں کھاتے تھے اسلئے اوس کے
گھر کے کھانے سے بچتے تھے غرض جب ابراہیم علیہ السلام کے دلمین خوف ہوا تو قیاس سے یا خدا کے حکم سے اون فرشتون نے سمجھہ لیا
اور کہا کہ ای ابراہیم تم ڈرو نہین ہم خدا کے بھیجے ہوئے ہین لوطؑ کی قوم پر عذاب لیکر بھیجے گئے ہین ابراہیم علیہ السلام کی ایک کنیز تہین
ہاجرہ نام جنسے اسمعیل علیہ السلام پیدا ہوئے تھے اور انکی بیوی جنکا نام سارہ تہا جو حضرت ابراہیم کے چچا ہارون کی بیٹی تہین
اُنکے کوئی اولاد نہین ہوئی تہی یہ پردے کی آڑ مین کہڑی تہین کہ مہمانونکی تواضع جو مجھسے متعلق ہوگی وہ مین بہی کرون گی جب
اونہون نے یہ سنا کہ یہ فرشتے ہین اور لوطؑ کی قوم پر عذاب لیکر چلے ہین تو ہنسین اب مفسرین نے کئی سبب اُنکی ہنسی کے بیان کئے ہین قتادہ
کہتے ہین کہ یہ اسبات پر ہنسی تہین کہ ہم قوم پر یہ عذاب لیکر جارہے ہین اونہین اُنکی سکی خبر ہی نہیں ہے کسی نے کہا ہی کہ
اُنکے اور ابراہیم علیہ السلام کی گفتگو پر ہنس پڑین کسی نے کہا ہے کہ اپنے شوہر کے خوف پر ہنسی تہین کہ یہ مہمان تو صرف تین ہی
شخص ہین ابراہیم علیہ السلام کے ساتھہ تو بہت سے آدمی ہین کوئی کہتا ہے کہ بڑہاپے مین اولاد کی بشارت سنکر تعجب سے
ہنس دین غرضکہ انکو بشارت دی گئی کہ تمہارے بطن سے حضرت اسحٰق علیہ السلام پیدا ہونگے اور اُنکے بعد یعقوب علیہ السلام منزل ۳
تمہارے پوتے پیدا ہونگے یہ سنکر انکو بہت تعجب ہوا اور کہا یہ تو بڑی خرابی کی بات ہی مین بوڑہی ہوگئی میری عمر قریب نوے بانوے
برس کی ہوگئی اور میرے شوہر بالکل بوڑہے سو برس کی عمر کے ہین اس عمر مین لڑکا ہونا بہت ہی اچنبے کی بات ہی اون فرشتون نے
جواب دیا کیا تم خدا کی باتون سے تعجب کرتی ہو خدا کے کارخانہ مین سب کچھہ ہی اُسکی قدرت تو اس سے بھی زیادہ ہی یہ تو کوئی
تعجب کی بات نہیں ای گھر والو خدا کی رحمت تمپر ہے اور برکت بھی ہی کہ اسحٰق کے بعد تم اپنے پوتے اسحٰق کے بیٹے کو بھی دیکھوگے وہ
خدا بڑا تعریف اور بزرگی کے قابل ہی تفسیر ابن منذر وغیرہ مین عمرو بن دینار اور عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ جب فرشتون
نے کہانے کی طرف ہاتھہ نہین بڑہایا تو ابراہیمؑ نے پوچھا کیا بات ہی اونہون نے جواب دیا کہ ہم کہانا بلا قیمت نہین کہاتے ہین جسکا
جواب ابراہیمؑ نے یہ دیا کہ اس کہانے کی یہی قیمت ہی اور اُنکے پوچھنے پر تبلایا کہ اسکی قیمت یہ ہی کہ کہانے سے پہلے بسم اللہ کی جائے
اور کہانے کے بعد خدا کا شکر اس جواب کو سنکر جبرئیلؑ نے میکائیلؑ کی طرف دیکھکر کہا کیون نہو ایسے شخص کو خدا کا خلیل بنایا جانا
بالکل برحق ہی یہ روایت تفسیر ابن ابی حاتم مین بہی تفسیر سدی کے حوالہ سے ہے ان اسمعیل بن عبدالرحمٰن سدی کو امام احمد نے
ثقہ کہا ہی ان اسمٰعیل سدی کی تفسیر اسباط بن نصر ہمدانی نے جمع کی ہی اور انکو ابن معین نے ثقہ کہا ہی غرض یہ روایت معتبر ہے
صحیح بخاری و مسلم مین ابی شریح خزاعی سے روایت ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر ایماندار شخص کو چاہیئے کہ وہ اپنے
مہمانکی خاطر تواضع کرے اور یہ بھی فرمایا کہ دعوت کی حد تین دن تک ہی جن مین ایک رات دن کے کہانے مین زیادہ خاطر داری

اکی جاوے ان ابی شریح کا مشہور نام خویلد بن عمرو ہے مدنی صحابی ہیں ۶۸ھ مین انہون نے وفات پائی اوپر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مہمان نوازی کا جو تذکرہ تہا یہ حدیث اوسکی تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ قرآن شریف مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملت ابراہیمی کی پیروی کا حکم تہا اور ملت ابراہیمی مین مہمان کی خاطر داری کا مسئلہ تہا اسواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شرع محمدی مین اس مسئلہ کو ایمان کی نشانی قرار دیا +

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ الرَّوْعُ وَجَاءَتْهُ الْبُشْرَىٰ يُجَادِلُنَا فِي قَوْمِ لُوطٍ ۚ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَحَلِيمٌ

پہر جب گیا ابراہیم سے ڈر اور آئی اُسکو خوشخبری جھگڑنے لگا ہمسے قوم لوط کے حق مین البتہ ابراہیم تہا تحمل والا

أَوَّاهٌ مُنِيبٌ ۝ يَا إِبْرَاهِيمُ أَعْرِضْ عَنْ هَٰذَا ۖ إِنَّهُ قَدْ جَاءَ أَمْرُ رَبِّكَ ۖ وَإِنَّهُمْ آتِيهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُودٍ ۝

نرم دل رجوع رہنے والا اے ابراہیم چھوڑ یہ خیال وہ تو آچکا حکم تیرے رب کا اور اپہرآتا ہی عذاب جو پہیرا نہیں جاتا

حضرت ابراہیم کو جب خوشی سنائی گئی اور انکا خوف بھی جاتا رہا تو یہ سنکر کہ یہ فرشتے لوط کی قوم کو ہلاک کرنیکو جا رہے ہین انکا دل بہت کڑہنے لگا اور فرشتون سے جہگڑنے لگے کہ جس گانون مین تین سو مسلمان ہونگے اُسکو ہلاک کروگے فرشتون نے کہا نہین تب ابراہیم نے کہا چالیس تو ہونگے چالیس نہین تیس سہی تیس بہی نہ ہون دس تو ہونگے دس بہی نہیں سہی ایک تو ہوگا فرشتون نے کہا ایک بہی نہین تب ابراہیم علیہ السلام نے کہا اوس گانون مین لوط بہی تو ہین فرشتون نے جوابدیا ہمین سب کچہہ معلوم ہے جو جو دہان ہین لوط اور اُنکے گہر والے سوائے اُنکی بیوی کے سب بچ جائین گے اور اُنکی بیوی اور سارا گاؤن ہلاک ہوجائیگا مفسرون نے یہی سنے یجادلنا کے بیان کئے ہین کہ اللہ نے فرمایا میرے رسولون سے جہگڑا کیا اسکا سبب یہ تہا کہ ابراہیم بہت نرم دل تھے چاہتے تھے کہ کچہہ دنون اور عذاب تہم جائے شاید یہ لوگ ایمان لے آئین مگر خدا نے فرمایا کہ تم بردبار اور نرم دل ہو اور خدا کی مرضی پر قائم رہنے والے ہو یہ باتین صرف تمہارے نرم دل ہونیکی وجہ سے ہین تم اس خیال سے باز رہو خدا کا حکم جاری ہوچکا اب ضرور عذاب آئیگا جو کسی طرح رک نہین سکتا۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو موسیٰ اشعری کی حدیث گذر چکی ہے کہ قوم لوط جیسے سرکش لوگونکو اللہ تعالیٰ جبتک چاہتا ہی مہلت دیتا ہے اور پہر مہلت کے بعد جب عذاب آجاتا ہی تو کسی کے ٹالے سے نہین ٹلتا آخری آیۃ مین ابراہیم علیہ السلام کی سفارش کے نامنظور ہونے کا جو ذکر ہے یہہ حدیث گویا اوس کی تفسیر ہے +

منزل ۳

وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِيءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَقَالَ هَٰذَا يَوْمٌ عَصِيبٌ ۝ وَجَاءَهُ

اور پہنچے ہمارے بہیجے لوط پاس خفا ہوا اُنکے آنے سے اور رک گیا جی مین اور بولا آج دن بڑا ہے سخت ہی اور آئی

قَوْمُهُ يُهْرَعُونَ إِلَيْهِ ۖ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوا يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ ۚ قَالَ يَا قَوْمِ هَٰؤُلَاءِ بَنَاتِي هُنَّ

اُس پاس قوم اُسکی دوڑتے بے اختیار اور آگے سے کر رہے تھے بُرے کام بولا اے قوم یہ میری بیٹیان حاضر ہین

اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ ۭ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ۝ قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ

یہ پاک ہیں تمکو انسے سوڈرو تم اللہ سے اور مت رسوا کرو مجکو میرے مہمانوں مین کیا تم مین ایک مرد بھی نہین نیک بولا تو جان جگہ

مَا لَنَا فِيْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۡ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ ۝

ہمکو تیری بیٹیونسے دعوے نہین اور تجکو تو معلوم ہے جو ہم چاہتے ہین

خدا کے بھیجے ہوئے فرشتے ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے ہو کر لوط علیہ السلام کے پاس پہونچے بعضے مفسرون نے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت لوطؑ کی صاحبزادی شہر کے دروازہ پر پانی بھر رہی تھین فرشتون نے اگر انسے پوچھا ای لڑکی اس بستی مین کسی جگہ ٹھہرنے کی بھی ہے اونہون نے کہا تم یہیں ٹھہرو میں ابھی آتی ہون اور دوڑکر اپنے باپ کے پاس آئین اور کہا کہ شہر کے دروازہ پر دو تین لڑکے خوبصورت خوبصورت کھڑے ہیں تمہاری قوم کو اگر معلوم ہو جائیگا تو وہ انہین پکڑ لین گے کیونکہ انکی قوم نے انسے کہہ رکھا تھا تم کسی کو اپنا مہمان نہ بنایا کرو جو آدمی شہر مین آئے گا اوسکو ہم اپنے گھر لیجاکر مہمان بنائین گے پھر حضرت لوطؑ اپنی لڑکی کے ساتھ گئے اور اونکو اپنے گھر مین لے آئے اسبات کی خبر سوائے لوط علیہ السلام کے گھر کے لوگونکے اور کسی نہوئی مگر لوط علیہ السلام انکے آنے سے دل ہی دل مین بہت کڑھے اور بہت پریشان ہوئے کیونکہ وہ اپنی قوم کی عادت سے واقف تھے سمجھے کہ آج کا روز بہت سخت ہوگا قوم سے انکی خاطر لڑنا جھگڑنا پڑیگا جب گھر مین وہ فرشتے آچکے تو انکی بیوی نے اپنی قوم کو خبر دی کہ بھائے گھر مین جوان جوان اور حسین حسین تین لڑکے مہمان آئے ہیں اونکی قوم یہ خبر سنتے ہی دوڑ پڑی کیونکہ انکو برے کام کی چاٹ لگی ہوئی تھی لوط علیہ السلام نے اونسے کہا بھائیو یہ میری لڑکیان حاضر ہیں اور یہی بہتیری عورتین ہین تم اونسے نکاح کر لو یہ تمہارے واسطے حلال اور پاک ہیں اور خدا سے ڈرو اور میرے مہمانون کے خیال سے درگذرو اور مجھے رسوا نکرو کیا تم میں ایک شخص بھی نیک اور خدا سے ڈرنے والا نہیں ہے اونکی قوم نے جوابدیا اے لوط تمہین پہلے سے معلوم ہے کہ ہم کو تمہاری لڑکیون سے کوئی سروکار نہیں ہم لوگ جس بات کے خواہان ہیں تم خوب جانتے ہو۔ یہ لوگ خوبصورت لڑکونسے جو بدفعلی کیا کرتے تھے ان لفظون مین وہی خواہش اُنھون نے ظاہر کی۔ مسند عبدالرزاق اور تفسیر ابن جریر مین قتادہ کا قول ہے کہ لوط علیہ السلام نے قوم کے لوگون کے آنے کی خبر سنکر اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا تھا جب قوم کے لوگون نے دروازہ توڑکر لوط علیہ السلام کے گھر کے اندر گھسنے کا ارادہ کیا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اپنی اصلی صورت مین آنکر ایک پر مارا جس سے یہ سب قوم کے لوگ اندھے ہوگئے اور لوط علیہ السلام کے گھر کا دروازہ انکو نظر نہ آیا آخر عمر مین ان عبدالرزاق کی آنکھین جاتی رہی تھین نابینا ہوجانے کے بعد کی انکی زمانی روایتون کے صحیح ہونے مین بعضے علما کو کلام ہے لیکن انکی کتابونکو امام بخاری نے صحیح قرار دیا ہے صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث گذر چکی ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علم الٰہی مین جو شخص دوزخی ٹھہر چکا ہے دنیا میں پیدا ہونیکے بعد ویسے ہی کام بھی وہ کرتا ہے اس حدیث کو ان آیتون کی تفسیر مین بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ یہ لوگ جب تک آنکھون کے جاتے رہنے سے اپاہج نہ ہوگئے اوسوقت تک اپنے بداراد

منزل ۳

پر جمے رہی مسند امام احمد ترمذی اور ابن ماجہ مین جابرؓ بن عبداللہ سے روایۃ ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے خوف ہے کہ میری امت مین بھی قوم لوط کا فعل بد پھیلے گا اس حدیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا معجزہ نکلتا ہی کیونکہ جو پیشین گوئی آپنے فرمائی تھی اوسکا ظہور کہین کہین اس امت مین موجود ہے حاکم نے جابرؓ بن عبداللہ کی اس حدیث کو صحیح کہا ہی

قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ بِکُمْ قُوَّۃً اَوْ اٰوِیْ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ ○

کہنے لگا کہین سے مجکو تمہارے سامنے زور ہوتا یا جا بیٹھتا کسی محکم آسرے مین

جب لوط کی قوم نہیں مانی اور مہمانونکے لینے مین ضد کی تو لوط علیہ السلام نے کہا کاش مجھہ مین ذاتی قوت ہوتی یا یہان میرا کنبہ ہوتا یا اور کوئی دوست احباب حامی مددگار وقت پر ساتھ دینے والے ہوتے تو مین اونسے کہکر تمہین یہان سے دہکے دلواتا اصل مین اس قوم مین لوط علیہ السلام کے کنبہ رشتہ کا کوئی نتھا پہلے یہ عراق مین رہتے تھے جب ابراہیمؑ کے ساتھ ہجرت کرکے شام کی طرف آئے تو انہین یہ حکم ہوا کہ تم سدوم گاؤن مین لوگون کی ہدایت کو جاؤ معتبر سند سے مسند امام احمد مین ابوہریرہؓ سے روایۃ ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت لوط کے بعد پیر جو نبی ہوا وہ اہل ثروت ہوا مختصر طور پر یہ روایۃ صحیح بخاری میں بھی ہے رکن شدید کے معنے بعضے سلف نے یہی بیان کئے ہین جو بیان کئے گئے اور بعضے سلف نے رکن شدید کے معنے اللہ تعالی کی ذات کے کئے ہین جس کا مطلب یہ ہی کہ اللہ پاک کی طرف لوط علیہ السلام نے جب رجوع کیا تو فرشتون نے یہ کہا کہ ہم خدا کے بھیجے ہوئے ہین اس قوم پر عذاب لیکر آئے ہین یہ لوگ ہمارا کچھہ بگاڑ نہین سکتے تم خاطر جمع رکھو۔ ابوہریرہؓ کی یہ حدیث جو اوپر گذری کہ حضرت لوط کے بعد جو نبی ہوا وہ کنبے قبیلہ والا ہوا اس حدیث سے رکن شدید کے کنبے قبیلہ کے معنے کی بڑی تائید ہوتی ہے۔

منزل ۳

قَالُوْا یٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّکَ لَنْ یَّصِلُوْٓا اِلَیْکَ فَاَسْرِ بِاَھْلِکَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ وَلَا یَلْتَفِتْ مِنْکُمْ اَحَدٌ

فرشتون نے کہا اے لوط ہم بھیجے ہین تیرے رب کے کبھی ہرگز نہ پہنچ سکین گے تجھہ تک سو تو نکل اپنے گھر کو کچھہ رات سے اور مڑکر نہ دیکھے تم مین کوئی

اِلَّا امْرَاَتَکَ اِنَّہٗ مُصِیْبُھَا مَآ اَصَابَھُمْ اِنَّ مَوْعِدَھُمُ الصُّبْحُ اَلَیْسَ الصُّبْحُ بِقَرِیْبٍ ○

مگر تیری عورت یو نہین ہی کہ اسپر پڑنا ہے جو اوپر پڑیگا اسکے وعدہ کا وقت ہے صبح کیا صبح نہین نزدیک

اس سورۃ مین اور سورہ شعرا مین سورہ نمل اور سورہ والصافات چند سورتون مین اللہ تعالی نے یہ قصہ ذکر فرمایا ہے حاصل اس قصہ کا یہی ہی کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ملک عراق سے ملک شام کی طرف ہجرت فرمائی تو حضرت لوط علیہ السلام نے بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہجرت فرمائی حضرت لوط حضرت ابراہیم کے بھتیجے ہین ہجرت کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام تو فلسطین کی نواح مین رہتے تھے اور حضرت لوط علیہ السلام سدوم بستی کے لوگونکی ہدایت کے لئے نبی ہوئے تھے حضرت لوط علیہ السلام نے مدت تک ان لوگونکو ہدایت کی مگر وہ راہ راست پر نہ آئے جب اس قوم کی ہلاکت کا وقت آیا تو اللہ تعالی کے حکم سے حضرت جبرئیل اور میکائیل اور اسرافیل علیہ السلام زمین پر آئے اور پہلے

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسحٰق کے پیدا ہونیکی خوشخبری سنائی اور پھر حضرت لوط کی امت کی بستی مین خوبصورت لڑکونکی صورت مین آئے اور مہمان بنکر حضرت لوط علیہ السلام کے گھر مین اترے حضرت لوط کی بی بی نے قوم کے لوگون کو ان مہمانون کی خبر کردی قوم کے لوگ حضرت لوط علیہ السلام کے گھر پر حملہ کرکے چڑھ آئے حضرت لوط علیہ السلام قوم کے لوگون کے حملہ سے بہت پریشان ہوے حضرت لوط علیہ السلام کی پریشانی دور ہونیکی غرض سے ان فرشتون نے حضرت لوط علیہ السلام کو جتلایا کہ ہم اللہ کے فرشتے ہین اور تمھونکا منہ برسا کر اور بستی اُلٹ کر اُس قوم کو ہلاک اور بستی کو نیست ونابود کردیا اب اوس بستی کی جگہ بودار پانی کا ایک چشمہ ہی جو پانی کسی کام مین نہین آسکتا صحیح بخاری نسائی وغیرہ مین حضرت عائشہ کی حدیث ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ جب قوم کے لوگونکے ہاتہ سے اللہ کے رسول بہت پریشان ہوجاتے ہین تو اللہ تعالی غیب سے اپنے رسولونکی مدد فرماتا ہی اس حدیث کو آیۃ کی تفسیر مین بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ لوط علیہ السلام جب قوم کے لوگون کے ہاتہ سے بہت پریشان ہوے تو ایک مدد تو غیب سے یہ ہوئی کہ وہ لوگ اندہے ہوگئے دوسری مدد یہ ہوئی کہ اللہ کے حکم سے فرشتون نے لوط علیہ السلام کی دلجمعی کردی کہ صبح کو اس قوم پر عذاب آویگا - بعضے سلف کا قول ہی کہ لوط علیہ السلام اپنی قوم کی سرکشی سے یہانتک تنگ آگئے تھے کہ اُنھون نے رات کو ہی عذاب کے آجانے کی تمنا ظاہر کی اوس کا جواب حضرت جبرئیل علیہ السلام نے یہ دیا کہ عذاب کے آنیکا مقررہ وقت صبح ہے اور صبح بھی نزدیک ہے کچھ دور نہیں ہے۔

المنزل ۳

فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّن سِجِّيلٍ مَّنضُودٍ ○

پھر جب پہنچا حکم ہمارا کر ڈالی ہمنے وہ بستی اوپر نیچے اور برسائین اوسپر پتھریان کنکر کی تہ تہ

مُّسَوَّمَةً عِندَ رَبِّكَ ۖ وَمَا هِيَ مِنَ الظَّالِمِينَ بِبَعِيدٍ ○

صاف بنائین تیرے رب کے پاس اور نہیں وہ بستی اُن ظالمونسے کچھ دور

جب لوط علیہ السلام کو حکم ہوگیا کہ آپ معہ اہل وعیال کے فقط اپنی بیوی کو چھوڑکر اس گاؤن سے چلے جائین اب پیچھے عذاب آویگا اور کوئی تم مین سے پیچھے مڑکر نہ دیکھے غرضکہ حضرت لوط خدا کے حکم سے باہر چلے گئے اور خدا کا عذاب آیا جبرئیل علیہ السلام نے اپنا پر زمین کے اندر ڈالکر اس زمین کا طبقہ اوٹھالیا اور آسمان کی طرف لے گئے مفسرون نے بیان کیا ہے کہ آسمان والون نے اسوقت مرغون کے بولنے اور کتون کے بھونکنے کی آوازین سنین پھر جبرئیل نے اوس طبقہ کو اوٹھاکر زمین کی طرف پھینکدیا یہ لوگ وندہے آکر زمین پر پڑے یہی معنے ہین جعلنا عالیہا سافلہا کے مطلب یہ ہی کہ خدا نے اُس گاؤن کی زمین ہی کو الٹ دیا پھر پتھر کی کنکریون کی بہرمار اوپر سے ہوئی - سنگ فارسی مین پتھر کو کہتے ہین اور گل مٹی کو حضرت عبداللہ بن عباس کا قول ہے کہ ان دونون لفظون کو ملاکر سجیل بنا ہی مطلب یہ ہی کہ وہ پتھر مٹی کے ملے ہوئے کنکر تھے - منضود کا مطلب ہی کہ کنکریان اس طرح پھینکی گئین کہ ایک ذرا بھی مہلت نہ دی گئی پے درپے آتی تھین مسومۃ کے یہ معنے بیان کئے گئے ہین کہ ان کنکریون پر لوگون کے نام کی مہرین لگی ہوئی تھین جسکے نام کی کنکری ہوتی اوسی پر

پڑتی تھی مجاہدؒ کا قول ہے کہ یہ عذاب ان لوگو پر صبح کے وقت نازل ہوا تھا۔ پھر خدائے فرمایا کہ یہ بات ظالمون سے کچھ بعید نہیں ہے وہ لوگ اپنے ظلم کے سبب سے اسی لائق تھے کہ وہان کی زمین بھی تلے اوپر کردی جائے بعضون نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ یہ کفار مکہ کی طرف خطاب ہے کہ یہ لوگ بھی ظلم پر کمر باندھے ہوئے ہین انسے اور اوس گانوں سے کچھ زیادہ فاصلہ نہیں ہے ملک شام مکہ سے قریب ہی ہے انکے ظلم کا بھی یہی نتیجہ ہوگا کہ انکی طرح اپر بھی کوئی عذاب نازل ہو بعض مفسرونکا یہ بھی بیان ہے کہ چار گاؤں تھے انمین سدوم زیادہ بڑا تھا ایک لاکھ کی بستی تھی تین لاکھ باقی کی بستیون میں تھے سب کے سب ہلاک ہوئے ایک بھی نہیں بچا صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے ابو موسیٰ اشعری کی حدیث گذر چکی ہے کہ ایسے سرکش لوگو نکو اللہ تعالی جب پکڑتا ہے تو بالکل ہلاک کردیتا ہے یہ حدیث اس ہلاکت کی گویا تفسیر ہے۔

وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۚ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ وَلَا تَنْقُصُوا

اور مدین کی طرف بھیجا انکے بھائی شعیب کو بولا اے قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی نہیں تمہارا حاکم اسکے سوا اور نہ گھٹاؤ

الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ إِنِّي أَرَاكُمْ بِخَيْرٍ وَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُحِيطٍ ۝

ناپ اور تول میں دیکھتا ہون تمکو آسودہ اور ڈرتا ہون تمپر آفت سے ایک گھیر لانے والے دن کے

ابراہیم علیہ السلام کی ایک بیوی اور تھین جنکا نام قنطورا تھا یہ یقطان کنعانیہ کی بیٹی تھیں انسے آٹھ بچے پیدا ہوئے تھے جن مین سے ایک کا نام مدین تھا اس مدین بن ابراہیم نے ملک حجاز اور ملک شام کے درمیان مین ایک گاؤن بسایا جسکا نام مدین مشہور ہوگیا۔ یہ گانون مدین بحر قلزم کے کنارے تبوک کے سامنے چھ منزل پر واقع ہے مدین بن ابراہیم کی یہین بود و باش رہی انکی نسل سے جو پیدا ہوتے گئے یہیں بستے گئے رفتہ رفتہ ایک بہت بڑا قبیلہ ہوگیا تبوک سے اسکی آبادی زیادہ ہوگئی مدین بن ابراہیم کے ایک بیٹے کی اولاد مین حضرت شعیب کے باپ پیدا ہوئے اسلئے اللہ پاک نے حضرت شعیب کو قبیلہ مدین کا بھائی فرمایا مدین والے بہت خوش حال تھے انمین ایک عادت علاوہ بت پرستی کے اور بھی تھی کہ جب کوئی سودا خریدتے تھے تو بڑھتی لیتے تھے اور جب بیچتے تھے تو کم دیتے تھے دو قسم کے پیمانے اور بٹے بنا رکھے تھے بیچنے کا اور خریدنے کا اور اللہ جل شانہ نے انہین لوگون مین حضرت شعیب کو پیدا کیا اور نبی بنا کر حکم دیا کہ انکو خدا کی طرف بلاؤ شعیب علیہ السلام نے انکو ہدایت کی کہ تم خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت کرو اور ناپ تول مین کمی بیشی نکیا کرو پورا پورا تول کرو اور پورا پورا تول کرو اللہ پاک نے تمہین آسودہ حال بنایا ہے اگر ایسا نکروگے تو خوف ہے کہ یہ نعمت تم سے چھن جائے اور سختی و تنگی کا سامنا ہو اور تمپر ایسا عذاب آئے کہ تم اوس سے بچ نہ سکو معتبر سند سے نسائی اور ابن ماجہ مین حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ مدینہ مین جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو مدینہ کے لوگونکی عادت آپنے کم تولنے اور کم ناپنے کی پائی لیکن پھر آپکی نصیحت سے اکثر لوگونے وہ عادت چھوڑ دی اس حدیث کو آیۃ کی تفسیر مین بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ قوم شعیب کیطرح عرب مین بھی کم تولنے اور کم ناپنے کی عادت تھی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب سے لوگونکی وہ عادت باقی نہیں رہی۔

منزل ۳

وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ

اور اے قوم پورا کرو ماپ اور تول کو انصاف سے اور نہ گھٹا دو لوگوں کو انکی چیزیں اور نہ مچاؤ زمین میں خرابی

جمہور مفسرین کا قول ہے کہ اصحاب مدین اور اصحاب لایکہ ایک ہی امت کا نام ہے اور اسی ایک امت کے حضرت شعیب علیہ السلام نبی تھے لیکن فقط قتادہ اور عکرمہ کا یہ قول ہے کہ اصحاب مدین اور اصحاب لایکہ جدا جدا دو امتیں ہیں اور حضرت شعیب علیہ السلام دو امتوں کے نبی ہوئے ہیں جمہور مفسرین نے اس قول پر طرح طرح سے اعتراض کیا ہے اس سورۃ اور سورہ شعرا کے قصہ کو ملا کر دیکھا جاتا ہے تو کم تولنے اور قزاقی کی اصحاب مدین اور اصحاب لایکہ کی ایک سی ہی بد عادتیں اللہ تعالی نے دونوں سورتوں میں ذکر فرمائی ہیں جس سے اسی قول کی تائید ہوتی ہے کہ دونوں سورتوں میں ایک ہی امت کا ذکر ہے یہ قصہ سورہ قصص میں آویگا کہ فرعون اور فرعون کی قوم کے خوف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے مدین کو چلے گئے اور مدین میں ایک بزرگ کی لڑکی سے حضرت موسےٰ علیہ السلام کا نکاح ہوا اس قصہ میں مشہور قول تو یہی ہے کہ وہ بزرگ یہی حضرت شعیب علیہ السلام تھے لیکن اس مشہور قول پر حافظ ابن کثیر اور مفسرین نے یہ اعتراض کیا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی امت کو یہ نصیحت کی ہے کہ تم لوگوں کے زمانہ سے تھوڑے ہی زمانہ آگے قوم لوط کے لوگ عذاب الٰہی میں گرفتار ہو چکے ہیں سرکشی کروگے تو تم لوگ بھی عذاب الٰہی میں گرفتار ہو جاؤ گے اور یہ تو صحیح تاریخ کی کتابوں سے معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت لوط اور حضرت موسےٰ کے زمانہ میں چار سو برس سے زیادہ کا فاصلہ ہے پھر حضرت موسےٰ کے زمانہ تک حضرت شعیب کیونکر زندہ رہ سکتے ہیں اس کا جواب بعضے مفسرین نے یہ دیا ہے کہ حضرت شعیب کی عمر بڑی ہوئی ہے لیکن یہ جواب کسی سند کا محتاج ہے اسواسطے حافظ ابن کثیر نے یہی بات صحیح قرار دی ہے کہ وہ بزرگ حضرت شعیب علیہ السلام نہیں تھے بلکہ حضرت شعیب کے بھتیجے تھے جنکا نام شرون تھا اور حضرت موسےٰ علیہ السلام کے قصے کی بعض حدیثوں میں جو حضرت شعیب علیہ السلام کا نام اور ذکر آیا ہے ان حدیثوں کی سند صحیح نہیں ہے۔ تفسیر ابن حاتم تفسیر ابن جریر اور ابن عساکر میں حضرت عبداللہ بن عباس کا قول ہے کہ قوم شعیب کے لوگ مدین کے راستہ پر بیٹھ جاتے تھے اور مدین کے آنیوالے مسافروں کو حضرت شعیب کی باتیں نہ سننے کی طرح طرح سے ٹپی پڑھاتے تھے اور مسافروں کا مال بھی اکثر لوٹ لیتے تھے اسی کو ولا تعثوا فی الارض مفسدین فرمایا۔ غرض درختوں کے پوجنے کے سوا راستہ پر بیٹھ کر مسافروں کے بہکانے اور لوٹنے کی کم تولنے اور ناپنے کی بری عادتیں ان لوگوں میں تھیں صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت علی کی حدیث گذر چکی ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ علم الٰہی میں دوزخ کے قابل قرار پا چکے ان کو ویسے ہی کام دنیا میں اچھے معلوم ہوتے ہیں یہ حدیث ان لوگوں کی حالت کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ شعیب علیہ السلام نے اگرچہ ان لوگوں کو راہ راست پر لانیکی بہت کوشش کی مگر یہ لوگ علم الٰہی میں دوزخ کے قابل قرار پا چکے تھے اسلئے شعیب علیہ السلام کی وہ سب کوشش رائگاں گئی اور یہ لوگ مرتے دم تک راہ راست پر نہ آئے۔

منزل ۳

بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ۝

جو بچ رہے اللہ کا دیا وہ بہتر ہے تمکو اگر ہو تم یقین رکھتے اور میں نہیں ہوں تمپر نگہبان

جب شعیب علیہ السلام قوم مدین کو خالص خدا ہی کی عبادت کرنے اور ناپ تول مین پورا پورا لینے دینے کو کہہ چکے تو پھر فرمایا کہ پورا پورا ناپنے اور تولنے کے بعد جو خدا کا دیا ہوا تمکو بچ رہے وہ تمہارے لئے بالکل پاک اور حلال ہی اور مین تمہارا نگہبان نہین ہون کہ تمہین گناہ مین نہ پڑنے دون یا میرے ہاتھ مین تمہارا حساب کتاب نہیں ہی جس کا بدلہ تمہین مین دون مین تو خدا کی طرف سے صرف تمہاری جس نصیحت کو بھیجا گیا ہون اوس نصیحت کا مطلب مینے تمہین سمجھا دیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس نے بقیۃ اللہ کی تفسیر مین یہ بیان کیا ہی کہ خدا کا رزق تمہارے لئے بہتر ہی اگر تم ایماندار رہو اور مجاہد نے کہا ہی کہ اگر تم لوگ ایمان والے ہو تو خدا کی عبادت تمہارے لئے کافی ہی۔ معتبر سند سے ابن ماجہ صحیح ابن حبان اور مستدرک حاکم مین جابر بن عبداللہ سے روایتین ہین جنمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کا رزق اللہ تعالی کی طرف سے مقرر ہے اسلئے رزق کی تنگی سے آدمی کو گھبرانا نہین چاہئے بلکہ حلال کمائی کی جستجو اور حرام کمائی سے بچنے کی کوشش مین ہمیشہ لگے رہنا چاہیئے ان آیتون مین شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو حلال کمائی کی جو نصیحت کی ہے یہ حدیث گویا اوسکی تفسیر ہے۔

قَالُوا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا

بولے اے شعیب تیری نماز پڑھنے نے تجکو یہ سکھایا کہ ہم چھوڑدین جنکو پوجتے رہے ہمارے باپ دادے یا چھوڑدین کرنا اپنے مالون مین

مَا نَشٰٓؤُا ۭ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ۝

جو چاہین تو ہی بڑا بادقار ہے نیک چال والا

منزل ۳

قازن مین عبداللہ بن عباس کا اور ابن عساکر مین احنف بن قیس کا قول ہی کہ شعیب علیہ السلام پہلے رسولون مین سے زیادہ نماز پڑھا کرتے تھے اسی واسطے اُنکی قوم نے کہا معلوم ہوتا ہی کہ تمہاری نماز نے یہ باتین سکھلائی ہین جو تم ہمکو بتونکی عبادت اور پورا ناپنے تولنے کی تاکید کرتے ہو۔ یہ احنف بن قیس ثقہ تابعی ہین اور سب حدیث کی کتابون مین انکی روایتین ہین بعضے سلف نے لکھا ہے کہ شعیب علیہ السلام کی قوم نے نماز کا طعنہ اسلئے دیا کہ نماز دین کے کل رکنون سے زیادہ مرتبہ کہتی ہی اسلئے نماز سے مقصود گویا دین ہی بہرحال شعیب علیہ السلام کی قوم نے اونکو یہ جواب دیا کہ یہ سب تمہاری نماز کا اثر ہے جو تم ہم لوگونکو ہر بات سے منع کرتے ہو ایسا کب ممکن ہے کہ ہم اون بتونکو چھوڑدین جنکی عبادت ہمارے باپ دادا کیا کرتے تھے اور اپنے مال کے بھی ہم مختار رہین جس طرح چاہین گے اولٹ پھیر کرین گے تم کون منع کرنے والے پھر بطور طعن کے یہ بات کہی کہ تم بڑے بردبار اور نیک بخت ہو کہ ہماری عادتون کو برا جانتے ہو حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہین کہ ان لوگون نے اگرچہ شعیب علیہ السلام کو حلیم و رشید کہا مگر اس سے مراد انکی یہ تھی کہ تم بڑے بیوقوف ہو کیونکہ ایسا اکثر ہوتا ہی کہ کسی کو کہا جائے آپ بڑے عقلمند ہین مگر اوس سے یہ مراد لیجائے کہ آپ نرے بیوقوف ہین بعض مفسرین نے یہ بھی کہا ہی کہ فی الحقیقت شعیب علیہ السلام اون لوگون کے نزدیک بردبار اور نیک بخت تھے جبہی اون لوگون نے کہا مگر مطلب ان لوگونکا یہ تھا کہ تم اس صفت کے آدمی ہو کر باپ دادا کے قدیم دین و آئین سے ہمکو پھیرتے ہو صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت علی کی یہ حدیث جو اوپر گذری کہ جو لوگ علم الٰہی میں دوزخ کے قابل ٹھہر چکے ہین وہ دنیا مین پیدا ہونے کے بعد ویسے

ہی کام کرتے ہیں اس حدیث سے ان لوگون کے اس سرکشی کے جواب کا سبب اچھی طرح سمجھ مین آسکتا ہے۔

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ۭ وَمَآ اُرِيْدُ

بولا اے قوم دیکھو تو اگر مجکو سوجھ ہوئی اپنے رب کی طرف سے اور اوسنے روزی دی مجکو نیک روزی اور مین نہین

اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ۭ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ۭ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ

چاہتا کہ پیچھے آپ کرون جو کام تم سے چڑاؤن مین تو چاہتا ہون یہی سنوارنا جہانتک ہوسکے اور مجھ آنا ہی

اِلَّا بِاللّٰهِ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ۝

اللہ سے اسی پر مینے بھروسا کیا ہی اور اسی کی طرف رجوع ہون

یہ جواب ہی شعیب علیہ السلام کا جو اُنھون نے اپنی قوم کو دیا تھا کہ اے قوم خدا نے مجھے یہ ظاہر ظاہر معجزے دیئے اور نبوت دی اور مجھے دنیا مین پاک اور حلال روزی دے رکھی ہی مین جن باتونسے تمہین روکتا ہون چھپ چھپا کر مین بھی اونکو نہین کرونگا یہ ہرگز نہین ہوسکتا کہ تمہین تو کسی کام سے مین منع کرون اور مین آپ اوس کام کو کرون میرا ارادہ تو اصلاح کا ہے مین تو یہ چاہتا ہون کہ جہانتک ہو تمہاری آخرت اور دنیا دونون درست ہوجاوین اور مین تا بمقدور تمہارے معاملات درست کرنا چاہتا ہون اور میرا ہدایت کرنا اور راہ حق بتانا خدا کی مدد سے ہے اور اوسی پر میرا بھروسہ بھی ہی اور مین اوسکی طرف پھر کر جانیوالا بھی ہون صحیح بخاری و مسلم مین اسامہ بن زید سے روایت ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ مین بعضے لوگ پر سخت عذاب دیکھکر اور دوزخی اونسے پوچھین گے کہ تم تو ہمکو ناجائز باتونسے روکا کرتے تھے پھر تم اس طرح کے سخت عذاب مین کیونکر گرفتار ہوگئے وہ لوگ جواب دیوین گے کہ جن باتون سے ہم اورونکو روکا کرتے تھے ہم خود اون باتونمین درپردہ گرفتار تھے اسلئے یہ عذاب آج ہمکو بھگتنا پڑا یہ حدیث وما ارید ان اخالفکم الی ما انہاکم عنہ کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہی کہ کسی دوسرے کو بری بات سے روکنا اور خود اسمین گرفتار رہنا بڑے وبال کی بات تھی اسلئے شعیب علیہ السلام نے اپنی نصیحت مین قوم کے لوگونکو یہ بھی جتلا دیا کہ جن باتونسے مین تمہین روکتا ہون مین بھی اون باتونکو کبھی ہرگز نہین کرنے کا۔

منزل ۳

وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ۭ

اور اے قوم نہ کماؤ یو میری ضد کر کر یہ کہ پڑے تمپر جیسا کچھ پڑا قوم نوح پر یا قوم ہود پر یا قوم صالح پر

وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ۝ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۭ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ۝

اور قوم لوط تو تم سے دور نہین اور گناہ بخشواؤ اپنے رب سے اور اوسکی طرف رجوع لاؤ البتہ میرا رب مہربان ہی

پھر حضرت شعیب نے اپنی قوم سے کہا کہ میری ضد مین آکر کبھی تم اپنی بات پر نہ اڑے رہنا میرے کہنے پر عمل کرو نہیں تو جس طرح نوح علیہ السلام اور ہود علیہ السلام اور صالح علیہ السلام کی قوم پر عذاب آیا اور ہلاک ہوگئے اسی طرح تمپر بھی عذاب آجائیگا اور پھر کچھ دور نہین آئیگا ابھی کچھ زیادہ دن نہیں ہوئے کہ لوط علیہ السلام کی قوم ہلاک ہوچکی ہی کل کی بات ہی وہ سرزمین بھی کچھ زیادہ دور

بھی نہیں قریب ہی ہے تمکو واجب ہے توبہ استغفار کرو خدا مہربان ہے اپنے بندونسے اوسکو محبت ہے وہ تمہاری توبہ قبول کریگا اور گناہ بخش دیگا صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گناہونکے معاف کرنے کی صفت اللہ تعالی کو ایسی پیاری ہے کہ اگر دنیا مین کے حال کے لوگ گناہ نکرتے تو اللہ تعالی اور گنہ گار مخلوقات پیدا کرتا اور اونکو توبہ کی توفیق دیکر اونکے گناہ معاف کرتا یہ حدیث آخری آیتکی گویا تفسیر ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ توبہ کرنے والے شخص کی توبہ قبول کرنیکی صفت اللہ کو پیاری ہے اور توبہ کرنے والونسے اوسکو ایک طرحکی محبت ہے۔

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا وَلَوْلَا رَهْطُكَ

بولے اے شعیب ہم نہین پوچھتے بہت باتین جو تو کہتا ہے اور ہم دیکھتے ہین تو ہم مین کمزور ہے اور اگر نہ ہوتے تیرے

لَرَجَمْنٰكَ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ۝ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ

بھائی بند تو تجکو ہم تہس نہس کرتے اور کچھ تو ہمپر سردار نہین بولا اے قوم کیا میرے بھائی بندونکا دبا دبا تمپر زیادہ ہے اللہ سے اور اوسکو ڈال رکھا ہے

وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا ۭ اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ۝

پیٹھ پیچھے فراموش تحقیق میرے رب کے قابو میں ہے جو کرتے ہو

جب شعیب علیہ السلام اپنی قوم کو سمجھاتے ہی گئے تو اونکی قوم کے لوگون نے کہا کہ شعیب تم جسقدر ہم لوگون کو سمجھاتے ہو ہماری سمجھ مین ایک نہین آتا اور تم ہم لوگونسے بہت کمزور ہو ہمیں تمہارے بھائی بندون کا خیال ہے نہین تو مارے پتھر دن کے تمکو سنگسار کردیتے تم ہماری باتونسے اب ہمکو اچھے نہین لگتے بعضے مفسرون نے بیان کیا ہے کہ ضعیف کے معنے یہان نابینا کے ہین کیونکہ شعیب علیہ السلام خدا کی محبت مین اتنا روئے تھے کہ انکی آنکھین جاتی رہی تھین پھر شعیب علیہ السلام نے کہا کہ تمین میرے بھائی بندونکا خیال ہے مجھکو اللہ سے بھی زیادہ تمہیں عزیز ہین انکی عزت کا خیال کرکے مجھے چھوڑتے ہو اور خدا کو تمنے پس پشت ڈال رکھا جسکی عزت کے سامنے کسی کی بھی عزت نہین خیر جو کچھ تم کرتے ہو اور جتنے عمل تمہارے ہین سبکو خدا کا علم گھیرے ہوئے ہے وہ ذرہ ذرہ جانتا ہے تمہین اسکا بدلہ دیگا۔ ترمذی نسائی ابن ماجہ صحیح ابن حبان اور مستدرک حاکم کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی صحیح حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کثرت گناہون کے سبب سے آدمی کے دل پر ایک زنگ لگ جاتا ہے جس سے نیک بات اُسکے دل پر اثر نہین کرتی۔ قوم شعیب نے شعیب علیہ السلام سے یہ جو کہا کہ تمہاری نصیحت ہماری سمجھ مین نہین آتی یہ حدیث گویا اُسکی تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ شرک اور کثرت گناہونسے ان لوگونکے دل پر زنگ چھا گیا تھا جس سے شعیب علیہ السلام کی نصیحت کا نہ اونکے دل پر کچھ اثر ہوتا تھا نہ وہ نصیحت اُنکی سمجھ مین آتی تھی۔

وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰي مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ عَامِلٌ ۭ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَ

اور اے قوم کام کئے جاؤ اپنی جگہ مین ہی کام کرتا ہون آگے معلوم کردگے کسپر آتا ہے عذاب کہ اُسکو رسوا کرے اور

مَنْ هُوَ كَاذِبٌ ۭ وَارْتَقِبُوْٓا اِنِّىْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ ۝

کون ہے جھوٹا اور تاکتے رہو مین بھی تمہارے ساتھ ہونکا تاکتا

منزل ۳

پہلے حضرت شعیب علیہ السلام نے اصحاب مدین کو شرک اور کم تولنے کی عادت سے توبہ استغفار کرنیکی نصیحت کی اور یہ کہا کہ مجھکو ڈر ہی کہ اگر تم میرا کہنا نہ مانوگے تو قوم نوح اور قوم ہود اور قوم صالح اور قوم لوط کی طرح تم ہلاک ہوجاؤگے جب اون لوگون نے حضرت شعیب علیہ السلام کا کہنا نہ مانا تو آخر درجہ اونہون نے یہ فرمایا کہ خیر جو تمہارا جی چاہے وہ کرو اب تمکو معلوم ہوجاویگا کہ تمہاری کیا رسوائی ہونے والی ہی آخر وہی ہوا کہ تھوڑے دنون مین عذاب آیا آگ برسی اور سب ہلاک ہوگئے آخری نصیحت حضرت شعیب نے جو اپنی امت کو کی تہی جب بلوہ کے لوگ حضرت عثمان کے گھر پر چڑھ آئے اور حضرت عثمان کے شہید کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت عثمان نے بھی یہی نصیحت کی تہی کہ دیکھو مجھکو شہید نکرو مجھکو خوف ہی کہ قوم نوح اور قوم ہود اور قوم صالح اور قوم شعیب کا سا وبال تمپر نہ آوے آخر وہی ہوا کہ اوس روز سے مسلمان طرح طرح کے وبال مین گرفتار ہین آنحضرت کے زمانہ سے لیکر حضرت عثمان کے زمانہ تک جو اقبال مندی اور خوشحالی تہی وہ بات باقی نرہی صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث گذر چکی ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علم الٰہی مین جو لوگ دوزخ کے قابل ٹہر چکے ہین دنیا مین پیدا ہونے کے بعد وہ لوگ کام بھی ویسے ہی کرتے ہین اس حدیث کو آیت کی تفسیر مین بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ شعیب علیہ السلام جب نصیحت کرتے کرتے تھک گئے اور اونکی قوم کے لوگ راہ راست پر نہ آئے تو اللہ کے نبی شعیب علیہ السلام نے جان لیا کہ یہ لوگ علم الٰہی میں دوزخ کے قابل ٹہر چکے ہین انکے دلپر نصیحت کا کچھ اثر نہ ہوگا اسلئے اللہ کے نبی نے اون لوگونسے کہدیا کہ اب تم لوگونکا جو جی چاہے سو کرو یہ ایسی بات ہی جیسے کوئی طبیب کسی بیمار کی زندگی سے مایوس ہوکر کہدیتا ہے کہ جو تیرا جی چاہے وہ کہا پیہیز کی اب ضرورت نہین ہی اس آیت مین عذاب کے آجانے کی پیشین گوئی جو اللہ کے رسول شعیب علیہ السلام نے کی تہی اسکے ظہور کا حال اگے کی آیت میں آتا ہی۔

منزل ۳

وَلَمَّا جَآءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ آمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَأَخَذَتِ الَّذِيْنَ

اور جب پہنچا ہمارا حکم بچا دیا ہمنے شعیب کو اور جو یقین لائے تھے اسکے ساتہ اپنی مہر سے اور پکڑا اون

ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَأَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۝ كَأَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۭ أَلَا بُعْدًا

ظالمونکو چنگہاڑنے پہر صبح کو رہگئے اپنے گہرون مین اوندہے پڑے جیسے کبھی نہ بسے تھے اونمن سن لو پٹکار ہے

ع ۱۲ ۸

لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ۝

مدین کو جیسے پٹکار پائی ثمود نے

جب شعیب علیہ السلام اپنی قوم سے ناامید ہوگئے اور جان لیا کہ اب یہ ایمان نہین لائینگے تو فرمایا کہ دیکھو کون عذاب سے رسوا ہوکر ہلاک ہوتا ہی اوسوقت خدا کا عذاب آیا اللہ پاک نے اپنے رسول شعیب کو اور جو اونپر ایمان لائے تھے اونکو اپنی رحمت سے بچا لیا اور قوم شعیب کو جنہون نے ظلم کیا تہا اور حضرت شعیب کو جھٹلایا اور ایمان نہین لائے یہ سب حضرت جبرئیل علیہ السلام کی ایک سخت چیخ سے اس طرح ہلاک ہوگئے یہ بھی نہین معلوم ہوا کہ اس گانون مین کوئی بستا بھی تہا یا نہین جس طرح قوم ثمود چنگہاڑ سے ہلاک ہوئی اسی طرح یہ قوم بھی ہلاک ہوئی اسلئے یہان ثمود کا نام لیا قوم لوط کا نام نہین لیا

تفسیر ابن حاتم مین محمد بن کعب قرظی اور حسن بصری سے روایتین ہین کہ قوم شعیب پر تین طرح کا عذاب ایک ساتھ آیا پہلے بستی مین ایک طرح کی سخت گرمی پھیل گئی اور اس گرمی کے وقت آسمان پر ایک ابر آیا جسکے نیچے ٹھنڈی ہوا بہتی تھی جب یہ سب لوگ گرمی سے بچنے کے لئے اوس ابر کے نیچے ٹھنڈی ہوا کے لالچ سے چلے گئے تو آسمان سے ایک سخت آواز آئی جس سے زمین ہل کر زلزلہ پیدا ہوگیا اور اس ابر مین سے آگ کے انگارے برسے - یہ محمد بن کعب حسن بصری کے رتبہ کے ثقہ تابعی ہین اور حدیث کی سب کتابون مین انسے روایتین ہین سورہ اعراف مین اس قوم کا عذاب زلزلہ کا ہی اور اس سورۃ مین سخت آواز کا اور سورہ شعرا مین سایبان کی طرح کے ابر کا جس سے محمد بن کعب اور حسن بصری کے قول کی پوری تائید ہوتی ہے - صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو موسیٰ اشعری کی حدیث گذر چکی ہی کہ ایسے نافرمان لوگونکو وقت مقررہ تک اللہ تعالی مہلت دیتا ہے اور وقت مقررہ کے آجانے پر عذاب آجاتا ہی - یہ حدیث مثل اور قومون کی حالت کے اس قوم کی حالت کی بھی گویا تفسیر ہے -

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ

اور بھیج چکے ہین ہم موسے کو اپنی نشانیون سے اور واضح سند سے فرعون اور اسکے سردارون پاس پھر چلے

فِرْعَوْنَ ۚ وَمَآ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ ۝ يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ؕ

کہنے مین فرعون کے اور نہین بات فرعون کی کچھ نیک چال رکھتی آگے ہوگا اپنی قوم کے قیامت کے دن پھر پہنچا دیگا انکو آگ پر

وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ ۝ وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ ۝

اور برا گھاٹ ہی جسپر پہنچے اور پیچھے سے ملی اس جہان مین لعنت اور دن قیامت کے برا انعام ہے جو ملا

منزل ۳

اوپر کے قصون کے بعد ان آیتون مین فرمایا کہ ہمنے موسے کو طرح طرح کے معجزے اور نشانیان دیکر فرعون بادشاہ مصر اور اوسکے وزیرون اور سردارون کے پاس بھیجا بعضے مفسرون نے آیات سے مراد توریت اور سلطان مبین سے مراد معجزے لئے ہین مگر یہ ٹھیک نہین ہی کیونکہ فرعون کی ہلاکت کے بعد توریت نازل ہوئی ہے اسلئے بعض مفسرون نے دونون کے معنے معجزے کے جو بیان کئے ہین وہ قول صحیح ہی بہرحال کوئی بھی انمین سے موسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہین لایا فرعون کے ساتھ فرعون ہی کے دین آئین پر قائم رہے اللہ پاک نے فرمایا فرعون کا طریقہ کوئی نیک انجام تھا بالکل گمراہی کا طریقہ تھا اسلئے جسطرح وہ لوگ دنیا مین فرعون کے تابعدار رہے اوسی طرح قیامت کے دن بھی یہ لوگ فرعون کے پیرو رہین گے اور فرعون کے پیچھے پیچھے دوزخ مین چلے جائین گے قتادہ نے ورد المورود کی یہ تفسیر بیان کی ہی کہ یہ لوگ جس گھاٹ پر جائین گے وہ بہت ہی برا گھاٹ ہوگا کیونکہ انسان گھاٹ پر اسلئے جاتا ہی کہ پیاس بجھے دوزخ کا گھاٹ ایسا ہوگا کہ وہان اور بھی تشنگی غالب ہوگی پھر فرمایا کہ انپر دنیا مین بہت لعنت ملامت ہوئی جس کا مطلب یہ ہی کہ جتنے لوگ انکے بعد ہونگے اور انکا قصہ سنین گے انپر لعنت کرین گے اور آخرت مین بھی اہل محشر انپر لعنت بھیجین گے - رفد المرفود کی تفسیر مین حضرت عبداللہ بن عباس نے یہ کہا ہی کہ مراد اس سے دنیا اور آخرت کی لعنت ہی صحیح مسلم مین سمرہ بن جندب سے روایت ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن

دوزخیون پر اونکی بداعمالی کے موافق عذاب ہوگا مثلاً کسی دوزخی کو تو دوزخ کی آگ ٹخنون تک جلا ویگی اور کسی کو گھٹنون تک اور کسی کو کمر تک اور کسی کو اس سے بڑھکر فرعون اور اُسکے ساتھیون کی بداعمالی اور مشرکون سے بڑھی ہوئی ہے کیونکہ اور مشرک خدا کو خدا جانکر اوسکی عبادت مین دوسرونکو شریک کرتے ہیں اور فرعون خود اپنے آپکو خدا کہتا تھا اور اُسکے ساتھی اوسکا کہنا مانتے تھے اسلئے سورہ غافر مین آویگا کہ فرعون اور اوسکے ساتھیونکا عذاب قیامت کے دن بہت سخت ہوگا صحیح بخاری و مسلم مین عبداللہ بن عمر سے روایت ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت سے پہلے ہر روز صبح و شام دوزخ کا ٹھکانا قابل دوزخ اور جنت کا ٹھکانا قابل جنت روحونکو دکھایا جاتا ہے کہ یہ کہا جاتا ہے کہ قیامت کے دن تمہین اس ٹھکانے مین جانا اور رہنا ہوگا حاصل کلام یہ ہے کہ قیامت کے دن تو فرعون اور اوسکے ساتھیونپر جو سخت عذاب ہوگا اب قیامت سے پہلے ہر روز صبح شام اونکو وہ عذاب کا ٹھکانا دکھایا جاتا ہے جس سے ہر روز اُنکے حق مین گویا دو دفعہ قیامت کا سامنا ہے اسی واسطے فرمایا کہ فرعون کا کہنا ماننے سے ان گونکو جو انعام ملا وہ برا انعام ہے مدد کے طور پر ایک شخص دوسرے شخص کو کوئی چیز دیوے تو اوسکو رفد کہتے ہیں اسی واسطے شاہ صاحب نے رفد کا مرادی ترجمہ انعام کیا ہے۔ یقدم قومہ کا یہ مطلب ہے کہ جسطرح دریا مین ڈوبنے کے وقت فرعون اپنے ساتھیون کے آگے تھا اور سب لشکر اوسکے پیچھے تھا دوزخ مین جاتے وقت بھی ان لوگون کا یہی حال ہوگا۔

منزل ۳

ذٰلِكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْقُرٰى نَقُصُّهُ عَلَيْكَ مِنْهَا قَائِمٌ وَحَصِيدٌ ۝ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ

یہ تھوڑے احوال ہین بستیون کے کہ ہم سناتے ہیں تجکو کہ اُنمین قائم ہے اور کوئی کٹ گیا اور ہمنے اونپر ظلم نہ کیا

وَلٰكِنْ ظَلَمُوٓا أَنْفُسَهُمْ فَمَآ أَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِي يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مِنْ

لیکن ظلم کرگئے اپنی جان پر پھر کچھ کام نہ آئے اُنکے ٹھاکر جنکو پکارتے تھے سوائے اللہ کے

شَيْءٍ لَّمَّا جَآءَ أَمْرُ رَبِّكَ وَمَا زَادُوهُمْ غَيْرَ تَتْبِيبٍ ۝

کسی چیز مین جب پہنچا حکم تیرے رب کا اور کچھ نہ بڑھایا اُنکے حق مین سوائے ہلاک کرنا

اوپر چند قصے بیان فرماکر اب نتیجہ کے طور پر فرمایا اے رسول اللہ کے یہ پہلی امتون کی خبرین ہین جسکا مطلب یہ ہے کہ ان لوگون نے اپنے رسولون کے ساتھ جیسا کیا ویسا پایا یہ گاؤن اور شہر جنپر عذاب آتا گیا بعض تو ایسے ہیں کہ بالکل نیست و نابود نہیں ہوئے ویران کردئے گئے اور بعضونکا طبقہ ہی الٹ دیا گیا پھر فرمایا کہ اپنر اللہ کا ظلم نہین تھا آپ ان لوگون نے اپنے اوپر ظلم کیا رسولونکو جھٹلاتے رہے اور راہ حق پر نہ آئے نبونکی پرستش کرتے رہے اور جب عذاب آیا تو اُنکے وہ جھوٹے معبود کچھ نکر سکے اگر کچھ کام بھی آئے تو یہی کہ انکو ہلاک ہی کرکے چھوڑا صحیح مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا مین جو کچھ ہونے والا تھا اللہ تعالیٰ نے دنیا کے پیدا ہونے سے پچاس ہزار برس پہلے وہ سب لوح محفوظ مین لکھ لیا ہے اور اسی کو تقدیر کہتے ہیں حاصل کلام یہ ہے کہ اگرچہ ہر ایک نیک و بد کا حال اللہ تعالیٰ

کو نیک و بد کے پیدا ہونے سے پہلے معلوم تہا لیکن اللہ تعالی نے یہ انصاف کیا کہ سزا و جزا کا فیصلہ اپنے علم پر نہین رکہا بلکہ اُس علم کے ظہور پر رکہا جس کا مطلب یہ ہی کہ دنیا مین پیدا ہونے کے بعد جیسا کوئی کریگا مرنے کے بعد ویسا بدلہ پاویگا اس تفسیر سے وما ظلمناہم ولکن ظلموا انفسہم کا مطلب اچہی طرح سے سمجہ مین آسکتا ہے اور یہ بہی سمجہ مین آسکتا ہی کہ تجربہ سے کسی کام کا نتیجہ پہلے سے جان لینا اور بات ہی اور کسی کام پر کسی کو مجبور کرنا اور بات ہی اسلیے جو لوگ تقدیر کے لکہے پر اپنے آپ کو مجبور قرار دیتے ہین وہ بڑی غلطی پر ہین اسی طرح جو لوگ یہ شبہ دل مین لاتے ہیں کہ اللہ تعالی نے سبکو نیک کیون نہیں بنایا وہ بہی غلطی پر ہین کیونکہ دنیا نیک و بد کے امتحان کیلئے پیدا کی گئی ہی زبردستی سب کو نیک بنانے مین یہ امتحان بہلا کس طرح پورا ہو سکتا تہا ۔

وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِىَ ظَالِمَةٌ ۭ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ۝

اور ایسہی ہے پکڑ تیرے رب کی جب پکڑتا ہی بستیون کو اور وہ ظلم کر رہتے ہیں بیشک اُسکی پکڑ دکہہ دینوالی ہی سخت

اللہ پاک نے اس آیۃ مین اپنے رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر دی کہ تیرے خدا کی پکڑ ایسی ہی ہوتی ہے جب کسی ظالم کو پکڑ لیتا ہی تو پہر نہین چہوڑتا جیسے یہ گاؤن جن مین ظالم بستے تہے جنکا ذکر ہو چکا ہی کہ آخر برباد ہی کر دئے گئے اُسکی پکڑ بہت دردناک ہی اس سے یہ نہ سمجہنا چاہیئے کہ یہ حکم اونہیں گانؤن اور بستیون کیلئے تہا اور دن کیواسطے نہین ہی بلکہ ہر ایک ظالم کا یہی نتیجہ ہوگا ابو موسی اشعری کی حدیث صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے گذر چکی ہی کہ اللہ پاک ظالم کو مہلت دیتا ہی اور جب پکڑ لیتا ہی تو پہر نہین چہوڑتا یہ حدیث آیۃ کی گویا تفسیر ہے ۔ منزل ۳

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ۭ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ۝

اسمیں بات مین نشانی ہی اُسکو جو ڈرتا ہی آخرت کے عذاب سے وہ دن ہی جسمین جمع ہونگے سب لوگ اور وہ دن ہی دیکہنے کا

انبیائے سابق اور اونکی امتون کے ذکر کے دو فائدہ تو اوپر مذکور ہو چکے یہ تیسرا فائدہ ہی جو اللہ تعالی نے ذکر فرمایا ہی حاصل اس فائدہ کا یہ ہی کہ کافر اور منافق کے دل تو ایسے سخت ہو گئے ہیں کہ اُنکے دل پر کسی نصیحت کا اثر نہین ہی ہان جو لوگ اللہ اور رسول اور قیامت کے قائم ہونے پر ایمان لا چکے ہیں ان پچہلے قصون سے اُنکو ایک بڑی عبرت ہونی چاہیئے کسواسطے کہ پچہلی امتون کا دنیا کا عذاب سنکر پورا یقین ہوتا ہی کہ اللہ کے وعدہ کا ظہور جس طرح دنیا مین ہو چکا اوسی طرح آخرت کے عذاب کا اُسکا وعدہ سچا ہی اور ضرور ایک مقرر دن پر اُسکا ظہور ہونے والا ہی اوس وعدہ کے دن کے لیے کچہہ نیکی کرنی چاہیئے تاکہ اُس روز چہٹکارہ ہو کیونکہ جسطرح اوس دن کے آنے کا وعدہ حق ہی اوسی طرح اوس دن کا یہ وعدہ بہی حق ہی کہ جس کا نیکی کا پلہ اسدن بہاری ہوگا اُسی کا چہٹکارہ ہوگا پہر اس چہٹکارہ کی صورت بدون نیکی کے کرنے اور بدی سے بچنے کے کیونکر ممکن ہی تفسیر ابن جریر مین حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایۃ ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ جب بدی کا بدلہ ایک اور نیکی کا بدلہ دس ہے تو ایسے شخص کے حال پر بڑا افسوس ہی جو دنیا سے ایسی حالت مین جاوے کہ اُسکی اکائیان دہائیون پر غالب ہون ترمذی مسند امام

احمد بن حنبل وغیرہ مین ابو ہریرہؓ ابی بکرہؓ جابرؓ بن عبداللہ اور عبداللہ بن بسر سے صحیح روایتین ہین جنمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا مین اچھا آدمی وہی ہے کہ جسکی عمر بڑی ہو اور اسکے عمل نیک ہون اور برا آدمی وہ ہی کہ جسکی عمر بڑی ہو اور کام برے اور بدہون معتبر سند سے مسند امام احمد مین ابو ہریرہؓ کی دوسری روایۃ ہی جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت طلحہ کے گھر مین تین مہاجر صحابہ رہتے تھے دونون انمین سے شہید ہوگئے اور ایک اون دونون شہیدون کے بہت روز کے بعد اپنی موت سے مرے طلحہ کہتے ہین کہ پہر اپنے خواب مین دیکھا کہ یہ اخیر شخص جو اپنی موت سے مرا تھا جنت مین اون دونون شہیدونکے آگے ہی اس خواب سے مجھکو بڑا تعجب ہوا مین نے اپنا یہ خواب آنحضرت سے تعجب کے ساتھ بیان کیا آپنے فرمایا کچھ تعجب کی بات نہین ہی نیک عمل ہوکر کوئی شخص بڑی عمر پاوے تو یہ بڑے اجر اور درجہ کی چیز ہی حاصل کلام یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اس آیۃ مین مسلمانون کے حق مین یہ ایک پیشین گوئی فرمائی ہی کہ مسلمانونکو نصیحت زیادہ کارگر ہوتی ہی جو لوگ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہین وہ ذرا اپنی حالت پر غور کرین کہ اونکی حالت پر کہان تک اللہ کی پیشین گوئی صادق آتی ہے اور جن لوگونکو اللہ تعالی نے عمر دی ہی وہ اسکو ایک دولت سمجھکر اوس دولت سے یہ تجارت کرین کہ اوس دولت سے نیک عمل کی دولت کمائین ۔ ذلک کا اشارہ قیامت کے دن کیطرف ہی آیۃ کے اس ٹکڑے کا حاصل مطلب یہ ہی کہ میدان محشر مین آدم علیہ السلام سے قیامت تک جتنے بنی آدم پیدا ہوئے ہین وہ سب حساب وکتاب کے لئے جمع کئے جاوینگے چنانچہ صحیح بخاری ومسلم کی ابو ہریرہؓ کی روایۃ مین اس کا ذکر تفصیل سے ہے اسی طرح طرح کے انتظام کے لئے وہان فرشتے بھی حاضر ہونگے مثلاً ستر ہزار نکیلین لگاکر ہزارہا فرشتے دوزخ کو میدان محشر مین لاوینگے جس کا ذکر صحیح مسلم اور ترمذی مین عبداللہ بن مسعود کی روایۃ سے ہے اور اسی طرح کے بہت سے انتظام ہین جو اوس دن فرشتونکے ذمہ ہون گے انسان جنات اور فرشتون کے جمع ہوجانے سے وہ ایک عجب دن ہوگا اسلئے شاہ صاحب نے مراد ی ترجمہ وہ دن ہے دیکھنے کا فرمایا ہے ۔

منزل ۳

وَمَا نُؤَخِّرُهُ إِلَّا لِأَجَلٍ مَّعْدُودٍ ۝ يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَسَعِيدٌ ۝

اور اسکو ہم دیر جو کرتے ہین سو ایک وعدہ کی گنتی کو جسدن وہ آویگا بولیگا کوئی جاندار مگر اسکے حکم سے سو انمین کوئی بدبخت ہی اور کوئی نیک بخت

اس سے پہلے کی آیۃ مین یہ بیان ہوچکا ہی کہ قیامت کے دن اول سے آخر تک سب لوگ جمع ہونگے اسلئے فرمایا کہ قیامت کے آنے مین دیر اسلئے ہورہی ہی کہ خدا نے یہ بات اس لئے ٹھہرائی ہی کہ جبتک دنیا کے تمام پیدا ہونے والے لوگ پیدا نہ ہولین گے اور اونکے پیدا ہونے کے لئے جو مدت مقرر ہی وہ پوری نہ ہوجاویگی اوسوقت تک قیامت نہ آویگی اور اس مدت کی خبر خدا ہی کو ہی سوائے اسکے اور کوئی نہین جانتا جب یہ مدت دنیا کی ختم ہوجاویگی تو وہ قیامت کا دن قائم ہوگا اور ہر شخص کو اوسکے عمل کے موافق جزا سزا ملیگی پہر اسکے بعد فرمایا کہ جب وہ دن آئیگا تو کسی کی کیا مجال ہی جو بغیر حکم خدا کے ایک بات بھی زبان سے نکال سکے اللہ پاک کا جسکو حکم ہوگا وہ شفاعت کے لئے کہڑا ہوگا پہر فرمایا کہ قیامت کے دن جتنے لوگ ہون گے اون مین سے بعضے بدبخت ہونگے جنکا ٹھکانہ دوزخ ہی اور بعضے نیک بخت ہونگے جنکے لئے جنت بنائی گئی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہین جب یہ

آیۃ اوتری فمنہم شقی وسعید تو مین نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عرض کیا کہ جب یہ بات مقرر ہوچکی کہ بعض آدمی بدبخت ہیں اور بعض نیک بخت تو پھر عمل کی کیا ضرورت ہی جیسا کچھ تقدیر مین لکھا جا چکا وہ ہوکے رہے گا آپنے فرمایا جسکے واسطے جس بات کو قلم جاری ہوچکا ہی وہی بات اوسپر آسان بھی ہوتی ہی جو شخص جس کام کیلئے پیدا ہوا ہے وہی کام وہ آسانی سے کرتا ہی اسلئے تمکو چاہئے کہ عمل کئے جاؤ ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہی منذری نے اس حدیث کی سند پر اگرچہ یہ اعتراض کیا ہی کہ مسلم بن یسار راوی کو حضرت عمر سے ملنے کا موقع نہیں ملا اسلئے اس حدیث کی سند پوری نہیں ہی لیکن مسند امام احمد مستدرک حاکم اور امام مالک کی سند مین مسلم بن یسار نہیں ہی اسلئے یہ حدیث معتبر ہے بعضے مفسرون نے یہان یہ بات بیان کی ہی کہ جتنے لوگ قیامت مین ہونگے انکی دو ہی قسمین اللہ پاک نے بیان فرمائی ہین نیک بخت اہل جنت کو اور بدبخت اہل دوزخ کو مگر ان دو کے علاوہ ایک قسم اور بھی ہی یہ وہ لوگ ہین جنکے نیک عمل اور بُرے عمل دونون برابر ہین یا وہ لوگ جنکے نہ نیک عمل ہین نہ بُرے عمل ہین جیسے دیوانے اور بچے تو یہ لوگ خدا کی مشیت میں ہین انکے حق مین وہ جو چاہے گا حکم دیگا۔ لیکن اصل بات یہ ہی کہ جن لوگون کے نیک عمل اور بد عمل برابر ہین وہ لوگ اور دیوانے لوگ اور بچے صحیح حدیثون کے موافق جنت مین جاوین گے اس لئے پہلی دو قسمون مین یہ لوگ بھی داخل ہین ۔

فَاَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوْا فَفِی النَّارِ لَهُمْ فِیْهَا زَفِیْرٌ وَّشَهِیْقٌ ۝ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ

سو وہ لوگ بدبخت ہین سو آگ مین ہین انکو وہان چلانا ہی اور دہاڑنا رہا کرین اُسمین جب تک رہی آسمان

نزل ۱۲

وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ ۝

اور زمین مگر جو چاہے تیرا رب بیشک تیرا رب کر ڈالتا ہے جو چاہے

اللہ تعالی نے اس آیت مین بدبختون کا حال بیان فرمایا کہ جن لوگون نے دین حق کے قبول کرنے سے انکار کیا اور کجروی سے باز نہین آئے اور بدبخت کے بدبخت ہی رہے انکے واسطے دوزخ مین جگہ ہی وہان یہ لوگ خوب روئین گے چیخین گے چلائین گے دہاڑین گے مفسرون نے الا ما شاء ایک کی تفسیر مین دو مطلب بیان کئے ہیں ایک یہ کہ آگ مین یہ لوگ اوتنے دنون تک رہین گے جتنے دنون دنیا کے آسمان وزمین مین رہ چکے ہیں اور اگر خدا چاہیگا تو زیادہ دنون تک رکھے گا یا اوسکی مرضی پر موقوف ہی اور دوسرا مطلب بیان کیا ہی کہ بدبخت ہمیشہ ہمیشہ دوزخ مین رہین گے مگر خدا جسکو چاہے گا ہمیشہ ہمیشہ نہین رکھے گا یہ بھی اوسکی مرضی پر موقوف ہی کیونکہ آسمان وزمین آخرت مین بھی ہونگے اسی کو فرمایا کہ جبتک آسمان وزمین رہین گے اوس وقت تک یہ لوگ دوزخ مین رہین گے کیونکہ اللہ پاک جو ارادہ کرتا ہی وہ کرتا ہی اوسکے ارادہ کو کوئی روکنے والا نہین ہی۔ صحیح بخاری ومسلم مین انس بن مالک سے روایت ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کلمہ گو گنہگار کے دلمین رائی کے دانہ برابر بھی ایمان ہی وہ بھی میری شفاعت کے قابل ہوگا اور دوزخ سے نکلکر جنت مین جاویگا صحیح بخاری مین ابوہریرہؓ سے روایت ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے خالص دلسے ایک دفعہ بھی کلمہ پڑہا وہ بھی قیامت کے دن میری شفاعت

کے قابل ہی اسکے سوا اور بھی صحیح حدیثین ہین جن مین کلمہ گو گنہ گارون کا دوزخ سے نکلکر جنت مین جانیکا ذکر ہے ان صحیح حدیثونکی بنا پر حافظ ابو جعفر ابن جریر نے اپنی تفسیر مین الا ماشاء ربک کی صحیح تفسیر یہی قرار دی ہی کہ اس آیۃ اور اگلے کی آیۃ مین الا ماشاء ربک فرماکر اللہ تعالی نے دونون جگہ کلمہ گو گنہ گارون کو دوزخ اور جنت مین ہمیشہ رہنے کی حالت سے مستثنے فرمایا ہی کیونکہ یہ لوگ دوزخ مین تو ہمیشہ یون نرہے کہ آخر کو دوزخ سے نکلکر جنت مین چلے گئے اور جنت مین ہمیشہ یون نرہے کہ ان لوگونکو کچھ مدت دوزخ مین گذری اس صحیح تفسیر سے وہ اختلاف اوٹھ جاتا ہی جس کا ذکر بعضے مفسرن نے اپنی تفسیرون مین کیا ہی اس صحیح تفسیر سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ بعضے سلف سے یہ جو روایتین ہین کہ دوزخیون کے دوزخ مین جانے کے بعد ایک زمانہ ایسا آویگا کہ جہنم خالی پڑا رہیگا ان روایتونکا یہ مطلب ہے کہ دوزخ کا پہلا طبقہ جسکا نام جہنم ہے اوس مین کلمہ گو گنہگار ڈالے جاوینگے اور جب شفاعت کے ذریعہ سے یہ لوگ دوزخ کے اوس طبقہ مین سے نکلکر جنت مین چلے جاوین گے تو دوزخ کا یہ طبقہ خالی پڑا رہے گا یہ مطلب ان روایتونکا نہین ہی کہ کسی زمانہ مین مشرک دوزخ سے نکل جاوینگے اور سارا دوزخ خالی پڑا رہے گا کیونکہ یہ مطلب قرآن حدیث اور مذہب اہل سنت کے برخلاف ہی معتزلے فرقے کا یہ مذہب ہے کہ جو کلمہ گو گنہ گار بغیر توبہ کے مرجاویگا وہ ہمیشہ دوزخ مین رہیگا اسواسطے اپنے مذہب کی تائید کے خیال سے صاحب کشاف نے ان صحیح حدیثون کے برخلاف جو کچھ اپنی تفسیر مین لکھا ہی اہل سنت اسکے قائل نہیں ہیں بلکہ اکثر سلف ان ہی صحیح حدیثون کو دونون آیتونکی تفسیر ٹھہراتے ہین۔ صحیح بخاری و مسلم مین انس بن مالک کی شفاعت کے ذکر مین ایک بڑی حدیث ہی جس مین اللہ تعالی نے اپنے جاہ وجلال کی قسم کہاکر فرمایا ہی کہ کوئی کلمہ گو گنہگار دوزخ مین باقی نرہے گا اس سے اہل سنت کے مذہب کی پوری تائید ہوتی ہے۔

منزل ۳

وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ

اور وہ جو نیک بخت ہیں سو جنت مین ہیں رہا کرین آسمین جب تک رہے آسمان وزمین مگر جو چاہی تیرا رب بخشش ہی بے انتہا

جس طرح وہان اوپر بدبختونکا حال بیان کیا یہان نیک بختونکا حال بیان فرمایا کہ جو لوگ نیک بخت ہین رسولونکی پیروی کی دین حق کو قبول کیا انکے واسطے جنت ہے جبتک آسمان وزمین وہان کے رہین گے یہ لوگ جنت مین رہین گے بلکہ اس سے بھی زیادہ جس کا مطلب یہ ہی کہ ہمیشہ ہمیشہ جنت ہی مین رہیں گے پھر وہان سے نکلنا کیسا بلکہ اونپر ایسی بخشش ہوگی جسکی کوئی انتہا ہی نہین صحیح بخاری و مسلم مین عبداللہ بن عمر سے روایۃ ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کل مخلوقات کا حساب وکتاب ہوجائے گا اور جنتی جنت مین اور دوزخی دوزخ مین چلے جاوین گے تو موت بلائی جائیگی وہ ایک بھیڑ کی صورت مین آئیگی اسکو ذبح کرکے کہا جائیگا کہ اے جنت والو اب موت نہیں ہی اب تم ہمیشہ جنت مین رہو اور اے دوزخ والو اب موت نہین ہی تم ہمیشہ دوزخ مین رہو حضرت عبداللہ بن عمر کی اس حدیث کا مطلب یہ ہی کہ اوپر کی حدیثون کے موافق جب تمام کلمہ گو دوزخ سے نکل کر جنت مین جاچکین گے اوسوقت موت کو ذبح کیا جاویگا کیونکہ صحیح بخاری و مسلم مین ابو سعید خدری کی شفاعت کے باب مین جو ایک بڑی حدیث ہی اوس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ سب شفاعتون

کے ختم ہوجانے کے بعد جن دوزخیون کو اللہ تعالیٰ اپنی لپ بھر کر دوزخ سے نکالے گا وہ مرکر کوئلہ ہوجاوین گے اور نہر حیات مین ڈالنے سے زندہ ہوجاوینگے اور پھر جنت مین داخل کئے جاوینگے چنانچہ صحیح مسلم کی ابو سعید خدری کی حدیث مین ان لوگون کے مرجانے کا صاف ذکر آیا ہے حاصل کلام یہ ہی کہ اوپر کی حدیثون مین اور عبداللہ بن عمر کی حدیث میں کچھ مخالفت نہین ہے اوپر کی حدیثین شفاعت کے وقت کی ہین اور عبداللہ بن عمر کی حدیث میں موت کے ذبح کئے جانے اور دوزخیون کے ہمیشہ دوزخ مین رہنے کا ذکر ہے وہ سب شفاعتون کے ختم ہوجانے کے بعد کا ہی۔ غرض عبداللہ بن عمر کی اس حدیث سے معتزلی فرقہ کا یہ مطلب کسی طرح ثابت نہیں ہوتا کہ گنہ گار کلمہ گو ابھی دوزخ مین ہی ہونگے اور اوس حالت مین موت کو ذبح کیا جاکر دوزخیون کو ہمیشہ کیلئے دوزخ میں رہنے کا حکم ہوجاویگا کیونکہ یہ مطلب انس بن مالک کی اوپر کی صحیح بخاری و مسلم کی اس حدیث کے برخلاف ہی جسمین اللہ تعالیٰ نے اپنے جاہ و جلال کی قسم کہا کر فرمایا ہی کہ کوئی گنہ گار کلمہ گو ہمیشہ دوزخ مین نہ رہے گا۔

فَلَا تَكُ فِي مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هَٰؤُلَاءِ ۚ مَا يَعْبُدُونَ إِلَّا كَمَا يَعْبُدُ آبَاؤُهُم مِّن قَبْلُ ۚ وَإِنَّا لَمُوَفُّوهُمْ

سو تو نہ رہ دھوکے مین ان چیزون سے جنکو پوجتے ہین یہ لوگ کچھ نہین پوجتے مگر ویسا ہے جیسا پوجتے تھے انکے باپ دادا اس سے پہلے اور ہم

نَصِيبَهُمْ غَيْرَ مَنقُوصٍ ﴿١٠٩﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَاخْتُلِفَ فِيهِ ۚ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ

انکو انکا حصہ پورا دینے مین کچھ گھٹا یا اور ہم نے دی ہی موسی کو کتاب پھر اسمین پھوٹ پڑگئی اور اگر نہ ہوتا ایک لفظ کہ آگے نکل چکا

مِن رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۚ وَإِنَّهُمْ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيبٍ ﴿١١٠﴾ وَإِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ

تیرے رب سے تو فیصلہ ہوجاتا انمین اور اونکو اسمین شبہ ہی کہ جی نہین ٹھہرتا اور جتنے لوگ ہین جب وقت آیا پورا دیگا رب

أَعْمَالَهُمْ ۚ إِنَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿١١١﴾

تیرا انکو انکے کئے اسکو سب خبر ہی جو جو وہ کر رہی ہین

اللہ پاک نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرکے فرمایا کہ یہ کفار مکہ جن بتونکی عبادت کرتے ہین اسکے شرک ہونے مین تم کچھ شک نکرو مشرکین مکہ بت پرستی کو ملت ابراہیمی بتلاتے تھے جس سے ناواقف مسلمانونکو دہوکا ہوتا تھا اسلئے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مخاطب ٹھہراکر اون ناواقف مسلمانونکو جتلادیا کہ بت پرستی کے شرک نہونے کی ان مشرکونکے پاس کوئی سند نہین ہی یہ فقط اپنے باپ دادا کی پیروی کرتے ہین ہم اُسکا بدلہ پورا پورا انکو دینگے پھر فرمایا کہ اسی طرح ہمنے موسیٰ علیہ السلام پر کتاب اوتاری تھی لوگون نے اوس مین اختلاف کیا بعضے ایمان لائے اور بعضے نہیں لائے تمپر بھی جو قرآن اوتارا گیا تو بعضے ایمان لے آئے اور بعضے ایمان نہین لاتے ہین یہ اختلاف پہلے سے ہوتا آیا ہے اسکا کچھ غم نہین کرنا چاہئے پھر فرمایا کہ اگر ایک خاص مدت تک دنیا کا قائم رکھنا اللہ کو منظور نہوتا اور اللہ کی رحمت اُسکے غضب پر غالب نہوتی تو ابھی اسکا فیصلہ ہوجاتا پھر فرمایا جو لوگ خدا کی کتاب کی ملمع سے اپنے جی مین شک کرتے ہین انکو انکے اعمال کی جزا سزا اچھی طرح پوری دیجائیگی خدا کو انکے ہر ایک عمل کی خبر ہے۔ اوپر ایک جگہ یہ گذر چکا ہی کہ عمرو بن یحییٰ کے زمانہ سے مکہ مین بت پرستی پھیلی اور پھر مشرکین مکہ اور انکے بزرگ

ہین اور نادانی سے اسکو ملتہ ابراہیمی جانتے ہین اگر یہ لوگ اپنی نادانی کو چھوڑ دین تو ملتہ ابراہیمی کا زمانہ تو بہت دور ہی عمرو بن لحی کے زمانہ سے پہلے بھی مکہ مین بت پرستی کے جاری ہونیکی کوئی سند انکے پاس نہین ہی پھر فرمایا کہ جب لوگ بغیر کسی سند کے اپنی نادانی پر اڑے ہوئے ہیں اور باوجود فہمائش کے باز نہین آتے تو ایک دن اپنے کئے کی پوری سزا بھگتین گے حضرت عبداللہ بن عباس کے صحیح قول کے موافق نصیبکے معنے یہان جزا و سزا کے ہین جسکا مطلب ہی کہ انمین سے جو لوگ راہ راست پر آگئے وہ پوری جزا پاوین گے اور جو اسی شرک کے حال پر رہی وہ پوری سزا پاوین گے اللہ سچا ہی اللہ کا وعدہ سچا ہی اس کی سورۃ مین جو پیشین گوئی فرمائی گئی تھی اوسکے ظہور کا نمونہ بدر کی لڑائی کے وقت یہ معلوم ہوگیا کہ اس لڑائی کے وقت تک اہل مکہ مین سے جو لوگ راہ راست پر آنکر اس لڑائی مین شریک ہوئے وہ قطعی جنتی ٹہرے چنانچہ امسند امام احمد بن حنبل جابر بن عبداللہ سے صحیح روایت ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل بدر مین سے کوئی شخص ہرگز دوزخ مین نہ جاویگا اور اس لڑائی کیوقت تک انمین سے جو لوگ مشرک ہی اور اس لڑائی مین مارے گئے انکا انجام صحیح بخاری و مسلم کی انس بن مالک کی روایت سے ایک جگہ گذر چکا ہی کہ مرتے ہی وہ لوگ سخت عذاب مین گرفتار ہوگئے اور اللہ کے رسول نے اونکی لاشون پر کھڑے ہوکر یہ فرمایا کہ اب تو تم لوگون نے اللہ کے وعدہ کو سچا پالیا صحیح مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جسکے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہی کہ قرآن شریف کی کسی آیۃ کے مطلب پر دو صحابیونکا جھگڑا سنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگونکو معلوم نہین کہ تم سے پہلے لوگ کتاب آسمانی کے مطلب مین اختلاف ڈالکر برباد ہوگئے۔ یہود کے اختلاف اور پھوٹ کا جو ان آیتونمین ذکر ہے یہ حدیث گویا اسکی تفسیر ہے جس سے معلوم ہوتا ہی کہ یہود نے توراۃ کے لفظون اور معنون میں یہانتک اختلاف ڈالا کہ اس اختلاف نے انکی عقبیٰ کو برباد کردیا یہود کی موجودہ حالت سے اس حدیث کے مضمون کی پوری صداقت ہوتی ہی کہ انکے اختلاف اور پھوٹ کے سبب سے ایک توراۃ کے تین نسخے عبرانی یونانی سامری بنگئے ہین اور ہر ایک فرقہ اپنے نسخہ کو صحیح کہتا ہی اسی واسطے فرمایا کہ ان لوگون نے کلام الٰہی کو ایسی شک کی حالت مین ڈال رکھا ہے جسکے سبب سے ایک فرقہ دوسرے کو جھٹلاتا ہی اور یہ بھی فرمایا کہ سب فرقون کے عملون اور حق و ناحق کا حال اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہی وقت مقررہ آنے پر ان عملون کی سزا و جزا کا پورا فیصلہ ہوجاویگا طبرانی اور مسند بزار کے حوالہ سے انس بن مالک کی صحیح حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی کہ قیامت کے دن سر بمہر لوگون کے اعمال نامے اللہ تعالیٰ کے روبرو جب پیش ہونگے تو بہت سے عمل ظاہر حالت سے فرشتونکو اچھے معلوم ہونگے مگر اللہ تعالیٰ اون عملونکو نامقبول ٹہراویگا یہ حدیث انہ بما یعملون خبیر کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہی کہ جن عملونکا حال اعمال نامہ لکھنے والے فرشتونکو بھی معلوم نہیں اوس غیب ان کو وہ حال بھی خوب معلوم ہی وان کلا لما لیوفینہم ربک اعمالہم سے آیۃ کے اس ٹکڑے کو اللہ تعالیٰ نے مختصر طور پر فرمایا ہی جسکی اصلی عبارت یون ہے وان کلہم لما اشوا لیوفینہم ربک اعمالہم۔ سو واسطے شاہ صاحب نے کلہم کا ترجمہ جتنے لوگ اور لما بعثو کا ترجمہ جب وقت آیا فرمایا ہے۔

منزل ۳

فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ۭ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ وَلَا تَرْكَنُوْٓا

سو تو سیدھا چلا جا جیسا تجکو حکم ہوا اور جنہون نے تو بہ کی تیرے ساتھ اور حد سے نہ بڑھو وہ دیکھتا ہے جو تم کرتے ہو اور مت جھکو

إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُونَ ۝

اُنکی طرف جو ظالم ہیں پھر تم کو لگے گی آگ اور کوئی نہیں تمہارا اللہ کے سوائے مددگار پھر کہیں مدد نہ پاؤگے

اگرچہ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مخاطب ٹھہرایا ہے لیکن اس حکم میں اپکی کل امت اول سے آخر تک سب شامل ہے حکم یہ ہے کہ جو کچھ اللہ کا حکم ہوا ہے اوسپر قائم رہو یہ آیت جب اُتری تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ مستعد ہو جاؤ مستعد ہو جاؤ اوسپر اُنکو کسی نے ہنستے ہوئے نہیں دیکھا یہی وہ آیۃ ہے جس سے شرع کے کل احکام نکلتے ہیں کیونکہ حاصل اسنے آیۃ کے یہ ہیں کہ جس طرح پر حکم ہوا ہے اوسپر جمے رہو کسی طرح کی کمی بیشی نہ ہونے پائے اور جن باتوں سے منع کیا گیا ہے اونسے بچتے رہو اور جن کاموں کا حکم کیا گیا ہے اُنپر مستعدی سے عمل کرتے رہو ذرا بھی فرق نہ ہونے پائے یہی وہ حکم ہے جس سے کوئی حکم الٰہی سخت نہیں ہے کیونکہ بالکل حکم کے مطابق کرنا سوائے معصوم ذات انبیا علیہم السلام کے دوسرے سے دشوار ہے اسی بنا پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے سورہ ہود نے بوڑھا کر دیا اس حکم کے بعد اللہ جل شانہ نے حد سے بڑھنے کو منع فرمایا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جس امر کا حکم ہوا ہے اوسکو بڑھا کر کرنا جیسے روزہ رکھنے کا حکم سارے دن کا ہے اس میں یوں حد سے بڑھا جاوے کہ رات کو بھی روزہ رکھا جائے یا افطار کے وقت سے دیر کرکے روزہ افطار کیا جائے تو یہ طغیان ہو جائے گا پھر طغیان کرنے والوں کے لئے یہ حکم ہوا ہے کہ اللہ تمہارے عملوں کو دیکھ رہا ہے وہ اوس کا ویسا ہی بدلہ دیگا۔ پھر یہ حکم ہوا کہ ظالم اور مشرکوں سے میل جول نہ رکھو اگر ایسا کروگے تو تمہیں دوزخ کی آگ جلائیگی ظلموا کی تفسیر میں بھی اختلاف ہے بعضے کہتے ہیں کہ حضرت کے زمانہ کے جو مشرک تھے اونہیں کے ساتھ میل جول نہ رکھنے کا حکم ہوا ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ ہر ظالم اس میں داخل ہے خواہ مسلمان ہو خواہ کافر و مشرک کسی سے بھی میل نہ کرو اگر تم ظالموں کا ساتھ دوگے تو اللہ کی مدد تم میں سے اوٹھ جاویگی کیونکہ اللہ ظلم کو دوست نہیں رکھتا اور جب اللہ کی مدد اوٹھ گئی تو پھر کوئی کسی کی مدد نہیں کر سکتا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اوپر مشرکوں اور یہود کا ذکر فرما کر ان آیتوں میں مسلمانوں کو شریعت الٰہی کے سیدھے راستہ پر قائم اور ثابت قدم رہنے اور مشرکوں اور یہود کی عادتوں سے بچنے کا حکم فرمایا ہے جس سے مقصود یہ ہے کہ ہر مسلمان وحدانیت کا اقرار کرکے پھر اوسپر ثابت قدم رہے کوئی بات ظاہری شرک یا ریاکاری کی ایسی نہ کرے جس سے اوس اقرار میں فرق آجائے اور اس اقرار کو سچا کرنے کے لئے نیک عملوں میں حتی المقدور لگا رہے کیونکہ شریعت میں نیک عمل آدمی کے نیک ہونیکی نشانی قرار دیگئی ہے چنانچہ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے کہ علم الٰہی میں جو شخص نیک ٹھہر چکا ہے وہ دنیا میں پیدا ہونے کے بعد ویسا ہی کام بھی کرتا ہے صحیح بخاری و مسلم میں ابو سعید خدری کی بڑی حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جن لوگوں کے خالص دل سے وحدانیت الٰہی کا اقرار ہے اور اس اقرار کو سچا کرنے کے لئے ان لوگوں نے کچھ نیک عمل نہیں کئے تو ایسے لوگ دوزخ سے یوں نکلیں گے کہ سب شفاعتوں کے بعد اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کریگا ہر ایماندار شخص کو دوزخ سے بچنے کے لئے نیک عمل میں لگے رہنے کی جسقدر ضرورت ہے وہ اس حدیث سے اچھی طرح سمجھ میں آسکتی ہے صحیح مسلم میں سفیان بن عبداللہ ثقفی سے روایۃ ہے جس میں سفیان کہتے ہیں میں نے آنحضرت

منزل ۳

صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا حضرت مجھکو دین مین کوئی ایسی بات بتا دیجے کہ پھر مجھکو کچھ پوچھنے کی ضرورت باقی نرہے آپنے فرمایا دین
مین خالص دسے جن باتون کے ماننے کا حکم ہی اون باتونکو مانکر پھر اوسپر قائم اور ثابت قدم رہو معتبر سند سے مستدرک حاکم
مین حضرت ابوبکر صدیق کا قول ہی کہ دین پر ثابت قدم رہنے کا یہ مطلب ہی کہ دائرہ اسلام مین داخل ہوتے وقت آدمی نے جن باتونکا
عہد کیا مرتے دم تک آدمی اوسپر قائم رہی یہ حدیث اور حضرت ابوبکر صدیق کا قول ان دونون آیتونکی تفسیر ہے جس سے یہ بات
کی باتونپر چلنے اور بیدینی کی باتون سے بچنے کا مطلب اچھی طرح سمجھ مین آجاتا ہی اور یہ بھی سمجھ مین آجاتا ہی کہ دین اور دین پر قائم رہنا کیا
وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ
اور کھڑی کر نماز دونو سرے دن کی اور کچھ ٹکڑون مین رات کے البتہ نیکیان دور کرتی ہین برائیونکو یہ یادگاری ہی یاد رکھنے والونکو
صحیحین ترمذی مسند امام احمد وغیرہ مین جو شان نزول اس آیۃ کی حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ عبداللہ بن عباس اور ابی الیسر رضؓ کی
روایۃ سے بیان کی گئی ہی اسکا حاصل یہ ہی کہ ابی الیسر کے پاس ایک عورت کھجورین خریدنے آئی تھی ابوالیسر بیان کرتے ہین
کہ مین نے اوس عورت سے کہا کہ بہ نسبت میری دکان کے میرے گھر مین عمدہ کھجورین ہین یہ سنکر جب وہ عورت میرے ساتھ
میرے گھر مین آئی تو مین نے اوس سے مباشرت تو نہیں کی لیکن سوا مباشرت کے اور سب بے شرمی کی باتین کی پھر مجھکو ندامت
ہوئی پہلے مین نے حضرت عمر سے اسکا ذکر کیا حضرت عمر نے فرمایا تیرا برا ہو شاید وہ عورت کسی غازی کی تھی جو لڑائی پر گیا
ہوا ہی مینے کہا کہ ہان پھر مین نے ابوبکر صدیق سے اسکا ذکر کیا اور پھر مینے خود آنحضرت سے اسکا ذکر کیا آنحضرت نے تھوڑی منزل ۳
دیر یہ قصہ سنکر سکوت کیا اتنے مین حضرت جبرئیل یہ آیۃ لائے اسکے بعد مینے آنحضرت سے پوچھا یہ حکم میرے لئے کیا خاص ہی
اسپر حضرت عمر نے میرے سینہ پر ایک تھپڑ مارا اور کہا کہ نہین سب مسلمانون کے لئے یہ حکم عام ہی اور آنحضرت نے فرمایا
کہ عمر نے سچ کہا ہی صحیح مسلم مین ابوہریرہ رضؓ سے روایۃ ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک نماز سے دوسری
نماز تک کے اور ایک جمعہ اور رمضان سے دوسرے جمعہ اور رمضان تک کے صغیرہ گناہ نماز اور روزہ سے معاف
ہوجاتے ہین حاصل یہ ہی کہ شرک اور کبیرہ گناہ تو بدون توبہ کے معاف نہین ہوتا صغیرہ گناہ نماز اور روزہ سے معاف
ہوجاتا ہی یہ تو اوپر بیان ہوچکا ہی کہ مشرک بدون توبہ کے مرجاوے تو اوسکی بخشش نہیں ہی اور کبیرہ گناہ والا شخص
بدون توبہ کے مرجاوے تو اوسکی بخشش اللہ کی مرضی پر ہے وہ چاہے بلا سزا کے اوسکو جنت مین داخل کرے چاہے
کچھ سزا دیکر داخل کرے غرض جہانتک ہوسکے کبیرہ گناہ سے بچنا چاہیئے اور شامت نفس سے کبیرہ گناہ ہوجاوے تو فوراً
توبہ کرنی چاہیئے شرائط توبہ کے اوپر بیان ہوچکے ہین حاصل اونکا یہی ہی کہ گناہ سے دلمین شرمندہ ہونا چاہیئے اور آیندہ
کیلئے گناہ سے باز رہنے کا پورا قصد اور ارادہ دلمین توبہ کیوقت رکھنا چاہیئے۔ آیۃ کے ٹکڑے واقم الصلوۃ طرفی النہار وزلفا
من اللیل سے پانچون وقت کی نمازین نکلتی ہین اور ان نمازونسے گناہونکے دور ہوجانے اور جاتے رہنے کا یہ مطلب ہے
کہ ایک نماز سے دوسری نماز تک کے صغیرہ گناہ بغیر توبہ کے فقط نماز کی برکت سے معاف ہوجاتے ہین چنانچہ اسی مضمون

کی ابو ہریرہؓ کی حدیث صحیح مسلم کے حوالہ سے ابھی اوپر گذر چکی ہی وہی حدیث آیۃ کے ٹکڑے کی گویا تفسیر ہے۔ ذلک کا اشارہ اون باتوں کی طرف ہی جن کا ذکر اوپر کی آیتون مین گذرا مثلاً مشرکین مکہ اور یہود کی بیہودہ ہنسی باتونسے بچکر دین پر پورے طور سے قائم رہنا مطلب یہ ہی کہ وہ باتین تو سب لوگونکی عقلی کی بیہودہی کی ہین مگر یہ قرآن کی نصیحت اونہی لوگون کے دلپر اثر کرتی ہی جو عقبیٰ کی جزا و سزا کے قائل ہین اور حساب و کتاب کیلئے اللہ کے روبرو حاضر ہونا اونکو یاد ہی صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو موسیٰ اشعری کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی نصیحت کی مثال مینہ کے پانی کی اور اچھے برے لوگونکی مثال اچھی بری زمین کی فرمائی ہی اس حدیث کو ذلک ذکری للذاکرین کی تفسیر مین بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ جسطرح اچھی زمین مین مینہ کے پانی سے اچھا نبات نکلتا ہی اسی طرح قرآن کی نصیحت اونہی لوگون کے دلپر اثر کرتی ہی جو علم الٰہی مین نیک ٹھہر چکے ہین اور جسطرح بری زمین مین مینہ کا پانی رائگان جاتا ہی اسی طرح ازلی بدلوگون کے حق مین قرآن کی نصیحت رائگان ہے۔

وَاصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ

اور ٹھیرا رہ البتہ اللہ ضایع نہین کرتا ثواب نیکی والون کا

اس سے پہلے کی آیۃ مین اللہ پاک کا یہ حکم ہوا تھا کہ دین پر قائم رہو اور دن کے شروع ہوتے اور ختم ہوتے اور کچھ رات گئے نماز پڑہا کرو جسکی تفصیل اچھی طرحسے کی جا چکی ہی اسکے بعد اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ اب ان سب باتونپر صبر کرو خدا نیک کام کرنیوالونکا اجر ضایع نہین کرتا ہی۔ شریعت مین جن باتونکی مناہی ہی انسے بچنے کے لئے جی کو روکنا اور مناہی کی پابندی پر صبر کرنا درکار ہی اسیطرح شریعت مین جن باتونکے بجالانے کا حکم ہی اوس حکم کی تعمیل مین کوئی تکلیف پیش آوے تو اوس تکلیف پر صبر ضرور ہی اس مناسبت سے شریعت پر قائم رہنے کے حکم کے بعد صبر کا حکم فرمایا۔ احسان کے معنے حسن نیت سے نیک عمل کرنے کے ہین چنانچہ صحیح مسلم کے حوالہ سے حضرت عمر کی وہ حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جس مین حضرت جبرئیل علیہ السلام نے سائل بنکر دین کی چند باتین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھی ہین اور اپنے اون باتون کے جواب مین احسان کے یہ معنے بتلائے ہین کہ یا تو آدمی اس نیت سے عبادت کرے کہ وہ اللہ کو دیکھ رہا ہی اگر یہ مرتبہ آدمی کو نصیب نہو تو یہ نیت ضرور ہے کہ اللہ اوسکو دیکھ رہا ہی اس سے معلوم ہوا کہ دین پر قائم رہنے کا اور نمازون سے گناہونکے معاف ہونے کا جو اوپر ذکر ہے اسکے لئے احسان کی شرط ضرور ہی کیونکہ دین کے جس عمل مین یہ شرط نہ پائی جاویگی وہ عمل ضایع اور رائگان جانے کے قابل ہے اس لئے کہ اس باب مین مسند بزار اور طبرانی کے حوالہ سے انس بن مالک کی صحیح حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی کہ آدمی کے جو عمل خالص نیت سے نہونگے کہ وہ قیامت کے دن نامۂ اعمال سے نکالدئے جاوینگے اور اونکا کچھ ثواب نہ ملیگا طبرانی کبیر کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن عباس کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی کہ قیامت کے دن جب ہر طرحکی تکلیف پر صبر کرنے والون کو بے انتہا اجر ملیگا تو بے صبر لوگ یہ تمنا کرینگے کہ دنیا مین کوئی قینچی سے اونکی بوٹیان کاٹتا اور وہ اس تکلیف پر صبر کرتے تو کیا اچھا ہوتا یہ حدیث ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین کی گویا تفسیر ہے اس حدیث کی سند مین ایک راوی مجاعہ بن الزبیر ہے جسکو بعضے علما نے ضعیف کہا ہے

منزل ۳

لیکن امام احمد نے اسکو معتبر قرار دیا ہی۔

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ اِلَّا قَلِيْلًا

سو کیون نہوئے اون سنگتون مین تم سے پہلے کوئی لوگ جنمین اثر رہا ہو کہ منع کرتے بگاڑ کرنے سے ملک مین مگر تھوڑے

مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ۝ وَمَا كَانَ رَبُّكَ

جو ہمنے بچالئے انمین سے اور چلے وہ لوگ جو ظالم تھے وہی راہ جسمین عیش پایا اور تھے گنہگار۔ اور تیرا رب ایسا

لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ۝

نہیں کہ ہلاک کرے بستیونکو زبردستی سے اور لوگ وہان کے نیک ہون

مطلب یہ ہی کہ پچھلی قومین جتنی گذری ہین اور جنکا قصہ تمہین تبلایا گیا اون مین ایسے لوگ بھی تھے جو سمجھدار تھے اور اونہون نے رسول کی پیروی اختیار کی تھی دنیا مین ظلم اور فساد سے الگ لگ رہے تھے اور ہمنے اون لوگونکو نجات دیدی مگر یہ لوگ بہت کم تھے۔ مفسرون نے فساد کے معنے شرک کے لکھے ہین مطلب یہ ہی کہ ان لوگون نے خالص خدا ہی کی عبادت کی تبھی سے کوئی غرض نہیں رکھی اور جو لوگ دنیا کے مال و دولت پر غرور کرکے شرک سے باز نہین آئے اور اونہون نے دین حق کی پیروی نہین کی وہی لوگ ہلاک ہوئے پھر فرمایا کہ خدا ناحق کسی پر ظلم نہین کرتا اگر یہ لوگ ہر شخص کے حق کا خیال رکھتے اور ظلم پر کمر نہ باندھتے شرک نکرتے تو کبھی ہلاک نہ ہوتے یہ خود اونہین کے ظلم کا نتیجہ تہا۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوذرؓ کی حدیث قدسی ایک جگہ گذر چکی ہے جس مین اللہ تعالی نے فرمایا کہ مینے اپنی ذات پر ظلم حرام ٹھہرایا ہی یہ حدیث وما کان ربک لیہلک القری بظلم واہلہا مصلحون کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ پچھلی قومین اپنے شرک اور طرح طرح کے ظلم کے سبب سے ہلاک ہوئین بے قصور ظلم کے طور پر اللہ تعالی نے اونکو ہلاک نہین کیا کیونکہ ظلم اللہ تعالی نے اپنی ذات پر حرام ٹھہرالیا ہی۔ منزل ۳

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ۝ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ

اور اگر چاہتا تیرا رب کر ڈالتا لوگون کو ایک راہ پر اور ہمیشہ رہتے ہین اختلاف مین۔ مگر جنپر رحم کیا تیرے رب نے

مطلب یہ ہے کہ اللہ مین یہ بھی قدرت ہے کہ سارے جہان کو ایک ہی دین پر رکہتا سب کے سب دیندار رہتے مگر خدا کی مرضی نہوئی کیونکہ دنیا کو اونسے نیک و بد کے امتحان کے لئے پیدا کیا ہی زبردستی دیندار بنانے کے لئے نہین پیدا کیا اسلئے لوگ الگ الگ فرقے کرتے ہوگئے پھر فرمایا کہ یہ لوگ ہمیشہ مختلف رہین گے کوئی نصاری کوئی یہود کوئی مجوس کوئی مشرک اسی طرح اپنی اپنی عقل کے موافق الگ الگ مذہب قائم کرینگے ترمذی ابوداؤد ابن ماجہ مین ابو ہریرہؓ کی ایک حدیث ہی جس کا مطلب ہی کہ یہود اکہتر فرقے ہوگئے اور نصاری بہتر فرقے ہوئے اور امت محمدیہ تہتر فرقے ہونگے ان تہتر فرقونمین سے بہتر فرقے دوزخ مین جائینگے اور ایک فرقہ جنت مین جائے گا حاکم کی معاویہ کی حدیث مین یہ ایک بات زیادہ ہی کہ لوگون نے پوچھا یا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہ کونسا فرقہ ہی جو جنتی ہی فرمایا وہ لوگ جو میرے اور میرے اصحاب کے طریقہ پر چلین گے۔ ابو ہریرہؓ کی حدیث کو ترمذی نے صحیح کہا ہی اور حاکم

کی روایۃ بھی معتبر ہے - اس امۃ کے بے راہ فرقے وہی سلف کے برخلاف لوگ ہین جیسے قدریہ جبریہ معتزلہ وغیرہ وغیرہ کہ یہ سب فرقے اپنے عقیدہ اور عمل مین سلف کے برخلاف ہیں اور الیسین بھی ایمن اختلاف ہی ایک فرقہ دوسرے کو حق پر نہین جانتا الا من رحم ربک سے اہل سنت کا فرقہ مقصود ہی جو اپنے عقیدہ اور عمل مین سلف کا پیرو ہی اس فرقہ کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ میرے اور میرے اصحاب کے طریقہ پر چلنے والے لوگ ہیں حدیث کی کتابون مین اللہ کے رسول اور آپکے صحابہ کی حالت جو تفصیل سے لکھی ہی اس حالت کو امت کے موجودہ فرقون کی حالت سے ملایا جاوے تو خود یہ حالت حدیث کی پیشین گوئی کی صداقت اور یہ حدیث آیۃ کی تفسیر ہو سکتی ہے - صحیح مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن عمرو بن العاص رضؓ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا مین جو کچھ ہو رہا ہی دنیا کے پیدا ہونے سے پچاس ہزار برس پہلے اللہ تعالیٰ نے وہ سب لوح محفوظ مین لکھ لیا ہی مطلب یہ ہی کہ دنیا مین پیدا ہونے کے بعد جس کسی کا جیسا حال علم الٰہی مین ٹھہرا وہی لوح محفوظ مین لکھا گیا اب آیۃ اور حدیث کے ملانے سے یہ مطلب قرار پایا کہ سارے جہان کو ایک ہی حالت پر مجبور کر کے پیدا کر دینا اللہ کی قدرت سے باہر نہیں تھا کیونکہ کوئی چیز اسکی قدرت سے باہر نہین ہی لیکن دنیا نیک و بد کی جانچ کے لئے پیدا کی گئی ہی مجبوری کی حالت میں یہ جانچ باقی نہیں رہ سکتی تھی اسلئے دنیا میں پیدا ہونے کے بعد جس کسی کا جیسا حال علم الٰہی مین ٹھہرا وہی حال لوح محفوظ مین لکھا گیا اور اوسی کے موافق مخلوقات کو پیدا کیا گیا جسکا ذکر آگے آتا ہی -

منزل ۳

وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ۗ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ۝ وَكُلًّا نَّقُصُّ

اور اسی واسطے انکو پیدا کیا ہے اور پورا ہوا لفظ تیرے رب کا کہ البتہ بھرونگا دوزخ جنونسے اور آدمیونسے اکٹھے اور سب بیان کرتے ہین

عَلَيْكَ مِنْ أَنبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ ۚ وَجَاءَكَ فِي هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَذِكْرَىٰ

ہم تیرے پاس رسولون کے احوال سے جس سے تسلی دین تیرے دلکو اور آئی تجکو اس سورت مین تحقیقات اور نصیحت اور سمجھونی

لِلْمُؤْمِنِينَ ۝ وَقُل لِّلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ اعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ إِنَّا عَامِلُونَ ۝ وَانتَظِرُوا إِنَّا مُنتَظِرُونَ ۝

ایمان والونکو اور کہدے انکو جو یقین نہین کرتے کام کئے جاؤ اپنی جگہ ہم بھی کام کرتے ہین اور راہ دیکھو ہم بھی راہ دیکھتے ہین

وَلِلَّهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَإِلَيْهِ يُرْجَعُ الْأَمْرُ كُلُّهُ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ۚ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝

اور اللہ کے پاس ہی چھپی بات آسمانونکی اور زمین کی اور اسی کی طرف رجوع ہی سارا کام سو اسکی بندگی کر اور اسی پر بھروسہ رکھ اور تیرا رب بیخبر نہین

اگرچہ مفسرین نے اس آیۃ کے معنے کئی طرح بیان کئے ہیں مگر آیۃ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون کو اور صحیح حدیثون کو اس آیۃ کی تفسیر قرار دیا جاوے تو صحیح معنے آیۃ کے یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کو فطرت اسلامی پر پیدا کیا ہی تاکہ فطرتی اسلام کے موافق وہ دنیا مین شرعی اسلام حاصل کرین اور قیامت مین اللہ کی رحمت سے جنت مین داخل ہون لیکن علم ازلی الٰہی مین دنیا کے پیدا ہونیکا یہ نتیجہ معلوم ہو چکا ہی کہ دنیا کے پیدا کئے جانے کی صورت مین بہت سے جنات اور انسان دنیا مین آکر فطرتی اسلام کو راگان کر دیوین گے اور شرعی اسلام کے مخالف کام کرینگے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس طرح کے جنات

والانسان سے دوزخ بھریگا اور اگرچہ یہ بات اللہ تعالیٰ کی قدرت سے باہر نہین ہی کہ اللہ چاہی تو فطرتی اسلام کی طرح سب مخلوق کو ایکسان اسلام شرعی کا پابند کردیوے مگر یہ اسلام کی صورت ایک مجبوری کی صورت ہی اور مجبوری کا اسلام اللہ کی درگاہ مین قبول نہیں ہی کیونکہ لیبلوکم ایکم احسن عملا کے موافق کوئی موقع نیک و بد کے امتحان کا مجبوری کے اسلام مین باقی نہین رہتا اسلئے اللہ تعالیٰ کے علم ازلی کے موافق دنیا مین مختلف مذہب کے لوگ نظر آتے ہیں اور ہمیشہ نظر آوینگے صحیحین کی حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث مشہور ہی کہ ہر پیدا ہونے والا بچہ اسلامی فطرت پر پیدا ہوتا ہی پھر بڑا ہوکر ماں باپ کی صحبت مین کوئی یہودی بنجاتا ہی کوئی نصرانی کوئی مجوسی مسند امام احمد مین حضرت جابرؓ کی حدیث ہی کہ جبتک بچہ کی زبان کھلے اور وہ بولنا سیکھے اوسوقت تک فطرتی اسلام کی حالت باقی رہتی ہی مسند امام احمد نسائی اور مستدرک حاکم مین حضرت اسودؓ بن سریع سے روایۃ ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ خیبر کی لڑائی مین بعضے صحابہ نے کچھ مشرکون کے بچونکو قتل کرڈالا اسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت خفا ہوئے اور فرمایا کہ ہر بچہ زبان کے کھلنے تک فطرت اسلام پر ہوتا ہی ان حدیثون سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہی اور جبتک بولنا سیکھے اوسوقت تک اوسی حالت پر رہتا ہی لیکن عقبی کی نجات کا مدار اللہ تعالیٰ نے فطرتی اسلام پر نہیں رکھا ہی کیونکہ فطرتی اسلام ایسا ہی ہی جیسا کہ حالت مجبوری کا شرعی اسلام اور ابھی اوپر بیان ہوچکا ہی کہ حالت مجبوری کا اسلام درگاہ الٰہی مین مقبول نہین اسی واسطے شرعی اختیاری اسلام سے جو انسان اور جنات علم ازلی الٰہی مین بے بہرہ اور منکر معلوم ہوئے اونکو اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ مین بمجموعہ ازلی لکھ لیا ہی اور ایسے ہی جنات اور انسانون سے قیامت کے دن دوزخ کے بھرنے کا ذکر اس آیۃ مین ہی۔ بچہ کے بولنا سیکھنے تک پیدائشی اسلام پر ہونے کی جابرؓ بن عبداللہ اور اسودؓ بن سریع کی روایتین جو اوپر گذریں اس مضمون کی ابو ہریرہؓ کی روایۃ صحیح مسلم مین بھی ہی جس سے جابرؓ بن عبداللہ اور اسودؓ بن سریع کی روایتونکی پوری تائید ہوجاتی ہی۔ اب آگے فرمایا ای رسول اللہ کے پچھلے رسولونکے قصے تمہاری ہی تسکین کے لئے سنائے گئے ہیں تاکہ معلوم ہوجاوے کہ ہمیشہ سے اللہ کے رسولون اور اونکے پیرو لوگونکا انجام اچھا رہا ہی اور اونکے مخالف لوگ طرح طرح کے عذابون سے ہلاک ہوتے رہے ہیں اگر یہ مشرکین مکہ اپنی سرکشی سے باز نہ آئے تو یہی انجام اُنکا ہوگا پھر فرمایا قرآن کی اس سورۃ اور اور سورتون مین سچی باتین اور نصیحتین جو نازل ہوئی ہین وہ اونہی لوگونکے حق مین فائدہ مند ہیں جو علم الٰہی مین فرمانبردار ٹھہرچکے ہین اور جو لوگ علم الٰہی مین نافرمان ٹھہرچکے ہیں اونکو ان نصیحتونسے کچھ فائدہ نہین پہونچ سکتا پھر فرمایا ان نافرمان لوگونسے کہدیا جاوے کہ تم اپنا کام کئے جاؤ اور ہم اپنا کام کئے جاتے ہیں اور یہ بھی کہدیا جاوے کہ تم اپنے انجام کا انتظار کرو اور ہم اپنے انجام کا انتظار کرتے ہیں اور یہ بھی ان لوگونکو جتلادیا جاوے کہ آسمان و زمین مین کوئی چیز اللہ کے علم سے باہر نہین ہی ایک دن اوسی غیب دان کے روبرو سب مخلوق کے نیک و بد سارے کام حساب و کتاب اور جزا و سزا کیلئے پیش ہونگے آخر کو فرمایا اے رسول صلعم اللہ کے تم اللہ کی عبادت مین لگے رہو اور اللہ پر تم اپنا بھروسہ رکھو وہ ان اہل مکہ کے کامونسے خوب واقف ہی کہ کتنے انمین سے راہ راست پر آنے والے ہیں اور کتنے اس حالت شرک پر مرنے والے ہیں اللہ سچا ہی اور اللہ کا وعدہ سچا ہی بدر کی لڑائی سے یہ کر فتح مکہ تک اس وعدہ کا پورا

منزل ۴

ظہور ہوگیا کہ مکی سورۃ بنی اسرائیل مین آیۃ جاء الحق وزہق الباطل جو نازل ہوئی تھی فتح مکہ کے وقت کعبہ مین سے بتونکو لکڑی مار مار کر گراتے وقت اللہ کے رسول نے اس آیۃ کو پڑھا جسکا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے وعدہ کے موافق توحید مکہ مین بلکہ تمام ملک عرب مین پہلی اوکفر وشرک بہاگا صحیح بخاری مین عبداللہ بن مسعودؓ اور صحیح مسلم مین ابوہریرہؓ کی روایتونمین یہ بتونکے گرنے کا ذکر تفصیل سے ہے۔

سورۃ یوسف مکیۃ وھی مائۃ واحد عشرۃ آیۃ واثنا عشر رکوعا

یہ سورۃ مکی ہے کل آیتین اسکی ایک سوگیارہ ہین حضرت ابن عباسؓ اور قتادہ کے قول کے موافق چار آیتین اسکی مدینہ مین نازل ہوئی ہین بعضے مفسرین بھی یہی قائل ہین کہ اسکی کل آیتین مکہ مین اوتری ہین اور بعضے یہ کہتے ہین کہ مکہ ومدینہ کے درمیان ہجرت کے وقت نازل ہوئی ہین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ نَحْنُ نَقُصُّ

یہ آیتین ہین واضح کتاب کی ہمنے اوسکو اوتارا ہے قرآن عربی زبان کا شاید تم بوجھو ہم بیان کرتے ہین

عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۚ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ۝

تیرے پاس بہتر بیان اسواسطے کہ بھیجا ہمنے تیری طرف یہ قرآن اور تو تھا اس سے پہلے البتہ بے خبرون مین

منزل ۳

الر حروف مقطعات مین سے ہے جنکا ذکر اول سورہ بقر مین گذر چکا ہے اسکے بعد اللہ پاک نے قرآن پاک کی تعریف بیان فرمائی ہے کہ یہ آیتین واضح اور روشن کتاب کی آیتین ہین جنکو اللہ تعالی نے زبان عربی مین نازل فرمایا ہے تاکہ تم لوگ عرب کے باشندے اسکو اچھی طرح سمجھو پھر اللہ پاک نے اس قصہ یوسف علیہ السلام کو احسن القصص فرمایا کیونکہ اس قصہ مین عبرت اور حکمت اور عجیب غریب فائدے ہین جو دین ودنیا مین انسان کے کام آتے ہین مثلاً عورتونکا مکر وفریب اور دشمن کی ایذا رسانی پر صبر اور خوش اسلوبی سے اس سے درگذر کرنا پھر اللہ تعالی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرکے فرمایا کہ بذریعہ وحی کے اس قصہ کو تمپر نازل کیا ہے اگرچہ تم پہلے اس قصہ سے بالکل ناواقف تھے نہ تونے اس قصہ کو کسی سے سنا اور نہ کبھی دل مین اس کا خطرہ گذرا حضرت عبداللہ بن عباسؓ رضی اللہ عنہ اس سورۃ کی شان نزول مین یون فرماتے ہین کہ یہودونے مشرکین مکہ کی معرفت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے امتحان کی خواہش ظاہر کی تھی کہ آپ یعقوب علیہ السلام اور انکی اولاد اور حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ قصہ بیان کرین کہ یعقوب علیہ السلام تو ملک شام مین رہتے تھے پھر انکی اولاد مصر مین کیونکر آگئی اس خواہش سے یہودکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو آزمانا منظور تھا یہود کی اس منشا پر بطور معجزہ کے یہ سورۃ نازل ہوئی۔ معتبر سند سے دلائل النبوۃ بیہقی اور مستدرک حاکم مین حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے جس کو جابر یہ ہے کہ ولید بن مغیرہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور قرآن شریف کی کچھ آیتین سنکر اس کا دل نرم ہوگیا مگر پھر ابوجہل کے بہکانے سے وہ قرآن کو انسان کا کلام کہنے لگا یہ ولید بن مغیرہ وہی ہے جسکو عرب کے پرانے شاعرونکے اور جنات کے بہت سے اشعار یاد تھے اور مکہ کے صحیح لوگون مین اس کا شمار تھا۔ ولید بن مغیرہ کے حال کی زیادہ تفصیل سورۃ

مشرکین آویگی بمعتبر سند سے مستدرک حاکم مین رفاعہؓ بن رافع سے روایت ہی جسمین رفاعہؓ کہتے ہین کہ اسلام لانے سے پہلے مین حج کے ارادہ سے مکہ گیا اور آنحضرت کی نصیحت سنکر اسلام لانے پر مجبور ہوگیا اگرچہ لوگون نے مجھکو دیوانہ بتلایا مگر مین نے اُنکے کہنے کا کچھ خیال نکیا اسلام لانیکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو سورہ یوسف یاد کرائی - یہ رفاعہؓ انصاری بدری صحابا مین سے ہین - ان حدیثون کو آیتونکی تفسیر مین ایک تو یہ دخل ہی کہ قرآن کی آیتونکو واضح جو فرمایا ہی اوسکی تفسیر ولید بن مغیرہ جیسے آدمی کے حال سے اچھی طرح ہوسکتی ہی کہ قرآن کی واضح نصیحت نے اُسکے دلکو بے قابو کردیا یہی حال رفاعہؓ کے دل کا ہوا کہ قرآن کی نصیحت نے اُنکے دلکو فوراً اسلام کی طرف مائل کردیا رفاعہؓ کی حدیث کو دوسرا دخل اس سورہ کی تفسیر مین یہ بھی ہی کہ اس حدیث سے اس ساری سورہ کا مکی ہونا ثابت ہوتا ہی -

اِذْ قَالَ یُوْسُفُ لِاَبِیْهِ یٰۤاَبَتِ اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ ۝

جسوقت کہا یوسف نے اپنے باپ کو اے باپ مینے دیکھے گیارہ تارے اور سورج اور چاند دیکھے میرے تئین سجدے کرتے

اللہ پاک نے سورہ یوسف کو احسن القصص فرماکر حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ بیان کرنا شروع کیا کہ ایک رات حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب مین دیکھا گیارہ ستارے آسمان سے زمین پر اترے اور اُنکے ساتھ چاند و سورج بھی تھے اور ان سب ستارون نے آنکر یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا صبح اوٹھکر اس خواب کو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والد ماجد حضرت یعقوب علیہ السلام سے بیان کیا اس خواب کی تعبیر چالیس برس کے بعد پوری ہوئی جب حضرت یوسف علیہ السلام عزیز مصر ہوگئے تھے اور اپنے والدین کو تخت کے اوپر بٹھایا اور بھائیون نے سامنے کھڑے ہوکر سجدہ کیا اوسوقت حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے خواب کی تعبیر حضرت یعقوب علیہ السلام کو یون یاد دلائی یا ابت ہذا تاویل رویای من قبل قد جعلہا ربی حقا جسکا مطلب ہی کہ ای میرے باپ یہ میرے خواب کی تعبیر ہے جسکو اللہ تعالی نے سچ کردکھایا - جسوقت حضرت یوسفؑ نے خواب دیکھا تھا تو اُنکی عمر سولہ سترہ برس کی تھی اور بعضون نے کہا ہی کہ بارہ برس کی عمر مین یہ خواب دیکھا تھا اور بعضے یہ بھی کہتے ہین کہ اُسوقت اُنکی عمر سات برس کی تھی غرضکہ یوسف علیہ السلام روئے زمین پر ایکسو بیس برس تک زندہ رہے اور آپ اولوالعزم پیغمبرون مین شمار کئے جاتے ہین بخاری نے حضرت ابن عمرؓ سے ایک حدیث نقل کی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان الکریم ابن الکریم ابن الکریم یوسف بن یعقوب بن اسحق بن ابراہیم علاوہ نبوت کے نسب کے سبب سے حضرت یوسف علیہ السلام کو جو بزرگی تھی اوسکی یہ حدیث گویا تفسیر ہے - حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہین کہ پیغمبرونکا خواب وحی ہوتا ہی اس خواب مین گیارہ تارے حضرت یوسف کے گیارہ بھائی تھے اور چاند و سورج یوسف علیہ السلام کے مان باپ تھے تفسیر سدی مین ہے کہ یہان حضرت یوسف کی مان سے مقصود حضرت یوسف کی خالہ راحیل ہین کیونکہ حضرت یوسف کی سگی مان کا انتقال اس خواب سے پہلے ہوچکا تھا - طبرانی کی عبداللہ بن مسعودؓ اور عبداللہ بن عباسؓ کی روایتون مین یعقوب بن اسحاق ذبیح اللہ جو آیا ہی ان روایتون کی سند ضعیف ہے تفسیر ابن جریر مین صحیح سند سے قتادہ کا قول ہی کہ پہلی شریعتون مین بجائے سلام کے سجدہ جائز تھا پھر منسوخ ہوگیا معتبر سند سے شعب الایمان بیہقی مستدرک حاکم اور تفسیر ابن جریر مین سلمانؓ فارسی سے روایت ہی کہ یوسف علیہ السلام کے خواب اور اوسکی تعبیر مین

منزل ۳

چالیس برس کا فاصلہ ہی اس بنا پر بعضے سلف کا قول ہی کہ خواب کی تعبیر کی آخری مدت چالیس برس تک ہی۔

قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝

کہا اے بیٹے مت بیان کر خواب اپنا اپنے بھائیون پاس پہردہ بنا دینگے تیرے واسطے کچھ فریب البتہ شیطان ہی انسان کا بیچ دشمن

اس آیۃ مین اللہ پاک نے اسبات کی خبر دی کہ جب یوسف علیہ السلام نے اپنا خواب اپنے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام سے بیان کیا تو حضرت یعقوب علیہ السلام اس خواب کی تعبیر کو سمجھ گئے کہ یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالی ایسا مرتبہ عطا کریگا کہ انکے بھائی انکے آگے سجدے مین گر جائے پر مجبور ہونگے اسلئے حضرت یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کو منع فرمایا کہ بیٹا اس خواب کا اپنے بھائیونسے ہرگز ذکر نکرنا کیونکہ شیطان انسان کا دشمن ہی اور دلمین حضرت یعقوب کے یہ اندیشہ تھا کہ ایسا نہو جو یوسف کے بھائی بھی اس خواب کی تعبیر سمجھ لین اور یوسف کے جاہ و مرتبہ پر حسد کرنے لگین اور کسی مکر و فریب سے یوسف کی ہلاکت کی تدبیر سوچین صحیح بخاری مین ابو سعید خدری سے اور صحیح مسلم مین جابر رض بن عبد اللہ سے جو روایتین ہین اون مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نیک خواب دیکھے وہ بیان کرے اور اگر برا خواب دیکھے تو اوسی وقت کروٹ بدل لے اور اپنی بائین جانب تین مرتبہ تھوک دے اور خدا کے ساتھہ پناہ پکڑے اور کسی سے اوس کا ذکر نکرے تو اس طرح کرنے سے اوس خواب کا ضرر اسکو نہین پہونچے گا۔ معتبر سند سے ترمذی ابو داؤد اور ابن ماجہ اور مستدرک حاکم مین ابی رزین عقیلی سے روایت ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبتک کسی خواب کی تعبیر بیان نہین کی جاتی تو وہ خواب ایسا ہی ہوتا ہی جس طرح پرندار جانور کے پنجہ مین کوئی چیز اڈہر رہتی ہی اور جب اسکی تعبیر بیان کردی گئی تو جس طرح پرندار جانور کے پنجہ مین سے کوئی چیز چھوٹ کر گر پڑتی ہی اسی طرح جو تعبیر بیان کی گئی ہی اسکا ظہور ہوجاویگا۔ ان ابو رزین کا نام لقیط بن عبد ہی یہ مشہور صحابا مین ہین حدیث کی سب کتابون مین انسے روایتین ہین آیۃ اور حدیثونکے ملانے سے یہ مطلب قرار پایا کہ یوسف علیہ السلام کا وہ خواب اچھا تھا برا نہیں تھا اسواسطے یعقوب علیہ السلام نے اوس خواب کی تعبیر کو اوسی وقت ظاہر نہین رکھا بلکہ یوسف علیہ السلام کو تعبیر کے طور پر یہ سمجھا دیا کہ یہ خواب ایسا اچھا ہی کہ اگر تمہارے بھائی اس خواب کو سنین گے تو وہ اس خیال سے تمہارے دشمن بنجاوین گے کہ اونھون نے یہ خواب کیون نہین دیکھا اسلئے اس خواب کو اپنے بھائیونسے بیان نکرنا اور یعقوب علیہ السلام نے اس خواب کے اچھے ہونیکی تفصیل کے طور پر یوسف علیہ السلام کو آگے یہ بھی سمجھا دیا کہ اللہ تعالی نے جسطرح یہ اچھا خواب تمکو دکھایا ہی اسی طرح تم جوان ہوکر اپنے دادا اسحاق اور بڑے دادا ابراہیم کے مانند نبی ہوگے اگرچہ یعقوب علیہ السلام بھی نبی تھے مگر آگے کی آیۃ مین اونھون نے عاجزی کے طور پر اپنا نام نہین لیا۔

وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى

اور اسی طرح نوازیگا تجکو تیرا رب اور سکھا دیگا کل باتون کی اور پورا کریگا اپنا انعام تجہپر اور

اٰلِ یَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ع ۱۲

یعقوب کے گھر پر جیسا پورا کیا ہی تیرے دو باپ دادو پر پہلے سے ابراہیم اور اسحٰق پر البتہ تیرا رب خبردار ہے حکمتون والا

حضرت یعقوبؑ کے اس قول سے معلوم ہوتا ہی کہ حضرت یعقوبؑ کو وحی الہامی طور پر یہ بات معلوم تہی کہ حضرت یوسفؑ جوان ہونگے اور حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسحاقؑ کی طرح نبی ہونگے لیکن جب حضرت یوسفؑ کے بھائیون نے حضرت یوسفؑ کو اپنی ساتہ جنگل مین لیجانیکی اجازت حضرت یعقوبؑ سے چاہی جسکا ذکر آگے کی آیۃ مین ہی تو حضرت یعقوب نے یہ فرمایا کہ مجھے ڈر ہی کہ یوسفؑ کو کہین بہیڑیا نہ کہا جائے حضرت یعقوبؑ کے ان دونون قولون کو ملاکر مفسرون کو بڑا خلجان پیدا ہوا ہی کہ جب حضرت یعقوبؑ کو حضرت یوسفؑ کا جوان ہونا اور اونکا نبی ہونا معلوم ہوچکا تہا تو پہر حضرت یعقوبؑ کو یہ خوف کیونکر ہوا کہ حضرت یوسفؑ کو چہوٹی سی عمر مین بہیڑیا کہا جاویگا جواب اس خلجان کا یہ ہی کہ انبیاؑ کو وحی الہامی کے ذریعہ سے جو کچہہ معلوم ہوتا ہی اسکے ظہور سے پہلے اونکو اسکے منسوخ ہوجانے کا بھی اندیشہ رہتا ہی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علامات قیامت مثلاً سورج کا مغرب کی طرف سے نکلنا اور دجال اور حضرت عیسےٰؑ کا آنا یہ سب کچہہ وحی الہامی کے ذریعہ سے معلوم تہا لیکن سورج گہن کے روز آپ گہبرا کر نکلے اور آپنے فرمایا آج مجھکو قیامت کے قائم ہوجانیکا خوف تہا چنانچہ صحیح بخاری مین ابو موسےٰ اشعری سے جو روایۃ ہی اسمین اسکا ذکر تفصیل سے ہی حاصل کلام یہ ہی کہ اوپر تفصیل سے بیان ہوچکا ہی کہ لوح محفوظ مین جو کچہہ قیامت تک کا حال لکہا ہی اب بہی اوسکا ردوبدل اور منسوخ کردینا اللہ تعالی کے اختیار مین ہی اسواسطے انبیاؑ کو وحی الہامی کے ذریعہ سے جو معلوم ہوتا ہی اوسکا منسوخ ہوجانا اور بجائے اسکے اسباب موجودہ کے موافق کسی دوسری صورت کے پیش آجانیکا اندیشہ انبیاؑ کے دلسے ہرگز رفع نہین ہوسکتا قرآن اور حدیث کے مضامین پر جو شخص اچہی طرح غور کریگا اسکو ہبات کی پوری تصدیق ہوسکتی ہی مثلاً لوگونکی سرکشی کے اسباب پر خیال کرکے سورج گہن سے آنحضرت کا یہ تصور فرمانا کہ وقت مقررہ منسوخ ہوکر ابہی قیامت کے قائم ہوجانے کا حکم اللہ کی طرف سے ہوگیا ہو تو تعجب نہین ہی - حاصل مطلب آیۃ کا یہ ہے کہ یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کا خواب سنکر یہ بہی کہا کہ یوسفؑ جس طرح اللہ تعالی نے یہ اچہا خواب کہایا ہی اسی طرح اللہ تعالی تمکو نبوت کیلئے پسند اور منتخب کریگا اور اب تو تم اپنا خواب مجہہ سے تعبیر کے لئے بیان کر رہے ہو مگے اللہ تعالی تمکو خواب کی تعبیر کا ایسا علم عنایت فرماویگا کہ لوگ تم سے اپنے خوابون کی تعبیر پوچہا کرین گے غرض جس طرح اللہ تعالی نے اپنی طرح طرح کی نعمتین تمہارے بڑونکو عنایت فرمائین اوسی طرح تمکو اور اولاد یعقوبؑ کو وہ طرح طرح کی نعمتین عنایت فرماویگا کیونکہ اللہ تعالی کے علم سے کوئی چیز باہر نہین اوسکو اپنی سب مخلوقات کا حال خوب معلوم ہی وہ آدمی کو جس قابل دیکہتا ہی ویسا ہی اوس سے برتاؤ کرتا ہی اور اسکی حکمت ایسی بڑی ہی کہ اوسکا کوئی کام حکمت سے خالی نہین حضرت یعقوب علیہ السلام کے بعد حضرت عیسےٰ علیہ السلام تک جتنے نبی ہوئے وہ سب اولاد یعقوب مین داخل ہین صحیح بخاری مسلم ترمذی اور نسائی مین حضرت موسےٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کے قصے کی ابی بن کعب کی جو روایت ہی

منزل ۴

اون مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام سے کسی نے پوچھا کہ آجکل دنیا مین سب سے بڑا عالم کون ہی حضرت موسیٰ نے اپنا نام لیا اللہ تعالیٰ کو حضرت موسیٰ کی یہ بات پسند نہ آئی اسلئے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو خضر علیہ السلام کی ملاقات کو بھیجا جب موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کشتی مین بیٹھے تو ایک چڑیا کشتی کے کنارے پر آن بیٹھی اور اونے دریا مین سے ایک قطرہ پانی کا پیا پھر خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ جو نسبت اس ایک قطرہ پانی کو دریا سے ہے وہی نسبت میرے اور تمہارے علم کو اللہ تعالیٰ کے علم اور حکمت سے ہی۔ آیہ مین اللہ تعالیٰ کے علم اور اوسکی حکمت کا جو ذکر ہے یہ حدیث گویا اسکی تفسیر ہے۔

لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِ آيَاتٌ لِّلسَّائِلِينَ ۝ إِذْ قَالُوا لَيُوسُفُ وَأَخُوهُ أَحَبُّ إِلَىٰ أَبِينَا مِنَّا وَنَحْنُ

البتہ ہیں یوسف کے مذکورین اور اسکے بھائیونکے نشانیان پوچھنے والونکو جب کہنے لگے البتہ یوسف اور اسکا بھائی زیادہ پیارا ہی ہمارے باپ کو ہمسے

عُصْبَةٌ إِنَّ أَبَانَا لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ اقْتُلُوا يُوسُفَ أَوِ اطْرَحُوهُ أَرْضًا يَخْلُ لَكُمْ وَجْهُ أَبِيكُمْ وَتَكُونُوا مِن بَعْدِهِ

کر لوگ ہیں البتہ ہمارا باپ خطا مین ہی صریح مار ڈالو یوسف کو یا پھینک دو کسی ملک میں کہ اکیلی رہی تمہیں توجہ تمہارے باپ کی اور رہو ہو اسکے پیچھے

قَوْمًا صَالِحِينَ ۝ قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوا يُوسُفَ وَأَلْقُوهُ فِي غَيَابَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ إِن كُنتُمْ فَاعِلِينَ

نیک لوگ بولا ایک بولنے والا انمین مت مار ڈالو یوسف کو اور پھینکدو اسکو گمنام کنوئین مین کہ اٹھا لیجاوے اسکو کوئی مسافر اگر کرنا ہو تمکو کرنا ہی

منزل ۳

یوسف علیہ السلام بارہ بھائی تھے۔ روبیل شمعون لاوی یہوذا زبولون یسجران ان چھون کی مان لیا بنت لیان حضرت یعقوب علیہ السلام کے ماموں کی بیٹی تہین اور دو کنیزین اپکی زلفہ و بلہہ تہین جن سے چار بیٹے تھے دان۔ نفتونا جاد اوشیر۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی بیوی لیا کے انتقال کے بعد اپنی سالی سے نکاح کیا انکا نام راحیل بنت لیان تہا انسے دو بیٹے حضرت یوسف اور بنیامین پیدا ہوئے۔ غرضکہ حضرت یوسف و بنیامین ایک مان باپ سے سگے بھائی تھے اور باقی انکے سوتیلے بھائی تھے حضرت یوسف کی والدہ راحیل بنیامین اپنے چھوٹے بچے کے پیدا ہونے کے بعد چالیس دن کے اندر فوت ہوگئین اسلئے حضرت یعقوب علیہ السلام ان دونون بچون کو بہ نسبت اپنے اور بیٹون کے زیادہ پیار کرتے تھے کیونکہ یہ بہت ہی چھوٹے چھوٹے بن مان کے بچے تھے۔ بہرحال اللہ جل شانہ نے اس آیہ مین ذکر فرمایا کہ جو لوگ حضرت یوسف کا قصہ دریافت کرتے ہیں انکے لئے بڑی عبرت اور نشانیان اس مین ہین اصل مین قریش نے یہود سے یہ بات دریافت کی تہی کہ تم ہمین کوئی ایسی بات بتلاؤ جو ہم حضرت محمد صلعم سے پوچھین دیکھین سچ بتلاتے ہین یا نہیں یہود نے قریش کو یہ سکھلایا کہ تم اونسے یہ بات پوچھو کہ ابراہیم علیہ السلام کا اصلی وطن کونسا تھا پھر اونکی اولاد بنی اسرائیل مصر مین کیونکر پہیل گئی جو حضرت موسیٰ اور فرعون کا جھگڑا درپیش ہوا اسی کو اللہ پاک نے فرمایا کہ ان سوال کرنے والون کے لئے حضرت یوسف اور انکے بھائیونکے قصہ مین بڑی بڑی عبرت کی باتین ہین جس شخص کی بہ بڑی بھائیون نے قبول نکی اور حسد کیا آخر اونہین کے محتاج ہو کر رہی اونہین حضرت یوسف کو

سجدہ کرتے بن آیا علاوہ اسکے حضرت یوسف کا خواب دیکھنا اور اسکی تعبیر غرضکہ آخر قصہ تک طرح طرح کی نشانیاں پیش آتی گئیں۔ پھر فرمایا کہ یوسف کے سوتیلے بھائی آپس میں کہنے لگے کہ ہمارے باپ بھی کیا کم سمجھ آدمی ہیں کہ یوسف اور بنیامین جو بہت چھوٹے بچے ہیں اور اپنی کم سنی کی وجہ سے کسی مصرف کی دوا نہیں اونہیں ایسا پیار کرتے ہیں اور ہم جو بڑے بڑے ہیں اور اونکے بازو کی قوت ہیں اور ہر ایک کام میں اُنکا ہاتھ بٹانے والے ہیں اُنکی نظروں میں ویسے محبوب نہیں پھر ان لوگوں نے یہ مشورہ کیا کہ ہمیں اب یہ کرنا چاہیئے کہ یوسف کو یا تو قتل کر ڈالو یا کسی ایسی جگہ میں لیجا کر پھینکدو کہ نہ تو وہ خود وہاں سے آسکے اور نہ باپ وہاں تک پہونچ سکیں اور نہ کوئی خیر خبر یہاں کی وہاں وہاں کی یہاں آئے جائے جب یوسف باپ کی نظروں سے علیحدہ ہوجائے گا اور کوئی حال اُس کا اُنکو معلوم نہ ہوگا یا وہ اِس سرزمیں پر نہیں ہوگا تو باپ کی محبت ہماری طرف ضرور رہے گی اِس مشورہ کے وقت یوسف کے بھائیوں نے یہ بات بھی سوچ لی کہ یہ کام جس کا ہم ارادہ کر رہے ہیں واقع میں ہی تو بُرا اور اِس میں گناہ عظیم بھی ہے مگر آخر کرنا کیا ہی جب تک یوسف باپ سے جدا نہ ہوگا باپ کی محبت ہمپر زیادہ نہ ہوگی اب تو یوسف کے دفعیہ کے لئے جو تدبیریں بن پڑیں کر گزرو بعد کو دیکھا جائے گا تو بہ استغفار کرکے نیک لوگوں میں داخل ہوجائیں گے غرضکہ گناہ کے پھلے تو بہ کی بھی ٹھہرائی اِس صلاح کو یوسف کے دسوں سوتیلے بھائیوں نے نہیں پسند کیا بلکہ روبیل جو سب میں بڑا تھا منزل ۳
اُسنے یہ رائے دی کہ یہ دونوں باتیں سخت تر ہیں اور اُنکا ہونا دشوار ہے یوسف پھر بھی بھائی ہی اِس کا قتل کرنا کوئی آسان بات نہیں اول تو ہاتھ اوٹھنا مشکل دوسرے کوئی دیکھ دکھائے اور اگر کسی جگہ لیجا کر پھینک آئیں تو یہ بھی نامکمن نہ باپ اتنے دور دراز سفر کی اجازت دیں گے اور نہ ہم میں اتنی قدرت وطاقت کہ اِس بعید مسافت کو طے کرسکیں اِس سے بہتر یہ ہی کہ یوسف کو کسی کنوئیں میں پھینک دو اِس صورت میں یہ بات ہوگی کہ ہلاک نہیں ہوگا تو جو کوئی قافلہ اِس کنوئیں پر گزرے گا اور پانی بھرتے وقت اُسکو نکالے گا وہ اپنے ہمراہ اپنے ملک میں اوسے لیجائے گا تمھارا مطلب حاصل ہوجائے گا یوسف باپ کی نظروں سے علیحدہ ہوجائے گا پھر یہ کہا کہ انکنتم فاعلین اگر کرو تو یہ کرو مطلب اِسکا یہ ہی کہ پہلے تو ایسا کرنا ہی نہیں چاہیئے اور اگر ایسا ہی کچھ دل میں سما گیا ہے تو یہ تدبیر مناسب ہے نہ ہم ہی کو اِس میں دقت ہی اور نہ یوسف پر اِس میں کچھ زیادہ سختی ہی جب آپسمیں یہ بات پکی ہوگئی اور دسوں بھائیوں کی رائے اِس پر جم گئی تو حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس آئے اور انھوں نے یہ کہا جسکی خبر اللہ پاک نے آگے کی آیت میں دی۔ کسی شخص کو اچھی حالت میں دیکھ کر اگر آدمی اپنے لئے اُس حالت کی آرزو کرے تو اُسکو حسد کہتے ہیں اب حسد کی شریعت میں دو حالتیں رکھی گئی ہیں ایک تو یہ کہ دوسرے شخص کی اچھی حالت کے جاتے رہنے کی آرزو کرکے اپنا بھلا چاہے یہ گناہ ہی چنانچہ صحیح بخاری مسلم اور موطا امام مالک میں ابوہریرہؓ سے روایت ہی جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس طرح کے حسد سے منع فرمایا ہی دوسری حالت یہ ہی کہ کسی کا بُرا نہ چاہے فقط اپنے

بھلے کی تمنا کرے اسکو غبطہ کہتے ہیں صحیح بخاری و مسلم میں عبداللہ بن مسعود سے جو روایت ہی اُس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حسد کی اِس حالت کو جائز رکھا ہی یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام پر جو پیار اور محبت کی نظر تھی اُسکے مٹا دینے اور کھو دینے کی نیت سے یوسف علیہ السلام کو باپ کی نظر سے دور کرکے اپنے حق میں بخل لکم وجہ ابیکم کی تدبیر جو یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے نکالی تھی یہ صورت حسد کی تھی غبطہ کی نہیں تھی اسیواسطے جو علما یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی نبوت کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کو یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے جو کچھ کیا وہ نبوت سے پہلے کیا۔

قَالُوْا یٰۤاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰی یُوْسُفَ وَاِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ۝ اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا یَّرْتَعْ وَیَلْعَبْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝

بولے اے باپ کیا ہی کہ تو ہمارا اعتبار نہیں کرتا ہمارا یوسف پر اور ہم تو اُسکے خیر خواہ ہیں بھیج اُسکو ہمارے ساتھ کل کہ کچھ چرے اور کھیلے اور ہم تو اُسکے نگہبان

یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا یہ قول روبہ کے اوسی صلاح کی بنا پر تھا جس کا ذکر اوپر گذرا لیکن بات بنانے کے طور پر باپ سے یہ بات کہی کہ آپ ہمپر اعتبار کیوں نہیں کرتے اور ہمیں یوسف کا خیر خواہ جان کر یوسف کو ہمارے ساتھ کیوں نہیں بھیجتے۔ یہ لوگ بکریاں چرانے جنگل میں جایا کرتے تھے اس لئے کہا کہ کل یوسف کو ہمارے ساتھ بھیجدیجئے یہ وہاں جاکر کھیلے کودیگا اسکے ہاتھ پاؤں کھیلیں گے اور ہم اسکے محافظ ہیں کسی قسم کا نقصان اسے نہیں پہونچے گا۔ صحیح بخاری مسلم ترمذی اور ابوداؤد میں عبداللہ بن مسعود سے روایت ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سچ آدمی کو جنت کا راستہ بتلاتا ہی اور جھوٹ دوزخ کا اسکے علاوہ سچ کی تعریف اور جھوٹ کی مذمت میں اور بہت سی صحیح حدیثیں ہیں۔ روبہ کی صلاح کے موافق یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے دل میں تو یوسف کی بدخواہی تھی لیکن بات بنانے کے طور پر انھوں نے باپ کے روبرو اپنے آپکو یوسف کا خیر خواہ جو ظاہر کیا یہ جھوٹ میں داخل ہی جو علما یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی نبوت کے قائل ہیں وہ یہاں بھی وہی بات کہتے ہیں جو حسد کے بیان میں گزری

قَالَ اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْۤ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ اَنْ یَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ۝ قَالُوْا

بولا مجکو غم پکڑتا ہی اس سے کہ لیجاؤ اُسکو اور ڈرتا ہوں کہ کہا جاوے اُسکو بھیڑیا اور تم اُس سے بیخبر رہو بولے اگر

لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّاۤ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ۝

کہا گیا اُسکو بھیڑیا اور ہم یہ جماعت ہیں قوت دار تو ہم نے سب کچھ گنوایا

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو یہ جواب دیا کہ اگر تم اسکو اپنے ساتھ لیجاؤ گے تو میرا جی گھبرائے گا تمہارے واپس آنے تک میں اس کے بغیر کیونکر رہ سکتا ہوں میرے دل کو جب تک کس طرح چین آئے گا اصل میں یعقوب ع کو حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ نہایت ہی محبت تھی گھڑی بھر کی جدائی انکی اوپر شاق گزرتی تھی کیونکہ آپ پیغمبر تھے اور یوسف علیہ السلام میں بھی نبوت کی بو پاتے تھے اسکے علاوہ حسن بھی اللہ پاک نے یوسف علیہ السلام کو ایسا ہی دے رکھا تھا جو کسی مخلوق کو خدا نے نہیں دیا چنانچہ صحیح مسلم میں انس بن مالک کی روایت سے جو معراج کی حدیث ہی اُس میں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوسف علیہ السلام کے حسن کی تعریف فرمائی ہی نا قابل اعتراض سند سے ابو سعید خدری کی بیہقی میں اور ابو ہریرہؓ سے طبرانی میں جو روایتیں ہیں اون میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور لوگوں کے حسن کو تا سے خیال کرنا چاہیئے اور یوسف علیہ السلام کے حسن کو چاند بعضے سلف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس تشبیہ سے مستثنے کیا ہی اس کے بعد یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ تم تو اپنی تیر اندازی اور دوا دوش میں رہوگے اور بچہ تنہا رہجائیگا اور کوئی بھیڑیا اسکو اٹھا کر لے گیا اور کھا گیا اور تم بے خبر کے بے خبر ہی رہے تو پھر کیا ہوگا اسلیئے میں تو اسکو تمہارے ساتھ نہیں بھیجتا باپ کی یہ بات سنکر بیٹیوں نے جوابدیا کہ واہ یہ بھی آپ نے خوب فرمایا کہیں ایسا ہو سکتا ہی کہ ہم یوسف سے غافل رہیں علاوہ اسکے بھیڑیئے کی کیا ہستی ہی اگر ایسا ہی بھیڑیا لیجائے تو ہم تو روز آئے دن خسارہ اور گھاٹے میں رہیں ہماری بکریاں ہر روز ایک ایک کرکے بھیڑیا لیجائے حاصل کلام یہ ہی کہ باپ کے منہ سے جو کلمہ نکلا تھا اسی کو ان لوگوں نے آخر کار اپنا عذر ٹھہرایا اور یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈالکر آئے تو یہی حیلہ کیا کہ اسکو بھیڑیا کھا گیا اسی واسطے حدیث شریف میں آیا ہی کہ کسی کو ایسی بات کی تلقین نہ کیجائے جسکو وہ بہانہ مقرر کرکے جھوٹ بولے جسطرح یعقوب علیہ السلام کے بیٹے یہ بات نہیں جانتے تھے کہ انسان کو بھیڑیا کھا جایا کرتا ہی جب باپ نے انکے سامنے یہ بات کہی کہ مجکو ڈر ہی کہ یوسف کو کبھی بھیڑیا نہ کھائے اور تم اوس سے غافل رہو اسی کو ان لوگوں نے سیکھ کر باپ کے سامنے جھوٹ بنایا اور کہا کہ اسکو تو بھیڑیا کھا گیا - یہ حدیث تفسیر ابو الشیخ اور تفسیر ابن مردویہ میں عبد اللہ بن عمر اور تفسیر ابن ابی حاتم میں ابو مجلز کی روایۃ سے ہی یہ ایک جگہ گذر چکا ہی کہ ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں صحت روایۃ کی زیادہ پابندی کی ہی اسلیئے اس روایۃ کو بے اصل نہیں کہا جا سکتا ان ابو مجلز کا نام لاحق بن حمید ہی یہ ثقہ تابعی ہیں انکی ملاقات عبد اللہ بن عمر عبد اللہ بن عباس اور انس ابن مالک سے ہوئی ہی صحاح کی سب کتابوں میں ان لاحق بن حمید ابو مجلز سے روایتیں ہیں اسلیئے مرسل طور پر یہ صحیح روایۃ ہی - عبد اللہ بن عمر کی اوپر کی مرفوع حدیث کو اس مرسل روایۃ سے ملایا جاوے تو یہ حدیث معتبر ٹھہرتی ہی - تابعی اگر آنحضرت سے روایۃ کرے تو اس کو مرسل کہتے ہیں اور صحابی کی روایۃ کو مرفوع -

منزل ۳

فَلَمَّا ذَهَبُوا بِهٖ وَاَجْمَعُوْٓا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝

پھر جب لیکر چلے اسکو اور متفق ہوئے کہ ڈالیں اسکو گمنام کنوئیں میں اور ہم نے اشارت کی اسکو کہ تو جتلاویگا انکو انکا یہ کام اور وہ نہ جانیں گے

اس آیۃ میں اللہ پاک نے اس بات کی خبر دی کہ آخر کار یوسف کے دسوں سوتیلے بھائی ضد کرکے حضرت یوسف علیہ السلام کو باپ کے پاس سے لیکر چلے اور جب کچھ دور پہونچ گئے تو اپنی عداوت اونپر ظاہر کرنے لگے اور طرح طرح کی تکلیف اور ایذا یوسف علیہ السلام کو پہونچانے لگے جب ایک بھائی انکو مارتا تھا تو یہ دوسرے بھائی سے فریاد کرتے تھے وہ بھی مارنے لگتا تھا - راستہ بھر یہی حالت رہی آخر یہودا سے نہ رہا گیا اسنے کہا کہ کیا تم

لوگوں نے اِس بات کا عہد نہیں کیا ہی کہ یوسف کو قتل نہیں کرینگے اور نہ ماریں گے نہ اور کسی طرح کی تکلیف دین گے تم میں آپسمیں تو یہ بات طے ہوئی ہی کہ اِسکو کنوئیں میں ڈالیں گے اب یہ کیا حرکت ہی جب یہودا نے یہ بات کہی تو یوسف کے بھائی اوس ایذا رسانی سے باز آئے اور اِسی پر متفق ہوئے کہ چلکر اِسکو کنوئیں کی تہ میں ڈالدیں غیابت الجب کے معنے کنوئیں کی تہ کے ہیں۔ بہرحال کنوئیں کے پاس پہونچکر یوسف علیہ السلام کا کرتہ اِن لوگوں نے اوتار لیا اور مشکیں باندہیں تاکہ کنوئیں کی منڈیر وغیرہ پکڑکر بچ رہے یوسف علیہ السلام نے نہایت عاجزی سے اون سے کہا کہ میرے ہاتھ تو کھولدو کنوئیں کے اندر خدا جانے کون کون جانور ہونگے اور مجھے ایذا پہونچائیں گے کاٹ کھائیں گے میرے ہاتھ قابو میں رہیں گے تو میں اوں جانوروں کو دفع کرسکوں گا اور میرا کرتہ بھی دیدو تاکہ میرا ستر تو ڈھکا رہے مگر افسوس کہ یوسف علیہ السلام کے اُن سخت دل بھائیوں نے ایک نہ سنی اور اُنکو کنوئیں میں ٹکا ہی دیا جب آدھی دور تک کنوئیں میں پہونچے تو رسّی کاٹ دی اور کہا کہ اوسی شمس و قمر اور ستارونکو پکارو جنہیں خواب میں دیکھا تھا وہی تمہیں کپڑا بھی دیں گے اور تمہیں اِس آفت سے بچائیں گے یوسف علیہ السلام جب کنوئیں میں گرے تو بالکل تہ میں نہیں پہونچے کنوئیں کے بیچ میں ایک پتھر تھا اُسپر کھڑے ہوگئے اللہ پاک نے اِنکی تسلی کے لئے ایک فرشتہ بھیجدیا۔ بعضے مفسرین کا قول ہی کہ یوسف علیہ السلام کے گلے میں ایک تعویذ تھا فرشتے نے اوسے کھولا یہ تعویذ دراصل تعویذ نہ تھا بلکہ اِس میں وہی کرتہ لپٹا ہوا تھا جو جبرئیل علیہ السلام ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واسطے لیکر آئے تھے اور جب نمرود نے آپکو برہنہ کرکے آگ میں ڈلوایا تھا تو یہی کرتہ جبرئیل علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام کو پہنا گئے تھے یہ کرتہ نسلاً بعد نسل پہلے اسحٰق علیہ السلام کے ورثہ میں آیا پھر حضرت یعقوب علیہ السلام کو ملا حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام میں نبوت کی بو پاتے تھے اِس لئے اِس کرتہ کا وارث انہیں کو جانکر تعویذ کی طرح لپیٹ کر اِنکے گلے میں باندھ دیا تھا یہ کرتہ اِس جگہ کام آیا فرشتے نے کھول کر انہیں پہنا دیا پھر اللہ پاک نے اِس بات کا ذکر فرمایا کہ ہم نے یوسف علیہ السلام پر اوس وقت یہ وحی بھیجی کہ تم اپنا دل اِس بات سے خوش رکھو تم انہیں انکے کردار بد کسی وقت جتلاؤ گے اور انہیں اِس بات کی مطلق خبر تک نہ ہوگی بلکہ تمہیں یہہ پہچانیں گے بھی نہیں اور جتانا تمہیں اِن لوگوں پر فتحیاب کریگا اور عالی رتبہ بنائے گا تفسیر ابن جریر اور ابن ابی حاتم میں حضرت عبداللہ بن عباس کا قول ہی کہ جب یوسف علیہ السلام عزیز مصر ہوگئے تھے تو قحط کے زمانے میں یوسف علیہ السلام کے بھائی اِنکے پاس پہونچے اور یوسف کو نہیں پہچانا لیکن یوسف علیہ السلام نے انہیں شناخت کرلیا تھا اور غلہ ناپنے کا پیمانہ جو یوسف کے ہاتھ میں تھا اُسکو یوسف علیہ السلام نے ٹھونکا اور کہا کہ یہ جام تو اِس بات کی خبر دیتا ہی کہ تمہارا ایک بھائی سوتیلا اور بھی تھا اوس کا یوسف نام تھا تمہارے باپ اُسکو بہت پیار کرتے تھے اور اپنے سے جدا نہیں کرتے تھے تم اوسے باپ کے پاس سے لیجاکر گمنام کنوئیں میں ڈال آئے پھر دوبارہ اُس

منزل ۳

پیمانہ کو ٹھونگا اور کہا کہ یہ پیمانہ خبر دیتا ہے کہ تم نے باپ کے پاس جاکر کہا کہ یوسفؑ کو بھیڑیا کھا گیا اور تم اُسکے کرتے پر کسی جانور کا خوں لگا کر لے گئے تھے تاکہ باپ تمہارے قول کی تصدیق کرلیں غرض کہ یوسف علیہ السلام سے اسبات کو مسنکر یوسف علیہ السلام کے بھائی ایک دوسرے سے آپسمیں کہنے لگے کہ یہ جام تو ہمارے حالات کی خبر دیتا ہے صحیح بخاری ومسلم میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس میں وہ قصہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود اور اُسکی قوم کے بتوں کو توڑ ڈالا تھا اور جب نمرود کے روبرو اسکی دریافت شروع ہوئی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ جواب دیا تھا کہ اگر تمہارے یہ بت بولتے ہیں تو اس بڑے بت سے پوچھو اسی نے ان سب چھوٹے بتوں کو توڑا ہے اور خود ثابت ہے زیادہ تفصیل اس قصے کی سورۃ الانبیاء میں آویگی مگر یہاں حاصل اسی قدر ہے کہ جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کے باب میں ان نمرودی لوگوں کو قائل کیا تھا اسی طرح یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو پیمانہ کے بولنے کی حالت سے قائل کیا حاصل کلام یہ ہے کہ بعضی باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ ظاہری حال میں وہ جھوٹی نظر آتی ہیں لیکن حقیقت میں ان باتوں کو ذریعہ ٹھہراکر ایک سچی بات کو نئے ڈھنگ سے ظاہر کیا جاتا ہے جس طرح یہاں یوسف علیہ السلام نے پیمانہ کے بولنے کو ذریعہ ٹھہراکر ایک سچی بات اپنے بھائیوں کو جتلائی اور پیمانے کے بولنے کا یہ مطلب ٹھہرایا کہ اگر پیمانہ بولتا تو یہی سچی بات بولتا

وَجَآءُوْٓ اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ۝ قَالُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ

منزل ۳

اور آئے اپنے باپ پاس اندھیرا پڑے روتے کہنے لگے اے باپ ہم لگے دوڑنے آگے نکلنے کو اور چھوڑا یوسف کو اپنے اسباب پاس پھر اسکو کھا گیا

الذِّئْبُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ۝ وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ۭ قَالَ

بھیڑیا اور تو باور نکریگا ہمارا کہنا اگرچہ ہم سچے ہوں اور لائے اُسکے کرتے پر لہو ہولگا جھوٹ بولا

بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ۭ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۭ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰي مَا تَصِفُوْنَ ۝

کوئی نہیں بلکہ بنادی ہے تم کو تمہارے جیوں نے ایک بات اب صبر ہی بن آوے اور اللہ ہی سے مدد مانگتا ہوں اس بات پر جو بتاتے ہو

ان آیتوں میں اللہ پاک نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسبات کی خبر دی کہ یوسف علیہ السلام کے بھائی یوسفؑ کو کنوئیں میں ڈال کر گھر کو واپس آئے اور رات کے وقت اندھیرا ہوجانے پر باپ کے پاس روتے ہوئے آئے تاکہ اندھیرے میں ہماری صورتوں اور بشرے سے جھوٹ نہ ظاہر ہو اور گریہ وزاری سے زیادہ تصدیق ہمارے قول کی ہوگی باپ کے پاس پہونچکر رو رو کر بیان کیا کہ ہم تو تیراندازی اور دوڑ دوش میں رہے اور یوسفؑ کو اپنے سامان کے پاس بٹھا دیا تھا ہمارا دور ہونا تھا کہ بھیڑیا آکر یوسف کو کھا گیا اور اُسکے ساتھ یہ بھی کہہ دیا کہ آپ ہماری بات کو ہرگز یقین نکریں گے چاہے سچ ہی کہتے ہوں کیونکہ باپ نے اِنسے پہلے کہدیا تھا کہ مجھے خوف ہے کہ شاید یوسفؑ کو بھیڑیا کھا جائے اور تم اس سے غافل رہو آخر وہی ہوا اسلئے اُنھوں نے تمہید اوٹھائی کہ آپ یقین نہیں کرینگے اگرچہ ہم سچ ہی بولتے ہوں اسکے بعد وہ کرتہ جو یوسفؑ کا لے لیا تھا اُسکو بکری ذبح کرکے اُسکے خون

ہیں رنگ کر لائے تھے وہ پیش کیا تاکہ باپ کو ہماری بات کا یقین کامل ہو جائے مگر اتنا نہ سمجھے کہ باپ ہمارے خدا کے رسول ہیں کوئی معمولی آدمی نہیں ہیں کیا وہ اتنا نہ سمجھیں گے کہ بھیڑیا اگر کھا گیا تو کرتہ ثابت چھوڑ گیا کہیں سے پھٹا بھی نہیں بہرحال باپ نے کرتہ دیکھتے ہی معلوم کر لیا کہ بیٹوں نے فریب کیا اور حسد کے مارے یوسفؑ کو مجھ سے علیحدہ کیا اس لئے یہ فرمایا کہ یہ سب محض جھوٹ ہے تمہارے دل نے یہ افترا پردازی کی ہے اب سوائے صبر کے کرنا کیا ہے اور یہی مناسب ہے کہ کوئی شکوہ و شکایت نہ ہو اور اس مصیبت پر خدا ہی سے مدد طلب کی جائے تسبق کے معنے تیر اندازی میں دوڑنے کے بھی ہیں اور آگے نکلنے کے لئے دو آدمی جو دوڑتے ہیں وہ معنے بھی ہیں۔ شریعت محمدی میں ملتہ ابراہیمی کی اکثر باتوں کی پیروی ہے اسلئے شریعت محمدی میں بھی یہ دونوں باتیں موجود ہیں چنانچہ مسند امام احمد اور صحیح بخاری میں سلمہؓ بن الاکوع سے روایۃ ہے جس میں عرب کے بعضے لوگوں کو تیر اندازی کرتے ہوئے دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اولاد اسمٰعیل تیر اندازی کی ضرور مشاقی کرو تمہارے باپ اسمٰعیل بھی تیر انداز تھے صحیح مسلم میں عقبہؓ بن عامر سے روایۃ ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ما استطعتم من قوۃ کی تفسیر تیر اندازی فرمائی ہے آگے نکلنے کے لئے دوڑنے کی ابوداؤد و نسائی ابن ماجہ اور مسند امام احمد میں حضرت عائشہؓ سے روایۃ ہے جسمیں حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ وہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ملکر دو دفعہ دوڑے پہلی دفعہ حضرت عائشہ آگے نکل گئیں اور دوسری دفعہ آنحضرت آگے نکل گئے۔ لغت میں ایمان کے معنے کسی بات کی صداقت کے ہیں اور شریعت میں احکام الٰہی کی صداقت کے ہیں۔ وما انت بمؤمن لنا میں پہلے معنے لئے گئے ہیں حضرت عائشہؓ کی حدیث جو اوپر گزری اسکی سند میں اگرچہ بعضے علما نے کلام کیا ہے لیکن اوس حدیث کے چند طریقے ہیں جسکے سبب سے ایک سند کو دوسری سند سے تقویت ہو جاتی ہے اسی واسطے ابوداؤد اور منذری دونوں نے اس حدیث کی سند پر کچھ اعتراض نہیں کیا صحیح بخاری و مسلم میں انسؓ بن مالک سے روایۃ ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مصیبۃ کے پیش آتے ہی شروع شروع میں آدمی صبر کرے تو اس صبر کا بڑا اجر ہے ورنہ رفتہ رفتہ تو مصیبۃ کا صدمہ کم ہو جانے سے خود آدمی کو صبر آجاتا ہے اس حدیث کو دوسری آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام کا حال سنتے ہی شروع صدمہ کے وقت فصبر جمیل فرمایا اور اللہ تعالیٰ سے مدد چاہی اس لئے وقت مقررہ آنے تک اگرچہ چالیس برس کی دیر لگی مگر پھر اللہ تعالیٰ نے یعقوب علیہ السلام کے صبر کا اجر یہیں دنیا میں انکو دکھا دیا کہ انکے بیٹے کو عزیز مصر کے اول سے ملایا۔

وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ فَأَدْلَىٰ دَلْوَهُ ۖ قَالَ يَا بُشْرَىٰ هَٰذَا غُلَامٌ ۚ وَأَسَرُّوهُ

اور آیا ایک قافلہ پھر بھیجا اپنا پنیارا اسنے ٹکایا اپنا ڈول بولا کیا خوشی کی بات ہے یہ ہے ایک لڑکا اور چھپا لیا اس کو

بِضَاعَةً ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ۝

پونجی سمجھ کر اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں

جب یوسف علیہ السلام کو تین شبانہ روز کنوئیں میں گزرے تو ایک قافلہ جو مدین سے مصر کو جا رہا تھا راہ بھول کر اودھر آنکلا اور اپنا ڈیرہ خیمہ وہاں نصب کیا اور پانی لانے کے واسطے پانی بھرنے والے کو بھیجا جب اُسنے کنوئیں میں ڈول ڈالا تو یوسف علیہ السلام نے ڈول کو پکڑ لیا جب اوپر آئے تو پنہیارہ انکے حسن وجمال کو دیکھ کر ہکا بکا رہ گیا کیونکہ اِن کا حسن بے مثال تھا کسی بشر کی مجال نہیں جو اِنکے حسن کی صفت میں زبان کھول سکے وہ پانی والا خوشی میں آکر چیخ اُٹھا کہ یہ نہایت ہی خوش نصیبی ہے اور بڑی ہی خوشی کی بات ہے کہ یہ لڑکا ہاتھ آیا۔ تفسیر سدی میں یا بشریٰ ہذا غلام کی تفسیر میں یہ بات بیان کی ہے کہ اوس قافلہ میں بشریٰ ایک شخص کا نام تھا اوسی کو پانی والے نے پکار کر کہا یا بشریٰ یہ لڑکا مجھے پانی بھرتے میں ملا پھر اہل قافلہ نے یوسف علیہ السلام کو چھپایا اور یہ بات نہیں ظاہر کی کہ یہ لڑکا ہمیں اِس طرح کنوئیں میں سے ملا ہے بلکہ یہ کہا کہ اِسکو ایک شخص ہمارے ہاتھ بہت ہی کم داموں پر بیچ گیا ہے تاکہ ہم اسے مصر میں لیجا کر فروخت کریں پھر اللہ پاک نے یہ بیان فرمایا کہ اللہ کو ہر ایک بات کی خبر ہے یہ لوگ جو کچھ کھلم کھلا کرتے ہیں اُسکو بھی وہ جانتا ہے اور جو بات یہ لوگ چھپا کر کرتے ہیں اُسکی بھی اُسکو خبر ہے اور دوسری تفسیر واسروہ بضاعۃ واللہ علیم بما یعملوں کی یہ بھی ہے کہ یوسف علیہ السلام کا سوتیلا بھائی یہودا روز کنوئیں پر آتا تھا اور کچھ کھانے پینے کی چیز اِنکے واسطے لیکر آتا تھا جس روز وہاں قافلہ آیا اور پانی والے نے یوسفؑ کو کنوئیں میں سے نکالا اِسنے اور بھائیوں کو جا کر اِس کی خبر کی اور دسوں ملکر وہاں پہونچکر کہنے لگے کہ یہ ہمارا غلام ہے بھاگ کر آیا ہے اور اِس بات کو پوشیدہ رکھا کہ یہ ہمارا بھائی ہے اور ہم نے کنوئیں میں اِسکو ڈالا ہے اور یوسف علیہ السلام بھی یہ مصلحت وقت سونچکر خاموش رہے کہ اگر ظاہر کردوں کہ میں اِنکا بھائی ہوں تو یہ قافلہ کے لوگ مجھے بھائیوں کے حوالہ کردینگے اور بھائی مجھے لیجا کر قتل کرڈالیں گے اِس لئے اُنھوں نے کچھ تھوڑے درہموں پر اپنا فروخت ہوجانا پسند کرلیا۔ اِسی کو اللہ پاک نے بیان کیا کہ یوسف کے بھائی جو جو حرکات اور جو جو فعل کر رہے ہیں باپ سے اگرچہ پوشیدہ کر رہے ہیں مگر اللہ جو غیب کا جاننے والا ہے وہ خوب جانتا ہے۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہونے والا تھا اپنے علم ازلی کے نتیجہ کے طور پر اللہ تعالیٰ نے دنیا کے پیدا ہونے سے پچاس ہزار برس پہلے وہ سب لوح محفوظ میں لکھ لیا ہے یہ حدیث واللہ علیم بما یعملون کی گویا تفسیر ہے۔

منزل ۳

وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ ۚ وَكَانُوا فِيهِ مِنَ الزَّاهِدِينَ ۝ ع ۲ ۱۴ ۱۲

اور بیچ آئے اُسکو ناقص مول کو گنتی کی گنیں پا ولیاں اور ہو رہے تھے اُس سے بیزار

علمائے مفسرین نے پہلے تو حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں سے جو کچھ خطائیں ہوئی ہیں اونکو گنا ہے کہ قطع رحم نبی باپ کی نافرمانی معصوم کو غلام بنا کر بیچنا وغیرہ اور پھر اوس میں بڑی بحث کی ہے کہ حضرت یوسف کے بھائی تو نبی تھے اونسے اِس طرح کی خطائیں کیونکر ہوئیں پھر بعضے مفسروں نے یہ جواب دیا ہے کہ جس وقت یہ خطائیں

اُسسے ہوئیں اُسوقت وہ نبی نہیں تھے اِسکے بعد اُنکو نبوت ہوئی ہی لیکن صحیح قول یہ ہی کہ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی نبوت
پر کوئی صحیح دلیل شرعی قائم نہیں ہوئی ہی انبیا کے ذکر کے ساتھ قرآن شریف میں یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے
حق میں اسباط کا لفظ جو آیا ہی اوس سے مفسروں نے اُنکی نبوت نکالی ہی لیکن جس طرح عرب کی قوم کی شاخوں کو عام طور
پر قبائل کہتے ہیں اِسی طرح سے حضرت یعقوب کی اولاد کی شاخوں کو عام طور پر اسباط کہتے ہیں کسی خاص شاخ کو اِس
لفظ سے مراد لینا دلیل خاص کا محتاج ہی۔ اگرچہ شرا کا لفظ خریدا اور فروخت دونوں معنوں میں آتا ہی۔ لیکن یہ لفظ یہاں
فروخت کے معنے میں اِس سبب سے ہی کہ آگے یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا ذکر ہی کہ وہ اپنے بھائی یوسف سے بیزار
تھے تو اب شرا کے معنے فروخت کے لے جا کر یہی مطلب صحیح قرار پاتا ہی کہ اُس بیزاری کے سبب سے یوسف کے بھائیوں
نے اپنے بھائی یوسف کو تھوڑی قیمت پر بیچ ڈالا حاصل کلام یہ ہی کہ جب اوپر کی آیۃ میں یہ گزر چکا ہی کہ قافلہ کے لوگوں نے
یوسف کو پونجی سمجھ کر اپنے ساتھیوں سے چھپا لیا تھا تو اِن لوگوں کے حق میں کسی طرح یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ یوسف
کی خریداری سے بیزار تھے اِسی لئے جن مفسروں نے یہاں شرا کے معنے خرید کے لئے ہیں حافظ ابو جعفر ابن جریر نے
اُنپر اپنی تفسیر میں طرح طرح سے اعتراض کیا ہی مسند امام احمد ترمذی ابو داؤد ابن ماجہ صحیح ابن حبان وغیرہ میں انس رضؓ
بن مالک ابو ہریرہؓ ابو سعید خدری سے جو صحیح روایتیں ہیں اُن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر چیز کا نرخ
اور قیمت اللہ تعالی کے اختیار میں ہی اِس میں کسی کا کچھ اختیار نہیں چلتا آیۃ اور ان صحیح روایتوں کے ملانے سے یہ منزل ۳
مطلب قرار پایا کہ باوجود خوبصورتی کے یہاں ایک دفعہ یوسف علیہ السلام کی فروخت کا کم قیمتی پر ہونا اور دوسری
دفعہ مصر میں اچھی قیمت پر ہونا یہ سب کچھ اللہ تعالی کے حکم اور اُسی کی مصلحت کے موافق تھا اور ہر ایک وقت پر اُسنے
ظاہری اسباب کھڑے کر دئے تھے یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے جس شخص کے ہاتھ یوسف علیہ السلام کو بیچا
مفسروں نے اُسکا نام مالک بن ذعر لکھا ہی سیر چلنے پھرنے کو کہتے ہیں قافلہ کے لوگ مسافر ہوتے ہیں اِسلئے قافلہ کو سیارہ کہتے ہیں

وَقَالَ الَّذِي اشْتَرَاهُ مِنْ مِصْرَ لِامْرَأَتِهِ أَكْرِمِي مَثْوَاهُ عَسَىٰ أَنْ يَنْفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا ۚ

اور کہا جس شخص نے خرید کیا اُسکو مصر سے اپنی عورت کو آبرو سے رکھ اُسکو شاید ہمارے کام آوے یا ہم کریں اُسکو بیٹا

وَكَذَٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ وَلِنُعَلِّمَهُ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ ۚ وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَىٰ أَمْرِهِ

اور اسی طرح جگہ دی ہم نے یوسف کو اُس ملک میں اور اسواسطے کہ اُسکو سکھاویں کچھ کل بٹھانی باتوں کی اور اللہ جیت رہتا ہی اپنا کام

وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝ وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝

ولیکن اکثر لوگ نہیں جانتے اور جب پہنچا قوت کو دیا ہم نے اُسکو حکم اور علم اور ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں ہم نیکی والونکو

اِن آیتوں میں اللہ پاک نے اپنے الطاف اور مہربانیوں کا حال یوسف علیہ السلام پر بیان کیا کہ جب وہ قافلہ جس میں
یوسف علیہ السلام تھے مصر میں پہونچا تو مالک بن ذعر نے یوسف علیہ السلام کو عزیز مصر کے ہاتھ فروخت کیا عزیز

لقب تھا وہاں کے وزیر کا جسکے ہاتھ میں سلطنت کے کل امور ملکی اور مالی اور فوجی کے اختیارات تھے مصر کے بادشاہ کا نام ولید بن ریان تھا اور عزیز مصر کا نام قطفیر تھا عزیز مصر نے یوسف علیہ السلام کے ہموزن سونا اور چاندی اور مشک اور ریشمی کپڑے دیکر یوسف علیہ السلام کو خرید کیا تھا جس کا وزن چار سو رطل تھا ایک رطل نوے مثقال کا ہوتا ہی اور مثقال ساڑھے چار ماشے کا اس حساب سے کل چیزوں کا وزن چار من آٹھ سیر چھ ماشہ ہوتا ہے عزیز مصر نے یوسف علیہ السلام کو گھر میں لاکر اپنی بیوی کے سپرد کیا جس کا مشہور نام زلیخا تھا۔ اور بیوی سے کہا کہ دیکھو اس لڑکے کو نہایت آرام اور راحت سے رکھو اور اسکے رہنے سہنے کے واسطے جگہ درست کردو اس لڑکے سے بہت بڑا فائدہ ہوگا اگر ہم اسکو فروخت بھی کردینگے تو نفع کثیر ہاتھ آئے گا یا ہم اسکو بیٹا بنائیں گے تاکہ میرے حیات میں اور میرے بعد امور مملکت میں میرا قائم مقام ہو عزیز مصر لاولد تھا اسلئے اوس نے یوسف علیہ السلام کو بیٹا بنانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ پھر اللہ پاک نے اس بات کا ذکر فرمایا کہ ہمنے یوسف علیہ السلام کو فقط یہی منزلت نہیں دی کہ وہ عزیز مصر کے گھر میں رہنے سہنے لگے اور اُنہوں نے انکو اپنا بیٹا بنانے کا ارادہ ظاہر کیا بلکہ تمام زمین مصر پر بعد کو پورا پورا اختیار انکو دیدیا اور خواب کی تعبیر کا علم مرحمت کردیا۔ پھر یہ فرمایا کہ یوسف کے بھائیوں نے یہ چاہا تھا کہ یوسف اعلیٰ منزلت اور بلند درجے کو نہ پہونچے مگر اللہ جل شانہٗ اپنے ارادہ پر غالب ہی جو وہ کرنا چاہتا ہی اوسے کوئی نہیں روک سکتا اسکے سامنے سب عاجز ہیں اسکے علم میں جو کچھ پہلے ٹھہر چکا ہی وہ اسکو پورا کرہی کے رہتا ہی اکثر آدمی اس بات کو نہیں جانتے اور یہ چاہتے ہیں کہ کسی طرح تقدیر آپہی رک جائے اور جو منشاء خداوند جل جلالہ کا ہی وہ نہ ہونے پائے منزل ۴
بہرحال یہی وجہ ہے کہ اللہ پاک کا ارادہ پورا ہوکر رہتا ہی اور کوئی امر اسکو روک نہیں سکتا۔ زلیخا جو ایک عورت تھی اور عورتوں کی صحبت میں یوسف کو رکھکر اونھیں کے سے نشست برخاست طور طریقے اختیار کرلینے تھے مگر اللہ کے ارادہ کے موافق یوسف علیہ السلام اسی عقل و دانش کے خلعت سے سرفراز رہے جو ایک شخص رات دن صالحین کی صحبت میں رہکر حاصل کرسکتا ہی۔ پھر اللہ پاک نے اس بات کا ذکر فرمایا کہ جب یوسف علیہ السلام جوان ہوگئے تو اللہ نے انہیں احکام شرعیہ بتادیئے اس جگہ مفسروں کا اختلاف ہی کہ اس وقت حضرت یوسف کی کیا عمر تھی۔ بعضوں نے کہا ہی کہ اٹھارہ برس کے تھے اور کسی نے یہ بیان کیا ہی کہ پچیس برس کے تھے اور کوئی کہتا ہی کہ تیس سال کے تھے کوئی یہ بھی کہتا ہی کہ تینتیس برس کے تھے بہرحال آیۃ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہی کہ جب آپ اچھی طرح بالغ ہوگئے اور آپکے ہاتھ پیروں میں پوری قوت آگئی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں نبوت عطا کی پھر اللہ پاک نے اس بات کا بیان فرمایا کہ اللہ کا یہ انعام فقط یوسف علیہ السلام ہی پر منحصر نہیں ہی بلکہ جو لوگ نیک بخت اور دیندار ہیں انہیں بھی اسی طرح کا بدلہ ملتا ہی۔ عزیز مصر نے جس رواج کے موافق یوسف علیہ السلام کو اپنا بیٹا بنانے کو کہا تھا یہ رواج عرب میں بھی تھا اور سورہ احزاب کی آیتوں سے جب تک رواج منسوخ نہیں ہوا اسوقت تک یہ۔ رواج

اسلام میں بھی جاری رہا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ کو اپنا متبنیٰ بیٹا بنایا تھا۔ صحیح بخاری ومسلم میں عبداللہ بن عمر سے روایۃ ہی کہ صحابہ زید بن حارثہ کو زید بن محمد کہہ کر پکارا کرتے تھے جب سورہ احزاب میں حکم ادعوہم لابائہم ہوا قسط عند اللہ نازل ہوا تو پھر زید کو زید بن حارثہ کہہ کر پکارنے لگے۔ مطلب اس حکم کا یہ ہی کہ لے پالک بچوں کو انکے اصلی باپ کی ولدیت سے پکارا کرو مثلاً زید بن حارثہ کہا کرو زید بن محمد نہ کہا کرو یہی اللہ کے نزدیک انصاف کا حکم ہی جو اللہ نے تم کو دیا اس سے معلوم ہوا کہ شریعت کسی رواج کی پابند نہیں اسی لئے سوا شریعت محمدی کے اور شریعتوں سے بھی رواج منسوخ ہوتا رہا ہی مثلاً جس طرح شریعت محمدی نے لے پالک کے رواج کو منسوخ کر دیا اسیطرح دو بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں رکھنے کے رواج کو شریعت موسوی نے منسوخ ٹھہرا دیا جسکی تفصیل توراۃ کے حصہ تکوین باب ۲۹ اور حصہ احبار باب ۱۸ میں ہی حاصل کلام یہ ہی دو بہنوں کے نکاح میں رکھنے کے رواج کو جو توراۃ نے منسوخ کر دیا اور اسکو عیسائیوں نے اپنا مذہب قرار دے لیا تو پھر لے پالک کے رواج کو اگر قرآن نے منسوخ کر دیا تو یہ کیا نئی بات ہی آخر اسکو بیان تو کیا جاوے اور اسکے بیان تک ماننا پڑیگا کہ جب قرآن نے لے پالک کے رواج کو منسوخ کر دیا تو نہ قرآن کو رواج کے تابع کیا جا سکتا ہی نہ منسوخ رواج کے بھروسہ پر زینب کے نکاح کی بابتہ کوئی اعتراض گھڑا جا سکتا ہی اس سے زیادہ تفصیل زینب کے نکاح کی سورہ احزاب میں آوے گی۔

منزل ۳

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ؕ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ

اور پھسلایا اسکو عورت نے جسکے گھر میں تھا اپنا جی تھا اسنے سے اور بند کئے دروازے اور بولے شتابی کر کہا خدا کی پناہ

اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

وہ عزیز مالک ہی میرا اچھی طرح رکھا ہی مجکو البتہ بھلا نہیں پاتے جو لوگ بے انصاف ہوں

ف ۱ اللہ پاک نے عزیز مصر کی بیوی کے حال کی خبر دی کہ عزیز مصر کی بیوی زلیخا جسکے گھر میں یوسف علیہ السلام [illegible] اور اسکے شوہر نے تاکید کی تھی کہ یوسف کو اچھی طرح رکھنا کسی طرح کی تکلیف اسکو نہ ہونے پائے وہ عورت حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن اور جمال پر فریفتہ ہو گئی اسکا جی چاہا کہ یوسف سے بدفعلی کرے اسلئے اسنے خوب بناؤ کیا اور بن سنور کر اپنے مکان کے ساتوں دروازے بند کر دئے جب دیکھا کہ یوسف اس تنہائی اور دروازے بند کرنے پر بھی اسکی طرف متوجہ نہیں ہوتے تو خود اپنی زبان سے اپنے مطلب کا اظہار کیا اور اپنے پاس بلایا یوسف علیہ السلام اسکی اس بات سے بہت ہی پریشان ہوئے اور ایک نہایت معقول عذر اسکے سامنے پیش کیا جو عورتوں کی عقل کے آگے نہایت ہی قوی قیاس بھی تھا فرمایا کہ یہ بات ظلم صریح ہے یہ کیونکر ہو سکتا ہی کہ عزیز مصر جو میرا آقا ہی اسکے گھر میں خیانت کروں اور آقا بھی وہ جو میرا ہر طرح سے کفیل ہی مجھے اچھی طرح رکھتا ہی کسی طرح کی تکلیف نہیں ہونے دیتا مجھے بجائے فرزند کے سمجھتا ہی میں تو خدا کے ساتھ پناہ پکڑتا ہوں عزیز مصر میرا پرورش کرنے والا ہی تو بدفعلی کی خواہش

رکھتی ہو تو نہیں جانتی کہ بدکاری ایک ظلم ہو اور ظلم کرنے والے اللہ کی بارگاہ میں کبھی فلاح نہیں پاتے۔ زنا میں غیر شخص کی عورت پر ہاتھ ڈالا جاتا ہو اسلئے زنا ظلم ٹھہرا یہ اوپر ایک جگہ گزر چکا ہو کہ مثلاً نماز نہ پڑھنا یا روزہ نہ رکھنا یہ حق اللہ کے گناہ کہلاتے ہیں اور کسی کی عورت سے بدکاری کا کرنا یا کسی کا مال چرا لینا یہ حق العباد کے گنہ کہلاتے ہیں۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی یہ حدیث بھی ایک جگہ گزر چکی ہو کہ قیامت کے دن حق العباد کے گنہ گاروں کی نیکیاں صاحب حق کو ملجاویں گی حاصل کلام یہ ہو کہ حق العباد کے گناہ بغیر حق کی تلافی کے فقط توبہ سے معاف نہیں ہوتے بلکہ نیکیوں کی عین ضرورت کے وقت ایسے گنہ گاروں کو نیکیوں کا نقصان پیش آویگا اسلئے فرمایا کہ ایسے گنہ گار قیامت کے دن کچھ بھلائی اور فلاح نہ پاویں گے۔

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ؕ

اور البتہ عورت نے فکر کیا اُس کا اور اُسنے فکر کیا عورت کا اگر نہ ہوتا یہ کہ دیکھے قدرت اپنے رب کی یوں ہی ہوا اسواسطے کہ ہٹا دیں ہم اُس سے برائی

اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ۝

البتہ وہ ہے ہمارے چنے بندوں میں

اس آیۃ کی تفسیر میں علمائے مفسرین نے بڑا اختلاف کیا ہو بعضے کہتے ہیں کہ قصد کی دو قسمیں ہیں ایک قصد مضبوط ہوتا ہو جس طرح زلیخا کا قصد تھا اور ایک قصد اوپرے دل سے ہوتا ہو۔ پہلے قصد پر مواخذہ ہو دوسرے قصد پر مواخذہ نہیں ہو چنانچہ حضرت یوسف کا قصد دوسری قسم کا تھا بعضوں نے کہا ہو یہ معاملہ حضرت یوسف کی نبوت سے پہلے کا ہو لیکن صحیح یہی معلوم ہوتا ہو کہ اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہو کہ حضرت یوسف قصد کرتے اگر خدا کی طرف کی ہدایت کو نہ دیکھتے اِس قول پر بعضے لوگوں نے یہ جو اعتراض کیا ہو کہ لفظ لولا کا جواب مقدم نہیں آتا اوس کا جواب یہ ہو کہ بعضے نحویوں کے نزدیک تو مقدم آتا ہو اور یہ بات تو سب نحویوں کے نزدیک مسلم ہو کہ جواب لولا کا محذوف کہا جاوے تو لفظ لولا سے پہلے جو کچھ بات مذکور ہو وہی محذوف کے قائمقام گنی جاوے اِسی تسلیم کی بنا پر آیۃ ان کادت لتبدی بہ لولا ان ربطنا علی قلبہا کے معنے عام مفسرین یہی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے صبر دینے کے سبب سے حضرت موسیٰ کی ماں نے حضرت موسےٰ کے قصہ کو ظاہر نہیں کیا پھر یہاں یہ معنے کیوں نہ کئے جاویں کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے دیکھنے کے سبب سے حضرت یوسف نے زلیخا کی طرف قصد نہیں کیا۔ اگر نحوی جھگڑے کے سبب سے اِس قول کو صحیح نہ مانا جاوے تو پھر وہی قول صحیح قرار پاتا ہو کہ قصد کی دو قسمیں ہیں ایک مضبوط اور دوسرا اوپرے دل کا اِس قول کی تائید میں ابوہریرہؓ کی روایۃ سے ایک حدیث قدسی بھی صحیح بخاری و مسلم میں ہو جسکے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہو کہ انسان کے فقط بدی کے قصد پر کوئی بدی نہ لکھی جاوے غرض اِن دو قولوں کے علاوہ حضرت عبداللہ بن عباس اور مجاہد کے جو قول ہیں اونکی سند معتبر نہیں ہو۔ رہا ربی کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس کا قول ہو کہ

حضرت یوسف علیہ السلام کو اُسوقت حضرت یعقوب علیہ السلام کی صورت اِس طرح نظر آئی کہ گویا اِس کام سے یعقوب علیہ السلام یوسف علیہ السلام کو منع کر رہے ہیں۔ حاصل مطلب آیۃ کا یہ ہی کہ جب زلیخا نے بدفعلی کا قصد کیا تو ادھر ہی دل سے کچھ وسوسہ یوسف علیہ السلام کے دل میں بھی گزرا تھا لیکن یوسف علیہ السلام اللہ کے چنے ہوئے بندوں میں سے تھے اِسلئے اللہ تعالیٰ نے اونکو اپنی قدرت کی نشانی دکھا کر اوس بُرائی اور بے حیائی کے کام سے روک دیا۔ بُرائی سے مقصود عزیز مصر کی خیانت ہی اور بے حیائی سے مقصود بدکاری ہی۔

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ مِنْ دُبُرٍ وَأَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَى الْبَابِ قَالَتْ مَا جَزَاءُ مَنْ أَرَادَ

اور دونوں دوڑے دروازے کو اور عورت نے چیرا اُسکا کرتہ پیچھے سے اور دونوں مل گئے عورت کے خاوند سے دروازے پاس بولے اور

بِأَهْلِكَ سُوءًا إِلَّا أَنْ يُسْجَنَ أَوْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِي عَنْ نَفْسِي

تیرے گھر میں برائی مگر یہی کہ قید پڑے یا دکھ کی مار یوسف بولا اِسی نے خواہش کی مجھ سے کہ تہا موں اپنا جی

زلیخا کی جب کچھ پیش نہ چلی اور ہزاروں آرزوں اور منتوں پر بھی یوسف علیہ السلام اُسکی طرف ملتفت نہ ہوئے اور اُسکی ساری کوششیں بیکار گئیں اکیلے گھر میں جسکے ساتوں دروازے بند پڑے تھے یوسف علیہ السلام کو اور تو کچھ سوجھی نہیں دروازے کی طرف بھاگ چلے تاکہ مکان سے باہر نکل جائیں کہ وہاں اِس عورت سے چھٹکارا ملیگا اور اِسکے شر سے بچیں گے یوسف علیہ السلام کو بھاگتا دیکھ کر زلیخا بھی اِنکے پیچھے بھاگی کہ اِنکو پکڑ میں باہر نہ جانے دیں اِسی دوا دوش میں یوسف علیہ السلام کا کرتہ اُسکے ہاتھ میں آگیا یوسف علیہ السلام کو اِسکی پروا تو تھی نہیں کہ میرا کپڑا پھٹے گا وہ تو یہ چاہ رہے تھے کہ کسی طرح سے اِس عورت سے رہائی ہو وہ بھاگے چلے گئے پیچھے کا دامن زلیخا کے ہاتھ میں آگیا تھا وہ پھٹ گیا اور پھٹا تو ایسا پھٹا کہ گردن کے پاس سے بالکل نیچے تک کا حصہ اُسکے ہاتھ میں آگیا۔ جب یوسف علیہ السلام دروازے کے پاس آئے اور اِنکے پیچھے زلیخا بھی آگئی تھی کہ اتنے میں اِس کا شوہر بھی وہاں پہونچ گیا۔ اِسنے بہت ہی جلد ایک فریب بنالیا اور شوہر سے کہنے لگی کہ ایسے آدمی کی یہی سزا ہی جو تیری بیوی کے ساتھ بدکاری کا ارادہ کرے کہ اِسکو قید میں رکھنا چاہیئے۔ یوسف علیہ السلام پر زلیخا دل وجان سے عاشق ہوگئی تھی اِس لئے سزا بھی تجویز کی تو ایسی جس میں اِنکو زیادہ تکلیف نہ ہو اور پھر یہ آنکھوں سے اوجھل بھی نہ ہیں مگر فوراً اِس کہنے کے بعد اِسکے دل میں خیال آگیا کہ اِس بات سے میری برات پوری نہیں ہوگی عزیز مصر دل میں تاڑ جائے گا کہ یہ شرارت اِسی عورت کی طرف سے ہی یہی یوسف پر فریفتہ ہی اِسلئے جلدی سے یہ بھی کہدیا کہ یا اِسکو سخت عذاب و تکلیف دینی چاہیئے گو اِس کا دل تو نہیں چاہتا تھا کہ یوسف علیہ السلام کا ایک بال بھی بیکا ہو مگر پردہ داری کے خیال سے اِسکو کہنا ہی پڑا کہ اِنکو درّے وغیرہ کی کوئی سخت سزا ملنی ضرور ہی یوسف علیہ السلام نے جب دیکھا کہ عورت نے آپا صرار کیا اور میں کسی طرح راضی نہ ہوا اور شوہر کے سامنے اوس نے مجھے بدنام کیا اور میرے لئے سزا کی بھی تجویز بتلائی تو آپ نے اپنی برات کے لئے فقط ایک فقرہ جو بالکل

منزل ۳

صحیح صحیح تھا بیان کیا کہ میرا اس میں کوئی قصور نہیں ہی اسنے خود خواہش ظاہر کی اور اس بات کی طالب ہوئی اور میرے بھاگنے پر یہ بھی میرے پیچھے لگی ہوئی چلی آئی میرا کرتہ اسکے ہاتھ میں آگیا اسنے پھاڑ لیا۔ اپنی بے قصوری جتلانے اور زلیخا کے الزام سے بچنے کو زلیخا کی خواہش کا سچا حال یوسف علیہ السلام نے جو ظاہر کیا یہ غیبت میں داخل نہیں ہی کیونکہ کسی شخص کے ضرر سے بچنے کے لئے اوس کا اصل حال بیان کیا جاوے تو اسکو غیبت نہیں کہتے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضہ سے روایت ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ ایک شریر شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ملنے آیا تو آپنے لوگوں کے سامنے اوس کی شرارت کا حال اسلئے بیان فرمادیا کہ لوگ اسکو شر پر جانکر اوسکی شرارت سے بچیں۔ اسی طرح فاسق کے فسق ظالم کے ظلم اور بدعتی کی بدعت سے بچنے کے لئے ایسے لوگوں کا حال انجان شخص پر ظاہر کردینا داخل غیبت نہیں ہی۔ ابن ماجہ اور مستدرک حاکم میں ابو سعید خدری سے روایت ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالی کے حکم سے دو فرشتے پکار کر یہ کہا کرتے ہیں کہ مرد عورتوں کے حق میں اور عورتیں مردوں کے حق میں ایک وبال ہیں۔ یہ حدیث آیہ کے ٹکڑے کی گویا تفسیر ہے جسکا حاصل یہ ہی کہ زلیخا یوسف علیہ السلام کے حق میں ایک وبال ہوگئی حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہی

وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَا إِن كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِن قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ۝

اور گواہی دی ایک گواہ نے عورت کے لوگوں میں سے اگر ہے کرتا اسکا پھٹا آگے سے تو عورت سچی ہی اور وہ ہے جھوٹا

منزل ۴

وَإِن كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِن دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۝

اور اگر ہے کرتہ اسکا پھٹا پیچھے سے تو یہ جھوٹی ہے اور وہ ہے سچا

اس گواہ میں مفسرین نے اختلاف کیا ہی بعضے کہتے ہیں ایک حاکم تھا جس نے یہ فیصلہ کیا کہ اگر حضرت یوسف کا کرتا آگے سے پھٹا ہو تو زلیخا سچی ہی اور اگر پیچھے سے پھٹا ہو تو حضرت یوسف سچے ہیں بعضے کہتے ہیں کہ حاکم نہیں تھا بلکہ ایک تجربہ کار شخص تھا بعضے کہتے ہیں بادشاہ کا مصاحب تھا لیکن صحیح قول یہ ہی کہ زلیخا کے رشتہ داروں میں کا ایک دودھ پیتا بچہ تھا اللہ تعالی نے اوسکو گویا کیا اور اوسنے یہ گواہی دی کیونکہ اگرچہ صحیحین میں دودھ پیتے بچوں کے بولنے کا جو قصہ ہی اسمیں تین بچوں کا ذکر ہے لیکن مسند امام احمد مستدرک حاکم وغیرہ میں معتبر سند سے حضرت عبداللہ بن عباس کی جو روایت ہے اوس میں چوتھے لڑکے کا بھی حضرت یوسف کے گواہ کے بیتے سے ذکر ہے۔ مجاہد کا قول ہی کہ یوسف علیہ السلام کے کرتہ نے یہ گواہی دی لیکن جبکہ قرآن میں یہ تفصیل ہی کہ وہ گواہ زلیخا کے رشتہ داروں میں سے تھا تو اس صورت میں یہ قول صحیح نہیں معلوم ہوتا کیونکہ کرتے کو کسی کا رشتہ دار نہیں کہہ سکتے علاوہ اسکے مجاہد کا یہ قول حضرت عبداللہ بن عباس کی اوس حدیث کے بھی مخالف ہی جس کا ذکر اوپر گذرا اس گواہی کا حاصل یہی ہی کہ اگر کرتہ آگے سے پھٹا ہوگا تو یوسف علیہ السلام کی حملہ کی حالت اور زلیخا کی حملہ روکنے کی حالت ثابت ہوگی اور اگر کرتہ پیچھے سے پھٹا ہوگا تو یوسف علیہ السلام کے بھاگنے کی حالت اور زلیخا کی پیچھے سے کرتہ پکڑنے کی حالت ثابت ہوگی۔

فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ ۭ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ۝ يُوْسُفُ اَعْرِضْ

پھر جب دیکھا عزیز نے کرتہ اسکا پچھاڑ پیچھے سے کہا بیشک یہ ایک فریب ہی تم عورتوں کا البتہ تمہارا فریب بڑا ہی یوسف جانے دے

عَنْ هٰذَا ۡ وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ ۠ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ ۝

یہ مذکور اور عورت تو بخشوا اپنا گناہ یقین ہے کہ تو ہی گنہ گار تھی

جب یوسف علیہ السلام کے سچے ہونے پر گواہی گزری اور دیکھنے پر یہ بات ظاہر ہوئی کہ یوسف علیہ السلام کا کرتہ پیچھے سے پھٹا ہوا ہی تو عزیز مصر کو یقین ہوگیا کہ یوسف علیہ السلام کا اس میں کوئی قصور نہیں ہی یہ سارا فریب اسی عورت کا ہی اسپر اسنے کہا کہ عورتیں اس باب میں نہایت مکار ہوتی ہی۔ صحیح مسلم میں ابو سعید خدری سے روایت ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر مرد کے لئے عورت احتیاط کرنے اور بچنے کی چیز ہے۔ نسائی نے اس روایت میں اتنا اور بڑھایا ہی کہ مرد کے حق میں عورت بڑے فتنہ و فساد میں پڑجانے کی چیز ہے۔ صحیح بخاری و مسلم میں ابو سعید خدری سے روایت ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں کی باتیں اور انکے مکر و فریب ایسے ہیں کہ بڑے بڑے سمجھدار مرد انکے کہنے میں آجاتے ہیں۔ یہ حدیثیں عورتوں کے فتنہ و فساد اور مکر و فریب کی گویا تفسیر ہیں اور ان حدیثوں سے عزیز مصر کے قول کی پوری تصدیق ہوتی ہی۔ پھر عزیز مصر نے یوسف علیہ السلام کو مخاطب ٹھہرا کر کہا کہ تم ان باتوں سے درگزر کرو اور اس قصہ کا چرچا نکرو اور زلیخا سے کہا کہ خطا تیری ہی تو توبہ اور استغفار کر۔ صحیح سند سے طبرانی مستدرک حاکم اور تفسیر ابن ابی حاتم میں عبداللہ بن مسعود سے روایت ہی کہ تین شخص بڑے سمجھدار تھے ایک تو عزیز مصر جسنے قیافہ سے یوسف علیہ السلام کی قدر و منزلت پہچان کر اپنی بیوی زلیخا سے کہا کہ انکو اچھی طرح رکھنا۔ دوسرے شعیب علیہ السلام کی بیٹی جس نے اپنے باپ سے حضرت موسے علیہ السلام کے باب میں کہا کہ یہ صاحب قوت اور امانت دار شخص ہیں انکو نوکر رکھ لینا چاہیے۔ تیسرے حضرت ابوبکر صدیق جنہوں نے عمر علیہ السلام کو اپنا جانشین ٹھہرایا اس آیت سے بھی عزیز مصر کا سمجھدار ہونا نکلتا ہی کیونکہ اونے خاطئین کہا خاطیات نہیں کہا تھا کہ یہ وہم نہ پڑے کہ مرد گنہ گار ہوتے ہی نہیں۔ فقط عورتیں ہی گنہ گار ہوتی ہیں حالانکہ گنہ گار ہونے میں مرد عورت دونوں برابر ہیں۔ چنانچہ مسند امام احمد ترمذی اور مستدرک حاکم میں انس بن مالک سے روایت ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اولاد آدم میں گناہ سے تو کوئی خالی نہیں لیکن وہ گنہ گار اچھے ہیں جو گناہ کے بعد خالص دل سے توبہ کر لیتے ہیں اس حدیث کی سند میں ایک راوی علی بن مسعدہ بصری کی ثقاہت پر اگرچہ بعضے علما نے اعتراض کیا ہی لیکن ابن معین اور ابو حاتم نے علی بن مسعدہ کو معتبر قرار دیا ہی اسی واسطے حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہی اور ذہبی نے حاکم کی اس سند پر کچھ اعتراض نہیں کیا۔

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۭ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ۭ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ

اور کہنے لگیں عورتیں اس شہر میں عزیز کی عورت خواہش کرتی ہی اپنے غلام سے اسکا جی فریفتہ ہوگیا اسکی محبت میں ہم تو دیکھتے ہیں

اللہ پاک نے اِس آیۃ میں اِس بات کی خبر دی کہ باوجود اسکے کہ عزیز مصر نے کوشش کی کہ یوسف زلیخا کا قصہ شہر میں مشہور نہ ہو مگر بحکم قضاو قدر تمام گھروں میں اِس کا چرچا ہونے لگا اور ہر رئیس وامیر کی عورتیں آپس میں اِس بات کا چرچا کرنے لگیں کہ عزیز مصر کی عورت زلیخا ایک جوان پر دل وجان سے فریفتہ ہی اور وہ جوان وہی ہی جسکو اُسکے شوہر نے خریدکیا ہی اُسکی محبت میں دیوانی ہوگئی ہی غلام کی محبت زلیخا کے تمام رگ وریشہ میں سرایت کرگئی ہی اُسے اچھا برا کچھ نہیں سوجھتا وہ بالکل بہک گئی ہی۔ دل پر ایک جھلی جو لپٹی ہوئی ہی اُسکو شغاف کہتے ہیں مطلب ہی کہ زلیخا کے دل کو یوسف کی محبت اِس طرح نے گھیر لیا ہی صحیح بخاری ومسلم میں انس بن مالک سے روایۃ ہی جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمانداروں کے دلوں میں اللہ ورسول کی محبۃ دنیا کی ہر ایک چیز سے زیادہ ہونی چاہیئے۔ اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایماندار وں کے دل دنیا کی چیزوں پر زیادہ مائل نہیں ہوتے اور اِس کی نشانی علمانے یہ بتلائی ہی کہ حکم الٰہی کی تعمیل اور دنیا کی کسی غرض کا مقابلہ آنکر پڑے تو پورے ایماندار لوگ حکم الٰہی کی تعمیل کو دنیا کی غرض پر مقدم رکھتے ہیں کیونکہ اللہ ورسول کی محبت احکام شرع کی تعمیل پر منحصر ہی

فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ أَرْسَلَتْ إِلَيْهِنَّ وَأَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَأً وَآتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ سِكِّينًا

پھر جب سنا اسنے انکا فریب بلوا بھیجا انکو اور تیار کی انکے واسطے ایک مجلس اور دی انکو ہر ایک کے ہاتھ میں ایک چھری

وَقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَأَيْنَهُ أَكْبَرْنَهُ وَقَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلَّهِ

منزل ۳ اور بولے یوسف نکل آ انکے سامنے پھر جب دیکھا اُسکو دہشت میں آگئیں اُسکے اور کاٹ ڈالے اپنے ہاتھ اور کہنے لگیں حاشا اللہ

مَا هَٰذَا بَشَرًا إِنْ هَٰذَا إِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ

نہیں یہ شخص آدمی یہ تو کوئی فرشتہ ہی بزرگ

مصر کے امیر امرا کی جن عورتوں نے زلیخا کو حضرت یوسف علیہ السلام کے عشق اور محبت کا طعنہ دیا تھا اوس طعنہ کو اللہ تعالیٰ نے اِس آیت میں طعنہ نہیں فرمایا مکر فرمایا ہی سیرۃ ابن اسحاق وغیرہ میں اِس کا سبب بیان کیا ہی کہ حقیقۃ میں اون عورتوں کے طعنے میں یہ مکر تھا کہ وہ عورتیں حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن وجمال کا شہرہ سنکر حضرت یوسف علیہ السلام کی صورت کو دیکھنا چاہتی تھیں اِس غرض سے اُنھوں نے یہ حیلہ نکالا کہ زلیخا پر طعن وتشنیع شروع کی تاکہ زلیخا اِس طعن وتشنیع سے گھبراکر اون عورتوں کو حضرت یوسف علیہ السلام کی صورت دکھلادے کہ دیکھو یہ صورت عشق ومحبت پیدا کرنے کے قابل ہی یا نہیں ہی بسواسطے زلیخا نے بھی اِن عورتوں کے مکر کا جواب مکر کی شکل میں دیا کہ اِن عورتوں کی دعوت کی اور دعوت میں دسترخوان پر اِس طرح کے میوہ جات رکھے جنکو چھری سے کاٹنے کی ضرورت پڑے اور ایسے وقت میں یوسف علیہ السلام کو اون عورتوں کے سامنے کیا کہ بجائے میووں کے چھیلنے اور کاٹنے کے اون عورتوں نے اپنے ہاتھ زخمی کرڈالے اوس وقت زلیخا نے اون عورتوں کو قائل کیا اور کہا کہ جس شخص کے ایک نظر دیکھنے سے تم اِس قدر بدحواس ہوگئیں ہر وقت جسکی آنکھوں کے سامنے وہ شخص

ہے اُسکے دل کا کیا حال ہوگا زلیخا کی اِس بات کے جواب میں اِن عورتوں نے کہا کہ بلاشک یہ شخص آدمی نہیں فرشتہ ہی معراج کی صحیح حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام نظر آئے تمام دنیا کے حسن و جمال میں سے نصف حصہ حسن و جمال کا حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے دیا ہی حضرت یوسف علیہ السلام اکثر اپنے منہ پر نقاب ڈالے رہتے تھے تاکہ غیر عورتیں اُنکا حسن و جمال دیکھ کر بدنیت نہ ہوجائیں اور ہر مرد کے لئے اپنی جوانی اور حسن کو قابو میں رکھنا بڑے درجہ کا کام ہی صحیحین کی ابو ہریرہؓ کی حدیث میں اون سات شخصوں کا جو ذکر ہے جنکو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے عرش کا سایہ عطا فرماویگا اون سات شخصوں میں ایک شخص وہ ہی جس کی جوانی اور خوبصورتی پر للچاکر کوئی عزت دار مالدار اور خوبصورت عورت اُس شخص کو بدکاری کے لئے بلاوے اور وہ شخص فقط خدا کے خوف سے اُس بدکاری سے باز رہے باقی کے چھ شخصوں میں ایک وہ شخص ہی جو منصف حاکم ہو دوسرا وہ ہی جو جوان صالح ہو جسکی جوانی اللہ کی عبادت میں بسر ہو تیسرا وہ ہی جسکو جماعت اور مسجد کا ہر دم خیال لگا رہے چوتھا وہ ہی جو دینی غرض سے محض اللہ کے واسطے کسی سے دوستی پیدا کرے پانچواں وہ ہے جو ایک ہاتھ سے صدقہ دیوے اور دوسرے ہاتھ کو خبر نہ ہو چھٹا وہ ہے جو تنہائی میں خدا کے خوف سے روتا رہے۔

منزل ۲ قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِي لُمْتُنَّنِي فِيهِ ۖ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهُ عَنْ نَّفْسِهِ فَاسْتَعْصَمَ ۖ وَلَئِن لَّمْ يَفْعَلْ مَآ
بولی سو یہ وہی ہی کہ طعنہ دیا تم نے مجکو اسکے واسطے اور میں نے چاہا اُس سے اسکا جی پر اُسنے تھام رکھا اور منکر اگر نکریگا جو میں آسکو
اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ۝ قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ
کہتی ہوں البتہ قید پڑیگا اور ہوگا بیعزت یوسف بولا اے رب مجکو قید پسند ہی اسبات سے جسطرف مجکو بلاتیاں ہیں اور اگر تو نہ پھیر یگا
كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝ فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ۚ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝
فریب تو مائل ہوجاؤں اُنکی طرف اور ہوجاؤں بیعقل سو قبول کرلی اُسکی دعا اُسکے رب نے پھیر دفع کیا اُس سے اُنکا فریب البتہ وہی ہی سننے والا

اوپر کی آیت میں یہ بیان ہوچکا ہی کہ عورتوں کے تذکرہ کی خبر جب زلیخا کو پہونچی تو اُسنے ایک محفل آراستہ کرکے اون عورتوں کو بلایا اور فراغت طعام کے بعد ترنج اور چھری دی کہ کاٹ کاٹ کر کھائیں اور اسی اثنا میں یوسف ع کو اُنکے سامنے بلایا یوسف علیہ السلام کے جمال کو دیکھ کر ساری عورتیں حیرت میں آگئیں اور اپنی اپنی انگلیاں کاٹ لیں اور بے ساختہ کہہ اٹھیں کہ یہ تو بشر نہیں معلوم ہوتا یہ کوئی بزرگ فرشتہ ہی اُسپر یہ بات زلیخا نے کہی کہ جسے تم فرشتہ سمجھ رہی ہو اور جسکے حسن کو دیکھکر آپے سے باہر ہوگئیں اور کسی سے ہوش ٹھکانے نہیں یہ وہی شخص ہی جسپر میں بدل و جاں فریفتہ ہوں اسی کی الفت میرے دلمیں نقش کالحجر ہوگئی ہی جس کا چرچا تمام مصر میں پھیلا ہوا ہی اور تم نے مجکو ملامت کی کہ زلیخا ایک نے غلام پر عاشق ہی اب تمہیں انصاف سے کہو

یہ شخص لائق اسکے ہی یا نہیں کہ اسکو پیار کیا جانے اور اسکی محبت کا بیج دل میں بویا جائے پھر اس بات کے جتلانے کے بعد کہ یوسف علیہ السلام سارے عالم میں حسین ہیں یہ بات بھی ظاہر کی کہ تم یہ نہ جانا کہ یہ شخص فقط حسن صورت ہی رکھتا ہی نہیں جیسی اسکی صورت ہی ویسی ہی اسکی سیرت بھی ہی میں نے آپ اس سے محبت کی ابتدا کی تھی اور میں نے خود اسکو اپنی طرف بلایا تھا مگر یہ شخص راضی نہ ہوا معصوم رہا گناہ کا مرتکب نہ ہوا غرضکہ جس طرح حسن میں اپنا آپ یہ مثال ہی اسی طرح عفت و پاکبازی میں بھی بے نظیر ہی پھر زلیخا نے شرم کو بالائے طاق رکھکر صاف صاف کہدیا کہ یوسف اگر میرے حکم کی تعمیل نکریگا اور جو کچھ میں کہتی ہوں اوسے بجا نہ لائیگا تو اسکے حق میں بہت ہی برا ہوگا یا تو ہمیشہ ہمیشہ قید میں رہے گا یا اور کسی دوسری قسم کی ذلت اسکے لئے تجویز کیجائے گی جس سے یہ نہایت ہی ذلیل ہوگا جب حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا کی یہ باتیں سنیں تو انکے دلمیں بہت ہی خوف پیدا ہوا کہ دیکھئے اس عورت سے کس طرح اپنی عفت و عصمت قائم رہتی ہی یہ تو کچھ ہاتھ دھوکر میرے پیچھے پڑی ہی اسلئے انھوں نے خدا سے دعا کی کہ الٰہی عفت و عصمت کے روبرو قید کی کچھ ہستی نہیں میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ قید میں رہوں اور یہ ہرگز منظور نہیں کہ میری آبروریزی ہو اور دامن عصمت میں گناہ کا دھبہ آئے عورتیں جسکام کو مجھ سے کہتی ہیں اگرچہ اس میں کوئی ظاہری ذلت نصیب نہیں ہوتی اور قید ہو جانا ایک نہایت ہی ذلت کی بات ہی مگر میں تو اس قید کی ذلت کو پسند کرتا ہوں اور عورتوں کے کہنے پر عمل کرنا اور ایک گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو جانا ہرگز پسند نہیں کرتا پھر یوسف علیہ السلام نے اثنائے دعا میں یہ بات اپنے پروردگار سے کہی کہ اے معبود حقیقی اگر ان عورتوں کے فریب سے تو مجھے نہ بچائے گا تو ضرور میں انکے دام میں آجاؤں گا اور جبکہ کام کرونگا تو دنیا بھر کے آدمیوں سے جاہل ٹھہرونگا کیونکہ ایک شئی کی برائی کو جانکر پھر اس شئے کے کرنے پر جرارت کا کرنا سوائے جاہل مطلق کے اور کسی کا کام نہیں بعض مفسروں نے یہاں یہ بات بھی بیان کی ہی کہ محفل میں جتنی عورتیں شریک تھیں ان سبکی سب نے باری باری سے خلوت کرکے یوسف علیہ السلام کو بلایا اسی واسطے یوسف علیہ السلام نے اپنی دعا میں یہ کہا کہ خدایا ان عورتوں کے مکر و فریب سے بچا اور نہیں تو اگر فقط زلیخا کا خیال تھا تو بصیغہ جمع نفرماتے واحد کا صیغہ استعمال کرتے اور بعض مفسروں نے کہا صیغہ جمع زلیخا کی شان میں بطور تعظیم کے فرمایا تھا۔ بہرحال اللہ پاک نے یوسفؑ کی دعا کا حال بیان فرماکر یہ بیان کیا کہ یوسف علیہ السلام کی اس عاجزی اور انکساری سے دعا کرنے کو اسکے رب نے قبول کرلیا اور اول عورتوں کے مکر و فریب سے خدا نے یوسف علیہ السلام کو بچا لیا کیونکہ وہ ہر ایک ظاہر اور پوشیدہ باتوں کا یکسان سننے والا ہی اور ہر شخص کے دلی حالات کا جاننے والا ہی صحیح بخاری مسلم ترمذی اور نسائی میں عبداللہ بن مسعود سے روایت ہی کہ ہجرت سے پہلے وہ کعبہ کے ستون کی آڑ میں تھے تین مشرک لوگ بھی وہاں آئے اور آڑ کے سبب سے عبداللہ بن مسعود کو انھوں نے نہیں دیکھا اور آپس میں کچھ باتیں کیں جسکو عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں میں وہ باتیں نہیں سنیں لیکن اللہ تعالیٰ نے وہ باتیں سنکر ان مشرکوں کے حق میں سورہ حم سجدہ کی آیتیں نازل فرمائیں ان آیتوں کی تفسیر دسویں سورۃ میں آویگی۔ طبرانی اور مسند بزار کے حوالہ سے انس بن مالک کی صحیح حدیث

منزل ۳

ایک جگہ گزر چکی ہی کہ نامہ اعمال کے لکھنے والے فرشتونکو بعضے عملون کا حال معلوم نہ ہوگا لیکن اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائیگا کہ یہ عمل خالص دل سے نہیں کئے گئے اسواسطے اِن عملون کو بغیر ثواب کے نامہ اعمال میں سے نکال دیا جاوے یہ حدیثین انہ ہو السمیع العلیم کی گویا تفسیر ہیں۔

ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا رَأَوُا الْآيَاتِ لَيَسْجُنُنَّهُ حَتَّىٰ حِينٍ ۝

پھر یون سوجھا لوگون کو اُن نشانیون کے دیکھنے پر کہ تیدرکھیں اُسکو ایک مدت

اوپر کی آیتہ میں اللہ پاک نے یوسف علیہ السلام کی دعا اور اُسکے مقبول ہونے کا حال بیان فرماکر اب یہ کیفیت قید کی بیان فرمائی کہ جب اِس بات کا چرچا ہر ایک رئیس و امیر کے گھر میں ہونے لگا اور ہر شخص کی زبان پر یہی مذکور تھا کہ زلیخا عزیز مصر کی بیوی اپنے شوہر کے غلام پر دل وجان سے فریفتہ ہی اور اوسکی محبت میں دیوانی ہورہی ہی اور اُسنے آپ اپنی خواہش نفس ظاہر کی اسپر عزیز مصر اپنے صلاح کارون کی صلاح اور مشورے سے اِس بات پر آمادہ ہوا کہ یوسفؑ کو قید میں رکھنا چاہیئے حالانکہ سارے لوگ جان چکے تھے اور کھلی کھلی شہادت اور نشانیاں موجود تھیں کہ اِس مقدمہ میں یوسفؑ کا کوئی قصور نہیں ساری شرارت عورت کی ہی بے زبان بچے کی گواہی گزر چکی تھی کہ اگر کرتہ یوسفؑ کا پیچھے سے پھٹا ہو تو یوسف بے خطا ہیں اور خطاوار عورت ہی چنانچہ کرتہ کے دیکھنے سے یوسف علیہ السلام کا بے قصور ہونا عزیز مصر کو اچھی طرح ثابت ہوگیا تھا اس بنا پر یوسف علیہ السلام سے عزیز مصر نے یہ بات کہی تھی کہ یوسف ان باتون سے درگذر کر اور اپنی عورت کو مغفرت کے لیے کہا تھا کہ تو خطاوار ہی مگر پھر بھی سوائے اِس بات کے اور کچھ بن نہ آیا کہ یوسف علیہ السلام کو قید میں رکھا جائے تاکہ لوگ جانیں کہ عورت بے قصور ہے اگر کچھ خطا ہی تو اسی مرد کی ہی۔ دوسری مصلحت یہ تھی اگر انکو قید نہ کیا جاوے اور دونون ایک جگہ ہون گے تو عورت کبھی باز نہ آئے گی کسی نہ کسی حیلہ سے ضرور یوسفؑ پر قابض ہوجائے گی اور انکو اپنے پھندے میں پھانسے گی اسلیے ضرور ہی کہ انکو قید ہی کردیا جائے کہ عورت کا پھر کچھ بس یوسف علیہ السلام پر نہ چلے اور لوگون میں اس کا چرچا موقوف ہوجائے اور لوگ یہ بھی جان جائیں کہ ضرور یوسفؑ کی طرف سے یہ بات شروع ہوئی ہی اور انہیں کی خطا ہی جسکی سزا میں جیل خانہ گئے ہیں اور مدت اِس قید کی اتنی رکھی گئی تھی کہ اُس عرصہ میں یہ قصہ دفع ہوجائے اِس تیدمیں اللہ پاک نے مدت نامعلوم رکھی ہی مگر بعض مفسرون نے اسکے متعلق یہ بیان کیا ہی کہ جب تک اِس معاملہ کا چرچا موقوف نہ ہوجائے اُسوقت تک کی یہ قید تھی اور سعید بن جبیر نے سات سال کہا ہی اور کسی نے پانچ برس اور کسی نے چھ سال۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام تین مرتبہ مصیبت میں آئے اول مرتبہ تو اِس طرح پر قید میں گئے پھر جب قید خانہ میں اذکرنی عند ربک کہا تو اور کئی سال تک قید میں رہ گئے پھر تیسری دفعہ جب بھائیون سے یہ کہا کہ ایتہا العیر انکم لسارقون تو بھائیون نے منہ در منہ یہ جواب دیا کہ اِن یسرق فقد سرق اخ لہ صحیح مسلم ابوداؤد اور صحیح ابن حزیمہ میں جابرؓ بن عبداللہ سے روایتہ ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

منزل ۳

فرمایا آدمی کو چاہیئے کہ اپنی اولاد اور اپنے مال کے حق میں بد دعا نکرے کیونکہ مقبولیت کے وقت میں وہ بد دعا قبول ہو جاتی ہے جس سے آدمی کو ضرر پہونچ جاتا ہے اوپر کی آیتوں اور اس آیۃ اور حدیث کے ملانے سے یہ مطلب قرار پایا کہ جب زلیخا نے یوسف علیہ السلام کو قید سے ڈرایا تو یوسف علیہ السلام کی زبان سے بھی بد دعا کے طور پر قید کی خواہش نکل گئی اور اس بد دعا کے قبول ہو جانے سے اسکے ظہور کا یہ سامان بہم پہونچ گیا کہ آخر عزیز مصر کی صلاح یوسف علیہ السلام کے قید کرنے پر جم گئی اور یوسف علیہ السلام جیل خانہ میں بھیج دیئے گئے اگر یوسف علیہ السلام فقط ان عورتوں کے مکر فریب سے بچنے کی دعا کرتے اور وہ دعا قبول ہو جاتی تو اوسی طرح کا کوئی انتظام غیب سے ہو جاتا مگر تقدیر الٰہی میں یون ہی تھا کہ بت پرستوں کے ہاتھ سے ایک اللہ کے نبی جیل خانے جانے کی تکلیف اٹھاوین گے۔

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ۖ قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا ۖ وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ

اور داخل ہوئے بندی خانہ میں اسکے ساتھ دو جوان کہنے لگا انمیں سے ایک میں دیکھا ہون کہ میں نچوڑتا ہون شراب اور دوسرے نے کہا میں

رَاْسِيْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ۭ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

اپنے سر پر روٹی کہ جانور کھاتے ہیں اس میں سے بتا ہمکو اسکی تعبیر ہم دیکھتے ہیں تجھ کو نیکی والا

یہان اتنی بات محذوف ہے کہ جب عزیز مصر کی صلاح یوسف علیہ السلام کے قید کرنے پر جم گئی اور یوسف علیہ السلام قید خانہ میں داخل ہوئے تو دو شخص اور بھی بادشاہ مصر کے دربار کے انکے ہمراہ قید ہوئے ایک تو بادشاہ کا ساقی تھا آبدار خانہ شاہی کا اہتمام اسکے ہاتھ میں تھا بادشاہ کو شراب پلانے پر مقرر تھا اور دوسرا باورچی خانہ کا داروغہ تھا شاہی کھانے کا انتظام اسکے سپرد تھا ان دونوں کو اہل مصر نے اس بات پر آمادہ کیا تھا کہ بادشاہ کو شراب اور کھانے میں زہر دیدین اور اس کی رشوت میں جس قدر روپیہ چاہیں ہم سے لیں ایک روز بادشاہ کو کھانے کے وقت کچھ شبہ پیدا ہوا دونوں سے دریافت کیا یہ کھانا اور شراب کس قسم کے ہیں ساقی نے کہہ دیا کہ آپ یہ کھانا نہ کھائیں اس میں زہر ملا ہوا ہے بادشاہ نے ساقی سے کہا تو یہ شراب پی جا وہ پی گیا اوسے کچھ نقصان نہ پہونچا اور باورچی سے کہا کہ تو یہ کھانا کھا جا اسنے کھانے سے انکار کیا تو وہ کھانا کسی جانور کو کھلایا گیا وہ فوراً مر گیا اس جرم میں ساقی اور نان بائی دونوں کے دونوں جیل خانہ میں بھیجے گئے۔ پانچ برس کے بعد ان دونوں نے خواب دیکھا ساقی نے یہ خواب میں دیکھا کہ میں انگور نچوڑ نچوڑ کر شراب بنا رہا ہوں اور باورچی نے یہ خواب دیکھا کہ میں اپنے سر پر روٹیان لئے جاتا ہوں اور جانور اسے نوچ نوچ کر کھاتے ہیں یوسف علیہ السلام قید خانہ میں بھی ہر وقت یاد الٰہی میں مصروف اور ہر وقت خدا کی عبادت کرتے رہتے تھے اور قیدیوں کے حال پر بھی بہت مہربان تھے جب کوئی بیمار ہوتا تو اوس کی خبر گیری کرتے اور نہایت محبت سے انکے ساتھ پیش آتے تھے اسی واسطے ان دونوں نے یوسف علیہ السلام سے اپنا خواب بیان کیا اور کہا کہ ہم آپکو نیکوکار جانتے ہیں آپ ہمارے اس خواب کی تعبیر بیان کیجئے صحیح مسلم میں ابو ہریرہ سے روایت ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ

منزل ۳

علیہ وسلم نے فرمایا سب سے زیادہ سچا خواب تو سچ بولنے والے دیندار شخص کا ہوتا ہی مطلب یہ ہی کہ سچ بولنے والے دیندار شخص کا دل سچ پر جما ہوا ہوتا ہی اسلئے اُسکے دل میں جو خیال آتا ہی وہ اکثر سچا ہوتا ہی اور یوں تو کبھی کبھی بت پرستوں کا خواب بھی سچا ہوتا ہی جسطرح مثلاً یہ ساقی اور نان بائی کا خواب یا بادشاہ مصر کا خواب جسکا ذکر آگے آویگا۔

قَالَ لَا يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقَانِهِ إِلَّا نَبَّأْتُكُمَا بِتَأْوِيلِهِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَكُمَا ذَٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِي رَبِّي إِنِّي

بولا نہ آنے پاویگا تم کو کھانا جو ہر روز تم کو ملتا ہی مگر بتا چکوں گا تم کو اُسکی تعبیر اُسکے آنے سے پہلے یہ علم ہی کہ مجکو سکھایا میرے رب نے

تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ ۝ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَائِي إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ

میں نے چھوڑا دین اُس قوم کا کہ یقین نہیں رکھتے اللہ پر اور آخرت سے وہ منکر ہیں اور پکڑا میں نے دین اپنے باپ دادوں کا ابرہیم اور

وَيَعْقُوبَ ۚ مَا كَانَ لَنَا أَنْ نُشْرِكَ بِاللَّهِ مِنْ شَيْءٍ ۚ ذَٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ۝

اور یعقوب کا ہمارا کام نہیں کہ شریک کریں اللہ کا کسی چیز کو یہ فضل ہی اللہ کا ہم پر اور سب لوگوں پر لیکن بہت لوگ بھلا نہیں مانتے

یوسف علیہ السلام نے ساقی اور باورچی سے جنہوں نے اپنے خواب کی تعبیر پوچھی تھی پہلے تو یہ فرمایا کہ تمہارا کھانا جس وقت آئے گا اُس سے پہلے میں تمہارے خواب کی تعبیر کہدوں گا اور جو کچھ میں کہوں گا نہ تو وہ جادو کے زور سے کہونگا اور نہ علم نجوم اور نہ تعلیم شیطان سے بلکہ اوس علم کے ذریعہ سے بتلاؤں گا جسکی تعلیم مجکو میرے پروردگار عالم نے کی ہی اور جو علم خداوند جل شانہ نے عطا کیا ہی اوس سے میں یہ تعبیر بتلاؤں گا اِس کے بعد پھر آپ کے دین اسلام کی تلقین کرنی شروع کی اور بت پرستی کی مذمت بیان کی کہ میں بچپن سے اوس قوم کے میل جول میں تھا جو نہ تو خدا پر ایمان رکھتے تھے اور نہ آخرت پر انکا دین وایمان تھا مگر میں سرے سے اوس عقیدہ کا پابند نہیں ہوا اور اپنے باپ دادا ابراہیم علیہ السلام و اسحٰق علیہ السلام و یعقوب علیہ السلام کے طریقہ پر رہا کہ ہمیشہ خدا واحد کو اکیلا جانتا رہا اور اُسی کو قادر مطلق تصور کرتا رہا اور سچ پوچھو تو ہمیں زیبا بھی نہیں ہی کہ جس خدا نے ہمیں خاک سے بنایا اور دنیا کی ساری چیزیں ہماری ضرورتوں کے لئے پیدا کیں اور پھر ہم اِسکے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہراکر پرستش کریں اِسکے بعد پھر یہ فرمایا کہ باوجود اِس بات کے کہ خدا کی وحدانیت کی نشانیاں بالکل ظاہر ہیں اور اُسکی خدائی کا پتہ ذرہ ذرہ سے عیاں ہی انسان اگر تھوڑی عقل والا بھی ہو تو خدا سے غور و فکر میں اللہ پاک کو واحد اور بے مثل جان لے مگر خدا نے جس کسی کو ایسی عقل اور ایسا دل دیا اور جس شخص کا ایسا عقیدہ بنایا وہ محض اُسکا فضل ہی ہم اگر یہ کہیں کہ ہم اپنی سمجھ سے خدا کو اکیلا مانتے ہیں اوسی کو ہر ایک امر میں قادر مطلق جانتے ہیں تو یہ بالکل نادانی ہی یہ اُسکا احسان ہی کہ اُسنے ہمیں ایسی سمجھ دی اور راہ حق پر لگایا مگر اکثر آدمی اِن باتوں کو نہیں سمجھتے اور خداوند جل جلالہ کی ناشکری کرتے ہیں۔ من فضل اللہ علینا و علی الناس۔ انبیا کے گروہ پر تو اللہ کا یہ فضل ہی کہ اللہ نے انکو اپنا نائب بنا کر دنیا میں بھیجا اور عام لوگوں پر اللہ کا یہ فضل ہی کہ اُسنے عالم لوگوں کی ہدایت کے لئے انبیا کو اپنا نائب بنایا۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے معاذ رضؓ بن جبل کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی جس میں

منزل ۳

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کا حق بندوں پر یہ ہی کہ وہ اللہ کی عبادت میں کسی کو شریک نکریں اس حق کے ادا ہونے پر اللہ کا وعدہ یہ ہی کہ وہ شرک سے بچنے والے اپنے بندونکو دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھے گا۔ اس حدیث کو آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ اللہ تعالی نے انسان کو اور انسان کی سب ضرورت کی چیزوں کو پیدا کیا اسلیے اسکی شکرگذاری میں انسان کو لازم ہی کہ وہ خالص اللہ کی عبادت کرے اوسکی عبادت میں دوسرونکو شریک نہ ٹھراوے لیکن دنیا میں بہت سے لوگ اس شکرگزاری کے راستہ کو بھولے ہوئے ہیں۔ بعضوں نے تو سوا اللہ کے اورونکو اپنا معبود بنا رکھا ہی بعضے بدعت میں گرفتار ہیں جس سے انکا عبادت کا طریقہ حکم الہی کے موافق نہیں ہی بعضے دنیا کے دکھاوے کے لئے عبادت کرتے ہیں جو بالکل رائگاں ہی۔ یہ سب کچھ اسلیے ہی کہ ان لوگون کے دل میں آخرت کے عذاب وثواب کا یا تو یقین ہی نہیں ہی یا ہی تو پورا نہیں ہی اسواسطے جنکو آخرت کا یقین نہیں وہ تو آخرت کے بالکل منکر ہیں اور ادھورے یقین والے ریاکاری اور بدعت میں گرفتار ہیں ملتہ قوم لایؤمنون باللہ وہم بالآخرۃ ہم کافرون سے مقصود یہان عزیز مصر اور اسکی قوم ہی کہ انہی لوگوں میں یوسف علیہ السلام بچپنے سے بڑے ہوئے اور انہیں لوگوں کے شرک سے آپ بیزار تھے

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ

اے رفیقو بندی خانے کے بھلا کئی معبود جدا جدا بہتر یا اللہ اکیلا زبردست کچھ نہیں پوجتے ہو سوائے اسکے گرنام

منزل ۳

اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۭ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا

ہیں کہ رکھ لئے ہیں تم نے اور تمہارے باپ دادون نے نہیں اتاری اللہ نے انکی کوئی سند حکومت نہیں ہی کسی کے سوائے اللہ کے

اِلَّآ اِيَّاهُ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

اسنے فرمادیا کہ نہ پوجو مگر اسی کو یہی ہی راہ سیدھی پر بہت لوگ نہیں جانتے

یوسف علیہ السلام نے کفر کی مذمت اور توحید کا حال اور خداوند جل جلالہ کے اوصاف بیان کرکے یہ نصیحت فرمائی کہ اے میرے قید کے مصاحبو ذرا غور کرو کہ یہ بت پرستی بہتر ہی یا حق پرستی اور یہ تمہارے کئی جدا جدا معبود اچھے ہیں یا وہ خدائے برتر کہ جو اپنی ذات اور صفات میں اکیلا اور ساری خدائی میں اسی کا بول بالا ہی اسکے قہر کے آگے کسی کی کچھ نہیں چل سکتی پھر فرمایا کہ تم جو ان بتوں کی پرستش کرتے ہو اسکی پوری سند نہیں ہی یہ بت تو تمہارے جعلی معبود ہیں تم نے اور تمہارے باپ دادا نے پتھر کی مورتیں تراش کر انکے جدا جدا نام رکھ چھوڑے ہیں اور اوسی کو پوجنے لگے ہیں ورنہ ان میں کوئی طاقت اور کوئی قدرت نہیں ہی جو معبود بننے کے لائق ہو سکیں اگر سارے جہان کو پیدا کیا ہی تو اوسی اللہ نے اور اگر حکومت اور قبضہ سارے جہان پر ہی تو وہ فقط اس اللہ جل شانہ کا ہی اس میں کسی غیر کی شرکت نہیں ہی اس بنا پر اگر پرستش کے لائق ہی تو وہی ہی اور تم بھی اب سے خبردار ہو جاؤ کہ اوسی کو اکیلا جانو اور اسی کی خالص بندگی کرو کیونکہ یہی دین مستقیم ہی اور اسی کا نام صراط مستقیم ہی جو شخص اس راہ سے ذرا بھی ورے پرے ہوا تو شیطان کا

تسلط اُسپر ہو جاویگا اکثر لوگ ان باتوں کو نہیں جانتے ہیں اور اسی سبب سے گمراہی اور شرک و کفر میں مبتلا رہتے ہیں صحیح بخاری کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن عباس کی روایۃ ایک جگہ گزر چکی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ پچھلے زمانے میں کچھ نیک لوگ مر گئے تھے جنکے مرجانے کا رنج و غم اُنکے رشتہ داروں اور معتقدوں کے دلوں پر بہت تھا شیطان نے موقع پاکر ان لوگوں کو یہ بہکایا کہ اول نیک لوگوں کی شکل کے بت بنا کر رکھ لیے جاویں تاکہ اوں بتوں کے دیکھ لینے سے اُن نیک لوگوں کی صورت آنکھوں کے سامنے رہے اور اس تدبیر سے اوں نیک لوگوں کی صورتوں کے آنکھوں کے سامنے سے اُٹھ جانے کا رنج و غم کچھ کم ہو جاوے۔ شیطان کے بہکانے سے اوں لوگوں نے وہ بت بنائے اور رفتہ رفتہ اُن بتوں کی پوجا ہونے لگی جو آجتک چلی آتی ہے ہشام بن محمد کلبی مفسر نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ یہ نیک لوگ قابیل بن آدم کی اولاد میں سے تھے اور اُسی زمانے میں یہ مورتیں بنائی گئیں اور ادریس علیہ السلام کے نبی ہونے کے زمانے میں ان مورتوں کی پوجا ہونے لگی پہلے ادریس علیہ السلام اور پھر حضرت ادریس کے بعد نوح علیہ السلام اسی بت پرستی کے مٹانے کو نبی ہو کر آئے اور رفتہ رفتہ اسی مورت پرستی کی شاخیں ستارہ پرستی آتش پرستی وغیرہ نکل آئیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ یہ سب پوجائیں دین الٰہی سے الگ لوگوں کی گھڑی ہوئی باتیں اللہ تعالیٰ کو ایسی ناپسند ہیں کہ انکے وبال میں نوح علیہ السلام سے لیکر فرعون تک بہت سی قوموں کو اللہ تعالیٰ نے طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک کر دیا اسی واسطے ان پوجاؤں کو بے سند اور توحید کو سیدھی راہ فرمایا یہ ہشام بن محمد اگرچہ حدیث کی روایۃ میں معتبر نہیں ہیں لیکن تاریخ میں انکا اعتبار ہے یہ مضمون بہت سے علماء نے لیا حافظ عبدالرحمن ابن جوزی نے اپنی کتاب تلبیس ابلیس میں انکے قول کا جگہ جگہ حوالہ دیا ہے۔ منزل ۳

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ

اے رفیقو بندی خانے کے ایک جو ہے تم دونوں سو پلاویگا اپنے حاوند کو شراب اور دوسرا جو ہے سو سولی چڑھیگا پھر کھاویگے پرند

مِنْ رَّاْسِهٖ ۭ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ۝

اُسکے سر میں سے فیصل ہوا کام جس کی تحقیق تم چاہتے تھے

ساقی اور نان بائی اور بادشاہ مصر ان تین کافر شخصوں کے خواب اور تعبیر کا ذکر ان آیتوں اور آگے کی آیتوں میں آچکا ہے اور کسی آیۃ میں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ کافر مشرک یا فاسق فاجر شخصوں کے سب خواب جھوٹے ہوتے ہیں اسی واسطے صحیح مذہب علمائے اہل سنت کا یہی قرار پایا ہے کہ اہل اسلام نیک لوگوں کا خواب اکثر صحیح ہوتا ہے اور کافر مشرک فاسق فاجر لوگوں کا خواب بھی کبھی کبھی صحیح ہوتا ہے اور صحاح کی کتابوں میں حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت عبداللہ بن عباس اور مسند امام احمد وغیرہ میں حضرت عائشہ کی حدیثیں جو ہیں جنکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض وفات کے وقت خاص اہل اسلام کو خوشخبری دی ہے اور یہ فرمایا ہے کہ میرے بعد نبوت اور وحی تو ختم ہو گئی لیکن اہل اسلام کا خواب غیب کی خبر معلوم ہونے کا ایک ذریعہ ہے جو میرے بعد بھی باقی رہے گا ان حدیثوں اور ان آیتوں کو ملا کر علماء نے

یہی مطلب نکالا ہی کہ اہل اسلام نیک لوگوں کے خواب اکثر سچے ہونگے اور کافر مشرک فاسق فاجر لوگوں کے خواب کبھی کبھی سچے ہوں گے کیونکہ سوا انبیاء کے اور سب کے خوابوں میں شیطان کے بہکاوے اور غلطی کے ڈالنے کا دخل اگرچہ موجود ہی مگر کافر مشرک فاسق فاجر لوگ شیطان کی مرضی کے موافق کام کرتے رہتے ہیں اسلئے اُنکے ہر کام اور اُنکی ہر بات میں شیطان کا دخل بہ نسبت اہل اسلام کے زیادہ ہی اور ذکر الٰہی کے سبب سے نیک اہل اسلام پر شیطان کا غلبہ کم ہی بعضے لوگوں نے فقط خواب کے ذکر کی ان حدیثوں سے الہام کا انکار کیا ہی اس کا جواب حافظ ابن حجر اور علماء نے یہ دیا ہی کہ خواب تو عام اہل اسلام دیکھ سکتے ہیں اور الہام خاص خاص اللہ کے بندوں کو ہوتا ہی اسواسطے عام اہل اسلام کے ذکر کیوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فقط خواب کا تذکرہ فرمایا ہی اور الہام کا ذکر خاص طور پر جدا فرمایا ہی چنانچہ صحیحین کی حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث میں فرمایا ہی کہ پہلی امتوں میں صاحب الہام لوگ گذرے ہیں اگر اس امت میں بھی صاحب الہام لوگ ہوئے تو حضرت عمرؓ کو فرمایا کہ یہ ضرور صاحب الہام ہیں غرض خواب کی حدیث جدا ہی اور الہام کی حدیث جدا ہی ایک حدیث کے مطلب سے دوسری صحیح حدیث کا انکار ایک بڑی غلطی ہی مصنف ابن ابی شیبہ تفسیر ابن ابی حاتم اور تفسیر ابن جریر میں عبداللہ بن مسعود کا قول ہی کہ یوسف علیہ السلام نے جب نان بائی کے سولی پر چڑھائے جانے کی تعبیر بیان کی تو ساقی اور نان بائی دونوں اپنے خوابوں کے منکر ہوگئے اسی کا جواب یوسف علیہ السلام نے یہ دیا قضی الامر الذی فیہ تستفتیان جس کا مطلب ہی کہ جو خواب تم دونوں نے بیان کرکے انکی تعبیر پوچھی تھی اب جبکہ انکی تعبیر بیان کی جاچکی تو اسکے موافق ظہور ضرور ہوگا اب خواب کے انکار کرنے سے وہ تعبیر ٹل نہیں سکتی جھوٹا خواب بنانا بڑے وبال کی بات ہی چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباس اور ابوہریرہؓ سے اور ترمذی اور مستدرک حاکم میں حضرت علیؓ سے موقوف و مرفوع روایتیں ہیں جنمیں اسکا ذکر تفصیل سے ہی

منزل ۳

وَقَالَ لِلَّذِي ظَنَّ أَنَّهُ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِي عِندَ رَبِّكَ فَأَنسَاهُ الشَّيْطَانُ ذِكْرَ رَبِّهِ

اور کہہ دیا اسکو جسکو جانا کہ بچیگا ان دونوں میں میرا ذکر کریو اپنے خاوند پاس سو بھلا دیا اسکو شیطان نے ذکر کرنا

فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِينَ ع ۵ ۱۵

اپنے خاوند سے پھر رہ گیا قید میں کئی برس

یوسف علیہ السلام نے خواب کی تعبیر بتلاکر ساقی سے یہ کہا کہ تو اپنے بادشاہ سے میرا ذکر کیجیو کہ قید خانہ میں ایک غلام مظلوم بھی مقید ہی اور پانچ برس اسکو قید میں گذر چکے وہ خواب کی تعبیر بہت اچھی بیان کرتا ہی مگر جب ساقی قید سے باہر نکلا تو شیطان نے اسے بھلا دیا اور اوس نے یوسف علیہ السلام کا تذکرہ اپنے بادشاہ کے سامنے نہ کیا اور یوسف علیہ السلام اور تھوڑے عرصہ تک قید میں رہی مجاہد و محمد بن اسحاق وغیرہ نے فانسہ الشیطان الایۃ کی یہی تفسیر بیان کی ہی جو اوپر بیان کی گئی مگر اکثر مفسرین نے یہ تفسیر بیان کی ہی کہ یوسف علیہ السلام کو شیطان نے خدا کی یاد بھلا دی کہ خدا کا بھروسہ چھوڑکر اوسنے ساقی سے یہ بات کہی کہ تو اپنے بادشاہ سے کہنا اس طرح پر ایک شخص جیل خانہ میں قید ہے

اِس بات پر یوسف علیہ السلام چند عرصہ تک اور قید میں رہے۔ بضع سنین کے معنے مجاہد و قتادہ نے یہ بیان کئے ہیں کہ تین سے نو تک بضع سنین ہے وہب بن منبہ کا قول ہے کہ حضرت ایوب بلا میں اور حضرت یوسف زندان میں اور بخت نصر عذاب میں سات سات برس رہے ضحاک کہتے ہیں کہ حضرت یوسف کل چودہ برس قید میں رہے ابن عباس فرماتے ہیں کہ بارہ برس رہے مصنف ابن ابی شیبہ و مسند عبد اللہ بن احمد و تفسیر ابن ابی حاتم میں حضرت انس سے روایت ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت یوسف علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ تجھکو قتل سے کس نے بچایا جب تیرے بھائیوں نے تیرے مار ڈالنے کا ارادہ کیا تھا حضرت یوسف نے کہا اے رب تو نے پھر پوچھا کہ جب تیرے بھائیوں نے تجھ کو کنوئیں میں ڈال دیا تو کس نے تجھے نکالا حضرت یوسف نے کہا اے رب تو نے پھر پوچھا کہ جب عزیز مصر کی عورت نے بدکاری کا ارادہ کیا تو کس نے اُسکے ہاتھ سے تجھے نجات دی فرمایا کہ اے رب تو نے اسپر اللہ پاک نے فرمایا کہ پھر کس طرح تو مجھکو بھول گیا اور آدمی پر بھروسہ کیا حضرت یوسف نے کہا کہ گھبراہٹ میں یہ بات زبان سے نکل گئی فرمایا کہ مجھے اپنی عزت کی قسم ہے کہ چند سال اور میں تجھکو قید خانہ میں رکھوں گا چنانچہ سات برس وہ قید میں اور رہے۔ طبرانی تفسیر ابن جریر وغیرہ میں حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ یوسف علیہ السلام ساقی سے اذکرنی عند ربک نہ کہتے تو اور زیادہ قید میں نہ رہتے اگرچہ اِس حدیث کی سند میں سفیان بن وکیع اور ابراہیم بن زید یہ دو راوی ضعیف ہیں لیکن انس بن مالک کی حدیث جو اوپر گزر چکی اوس سے اِس روایت کو تقویت ہو جاتی ہے کیونکہ اُس حدیث کی ابن ابی حاتم کی سند معتبر ہے علاوہ اسکے تفسیر ابن ابی حاتم میں اسی مضمون کی ایک حدیث ابو ہریرہ کی روایۃ سے بھی ہے تو ایک جگہ گزر چکا ہے کہ تفسیر ابن ابی حاتم میں صحت روایۃ کی پابندی بہ نسبت تفسیر ابن جریر اور مستدرک حاکم کی زیادہ ہے

متن ۳

وَقَالَ الْمَلِكُ إِنِّي أَرَىٰ سَبْعَ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَسَبْعَ سُنْبُلَاتٍ

اور کہا بادشاہ نے میں خواب میں دیکھتا ہوں سات گائیں موٹی انکو کھاتی ہیں سات دبلی اور سات بالیں ہری

خُضْرٍ وَأُخَرَ يَابِسَاتٍ ۖ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَفْتُونِي فِي رُؤْيَايَ إِنْ كُنْتُمْ لِلرُّؤْيَا تَعْبُرُونَ

اور دوسری سوکھی اے درباریو تعبیر کہو مجھ سے میرے خواب کی اگر ہو تم خواب کی تعبیر کرتے

دنیا عالم اسباب ہے ہر مقصد کے پورا ہونے کے لئے اللہ تعالی نے کوئی نہ کوئی سبب دنیا میں پیدا کیا ہے مگر یہ بات اللہ تعالی ہی جانتا ہے کہ کس سبب سے کونسا مقصد پورا ہوگا ساقی اور نان بائی کے خواب کی تعبیر جب حضرت یوسف علیہ السلام نے بتلائی تھی تو حضرت یوسف علیہ السلام کے دل میں یہ خیال گذرا تھا کہ شاید ساقی کا قید سے چھوٹنا حضرت یوسف کی بھی رہائی کا سبب قرار پاویگا اس لئے ساقی سے حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا تھا کہ جب تو قید خانہ سے چھوٹ کر بادشاہ کے پاس جاوے تو میرا ذکر بھی بادشاہ سے کیجیو لیکن اللہ تعالی کے علم میں ساقی کا قید سے چھوٹنا اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کی رہائی کا پورا سبب قرار نہیں پایا تھا بلکہ سات برس کے بعد مصر کے بادشاہ کا خواب اور اس ساقی کا حضرت یوسف علیہ السلام کا حال بادشاہ سے بیان کرنا یہ سب باتیں ملکر علم الٰہی میں حضرت یوسف علیہ السلام کی رہائی کا سبب قرار پائی تھیں جب

علم الٰہی کے موافق جو سبب تھا اوس کا وقت آگیا تو ریان بن ولید بادشاہ مصر نے یہ خواب دیکھا جس کا ذکر اس آیۃ میں ہی اور اِس خواب سے وہ ڈر گیا اور اپنے شہر کے جادوگروں اور کاہنوں اور عقلمندوں سب سے اِس خواب کی تعبیر پوچھی اور وہ سب اِس خواب کی تعبیر بتلانے سے عاجز آگئے اِسی چرچے سے سات برس کی بھولی ہوئی بات ساقی کو یاد آئی اور اُسنے بادشاہ سے حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر کیا اور جیل خانہ میں آنکر حضرت یوسف علیہ السلام سے بادشاہ کا خواب بیان کیا اور حضرت یوسف علیہ السلام نے اُس خواب کی تعبیر ایسی بتلائی کہ بادشاہ اور سب اہل مصر دنگ ہو گئے غرض اُس مسبب الاسباب کو جب کوئی کام منظور ہوتا ہی تو اسی طرح غیب سے سب کھڑے ہو جاتے ہیں نہیں تو بنتے ہوئے سب بگڑ جاتے ہیں۔ بادشاہ کے خواب کی تاریخ سے سات برس کے بعد سات برس کا قحط پڑنے کو تھا اِسلئے سات موٹی گائیں اور ہری بالیں خواب کے بعد کی اچھی پیداوار کے سات سال ہیں اور دبلی گائیں اور سوکھی بالیں قحط کے سات سال ہیں اور خواب کا حاصل یہ ہی کہ قحط کے سات برس میں کوئی چیز پیدا نہ ہوگی بلکہ اچھی پیداوار کے سات برس میں جو کچھ پیدا ہوا تھا وہ سب سات برس کے قحط میں صرف ہو جاویگا۔ انی اری کا مطلب یہ ہی کہ میں نے خواب میں دیکھا۔ صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہ کی حدیث ہے جس کا حاصل یہ ہی کہ خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ہاتھوں میں سونے کے کڑے ڈال دئے گئے تھے جسکی تاویل آپ نے مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کذاب کی فرمائی۔ مرد کو سونے کے کڑوں کا استعمال جس طرح بے محل ہی اسیطرح جھوٹے شخص کی باتیں بھی بے محل ہوتی ہیں اِس مناسبت کے سبب سے دو جھوٹے شخصوں کی مثال خواب میں سونے کے دو کڑوں سے سمجھائی گئی اسیطرح کی مناسبت بادشاہ مصر کے اِس خواب میں ہی کہ موٹی گائیں اور ہری بالیں اچھی پیداوار کے زمانہ کی مثال ہی اور دبلی گائیں اور سوکھی بالیں قحط کے زمانے کی مثال ہی۔ خواب کی تعبیر کے وقت اِس مناسبت کو سمجھنا ضروری ہی اِس لئے نا سمجھ آدمی کے روبرو خواب کا بیان کرنا منع ہی چنانچہ ترمذی میں ابوہریرہؓ کی صحیح حدیث ہی جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خواب سمجھدار اور خیر خواہ شخص سے بیان کیا جاوے سو ایسے شخص کے ادرکسی سے نہ بیان کیا جاوے

منزل ۳

قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِيْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِيْنَ ۝ وَقَالَ الَّذِيْ نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ

بولے یہ اڑتے خواب ہیں اور ہمکو تعبیر خوابوں کی معلوم نہیں اور بولا وہ جو بچا تھا اُن دونوں میں اور یاد کیا مدت

اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِيْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ ۝ يُوْسُفُ اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ اَفْتِنَا فِيْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ

کے بعد میں بتاؤں تم کو اسکی تعبیر سو تم مجکو بھیجو جاکر کہا اے یوسف اے سچے حکم دے ہمکو اس خواب میں سات گائیں موٹی

يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعِ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ ۙ لَّعَلِّيْٓ اَرْجِعُ اِلَى النَّاسِ

انکو کھاویں سات دبلی اور سات بالیں ہری اور دوسری سوکھی کہ میں لیجاؤں لوگوں پاس شاید انکو

لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖٓ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا

معلوم ہو کہا تم کھیتی کروگے سات برس لگ کر سو جو کاٹو اُسکو چھوڑ دو اُسکے بال میں مگر تھوڑا جو

تَاْكُلُوْنَ ۝ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ۝

کھاتے ہو پھر آویگے اُسکے پیچھے سات برس سختی کے کہا جاوین جو رکھا تم نے اُنکے واسطے مگر تھوڑا جو روک رکھوگے

ع ۶ ۱۶ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ ۝

پھر آویگا اِس پیچھے ایک برس اُس میں مینہہ پاوینگے لوگ اور اِس میں رس نچوڑیں گے

اوپر کی آیۃ میں یہ بات بیان ہوچکی ہے کہ بادشاہ مصر نے ایک خواب دیکھا تھا کہ سات گائیں موٹی موٹی ہیں جنکو سات گائیں دبلی دبلی کھا رہی ہیں اور سات بالیں ہری ہری ہیں جنکو سوکھی بالیں کھا گئیں جسکی تعبیر اپنے اہل دربار اور کاہنوں سے اوسنے دریافت کی تھی اون لوگوں نے بادشاہ کے سوال کا یہ جواب دیا کہ یہ خواب آپکا محض خیال ہے جسکی تعبیر ہمارے علم و قیاس سے باہر ہے ہم کچھہ نہیں بتلا سکتے غرض اونھوں نے یہ نہیں کہا کہ اِس خواب کی تعبیر ہی نہیں ہے بلکہ یہ کہا کہ وما نحن بتاویل الاحلام بالعلمین جس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں اِس قدر علم نہیں ہے کہ اِسکی تعبیر بیان کریں اور مطلب اِس گفتگو سے اُنکا یہ تھا کہ بادشاہ کا خیال پلٹ دیں کہ وہ اِس خواب کی تعبیر کے درپے نہ ہو مگر اُسوقت ساقی نے جو قید سے چھوٹ کر آیا تھا یوسف علیہ السلام کی بات یاد کی اب تک وہ بھولا ہوا بیٹھا تھا شیطان نے اُسکو بھلا دیا تھا اب اتنے عرصہ کے بعد جب بادشاہ کے خواب کی تعبیر کا تذکرہ آیا تو اُسنے کہا کہ مجھے بھیجدو لوگوں نے اِس سے کہا کہ جا کہاں جانا چاہتا ہے یہ جیل خانہ گیا اور وہاں آکر یوسف علیہ السلام کو صدیق کہہ کر پکارا کیونکہ یوسف کی راستبازی اسپر اچھی طرح ظاہر ہوچکی تھی قید میں بھی کبھی اُنکو جھوٹ بولتے نہیں سنا تھا اور اُسکے خواب کی تعبیر بھی جو کچھہ بتلائی تھی وہ بالکل صحیح صحیح نکلی اِس میں کچھہ فرق نہ ہوا اور یہ دوسرے شخص کے خواب کی تعبیر پوچھنے آیا تھا اِسلئے اوسنے کہا کہ مجھے اِس باب میں فتویٰ دیں کہ سات گائیں موٹی موٹی کو سات گائیں دبلی دبلی کھاتی ہیں اور سات بالیں ہری ہری اور دوسرے خشک اون ہرے بالوں کو کھاتی ہیں اگر آپ اِسکی تعبیر بتلا دین گے تو میں واپس جاکر لوگوں میں اُس تعبیر کو بیان کردوں گا جس سے آپکا فضل و علم ظاہر ہوگا اور لوگو پر آپکی قدر و منزلت روشن ہوگی یوسف علیہ السلام نے اُس ساقی سے اِس بات کا کوئی تذکرہ نہیں کیا کہ تجھے اتنی مدت کے بعد میں یاد آیا اور اتنے عرصتک تو بالکل بے خبر رہا کیونکہ اِنکو قید خانہ سے نکلنے کی فکر تھی اِس خیال سے جلدی اوس خواب کی تعبیر بتلا دی فرمایا کہ سات گائیں موٹی موٹی سے مطلب یہ ہے کہ سات برس میں جو کچھہ کھیتی کرو اور غلہ پیدا ہو اوس میں سے بقدر ضرورت اپنے اور جانوروں کے کھانے کے لیلو اور باقی اناج کو بدستور بال میں رکھہ چھوڑو اگر بال سے جدا کروگے تو گھن لگ جانے کا اندیشہ ہے پھر تم اور تمہارے جانور بھوک کے مارے مرجائیں گے کیونکہ پھر سات برس تک لگاتار قحط پڑے گا پھر اُسوقت تمھارا کل اندوختہ تمہارے کام آئے گا اور جو کچھہ تمنے جمع کر رکھا ہوگا وہ کھا لوگے کچھہ باقی نہیں رہے گا بیج کے لئے جو غلہ رکھہ چھوڑتے ہیں وہ تو رہیگا باقی سب کھا کر بیٹھہ ہوگے غرضکہ خواب کی تعبیر کے ساتھ ساتھ تدبیر بھی بتلاتے گئے پھر فرمایا کہ اِس سات سال کی قحط سالی کے بعد ایک سال ایسا مینہہ برسے گا کہ ساری زمین تر ہوجائے گی اور سارے شہر سیراب ہوجائیں گے اور اچھا اناج و میوہ پیدا ہوجائے گا

منزل ۳

اور لوگ اپنی عادت کے موافق انگور تل وغیرہ اچھی طرح نچوڑیں گے اور بعض مفسروں نے یہ بھی کہا ہے کہ لوگوں کے جانور خوراک وچارہ پاکر ایسے توانا ہونگے کہ دودہ زیادہ دیں گے یعصرون میں دودہ کا دوہنا بھی داخل ہے اسواسطے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے یعصرون کے معنے یحلبون بیان کئے ہیں مطلب یہ ٹہرا کہ اس سال لوگ گذشتہ کال کی سختیوں سے نجات پائیں گے اور ہر شخص مرفہ الحال ہوجائے گا۔ سات سال کے قحط کے بعد یہ آٹھویں سال کا حال بادشاہ کے خواب کی تعبیر سے الگ ہے مصر کے لوگوں کی تسکین کے طور پر یہ آٹھویں سال کا ذکر بھی یوسف علیہ السلام نے فرمادیا۔

صحیح مسلم میں جابر بن عبداللہ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک شخص نے خواب دیکھا کہ اس کا سر کسی نے کاٹ ڈالا جب اس خواب کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو آیا تو آپ نے فرمایا کہ سوتے میں شیطان آدمی کو ایسی باتوں سے ڈرایا کرتا ہے ایسے خواب کا کسی سے ذکر نہیں کرنا چاہیئے یہ حدیث اضغاث احلام کی گویا تفسیر ہے لیکن اصلی خواب اور اس طرح کے اڑتے ہوئے خواب میں فرق پیدا کرنے کے لئے بڑی سمجھ درکار ہے ورنہ ایسی غلطی پڑجاتی ہے جس طرح بادشاہ مصر کے اہل دربار نے بادشاہ کے اصلی خواب کو اڑتے ہوئے خوابوں میں کا ایک خواب بتلادیا جس طرح آدمیوں کی جماعت کو امتہ کہتے ہیں اسی طرح دنوں کے مجموعہ کو بھی امتہ کہتے ہیں اسلئے بعد امت کا ترجمہ شاہ صاحب نے مدت کے بعد فرمایا ہے۔ داب کے معنے عادت کے ہیں مطلب یہ ہے کہ پہلے سات برس عادت کے موافق اچھی طرح کھیتی کرنی چاہیئے۔

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ ۖ فَلَمَّا جَاءَهُ الرَّسُولُ قَالَ ارْجِعْ إِلَىٰ رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ اللَّاتِي قَطَّعْنَ

اور کہا بادشاہ نے کہا لاؤ سکو میرے پاس پھر جب پہنچا اس پاس بھیجا آدمی کہا پھر اپنے خاوند پاس اور پوچھ اس سے کیا حقیقت ہے ان

أَيْدِيَهُنَّ ۚ إِنَّ رَبِّي بِكَيْدِهِنَّ عَلِيمٌ ۝ قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ إِذْ رَاوَدْتُنَّ يُوسُفَ عَن نَّفْسِهِ ۚ قُلْنَ حَاشَ لِلَّهِ

ہاتھ اپنے میرا رب تو انکا فریب سب جانتا ہے کہا بادشاہ نے عورتوں کو کیا حقیقت ہے تمہاری جب تم نے پھسلایا یوسف کو اسکے جی سے بولیاں

مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِن سُوءٍ ۚ قَالَتِ امْرَأَتُ الْعَزِيزِ الْآنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ أَنَا رَاوَدْتُهُ عَن نَّفْسِهِ وَإِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ ۝

ہم کو معلوم نہیں اس پر کچھ برائی بولے عورت عزیز کی اب کھل گئی سچی بات میں نے پھسلایا تھا اسکو اسکے جی سے اور وہ سچا ہے

جب ساقی نے بادشاہ کی حضور میں یوسف علیہ السلام کی تعبیر کا حال بیان کیا تو بادشاہ مصر کو وہ تعبیر بہت پسند آئی اور یوسف علیہ السلام کے علم وفضل کو اسنے بخوبی پہچان لیا اور جان لیا کہ یہ شخص نہایت ہی صاحب کرامات ہے اسلئے بہر بادشاہ نے اپنا قاصد یوسف علیہ السلام کے بلانے کیواسطے بھیجا کہ انکو قید خانہ سے نکال کر میرے دربار میں لاؤ جب قاصد یوسف ؑ کے پاس پہونچا تو آپ نے قید خانہ کے نکلنے سے انکار کیا اور کہا کہ جب تک بادشاہ اس بات کی تحقیق نکرے کہ میں بے جرم قید خانہ میں داخل ہوا ہوں اور جو تہمت مجھپر لوگوں نے دھری ہے اس سے جب تک میں بری نہ ثابت ہولوں اور جب تک بادشاہ یہ بات بھی خوب اچھی طرح نہ جان لے کہ عزیز مصر کی بی بی نے مکر وفریب کرکے مجکو زبردستی قید کرایا اسوقت تک میں قید خانہ سے ہرگز نہ نکلوں گا اسی بنا پر یوسف ؑ نے یہ بات کہی کہ پہلے ان عورتوں ہی سے اس بات کو دریافت کرنا چاہیئے جن

عورتوں کو میرے معاملے میں دخل ہی جسکے سبب سے اون عورتوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے۔ چنانچہ بادشاہ مصر نے اون عورتوں کو جمع کرکے یہ بات پوچھی کہ یہ کیا معاملہ ہی جب تم نے یوسفؑ پر اپنی خواہش ظاہر کی تھی کس طرح ہوا اور کیا ہوا اسوقت عورتوں نے ایک زبان ہوکر جواب دیا کہ حاش للہ یہ بات ہرگز نہیں ہی کہ یوسف کے دل میں کوئی برائی ہو وہ نہایت ہی پارسا آدمی ہیں اور عزیز مصر کی عورت زلیخا نے بھی یہ بات کہی کہ اب حق بات ظاہر ہوگئی غرض اس دریافت سے بادشاہ کو کل حقیقت کی اطلاع ہوگئی کہ یوسف کی اس میں کچھ خطا نہیں ہی اور وہ بالکل سچے ہیں قصور فقط زلیخا کا ہی کہ اسنے یوسف علیہ السلام سے بدفعلی چاہی اور یوسف علیہ السلام اس بات میں سچے ہیں کہ انھوں نے زلیخا کا کہنا نہ مانا اس لئے زلیخا کو آپ اپنے قصور کا اقرار ہی ان ربی بکیدہن علیم اس کا مطلب یہ ہی کہ اگرچہ اللہ کے علم سے کوئی بات باہر نہیں ہی اسکو خوب معلوم ہی کہ اس معاملہ میں سرتاپا عورتوں کے مکر و فریب سے مجھپر یہ الزام قائم ہوا ہی جس سے میں بالکل بری ہوں لیکن دنیوی دریافت سے بادشاہ و وزیر کو بھی میری بے قصوری کا حال معلوم ہوجاوے تو اچھی بات ہی معتبر سند سے مسند امام احمد مستدرک حاکم تفسیر ابن ابی حاتم اور تفسیر ابن جریر میں ابوہریرہؓ سے روایت ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوسف علیہ السلام کے اس صبر و تحمل کی تعریف فرماکر یہ فرمایا ہی کہ اس موقع پر میں ہوتا تو بادشاہ کے قاصد کے ساتھ شاید فوراً چلا جاتا اور عورتوں کے مکر و فریب کی دریافت تک قیدخانہ میں نہ رہتا ایسے سخت موقع پر یوسف علیہ السلام نے جو صبر و تحمل کیا اسکے قابل اجر عظیم ہونے کی یہ حدیث گویا تفسیر ہی مسند امام احمد کی سند میں ایک راوی محمد بن عمرو بن علقمہ کو اگرچہ بعضے علما نے ضعیف قرار دیا ہی لیکن ابن معین نے محمد بن عمرو کو ثقہ کہا ہی اور نسائی نے اسکو معتبر ٹھہرایا ہی اسی واسطے حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہی کیونکہ نسائی کا کسی راوی کو معتبر ٹھہرانا اکثر علما کے نزدیک بہت قابل قدر ہی کسی قدر اختصار کے ساتھ یہ حدیث ابوہریرہ کی روایت سے صحیح بخاری و مسلم میں بھی ہی۔ منزل ۳

ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ ۝

یوسف نے کہا اتنا اسواسطے کہ وہ شخص معلوم کرلوے کہ میں نے اسکی غیرحاضری میں اسکی عزت کی چھپکر اور یہ کہ اللہ نہیں چلاتا فریب دغابازوں کا

بعضے مفسروں نے اس مقولہ کو زلیخا کا مقولہ قرار دیا ہی اور مطلب اس کا یہ بتلایا ہی کہ بادشاہ کے روبرو جب زلیخا نے حضرت یوسف کے بے گناہ ہونے کا اور اپنے تقصیروار ہونے کا اقرار کرلیا تو اس وقت عورتوں سے زلیخا نے یہ بات کہی کہ یہ اقرار میں نے اسواسطے کرلیا کہ میرا خاوند جان جاوے کہ میں نے زیادہ کوئی بدفعلی نہیں کی بان نفس کی شامت سے بدفعلی چاہی تھی مگر حضرت یوسف کے انکار کے سبب سے اسکا موقع نہیں آیا اور جن مفسروں نے اس مقولہ کو حضرت یوسف کا مقولہ ٹھہرایا ہی انپر زلیخا کا مقولہ ٹھہرانے والوں نے یہ اعتراض کیا ہی کہ اول تو حضرت یوسف ان باتوں کے وقت بادشاہ کے پاس موجود نہیں تھے بلکہ اسوقت تک قید میں تھے دوسرے قرآن شریف میں اوپر سے عورتوں کی باتوں کا ذکر آرہا ہی بلاتعلق یہ مقولہ حضرت یوسف کا یہاں کیونکر آسکتا ہی لیکن اس مقولہ کو زلیخا کا مقولہ ٹھہرانا تکلف سے خالی نہیں

کیونکہ زلیخا سے وقت تک مسلمان نہ تھیں پھر بغیر اسلام کے بت پرستوں کے منہ سے اور خصوصاً بت پرست عورتوں کے منہ سے ایسی باتوں کا نکلنا عادت کے خلاف ہے کہ نفس امارہ برا ہے اللہ جسپر رحم کرے وہی نفس امارہ کی بدی سے بچ سکتا ہے اور میرا اللہ غفور الرحیم ہے بلکہ ان کلموں سے تو خود نبوت کی بو آتی ہے رہی یہ بات کہ حضرت یوسف علیہ السلام اسوقت بادشاہ کے پاس کہاں تھے جو انھوں نے بادشاہ سے یہ بات کہی اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کون کہتا ہے کہ حضرت یوسف نے یہ بات بادشاہ سے کہی بلکہ جب وہ ساقی جو قید سے چھوٹا تھا دوسری دفعہ بادشاہ کے پاس سے قید خانہ میں حضرت یوسف کے پاس آیا اور اُسنے کہا کہ بادشاہ نے عورتوں سے دریافت و تحقیقات کرلی اور تمہاری برأت عورتوں اور خود زلیخا کے بیان سے ثابت ہوچکی چلو اب بادشاہ نے تم کو پھر بلایا ہے اُس وقت یوسف علیہ السلام نے ساقی سے یہ بات کہی کہ مینے تجھکو دوبارہ بادشاہ کے پاس بھیجکر یہ تحقیقات اسواسطے کرائی کہ میری برأت ثابت ہوجائے اور مجھ پر جو الزام لگا تھا وہ جاتا رہے اب نبوت کی شان نے جوش کیا اور خیال آیا کہ اپنی پارسائی کو مینے اتنی شہرت کیوں دی اسپر کہا فرمایا کہ میں اپنی جان کو پارسا نہیں گنتا غرض اس صورت میں حضرت یوسف کے اس مقولہ کا آپکے پہلے اس کلام سے کہ ساقی تو پھر دوبارہ بادشاہ کے پاس جا اور عورتوں سے میرا حال دریافت اور تحقیقات کر کیونکہ بادشاہ سے کہدے پورا تعلق موجود ہے اور شان کلام سے یہ بات بھی اچھی طرح نکلتی ہے کہ یہ کلام ایک بت پرست عورت کا نہیں ہے بلکہ ایک نبی وقت کا کلام ہے اور کوئی اعتراض بھی باقی نہیں رہتا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ان وجوہات کے سبب سے امام المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس کے شاگرد مجاہد قتادہ اور اکثر سلف یہی کہتے ہیں کہ یہ قول یوسف علیہ السلام کا ہے زلیخا کا نہیں ہے صحیح بخاری و مسلم میں عمران بن حصین سے روایت ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے کسی نے شرم و حیا کرکے اپنے آپکو گناہ سے بچایا اُس کا انجام ہر طرح بخیر ہے۔ یوسف علیہ السلام کے حال کی حدیث گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے شرما کر یوسف علیہ السلام نے اپنے آپکو بُرے کام سے جو روکا تو علاوہ عقبیٰ کے اجر کے دنیا میں بھی ہر طرح سے انکا انجام بخیر ہوا عزیز مصر کے مرجانے کے بعد زلیخا سے اونکا نکاح ہوگیا بادشاہ مصر کی نظر میں اونکی توقیر سما گئی تمام مصر پر وہ حکومت کرنے لگے۔

منزل ۴

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ ۚ اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ ۱۳ الجزء

اور میں پاک نہیں کہتا اپنے جی کو جی تو سکھاتا ہے برائی مگر جو رحم کیا میرے رب نے بیشک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے

اس سے اوپر کی آیتوں میں یہ بات بیان کی جاچکی ہے کہ یوسف علیہ السلام نے ساقی سے یہ بات کہی تھی کہ میں اپنی برأت کی تحقیق کے لئے اسواسطے کہتا ہوں کہ عزیز مصر پر یہ بات اچھی طرح ثابت ہوجائے کہ میں نے اوس سے پوشیدہ اُسکی بیوی کے ساتھ کوئی خیانت نہیں کی ہے غرض جب یہ ثابت ہوچکا کہ اوپر کی بات یوسف علیہ السلام کی زبانی ہے تو یہ بات بھی اونھوں نے ہی کہی کہ باوجود اس بات کے کہ عورتوں نے میری پاکبازی کی گواہی دی اور درحقیقت میں

راستباز بھی ہوں مگر پھر بھی میں اپنے آپکو بالکل پاک وصاف نہیں سمجھتا کیونکہ نفس ہر وقت انسان کو برائی کا حکم کرتا رہتا ہے اور ہر گھڑی برائی کا راستہ دکھلاتا رہتا ہے مگر ہاں جس نفس پر خدا کی مہربانی ہو اور جسپر خدا رحم کرے وہ ان باتوں سے بچا رہتا ہے کیونکہ خداوند جل جلالہ غفور رحیم ہے۔ مسند امام احمد صحیح مسلم اور ابوداؤد میں زینبؓ بنت ابی سلمہ سے روایت ہے جس میں وہ کہتی ہیں کہ میرا پہلا نام برہ تھا جسکے معنے نیک پارسا کے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا وہ نام بدل کر زینب نام رکھا اور فرمایا کہ انسان کی پارسائی کا حال اللہ ہی کو خوب معلوم ہے اسلئے کسی انسان کو اپنی پارسائی کا دعویٰ زیبا نہیں ہے یوسف علیہ السلام نے پہلی بات کے بعد یہ دوسری بات جو کہی اس حدیث سے اوسکا سبب اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے یوسف علیہ السلام کے اس قول کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے جس کسی کو شیطان اور نفس کے پھندے سے بچا دے وہی بچ سکتا ہے ورنہ انسان کو پارسائی کا دعویٰ نہیں پہونچتا۔ گناہوں کے للچانے والے نفس کو امارہ اور گناہوں پر ملامت کرنے والے کو لوامہ اور گناہوں سے بچنے والے کو مطمئنہ کہتے ہیں۔

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ أَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِي فَلَمَّا كَلَّمَهُ قَالَ إِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِينٌ أَمِينٌ ○

اور کہا بادشاہ نے لے آؤ اسکو میرے پاس میں خالص کر رکھوں اسکو اپنے کام میں پھر جب بات چیت کی اس سے کہا سچ تو نے آج

قَالَ اجْعَلْنِي عَلَىٰ خَزَائِنِ الْأَرْضِ ۖ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ ○

یوسف نے کہا مجکو مقرر کر ملک کے خزانوں پر میں خوب نگہبان ہوں خبردار

منزل ۳

ریان بن ولید بادشاہ مصر پر جب یہ بات اچھی طرح ظاہر ہوگئی کہ یوسف علیہ السلام اس تہمت سے بالکل پاک وصاف ہیں اور علاوہ اسکے خواب کی تعبیر سنکر یوسفؑ کے علم وفضل سے بھی وہ اچھی طرح آگاہ ہوچکا تھا اسلئے اسنے دربار میں کہا کہ قاصد جاکر انہیں میرے پاس لے آئے میں انہیں اپنا خاص مصاحب بناؤں گا حضرت عبداللہ ابن عباس کہتے ہیں کہ بادشاہ کے قاصد نے یوسف علیہ السلام سے کہا کہ تم یہ کپڑے قیدخانہ کے اتار دو اور یہ اچھے اچھے کپڑے جو اپنے ساتھ تمہارے واسطے لیکر آیا ہوں پہن لو اور شاہی دربار میں چلو وہاں تمہاری طلب ہو رہی ہے اسوقت قیدخانہ والوں نے حضرت یوسفؑ کو دعا دی آپنے بھی انہیں دعا دی حضرت یوسف علیہ السلام اسوقت تیس برس کے تھے یوسف علیہ السلام جب بادشاہ کے پاس آئے اور بادشاہ نے آپکو نوعمر دیکھا اور انکا حسن بے نظیر پایا تو بادشاہ نے کہا کہ اسنے میرے خواب کی تعبیر جان لی اور ان ساحر اور کاہنوں نے جو بڑے تجربہ کار جہاں دیدہ اپنے اپنے علم میں ماہر ہیں میرے خواب کی تعبیر نہ بتلا سکے پھر حضرت یوسف علیہ السلام کو سب سے بالادست اور آگے بٹھلایا اور خلعت عطا کیا اور ایک سواری آراستہ زین ولگام سے آپکو عنایت کی اور شہر میں ڈھنڈورا پٹوا دیا کہ یوسف آج سے بادشاہ کا خلیفہ ہوگیا اور جب بادشاہ اور یوسف کی گفتگو ہوئی تو بادشاہ نے کہا کہ آج سے تم میرے پاس ایک خاص مصاحب صاحب قدر ومنزلت مقرر کئے گئے اور تمہاری امانت ودیانت مجھپر اچھی طرح ظاہر ہوگئی اس لئے

تم ابھی بھی بنائے گئے۔ یوسف علیہ السلام نے بادشاہ کے حضور میں اپنی تقرری کا حال سن کر فرمایا کہ آپ مجھے تمام زمین مصر کی پیداوار کا خزانچی بنا دیجئے اور اوس سب کا اختیار میرے ہاتھ میں دیجئے میں اوس کی پوری پوری حفاظت کرون گا کیوں کہ مجھے اِن سب امور کا علم حاصل ہے علم حساب بھی معلوم ہے یہ بھی خوب اچھی طرح جانتا ہوں کہ کس طرح مال و اسباب فراہم کرنا چاہیئے اور کہاں کہاں اُسکو اٹھانا چاہیئے لوگونکی بولیاں بھی سمجھتا ہون ہر شہر کے لغت کا بھی علم مجھے حاصل ہی۔ آگے کی آیۃ وکذلک مکنا لیوسف فی الارض سے معلوم ہوتا ہی کہ یوسف علیہ السلام نے یہ امارۃ کی خواہش اللہ تعالی کے حکم سے خلق کے فائدے کے لئے کی تھی اسلئے صحیح بخاری و مسلم کی عبدالرحمن بن سمرہ کی روایت میں امارۃ کی خواہش کی جو ممانعت ہی اُس مین اور یوسف علیہ السلام کی اِس خواہش میں کچھ مخالفت نہیں ہی حدیث میں اِس امارۃ کی ممانعت ہی جو طلب دنیا کے لئے ہو یہ اللہ تعالی کی عطا کی ہوئی امارت طلب دنیا کے لئے نہیں تھی۔

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ يَتَبَوَّأُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَاءُ ۚ نُصِيبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَاءُ

اور یون قدرت دی ہم نے یوسف کو اُس زمین میں جگہ پکڑے اُس میں جہان چاہے پہنچاتے ہیں ہم مہر اپنی جسکو چاہیں

وَلَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ۝ وَلَأَجْرُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ۝

اور ضائع نہیں کرتے ہم نیگ بھلائی والونکا اور بیشک آخرت کا بہتر ہی اُنکو جو یقین لائے اور رہے پرہیزگاری میں

ع ۶ منزل ۳

بعض مفسرون نے یہان یہ بات بیان کی ہی کہ شروع میں جو یہود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات پوچھی تھی کہ یعقوب علیہ السلام ملک شام میں رہتے تھے اونکی اولاد مصر میں کس طرح پہونچی اور یہان کے ملکو نپر قابض ہوئے یہہ اوسی کے جواب میں اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ ہم نے اِس طرح پر یوسف علیہ السلام کو پہلے کنوئیں سے نجات دی اور پھر عزیز مصر کے قبضہ مین آکر قید ہوئے وہان سے اِس طرح پر اونہیں رہائی دلاکر سارے ملک مصر پر قابض کر دیا تفسیر ابن ابی حاتم اور تفسیر ابن جریر میں جو سلف کے قول ہیں اُنسے معلوم ہوتا ہی کہ جب ریان بن ولید بادشاہ مصر سے یوسف علیہ السلام نے پیداوار کا خزانچی ہونے کی درخواست کی تو اُسنے برغبت تمام پذیرا فرماکر اونہیں عزیز مصر کی جگہ پر اپنا وزیر مقرر کیا اور تمام ملکی مالی انتظام اِنکے اختیار میں دیدیا کہ جسطرح چاہیں اور جہاں چاہیں تصرف کرین اور عزیز مصر کو معزول کر دیا عزیز مصر اوسی رات کو فوت ہو گیا اِسکے بعد زلیخا اُسکی بیوی کو جنے یوسف علیہ السلام سے اپنی خواہش ظاہر کی تھی یوسف کے نکاح میں دیا جب یوسف اوس عورت سے ملے تو وہ باکرہ تھی کیونکہ عزیز مصر نامرد تھا عورتون کے پاس نہیں جاتا تھا زلیخا سے یوسف علیہ السلام کے دو لڑکے پیدا ہوئے ایک افرائیم بن یوسف دوسرا میشا بن یوسف افرائیم کے فرزند حضرت نون ہوئے جنکے بیٹے یوشع بن نون کہلاتے ہیں اور بیٹی رحمت نامی حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی تھیں۔ مجاہد کا قول ہی کہ جب یوسف علیہ السلام ملک مصر کی وزارت پر مقرر ہو گئے

تو بار ہا بادشاہ مصر کو اسلام کی دعوت کرتے رہے آخر وہ مسلمان ہو گیا اور اُسکے ساتھ بہت لوگ مسلمان ہوئے اسی کو اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ ہم جسپر چاہتے ہیں انعام و احسان کرتے ہیں اور جو لوگ نیکو کار ہیں اونکا اجر اور اُنکی نیکی برباد نہیں کرتے ہیں اور ایمان والے اور متقی پرہیزگاروں کیلئے آخرت کا اجر ہے کہ اونہیں دوزخ کی آگ سے بچا کر ہمیشہ ہمیشہ کے واسطے جنت میں داخل کریں گے جہاں طرح طرح کی نعمتیں اور طرح طرح کی آسائش کا سامان اون لوگوں کے لئے مہیا ہے۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے انس بن مالک کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت کی تھوڑی سی جگہ بھی تمام دنیا سے بہتر ہے۔ ان آیتوں میں بھی کہ اجر کو دنیا کی بادشاہت سے جو بہتر فرمایا یہ حدیث گویا اُسکی تفسیر ہے۔

وَجَآءَ إِخْوَةُ يُوسُفَ فَدَخَلُوا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهُ مُنْكِرُونَ ۝ وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُونِي

اور آئے بھائی یوسف کے پھر داخل ہوئے اُسکے پاس تو اُسنے پہچانا انکو اور وہ نہیں پہچانتے اور جب تیار کر دیا انکو اُنکا اسباب کہا لے

بِأَخٍ لَّكُم مِّنْ أَبِيكُمْ أَلَا تَرَوْنَ أَنِّي أُوفِي الْكَيْلَ وَأَنَا خَيْرُ الْمُنزِلِينَ ۝ فَإِن لَّمْ تَأْتُونِي بِهِ فَلَا كَيْلَ

میرے پاس ایک بھائی جو تمہارا ہی باپ کی طرف سے تم نہیں دیکھتے ہو کہ میں پوری دیتا ہوں بھرتی اور خوب طرح اتارتا ہوں پھر اگر اُسکو نہ لا

لَكُمْ عِندِي وَلَا تَقْرَبُونِ ۝ قَالُوا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ أَبَاهُ وَإِنَّا لَفَاعِلُونَ ۝ وَقَالَ لِفِتْيَانِهِ

تمکو میرے نزدیک اور میرے پاس نہ آؤ بولے ہم خواہش کرینگے اُسکی باپ سے اور البتہ ہمکو کرنا اور کہہ دیا خدمتگاروں کو

اجْعَلُوا بِضَاعَتَهُمْ فِي رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُونَهَا إِذَا انقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۝

رکھدو انکی پونجی انکے بوجھوں میں شاید اُسکو پہچانیں جب پھر کر جاویں اپنے گھر شاید وہ پھر آویں

جب یوسف علیہ السلام عزیز مصر کی جگہ بادشاہ مصر کے وزیر ہو گئے اور سارا انتظام ملکی و مالی اُنکے قبضہ و تصرف میں آگیا تو سات سال ارزانی میں اُنھوں نے بہت اہتمام کیا اور غلون کو نہایت احتیاط سے جمع کیا یہاں تک کہ ایک بہت بڑا ذخیرہ جمع ہو گیا اور جب ارزانی کا زمانہ گزر گیا اور قحط شروع ہونے لگا تو دور دور کے لوگ غلہ خریدنے کو مصر میں آنے جانے لگے یوسف علیہ السلام کسی شخص کو ایک اونٹ کے بوجھ سے زیادہ غلہ نہیں دیتے تھے اور آپ صرف بادشاہ اور لشکر کے دن میں ایک دفعہ کھانا کھاتے تاکہ یہ سات سال قحط کے آسانی گذر جائیں جب یہ خبر رفتہ رفتہ ملک شام تک پہونچی کہ مصر میں غلہ فروخت ہوتا ہے تو یوسف علیہ السلام کے دسوں سوتیلے بھائی باپ کے حکم سے مصر کی طرف چلے اور کچھ مال نقدی اپنے ساتھ لیتے آئے کہ قیمت میں غلہ کے دینگے جب یہ لوگ مصر میں پونہچے تو یوسف علیہ السلام نے انہیں پہچان لیا اور ان لوگون نے یوسف علیہ السلام کو نہیں پہچانا کیونکہ جس وقت ان لوگون نے یوسف علیہ السلام کو کنوئیں سے نکلنے کے بعد مصر کے قافلہ کے لوگوں کے ہاتھ فروخت کیا تھا تو وہ بہت خورد سال تھے اور اب تیس سے زائد عمر تجاوز کر گئی تھی علاوہ اسکے ہیئت بدلی ہوئی تھی عزیز مصر

منزل ۳

کی جگہ ندق برق ہوکر تاج وزارت سر پر رکھا ہوا تھے اور خود انکے بھائیوں کو یہ گمان تھا کہ خبر نہیں یوسف زندہ ہی یا مرگیا
اور حکم قضا و قدر سے بالکل لاعلم تھے یہ کیا جانتے تھے کہ ہمارا بھائی کچھ ایسا نصیبہ کا زبردست ہی کہ فرمانروا بن جائے گا یہ
وجوہات درمیاں میں حائل تھیں جسکے سبب سے یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو یوسف کے شناخت کرنے میں دشواری
ہوئی یوسف نے ان لوگوں کو اچھی طرح اتر وایا اور اچھی جگہ انکو رہنے کو دی اور انکی مہمانی کا اچھا سامان کیا جب انسے باتیں
ہوئیں تو یہ لوگ زبان عبرانی میں گفتگو کرنے لگے یوسف علیہ السلام نے انسے دریافت کیا کہ تم کون ہو کہاں کے رہنے والے ہو
تمہارا حسب و نسب کیا ہی یہ پوچھنا انکا جان بوجھ کر تھا کیونکہ یوسف علیہ السلام انکو اول ہی نظر میں پہچان چکے تھے بہرحال
اونھوں نے جوابدیا کہ ہم ملک شام کے رہنے والے ہیں ہمارے ہاں بھی قحط پڑا ہی غلہ خریدنے کو یہاں آئے ہیں یوسف
علیہ السلام نے کہا شاید تم جاسوس ہو خبر لگانے کو آئے ہو اونھوں نے کہا معاذ اللہ ہم دسوں آدمی ایک باپ کے بیٹے
ہیں ہمارا باپ ایک شخص نہایت ہی بزرگ ایک صاحب کرامات خدا کا رسول ہی اونکا نام یعقوب علیہ السلام ہی یوسف
علیہ السلام نے پوچھا تم کتنے بھائی ہو کہا کہ ہم بارہ بھائی تھے ایک بھائی تھا وہ جنگل میں ایک روز گیا وہاں خبر نہیں کس
طرح ہلاک ہوگیا بھیڑیا کھا گیا کیا ہوا کچھ پتہ نہیں یوسف علیہ السلام نے پوچھا یہاں اب کتنے آئے ہو کہا کہ دس بھائی فرمایا
کہ گیارہواں کہاں ہی جوابدیا کہ وہ باپ کے پاس ہی وہ سب سے چھوٹا ہی جو ہمارا بھائی گم ہوگیا باپ اوسے بہت چاہتے تھے
اب اسکی جگہ سب سے چھوٹے بھائی کو دیکھکر اپنے دلکو تسلی دیتے ہیں اور اپنی نظروں سے اوسے علیحدہ نہیں کرتے یوسف منزل ۲
علیہ السلام نے انہیں غلہ بھروادیا اور کہا اب جو آنا تو اپنے اوس بھائی کو بھی اپنے ساتھ لیتے آنا تاکہ تمہارا سچ معلوم ہوجاوے
دیکھو میں نے تمہاری بہت خاطر کی ہی اور اچھی طرح مہمان رکھا ہی اور غلہ بھی بھرپور دیا ہی اگر پھر اپنے اوس بھائی کو
نہ لاؤ گے تو تمہیں غلہ نہ دیں گے ورنہ اپنے پاس جگہ دیں گے اون لوگوں نے کہا کہ نہیں ہم ضرور اسکو اپنے ساتھ لائینگے
اور اگرچہ باپ اسکو اپنے پاس سے علیحدہ نہیں کرتے مگر ہم اونہیں سمجھا بوجھا کہ جس طرح ممکن ہوگا اوسے اپنے ساتھ
لیتے آئیں گے جب یوسف علیہ السلام نے پختہ وعدہ اُنسے لیا کہ وہ ضرور اُنکے چھوٹے بھائی کو جسکا نام بنیامین
ہی لائیں گے تو اون لوگوں کو رخصت کیا جب وہ جانے لگے تو یوسف علیہ السلام نے اپنے خدمت گاروں سے کہہ
دیا کہ انھوں نے غلہ کی جو قیمت دی ہی وہ چھپا کر اُنکے بوجھوں میں ڈالدو اور اُنکی گٹھریوں کو باندھ دو یہ ترکیب اسواسطے کی
کہ شاید باپ کے پاس اور کوئی نقدی مال وغیرہ نہ ہو جس سے دوبارہ غلہ خریدنے کا انہیں موقع نہ ملے یا اسواسطے کہ
باپ بھائی سے کھانے پینے کی چیز کی قیمت کیا لیں یا اسواسطے کہ جب گھر جائیں گے اور وہاں اپنی گٹھریوں میں اپنا
روپیہ جوں کا توں پائیں گے تو پھر دوبارہ ضرور آئیں گے تاکہ قیمت ادا کریں یا حرص پیدا ہوگی کہ مفت غلہ ملا ہی پھر چلکر
لے آئیں اور بعض مفسروں نے یہاں یہ بھی بیان کیا ہی کہ یوسف علیہ السلام نے اون لوگوں میں سے ایک کو رکھ لیا تھا کہ تم جاؤ
موجب تمہارا چھوٹا بھائی اگر گواہی دیگا کہ تم اپنے قول میں سچے ہو تو تمہارے بھائی کو چھوڑ دونگا مگر یہ قول ضعیف ہی کیونکہ

کیونکہ یوسف علیہ السلام نے اپنے خوب احسان کیا تھا مہمانی کی غلہ پورا پورا بھردیا قیمت انکی گٹھریوں میں بندھوادی تھی انکے واپس آنے کے لئے اس سے بڑھکر اور کیا تدبیر ہوسکتی ہے جو کسی کو گرو ہی رکھتے۔ سورہ بقر کی آیۃ یا ایہا الذین امنوا لا تبطلوا صدقاتکم بالمن والاذی میں اور معتبر سند کی مستدرک حاکم کی انس بن مالک اور عبداللہ بن عمر کی حدیثوں میں احسان کرکے جتلانے کی جو ممانعت ہے اوس میں اور یوسف علیہ السلام کے قول وانا خیر المنزلین میں کچھ مخالفت نہیں ہے کیونکہ یوسف علیہ السلام نے یہ بات فقط اپنے بھائی بنیامین کے بلانے کی تاکید کے طور پر کہی تھی کہ جس طرح میں نے تم لوگوں کی خاطر داری کی تمہارا وہ بھائی یہاں تمہارے ساتھ آویگا تو میں اسکی بھی خاطر داری کروں گا اس بات سے احسان کا جتلانا حضرت یوسف علیہ السلام کی نیت میں نہیں تھا۔

فَلَمَّا رَجَعُوا إِلَىٰ أَبِيهِمْ قَالُوا يَا أَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَأَرْسِلْ مَعَنَا أَخَانَا نَكْتَلْ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ۝

پھر جب پھر گئے اپنے باپ پاس بولے اے باپ بند ہوئے ہم سے بہرتی سو بھیج ہمارے ساتھ بھائی ہمارا کہ بہرتی لاویں اور ہم اسکے نگہبان ہیں

جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی غلہ لیکر اپنے گھر واپس آئے تو ساماں کھولنے سے پہلے اپنے والد بزرگوار سے یوسف علیہ السلام کے اخلاق کا ذکر کیا کہ عزیز مصر ایک لائق شخص اور شریف النفس ہے ہمیں اچھی طرح اوتارا اور ہماری خوب مہمانی کی اور ہمیں بھرپور تول کر غلہ دیا یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ اس مرتبہ جانا تو انہیں میرا سلام کہنا اور کہنا کہ ہمارا باپ تمہارے حق میں دعا کرتا ہے یوسف کے بھائیوں نے یہ بھی کہا کہ اس مرتبہ اگر ہم جائیں گے تو وہ ہمیں غلہ دیں گے بنیامین اگر ساتھ جائے گا تو البتہ غلہ ملیگا کیونکہ انھوں نے کہہ دیا ہے کہ اگر اپنے بھائی کو ساتھ نہ لاؤ گے تو ہم تمہیں غلہ نہ دیں گے اسواسطے جب تک بنیامین نہ جائے ہمارا جانا بے سود ہے علاوہ اسکے بنیامین کے جانے میں ایک اور فائدہ بھی ہے کہ اس مرتبہ ہم دس اونٹ بار کرا کر لائے ہیں اور اب گیارہ لائیں گے کیونکہ عزیز مصر ہر شخص کو ایک اونٹ کے بوجھ کے لائق غلہ دیتا ہے اور آپ بنیامین کی طرف سے کچھ تردد نکریں ہم اوسے کچھ تکلیف نہ ہونے دیں گے اور ہر طرح سے اسکی حفاظت کریں گے معتبر سند سے مستدرک حاکم میں ابوہریرہ سے روایۃ ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہا تو اللہ تعالیٰ اسکے سب کام آسان کردیگا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ کا مطلب یہ ہے کہ برائی سے بچنے کا نہ مجھکو کوئی حیلہ آتا ہے نہ نیک کام کرنے کی مجھ میں پوری قوت ہے اسلئے میں نے اپنے سب کام اللہ تعالیٰ کو سونپدئے اسکا حاصل مطلب حدیث کا یہ ہوا کہ جو شخص اپنے سب کاموں میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریگا تو اللہ تعالیٰ اسکے سب کام آسان کردیگا۔ اس حدیث کو آیۃ کی تفسیر میں جو دخل ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے دانا محفظوں کہہ کر بنیامین کی حفاظت اپنے ذمہ لی اور اللہ تعالیٰ سے اس میں کچھ مدد نہیں چاہی اسلئے یہ مشکل پیش آئی کہ برس دن کے لئے بنیامین کی جدائی ظہور میں آئی جس کا ذکر آگے آتا ہے اور آگے کی آیۃ میں یعقوب علیہ السلام نے اس حفاظت کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر سونپ دیا تو اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ یوسف علیہ السلام اور بنیامین دونوں کو اللہ تعالیٰ نے جلدی حضرت یعقوبؑ سے ملادیا

منزل ۳

قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَا اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ۭ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۠ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝

کہا میں اعتبار کروں تمہارا اسپر مگر وہی جیسا اعتبار کیا تھا اُسکے بھائی پر پہلے سو اللہ بہتر ہے نگہبان اور وہی ہے سب مہربانوں سے مہربان

حضرت یوسف کے بھائی جب دوسری دفعہ کنعان سے مصر غلہ خریدنے کو آتے وقت حضرت یعقوب سے بنیامین کو ساتھ لانے کا اصرار کرنے لگے اور کہنے لگے کہ دل جمعی رکھو ہم اُسکی راستہ میں اچھی طرح نگہبانی کریں گے اُس کا یہ جواب حضرت یعقوبؑ نے دیا جس کا ذکر اس آیتہ میں ہے کہ تم نے تو یوسف کی نگہبانی کا بھی اقرار کیا تھا لیکن خیر بڑا نگہبان تو سب کا اللہ ہے یہ کہہ کر بنیامین کو اُنکے ساتھ کر دیا۔ بعضے مفسرین نے یہاں مصر کے قحط کے ذکر میں یہ جو لکھا ہے کہ آخر درجہ تمام مصر کے لوگوں نے غلہ کے عوض میں اپنے آپکو حضرت یوسف کا غلام بنا لیا اور حضرت یوسف نے پھر اُن سبکو آزاد کر دیا اسپر حافظ عماد الدین ابن کثیر نے اعتراض کیا ہے کہ یہ روایتہ بنی اسرائیل کی ہے یہ اعتراض اس سبب سے ہے کہ محمد بن اسحاق صاحب مغازی جنہوں نے اس روایتہ کو بیان کیا ہے اہل کتاب سے روایتہ لینے میں بدنام ہیں لیکن اس روایتہ کو محمد بن زید بن مہاجر سے محمد بن اسحاق نے روایتہ کیا ہے یہ محمد بن زید ثقہ ہیں اور اہل کتاب سے روایتہ لینے میں بدنام بھی نہیں ہیں پھر ظاہر کوئی وجہ ایسی نہیں ہے کہ محمد بن اسحاق کے اس روایتہ پر حافظ عماد الدین ابن کثیر نے جو اعتراض کیا ہے اُسکو تسلیم کیا جاوے۔ ابو ہریرہؓ کی حدیث اوپر کی آیتہ کی تفسیر میں جو گزر چکی ہے وہ حدیث اس آیتہ کی بھی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل گزر چکا ہے کہ یعقوبؑ نے اس حفاظت کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر سونپ دیا تو اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یوسف علیہ السلام اور بنیامین دونوں کو اللہ تعالیٰ نے جلدی یعقوب علیہ السلام سے ملا دیا۔ منزل ۳

وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ ۭ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا نَبْغِيْ ۭ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ

اور جب کھولی اپنی چیز بہت پائی اپنی پونجی پھر آئے اُنکی طرف بولے اے باپ ہے جو ہم مانگتے ہیں یہ پونجی ہماری پھیر دی ہے

اِلَيْنَا ۭ وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ۭ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ ۝ قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ

ہمکو اور رسد لاویں ہم اپنے گھر کو اور خبرداری کریں گے اپنے بھائی کی اور زیادہ لیویں بہرتی ایک اونٹ کی وہ بہرتی آسان ہے کہا ہرگز نہ بھیجوں گا

مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّآ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰي مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ۝

عہد خدا کا کہ البتہ پہنچا دوگے میرے پاس اُسکو مگر کہ گھیرے جاؤ تم سارے پھر جب دے یا اُسکو عہد سب نے بولا ذمہ اللہ کا ہے جو باتیں ہم کہتے ہیں

ان آیتوں میں اللہ پاک نے فرمایا کہ جب یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے گھر جا کر اپنا سامان کھولا تو غلہ کی وہ قیمت جو حضرت یوسف کو اُنھوں نے مصر میں دی تھی اور یوسف علیہ السلام نے اپنے خدمت گار سے کہہ دیا تھا کہ یہ روپیہ اُنکی گٹھریوں میں باندھ دو وہ روپیہ اُنھوں نے یہاں آکر دیکھا پھر تو انہیں جرأت ہوئی اور باپ سے کہا اب آپکو بنیامین کے بھیجنے میں کیا عذر ہے دیکھئے عزیز مصر کیسا نیک آدمی ہے کہ ہماری قیمت بھی واپس کر دی اگر اب کے آپ بنیامین کو ساتھ کر دینگے تو اُسکا حصہ ایک اونٹ کے بوجھ کا غلہ اور زیادہ لائیں گے کیونکہ عزیز مصر فی آدمی ایک شتر کا بار دیتا ہے اور ہم ہر طرح

بنیامین کے محافظ رہیں گے آپ دل میں کوئی اندیشہ نہ لیجئے مگر حضرت یعقوب علیہ السلام ایک دفعہ کے ڈسے ہوئے تھے یوسف کو یہ لوگ اسی اقرار سے لے گئے تھے اور انکو کھو کر آئے اسلئے فرمایا کہ تم لوگ جب تک حلف نہ اٹھاؤ گے اور پکا وعدہ و اقرار کر کے مجھے اطمینان نہ دلاؤ گے کہ ہم بخیر و خوبی بنیامین کو پھر واپس لائیں گے اسوقت تک میں ہرگز اسکو تمہارے ساتھ نہ کرونگا یہاں یہ بات مجبوری کی ہے کہ تم سب کے سب بلائے ناگہانی میں گھر جاؤ یا کوئی ایسی افتاد پڑے کہ تم پھر کر آنے سے بیخبر ہو جاؤ تو اُس وقت ناچاری ہے۔ مگر تم جب تک اس بات کا عہد نہ کرو گے کہ تم اپنے مقدور بھر بنیامین کے واپس لانے میں کچھ کمی نہ کرو گے اور اسکے واپس لانے میں کوئی حیلہ حوالہ نہیں کرو گے تو اسکو میں نہیں بھیجونگا غرضکہ انھوں نے حلف اٹھایا اور پکا وعدہ کیا کہ ہم ہرگز کچھ حیلہ نہیں کرینگے اور ضرور بالضرور بنیامین کو اپنے ساتھ واپس لائیں گے جب یہ لوگ وعدہ و اقرار پکے طور پر کر چکے تو یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ اس عہد پر خدا ہی گواہ ہے کہ اوس سے کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے وہ عہد کے توڑنے والے شخص پر عذاب کرتا ہے غرضکہ اس مرتبہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اون لوگون سے بھی عہد و پیمان کر اکر اپنا اطمینان کر لیا اور پھر اس قول و اقرار کے بعد خدا پر بھروسہ کیا۔ بخلاف اوس دفعہ کے جب یہ لوگ حضرت یوسف کو لیجانے لگے تھے تو انھون نے یہ کہا تھا کہ تم اپنے لہو و لعب میں رہو گے اور اسکو بھیڑیا کھا جائیگا وہاں خدا پر بھروسہ کرنا بھول گئے تھے اسلئے حضرت یوسف اتنے مدت تک جدا رہے اب جو انھون نے خدا پر پورا بھروسہ کیا تو دونوں صاحبزادے آپ سے آملے۔ صحیح بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ سے روایت ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر ایماندار شخص کو صلہ رحمی کی پابندی ضرور ہے رشتہ داروں سے سلوک کرنے کو صلہ رحمی کہتے ہیں۔ جو علما یہ کہتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام نے غلہ کی قیمت اسلئے صلہ رحمی کے طور پر واپس کر دی کہ یہ روپیہ باپ بھائیوں کی اور ضرورتوں میں کام آوے اور غلہ مفت انکے پاس پہونچ جاوے تو بہتر ہے اس حدیث سے اُن علما کے قول کی پوری تائید ہوتی ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملت ابراہیمی کی پیروی کا حکم ہے اس بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ صلہ رحمی کا مسئلہ جسطرح شرع محمدی میں ہے اوسی طرح ملت ابراہیمی میں بھی تھا اور اوسی کے موافق یوسف علیہ السلام نے عمل کیا۔

وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ۭ

اور کہا اے بیٹو نہ داخل ہو جیو ایک دروازے سے اور ملکر جاؤ کئی دروازون سے جدا جدا

ان آیتون میں اللہ پاک نے فرمایا کہ برادران یوسف نے جب سفر کی تیاری کی اور بنیامین کو لیکر مصر کی طرف چلے تو انکے والد بزرگوار حضرت یعقوب علیہ السلام نے انکو نصیحت کی کہ تم سب کے سب ایک دروازہ سے نہ داخل ہونا الگ الگ دروازہ سے شہر میں جانا مصر کے چار دروازے تھے سدی کہتے ہیں کہ ابواب متفرقہ سے یہی چار دروازہ مراد ہیں بہرحال یعقوب علیہ السلام نے اسلئے یہ ہدایت کی کہ پہلے مرتبہ جو یہ لوگ گئے تھے تو کوئی ایسے واقف نہ تھا اور اب ہاں کے لوگ انہیں جان گئے ہیں اور یہ سب کے سب ایک ہی باپ کے بیٹے ہیں اور جوان جوان حسن میں بھی بے مثال ہیں ایسا نہ ہو

کہ کسی کی نظر بد انہیں لگ جائے کیونکہ ابوہریرہؓ کی صحیح بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ العین حق جسکا مطلب یہ ہے کہ نظر بد حق ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بعضے صحابہ کو نظر بد لگ چکی ہے ہم کہتے ہیں کہ حضرت یعقوبؑ کو معلوم ہو چکا تھا کہ مصر میں یوسف علیہ السلام تخت سلطنت پر ہیں مگر انکو ظاہر کرنے کا حکم نہیں ہوا تھا اسلئے اپنے بیٹوں سے پوشیدہ رکھا انکی خواہش یہ تھی کہ مبادا میں یوسف علیہ السلام سے تنہا ملیں اسلئے چلتے وقت انکو یہ ہدایت کر دی کہ تم الگ الگ دروازہ سے شہر میں جانا مگر قول اول صحیح حدیث کے موافق ہے۔

وَمَآ اُغْنِیْ عَنْکُمْ مِّنَ اللّٰہِ مِنْ شَیْءٍ اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَعَلَیْہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُتَوَکِّلُوْنَ ۝

اللہ سے نہیں بچا سکتا تم کو اللہ کی کسی چیز سے حکم کسی کا نہیں سوا اللہ کے اسی پر مجکو بھروسہ ہے اور اسی پر بھروسا چاہئے بھروسا کرنیوالوں کو

ابو علی جبائی اور معتزلی فرقہ کے اور بعضے لوگوں نے کہا کہ ٹوک کے لگجانے کا وجود دنیا میں نہیں ہے لیکن یہ انکا ان لوگوں کا غلط ہے کیونکہ مسند امام احمد ترمذی ابوداؤد وابن ماجہ وغیرہ کی روایتوں میں ٹوک کے لگجانے کا تفصیل سے ذکر آیا ہے بلکہ حضرت عبداللہ بن عباس کی صحیح مسلم کی روایۃ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک فرمایا ہے کہ دنیا میں اگر کوئی ایسی چیز ہوتی کہ قضاء قدر پر غالب آسکتی تو ٹوک ایسی تیز چیز ہے کہ یہ قضاء قدر پر غالب آسکتی تھی صحیح مسلم اور موطا وغیرہ کی چند صحیح روایتوں میں ٹوک اور نظر کے اوتارنے کی ترکیب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے کہ نظر لگانے والے کے منہ اور ہاتھ پاؤں کا وہ وہ نظر لگ جانے والے شخص کے سر پر چھڑکنے سے نظر اوتر جاتی ہے پوری تفصیل اس وہوون کے لینے کی نووی شرح مسلم میں ہے غرض جن لوگوں نے ٹوک لگجانے کا انکار کیا ہے انھوں نے ان صحیح حدیثوں کا گویا انکار کیا ہے اگرچہ مفسرین نے اور بھی قول اپنی تفسیروں میں لکھے ہیں مگر صحیح قول یہی ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے ٹوک لگجانے کے اندیشہ سے اپنے لڑکوں کو مصر کے ایک دروازہ سے جانے کو منع کیا تھا کہ سب ایک باپ کی اولاد اور ہم صورت ہیں کہیں انکو ٹوک نہ لگجاوے اور دنیا کی یہ تدبیر حضرت یعقوبؑ نے تبھی اگر بھروسہ اصل بھروسہ اللہ تعالیٰ پر رکھا اسواسطے اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں حضرت یعقوبؑ کی تعریف فرمائی اب بھی جو شخص دنیا کے اسباب کو برتے اور تقدیر پر شاکر رہ کر اصل بھروسہ اللہ پر رکھے تو ایسے شخص کا کام شریعت کے موافق شمار کیا جاویگا ہاں جو شخص دنیا کے اسباب پر اللہ کو بالکل بھول جاوے وہ بلاشک برا ہے حضرت عبداللہ بن عباس کی صحیحین کی حدیث میں بلاحساب وکتاب ستر ہزار ایسے شخصوں کے جنت میں داخل ہونے کا جو ذکر ہے کہ وہ لوگ ہر حال میں اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں بیماری میں علاج تک نہیں کرتے یہ خاص لوگوں کا کام ہے۔

وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَیْثُ اَمَرَھُمْ اَبُوْھُمْ مَا کَانَ یُغْنِیْ عَنْھُمْ مِّنَ اللّٰہِ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا حَاجَۃً فِیْ نَفْسِ

اور جب داخل ہوئے جہاں سے کہا تھا انکے باپ نے کچھ نہ بچا سکتا تھا انکو اللہ کی کسی چیز سے مگر ایک خواہش تھی

يَعْقُوبَ قَضٰهَا ۭ وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ ع ۱۲

یعقوب کے جی میں سو کر چکا اور وہ تو خبردار تھا ہمارے سکھائے سے لیکن بہت لوگ خبر نہیں رکھتے

اس آیۃ میں اللہ نے فرمایا کہ یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو جس طرح تعلیم کی تھی کہ علیحدہ علیحدہ تم ایک ایک دروازے سے شہر میں داخل ہونا وہ اسی طرح شہر میں گئے مگر یہ تدبیر انکی کچھ بھی کارآمد نہیں ہوئی اور ذرا بھی حکم قضا و قدر کو روک نہیں سکے جس بات کا انہیں خوف تھا وہی ہو کر رہی فرمایا کہ یعقوب کچھ غیب داں نہیں تھے ہم نے ادنہیں یہ ساری باتیں سکھلائی تھیں ورنہ ادنہیں کب معلوم ہو سکتا تھا کہ ٹوک کو کیونکر روکا جاوے لیکن اکثر لوگ ان باتوں کو نہیں جانتے کہ کسی کا مقدور نہیں کہ وہ مقدر کو پھیر سکے یہ شان تو فقط خدائے جل جلالہ کی ہے کہ اگر وہ چاہے تو تقدیر مقررہ کو پھیر دے اور اسی کو غیب دانی بھی سزاوار ہے حاصل مطلب یہ ہے کہ جب یوسف علیہ السلام کے بھائی جدا جدا دروازوں سے شہر مصر میں داخل ہوئے تو جو تدبیر یعقوب علیہ السلام نے بتلائی تھی وہ سود مند نہ ہوئی بلکہ وہیں چوری کی تہمت لگائی گئی اور بنیامین کو اس جرم میں ایک سال تک روک رکھا گیا اور حضرت یعقوب علیہ السلام پر دوہری مصیبت آئی غرض تدبیر سے حکم قضا و قدر نہیں پھر سکتا یعقوب علیہ السلام کے دل میں جو شفقت و محبت بچوں کی تھی اسکے تقاضے سے انھوں نے یہ بات ظاہر کر دی تھی مگر وہ اسکے کچھ متعقد نہ تھے کہ اس تدبیر سے تقدیر دفع ہو جاوے گی صحیح بخاری میں ابو ہریرہؓ سے اور صحیح مسلم میں جابرؓ بن عبد اللہ سے جو روایتیں ہیں انکا حاصل یہ ہے کہ آدمی کی تقدیر میں جو کچھ لکھا جانا تھا وہ لکھا بھی گیا اور قلم خشک بھی ہو گیا یہ حدیثیں ما کان یعنی عنہم من اللہ من شی کی گویا تفسیر ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ تدبیر سے تقدیر کا لکھا نہیں ٹل سکتا لیکن انسان کو تقدیر کا حال معلوم نہیں جس طرح مثلاً یعقوب علیہ السلام نے ٹوک نہ لگنے کی تدبیر کی اور تقدیر کا یہ حال معلوم نہ تھا کہ تقدیر میں چوری کا الزام لکھا ہے اسلئے انسان کو چاہیے کہ دنیا عالم اسباب ہے میں تدبیر کو کام میں لاوے اور اصل بھروسہ تقدیر الٰہی پر رکھے چنانچہ اسی کے موافق یعقوب علیہ السلام نے عمل کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس عمل کی تعریف فرمائی اور فرمایا کہ بہت سے آدمی اس عمل کو نہیں جانتے جس کا مطلب یہ ہے کہ بہت سے آدمی ظاہر اسباب کے پابند ہو کر تقدیر الٰہی کو بھول جاتے ہیں۔

وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰي يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّيْٓ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَىِٕسْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

اور جب داخل ہوئے یوسف کے پاس اپنے پاس رکھا اپنے بھائی کو کہا میں ہوں بھائی تیرا سو تو غمگین نہ رہ ان کا موں سے جو کرتے رہے ہیں

اس آیۃ میں اللہ پاک نے اس بات کی خبر دی کہ جب یوسف علیہ السلام کے بھائی ملک مصر میں جہاں یوسف علیہ السلام کا قبضہ و تصرف تھا داخل ہوئے تو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی بنیامین کو اپنے پاس اوتارا کہتے ہیں کہ دو دو آدمیوں کو ایک ایک گھر میں جگہ دی دس بھائیوں کو پانچ گھر عطا کئے بنیامین اکیلے رہ گئے انکو اپنے پاس رکھا اور تنہائی میں ملاقات کر کے کہہ دیا کہ تم دل میں کچھ خوف نہ کرو میں تمہارا بھائی ہوں ان سوتیلے بھائیوں نے جو کچھ میرے اور تمہارے ساتھ

منزل ۳

سلوک کیا ہی اُسکا رنج وغم نکرو اور بعض مفسرین نے یہ بیان کیا ہی کہ یوسف علیہ السلام نے یہ بات بنیامین سے نہیں
کہی کہ میں یوسف تیرا بھائی ہوں بلکہ یہ کہا کہ ہم تمہارے بھائی کی جگہ ہیں اور بعض نے یہ کہا ہی کہ یوسف علیہ السلام
نے بنیامین کو خبر دی کہ میں یہ تدبیر کرتا ہوں پیمانہ تمہارے نام کے غلہ کی گٹھری میں رکھہ دیتا ہوں اور چوری کی علت
لگا کر تمہیں اپنے پاس رکھہ لونگا انھوں نے کہا کہ اچھا یہی کرو غرضکہ پیمانہ اُنکے اونٹ کے کجاوہ میں رکھہ دیا یہی مراد سقایہ
سے ہی جسکا ذکر آگے آتا ہی۔ تفسیر سدی اور معازی ابن اسحٰق میں اُمے ایہ اخاہ کی یہ تفسیر کی ہی کہ جب یوسف علیہ السلام
کے سوتیلے بھائی بنیامین کو ساتھ لیکر یوسف علیہ السلام کے روبرو آئے تو یوسف علیہ السلام نے حکم دیا کہ دو دو آدمیوں کو
ایک ایک مکان میں اتارو اس صورت میں بنیامین اکیلے رہ گئے تو اُنکو اپنے پاس اتارا اور پھر تنہائی میں بنیامین
سے یہ کہدیا کہ میں تمہارا بھائی یوسف ہوں سوتیلے بھائیوں نے میرے اور تمہارے ساتھ جو کچھہ بدسلوکی کی ہی اُسکو
یاد کرکے اب تم کچھہ غمگین نہ ہو سوتیلے بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کے ساتھ جو بدسلوکی کی اُسکا ذکر تو اوپر گذر چکا
یوسف علیہ السلام کی جدائی کا غم غلط کرنے کے لئے یعقوب علیہ السلام بنیامین سے محبت زیادہ کرنے لگے تھے جو سوتیلے
بھائیوں کو شاق گذرتی تھی اسلئے وہ موقع پاکر بنیامین کو جھڑکتے اور دھمکاتے رہتے تھے اوسکا ذکر بنیامین سے سنکر
یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ اُسکو یاد کرکے کچھہ غمگین نہ ہونا چاہئے کیونکہ اب اللہ تعالیٰ نے میری اور تمہاری سب
سختیوں کو طرح طرح کی راحتوں سے بدل دیا اُس کا ہزار ہزار شکر ہی اوسط طبرانی میں عبداللہ بن مسعود اور انس بن مالک منزل ۳
سے جو روایتیں ہیں اون میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر سختی کے بعد آسانی ہی اگرچہ عبداللہ بن مسعود کی
حدیث کی سند میں ایک راوی ابومالک عبدالملک نخعی اور انس بن مالک کی حدیث کی سند میں [illegible]
مگر لیکن آیۃ ان مع العسر یسرا سے اِن روایتوں کی پوری تقویت [illegible]
ہیں اور طبرانی کی اون روایتوں میں سختی کے بعد راحت کا جو وعدہ ہی یوسف علیہ السلام اور بنیامین کی حالت اوس
وعدہ کے ظہور کی ایک بڑی مثال ہے۔

فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ أَيَّتُهَا الْعِيرُ
پھر جب تیار کر دیا اُنکو اسباب اُنکا رکھہ دیا پینے کا باسن بوجھہ میں اپنے بھائی کے پھر پکارا پکارنے والے نے اے قافلے والو

إِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ ۝ قَالُوا وَأَقْبَلُوا عَلَيْهِمْ مَاذَا تَفْقِدُونَ ۝ قَالُوا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ
تم متہم چور ہو کہنے لگے منہ کرکر اُنکی طرف تم کیا نہیں پاتے بولے ہم نہیں پاتے بادشاہ کا باپ

وَلِمَنْ جَاءَ بِهِ حِمْلُ بَعِيرٍ وَأَنَا بِهِ زَعِيمٌ
اور جو کوئی وہ لاوے اُسکو ملے ایک بوجھہ اونٹ کا اور میں ہوں اُسکا ضامن

جب یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کا سفر کا سب سامان پورا کر دیا اور غلہ ناپ تول کر اونٹوں پر بار کرا دیا تو ایک

ایک برتن چاندی کا جس سے پانی پیتے تھے اور اسی سے غلہ بھی ناپ کر لوگوں کو دیتے تھے اور اس برتن کو سقایہ کہتے تھے یہ برتن اپنے چھوٹے بھائی کے سامان میں پوشیدہ طور پر رکھ دیا جب یہ لوگ وہاں سے کچھ دور نکل گئے تو یوسف علیہ السلام کے خدمت گاروں نے وہاں سقایہ کا پتہ نہ پایا دل میں متفکر ہوئے اور یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو جو ابھی غلہ لیکر واپس چلے تھے پکارنے لگے کہ اے قافلہ والو ٹھہر جاؤ تم چور معلوم ہوتے ہو یہ آواز سنکر وہ لوگ پریشان ہوئے اور پھر کر دریافت کیا کہ کیا چیز چوری گئی ہے انھوں نے جواب دیا کہ بادشاہ کا سقایہ نہیں ملتا اوسی کو ڈھونڈ رہے ہیں پھر منادی نے یہ بھی کہا کہ جو شخص اس کا پتہ لگا دیگا اوسے غلہ کا ایک اونٹ کا بوجھ بادشاہ کی طرف سے ملے گا اور ہم اسکے ضامن ہیں۔ صحیح بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ملک عراق سے شام کے ملک کے سفر میں ابراہیم علیہ السلام کا گزر ایک ظالم بادشاہ کے شہر پر سے ہوا۔ اس بادشاہ کی یہ عادت تھی کہ مسافروں کی خوبصورت عورتوں کو زبردستی بدکاری کی غرض سے پکڑوا لیا کرتا تھا اور اگر یہ سن لیتا تھا کہ عورت کے ساتھ اسکا شوہر بھی ہے تو اس مرد کو قتل کرا دیتا تھا اس سفر میں ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ انکی بی بی سارہ بھی تھیں جو حسن و جمال میں مشہور ہیں انکے حسن و جمال کے سبب سے جب اس ظالم بادشاہ کے سپاہی حضرت سارہ کو پکڑنے آئے تو اوس ظالم کے ہاتھ سے بچنے کے لئے ابراہیم علیہ السلام نے اون سپاہیوں سے یہ حیلہ کیا کہ سارہ کو اپنی بہن بتا دیا جس سے انکا مطلب یہ تھا کہ یہ میری دینی بہن ہیں ورنہ اصلی بہن سے تو ملت ابراہیمی میں نکاح حرام ہے۔ اس حدیث کو ان آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جس طرح ایک ظالم کے ظلم سے بچنے کی غرض سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک جائز حیلہ کا ذکر حدیث میں ہے اسی طرح نبیا میں کو سوتیلے بھائیوں کی جھڑکیوں اور دھمکیوں سے چھوڑانے کی غرض سے یوسف علیہ السلام کے ایک جائز حیلہ کا ذکر ان آیتوں میں ہے اور جس طرح دینی بہن ہونے کی نیت سے ابراہیم نے سارہ کو اپنی بہن بتایا تھا اسی طرح یوسف علیہ السلام نے اپنے سوتیلے بھائیوں کو اس نیت سے چور ٹھہرایا کہ ان سوتیلے بھائیوں نے یعقوب علیہ السلام کی چوری سے یوسف علیہ السلام کو مصر کے قافلہ کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ پوشیدہ طریقہ سے کوئی مطلب حاصل کیا جائے تو اس پوشیدہ طریقہ کو حیلہ کہتے ہیں اب اگر کسی جائز مطلب کے لئے حیلہ کیا جاوے تو اس طرح کا حیلہ شرع میں جائز ہے۔ مثلاً قسم کے بعد انشاء اللہ کہہ کر قسم کے وبال سے بچنا یا خرید و فروخت میں کوئی جائز شرط لگا کر نقصان سے بچنا یا لڑائی میں کوئی حیلہ نکال کر دشمن کو دھوکہ دینا یہ سب جائز حیلے اور جائز مطلب ہیں ہاں حیلہ کے ذریعہ سے کسی ناجائز مطلب کو جائز ٹھہرایا جائے تو یہ ناجائز ہے مثلاً جس طرح یہود نے ہفتہ کے دن مچھلیوں کا شکار ایک حیلہ سے حلال ٹھہرا لیا تھا جسکا ذکر سورۃ الاعراف میں گزر چکا ہے۔ منزل ۳

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ ۝ قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗ

بولے قسم اللہ کی تم کو معلوم ہے ہم شرارت کرنے کو نہیں آئے ملک میں اور نہ ہم کبھی چور تھے بولے پھر کیا سزا ہے اسکی

إِن كُنتُمْ كَٰذِبِينَ ۝ قَالُوا جَزَاؤُهُ مَن وُجِدَ فِي رَحْلِهِ فَهُوَ جَزَاؤُهُ ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ ۝

اگر تم جھوٹے ہو کہنے لگے کہ اسکی سزا یہ کہ جسکے بوجھ میں پانی دے وہی جاوے اسکے بدلے میں ہم یہی سزا دیتے ہیں گنہگاروں کو

فَبَدَأَ بِأَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَاءِ أَخِيهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِن وِعَاءِ أَخِيهِ

پھر شروع کیں یوسف نے انکی خورجیاں دیکھنی اپنے بھائی کی خورجی سے پہلے آخر کو وہ پیالہ نکالا خورجی سے اپنے بھائی کی

جب یوسف علیہ السلام کے خدمت گاروں نے انکے بھائیوں کو پکار کر کہا کہ اے قافلہ والو ٹھہر جاؤ تم چور معلوم ہوتے ہو تو ان لوگوں نے تعجب کی راہ سے اپنے پروردگار کی قسم کھائی اور کہا کہ تم جانتے ہو کہ ہم یہاں فساد کرنے نہیں آئے ہیں اور نہ ہم چور ہیں کیونکہ تم اس سے پہلے ہمارے یہاں آنے کی وجہ سے ہماری حالت سے کسی قدر واقف ہو چکے ہو اور ہم جو دوبارہ آئے ہیں اسکی وجہ بھی تمہیں معلوم ہے کہ غلہ کی قیمت ہماری گٹھریوں میں چلی گئی تھی جسکے واپس کر دینے کا ہمیں خیال تھا۔ یہ بات سنکر یوسف علیہ السلام کے خدمت گاروں نے کہا کہ اگر تم برخلاف اپنے قول کے چور ثابت ہوگے تو تمہاری کیا سزا ہی ہے انھوں نے کہا کہ ہم میں سے جسکے پاس وہ برتن نکلے وہی اسکی جزا ہے۔ تفسیر سدی تفسیر ابن ابی حاتم وغیرہ میں جو سلف کے قول ہیں اونسے معلوم ہوتا ہے کہ یعقوب علیہ السلام کی شریعت میں چوری کا حکم یہ تھا کہ چور کو ایک برس تک غلام بنا کر رکھ لیا کرتے تھے اسلئے یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے یہ بات کہی کہ جسکے پاس چوری کا مال نکلے وہ رکھ لیا جائے کیونکہ ظالموں کے ظلم کا یہی بدلہ ہے غرضکہ یہ بات تو یوسف علیہ السلام کی مرضی کے موافق تھی بہت جلد اسپر راضی ہوگئے اور پہلے سوتیلے بھائیوں کے سامان کی گٹھریوں کو ٹٹولنے لگے اور تلاشی لی پھر آخر میں اپنے سگے بھائی بنیامین کی تلاشی لی وہ سقایہ انکے سامان میں سے برآمد ہوا اسپر یوسف علیہ السلام کے بھائی نہایت شرمندہ ہوئے اور سر جھکا لیا اور بنیامین کو یوسف علیہ السلام کے حوالہ کیا۔ صحیح بخاری مسلم وغیرہ میں چور کے ہاتھ کاٹنے کی روایتیں جو چند صحابہ سے ہیں ان روایتوں کو ان آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن شریف میں ملتہ ابراہیمی کی پیروی کا جو حکم ہے وہ فقط اونہیں مسئلوں میں ہے جو مسئلے شریعت محمدی میں ملتہ ابراہیمی کے موافق ہیں مثلاً جیسے حج اور قربانی کے مسئلے چور کی سزا کا ملتہ ابراہیمی کا مسئلہ اور ہے کہ چور کو ایک سال تک غلام بنا کر رکھا جاتا تھا اور شریعت محمدی میں چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم ہے اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسے مسئلوں میں ملتہ ابراہیمی کی پیروی لازم نہیں ہے۔

كَذَٰلِكَ كِدْنَا لِيُوسُفَ ۖ مَا كَانَ لِيَأْخُذَ أَخَاهُ فِي دِينِ الْمَلِكِ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ ۚ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ

یوں داؤ بتا دیا ہم نے یوسف کو ہرگز نہ لے سکتا اپنے بھائی کو انصاف میں اس بادشاہ کے مگر جو چاہے اللہ ہم درجے بلند کرتے ہیں

مَّن نَّشَاءُ ۗ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ

جسکو چاہیں اور ہر خبردار سے اوپر ہے ایک خبردار

جس تدبیر کا اوپر ذکر ہوا اس تدبیر سے بنیامین مصر میں آگئے اور حضرت یوسف نے انکو آزردہ پاکر بھائیوں سے علیحدہ

لیجا کر خفیہ طور پر یہ ادنہیں جتلادیا کہ میں تمہارا بھائی یوسف ہون تو پھر نبیامیں نے حضرت یوسف کو چھوڑ کر جانے کا افسوس ظاہر کیا بلکہ یہ کہا کہ میں تم کو چھوڑ کر نہ جاؤن گا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف کے دل میں یہ باسن چھپا دینے کا حیلہ ڈالا اور اس حیلہ کے بعد بھی نبیامین کا مصر میں رہنا مشکل تھا کیونکہ بادشاہ مصر کے رواج سے چور کی سزا یہ تھی کہ چور کو کچھ کوڑے مارے جاتے تھے اور چوری کی چیز کی دوگنی قیمت بطور جرمانہ کے چور سے وصول کیجاتی تھی اسلئے اللہ تعالیٰ نے یہ بھی حضرت یوسف کے دل میں ڈالدیا کہ وہ اپنے بھائیون سے پوچھواوین کہ اگر تم میں سے کوئی چور نکل آیا تو آخر اوسکی کیا سزا ہی تاکہ انکے منہ سے ملتہ ابراہیمی و یعقوبی کی سزا جو چور کو مالک مال کے پاس برس روز تک غلام بنا کر رکھنا ہی جھٹ نکل جاوے اور پھر اسکے موافق عمل ہو کر نبیامین حضرت یوسف کے پاس رہجاوین حاصل معنے آیۃ کے یہ ہیں کہ یہ دونون تدبیرین اللہ کی طرف سے حضرت یوسف کے دل میں بروقت نہ ڈالی جاتین تو نبیامین کا حضرت یوسف کے پاس مصر میں رہنا ہرگز ممکن نہ تھا۔ الا ان یشاء اللہ۔ اس کا مطلب مجاہد کے قول کے موافق یہ ہی کہ اللہ کی قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں ہی اگر اللہ چاہتا تو یوسف علیہ السلام کے دل میں ایسی کوئی بات ڈالدیتا جس سے وہ مصر کے بادشاہ کے رواج کے موافق بھی نبیامین کو اپنے پاس رکھ لیتے۔ نرفع درجات من نشاء۔ اس کا مطلب یہ ہی کہ یہ دونون تدبیرین سکھا کر جس طرح اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کے علم کا درجہ اُن کے بھائیون سے بڑھا دیا اسی طرح جس کا درجہ بڑھانا وہ چاہتا ہی بڑھا دیتا ہی مطلب یہ ہی کہ قریش کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر کچھ تعجب نہ کرنا چاہیئے یہ اللہ کی مرضی ہی وہ اپنی مرضی کے موافق ایک دادا کی اولاد میں سے جس کا مرتبہ چاہے بڑھا دیوے۔ وفوق کل ذی علم علیم۔ اس کا حاصل مطلب یہ ہی کہ اللہ کا علم سب سے بڑھکر ہے۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابی بن کعب کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی جس میں خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اپنے علم کی مثال ایک قطرہ اور اللہ تعالیٰ کے علم کی مثال دریا کی فرمائی ہی یہ حدیث وفوق کل ذی علم کی گویا تفسیر ہے۔ سلف کا قول ہی کہ کید کا لفظ مخلوق کے حق میں جب بولا جاتا ہی تو اسکے معنے حیلہ کے ہوتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی شان میں بولا جاتا ہی تو اسکے معنے تدبیر کے ہوتے ہیں۔

منزل ۳

۷۷ قَالُوْٓا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِيْ نَفْسِهٖ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ ۚ

کہنے لگے اگر اُسنے چرایا تو چوری کی ہی اسکے ایک بھائی نے پہلے تب۔ آہستہ کہا یوسف نے اپنے جی میں اور اُنکو نہ جتایا

قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ۝

بولا کہ تم اور بدتر ہو درجے میں اور اللہ خوب جانتا ہی جو تم بتاتے ہو

یوسف علیہ السلام کے سوتیلے بھائیون نے جب دیکھا کہ بادشاہ مصر کا پیمانہ نبیامین کے سامان میں سے نکلا تو کہنے لگے کہ اسپر کیا موقوف ہی اگر اسنے چوری کی ہی تو کوئی زیادہ تعجب کی بات نہیں ہی اس کا ایک بھائی اور تھا اُسنے بھی ایک مرتبہ چوری کی تھی اس چوری کی بابت مجاہد کہتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام کی پھوپی اسحٰق کی اولاد میں سب سے بڑی تھین

ایک کمربند ہتی علیہ السلام کا تھا اُسکے وارث پہلے سے بڑی اولاد ہوتی آئی تھی اسلئے اِس مرتبہ اُنکی پھوپی اُسکی وارث ہوئیں جب حضرت یعقوبؑ کے گھر میں یوسف علیہ السلام پیدا ہوئے اُنکی پھوپی نے اِنکی پرورش کی اور جان سے زیادہ انہیں چاہتی تھیں یوسف علیہ السلام کا ایک گھڑی آنکھ سے اوجھل ہونا پہر شاق گزرتا تھا جب یوسف علیہ السلام کئی برس کے ہوگئے تو اُنکے باپ نے اپنی بہن سے انہیں طلب کیا کہ اب یوسف کو مجھے دیدو اپنے پاس سے اِس کا علیحدہ ہونا مجھے گوارا نہیں ہے انکی پھوپی نے کہا کہ یہ بات تو ہو نہیں سکتی میں اُسکو ہرگز نہیں چھوڑوں گی تم اسے چند روز اور میرے پاس رہنے دو اِس سے میرا غم غلط ہوتا ہے اور میرے دل کو اِس سے تسکین ہوتی ہے جب یعقوب علیہ السلام گھر میں سے باہر آئے تو انکی بہن نے وہ کمربند یوسف علیہ السلام کی کمر سے باندہ دیا اور یہ اوڑادی کہ کمربند گم ہوگیا ہے دیکھو کس نے لیا ہے غرضکہ کمربند کی تلاش ہونے لگی اور گھر میں ہر شخص کی جامہ تلاشی ہوئی جب یوسف علیہ السلام کی باری آئی تو انکی کمر سے وہ پٹکا نکلا اسپر یعقوب علیہ السلام کی بہن نے یعقوب علیہ السلام سے کہا کہ اب یہ لڑکا موافق تمہارے دین و آئین کے میرا ہے جو چاہو سو کرو تب حضرت یعقوب نے بھی کہہ دیا کہ ہاں تمہارا ہے جو تم چاہے کرو تمہیں اختیار ہے۔ غرضکہ یوسف علیہ السلام کی پھوپی نے ایک برس تک یوسف علیہ السلام کو اِس حیلے سے روک رکھا اِسی بات کا طعنہ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے یوسفؑ کو دیا کہ نبیا میں نے اگر چوری کی تو کونسا تعجب ہوگیا اِسکے بھائی نے بھی تو چوری کی تھی۔ مگر یوسف علیہ السلام نے اِنکی باتوں کا کچھ ظاہر میں جواب نہ دیا اور دلمیں کہا کہ تم بڑے شریر ہو تمہارے قول و فعل سے خدا ہی خوب واقف ہے اور وہی جانتا ہے جو کچھ تم کہہ رہے ہو آیا صحیح کہہ رہے ہو یا غلط۔ صحیح مسلم اور ترمذی میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص درگذر کی عادت ڈالے تو آخر کو اُسکی عزت بڑہتی ہے اِس حدیث کو آیہ کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے چوری کا الزام سنکر درگزر کے طور پر اوس الزام کا کچھ جواب جو نہیں دیا تو اللہ تعالیٰ نے اِس درگزر کے بدلے میں یوسف علیہ السلام کی اِس قدر عزت بڑھائی کہ یوسف علیہ السلام کے ان ہی سوتیلے بھائیوں کو آخر تاللہ لقد آثرک اللہ علینا کہنا پڑا جس کا مطلب یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام کے سوتیلے بھائیوں نے قسم کھاکر یوسف علیہ السلام کی عزت کو تسلیم کیا۔

منزل

قَالُوْا یٰٓاَیُّهَا الْعَزِیْزُ اِنَّ لَهٗۤ اَبًا شَیْخًا كَبِیْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ ۝

کہنے لگے اے عزیز اِسکا ایک باپ ہے بوڑھا بڑی عمر کا سو رکھ لے ایک ہم میں سے اوسکی جگہ ہم دیکھتے ہیں تو ہے احسان کرنے والا

قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ۝

بولا اللہ پناہ دے کہ ہم کسی کو پکڑیں مگر جس پاس پائی اپنی چیز تو تو ہم بے انصاف ہوئے

ع ۱۳

جب یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے دیکھا کہ اب نبیامیں کو عزیز مصر نہیں چھوڑے گا تو بہت گھبرائے کیونکہ باپ سے وعدہ کرکے آئے تھے کہ ہم ہرگز کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھینگے جس طرح ہوگا نبیامین کو ضرور اپنے ساتھ

واپس لائیں گے مگر یہاں معاملہ برعکس ہوا کہ بنیامین پر چوری ثابت ہوئی اور اُنکے دین کے موافق بنیامین عزیز مصر کا ایک برس تک غلام ہو چکا اسلئے گڑگڑانے لگے اور نہایت ہی عاجزی و منت سے کہا کہ اے عزیز مصر ہماری ایک بات سن لو ہمارے باپ بہت ہی بوڑھے ہیں اور کل لڑکوں میں اِسی چھوٹے لڑکے کو زیادہ چاہتے ہیں اِسکے بغیر اونہیں آرام نہیں اِسکی جدائی کی تاب وہ ہرگز نہیں لا سکتے اسواسطے اگر آپ اپنے کرم اور اخلاق سے ہم میں سے کسی ایک کو اِسکی جگہ رکھ لیں اور اِس کو چھوڑ دیں تو بہتر ہوگا اور بہت ہی بڑا احسان آپکا ہمارے اوپر ہوگا اور ہم آپکو نیکوکار مرد بزرگ دیکھتے ہیں ضرور ہمارے مدعا کو پورا کریں گے کیونکہ ہمیں یقین ہے کہ ہم میں سے کسی ایک کی جدائی باپ کو اتنا رنج نہیں پہونچائیگی جتنا چھوٹے بھائی کے فراق سے اونہیں غم اور ملال ہوگا یہ بات یوسف علیہ السلام نے سنکر یہ جواب دیا کہ یہ بڑے بے انصافی کی بات ہے کہ جسکے سامان میں پیمانہ نکلا ہے اوسکی جگہ کسی اور کو رکھا جائے یوسف علیہ السلام نے یہاں پر پہلو بچا کر گفتگو کی یونہیں کہا کہ جسنے چوری کی ہے اوسکو روک رکھیں گے بلکہ یوں کہا کہ جسکے سامان میں چوری کا برتن نکلا ہے اوسی کو روک رکھیں گے یوسف علیہ السلام نے یہ پہلو اسلئے بچایا کہ اُنکے سوتیلے بھائیوں کو تو چور کہا جا سکتا تھا کہ اِن سوتیلے بھائیوں نے باپ کی چوری سے ایک بھائی کو بیچ ڈالا بنیامین کو چور کہنے کا کوئی سبب نہیں تھا کیونکہ بنیامین کے کجاوہ میں وہ پیمانہ حیلہ کے طور پر خود یوسف علیہ السلام نے رکھوا دیا تھا۔ معتبر سند سے ترمذی اور ابن ماجہ میں سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا میں سب سے بڑھکر مصیبت انبیا پر پڑا کرتی ہے تاکہ وہ اُس مصیبت پر صبر کریں اور عقبیٰ میں اُس کا اجر پاویں اِس حدیث کو ان آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یعقوب علیہ السلام پر پہلے یوسف علیہ السلام کی جدائی کی اور پھر بنیامین کی جدائی کی مصیبت اِس لئے پڑی کہ وہ اِس مصیبت پر صبر کریں اور اُسکا اجر عقبیٰ میں اُنکو ملے صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوذر کی حدیث گزر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ظلم اللہ تعالیٰ کو بہت ناپسند ہے اِسلئے اُسنے ظلم کو اپنی ذات پاک پر بھی حرام ٹھہرایا ہے اور اپنے بندوں کو بھی ظلم کی مناہی فرمائی ہے یہ حدیث آخری آیۃ کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ بنیامین کی جگہ کسی دوسرے بے قصور کو غلام بنا کر رکھ لینا ظلم تھا اور ظلم اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بری چیز ہے اِسلئے یوسف علیہ السلام نے بنیامین کی جگہ کسی دوسرے شخص بے قصور کو رکھ لینا پسند نہیں کیا بلکہ اِسکو اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگنے کے قابل ایک کام قرار دیا ہے۔

ملزوم ۳۱

فَلَمَّا اسْتَيْـَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا ؕ قَالَ كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ

پھر جب ناامید ہوئے اِس سے اکیلے بیٹھے مصلحت کو بولا اُنمیں کا بڑا تم نہیں جانتے کہ تمہارے باپ نے لیا ہے تم سے عہد اللہ

اللّٰهِ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْۤ اَبِيْۤ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ ۚ وَهُوَ

کا اور پہلے جو قصور کر چکے ہو یوسف کے حال میں سو میں نہ سرکونگا اِس ملک سے جبتک کہ حکم دے باپ میرا یا فیصلہ چکاوے اللہ میرا اور

الدرجۃ ۱۲

خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ۝ اِرْجِعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَمَا شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ

سب سے بہتر چکانیوالا پھر جاؤ اپنے باپ پاس اور کہو اے باپ تیرے بیٹے نے چوری کی اور ہمنے وہی کہا تھا جو ہمکو خبر تھی اور ہمکو

حٰفِظِيْنَ ۝ وَسْـَٔلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْٓ اَقْبَلْنَا فِيْهَا ۭ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۝

غیب کی خبر یا ذنہ تھی اور پوچھ لے اُس بستی سے جسمیں ہم تھے اور اِس قافلے سے جسمیں ہم آئے ہیں اور ہم بیشک سچ کہتے ہیں

جب یوسف علیہ السلام کے سوتیلے بھائی بنیامین کی رہائی سے ناامید ہو گئے تو صلاح و مشورہ کرنے لگے کہ اب کیا کرنا چاہیئے عزیز مصر تو کسی طرح ہماری التجا قبول نہیں کرتا بڑا بھائی جس کا نام روبیل تھا اُسنے یہ کہا کہ تم سب جانتے ہو کہ چلتے وقت تمہارے باپ نے بنیامین کے واپس لانے کے لئے خدا کو درمیان میں دیکر قول قرار لیا تھا اور اِس سے پہلے تم سے ایک قصور اور بھی سرزد ہو چکا ہے کہ تم یوسف کو باپ سے جدا کر چکے ہو ایسی حالت میں میری تو غیرت تقاضا نہیں کرتی کہ اب باپ کو منہ دکھاؤں میں تو اب یہاں سے ہلنے کا نہیں جب تک باپ کی اجازت نہیں آئے گی میں یہیں رہوں گا یا لڑ بھڑ کر عزیز مصر سے اپنے بھائی کو واپس لین گے قتل ہونگے یا قتل کریں گے اور بغیر بنیامین کے باپ کے پاس نہیں جائین گے خدا احکم الحاکمین ہے اُسی کے ہاتھ میں ہار فیصلہ ہے جو تقدیر اُسنے نافذ کی ہوگی وہ ہوگی تم اگر مصر جاتے ہو تو باپ کے پاس واپس چلے جاؤ اور یہ ساری حقیقت اُنسے جاکر بیان کردو کہنے ہر چند اِس بات کا قول قرار کیا تھا کہ بنیامین کی حفاظت کرین گے مگر ہمیں غیب کی خبر نہیں تھی کہ یہاں چوری کی علت میں تمہارا بیٹا پکڑا جاویگا اور ہم نے موافق اپنے دین کے چور کی سزا بھی بتلا دی اب عزیز مصر بنیامین کو نہیں آنے دیتا اُسنے اِس جرم میں اُسے روک رکھا ہے ہم مجبور ہیں کیا کرین اور ایکو ہمارے کلام میں کچھ شک و شبہ ہو تو جس گانوں میں ہم آکر اترے ہیں یہاں کے لوگوں سے دریافت کیجئے اور جس قافلہ کے ساتھ ہم مصر میں داخل ہوئے ہیں اُنسے ساری حقیقت معلوم کر لیجئے کہ ہم کہان تک سچے ہیں و ما کنا للغیب حافظین کی تفسیر بعض مفسرین نے یہ بھی بیان کی ہے کہ ہم رات کے وقت سوتے تھے اُسوقت اِسنے چوری کی ہمکو ذرا بھی اِسکی خبر نہیں ہوئی اُسکا فعل ہمپر پوشیدہ رہا اسواسطے ہم یہ بھی یقینی طور پر نہیں کہہ سکتے کہ واقعی اِس نے چوری کی یا وہ پیمانہ اِسکی خرجی میں کسی نے رکھدیا تھا مگر وہ پیمانہ اُسی کی خرجی میں سے نکلا اِسلئے وہ پکڑا گیا قریہ سے مراد وہی قریہ ہے جہان یہ لوگ جاکر مصر میں مقیم ہوئے تھے اور جہان غلہ کی بہرتی کی جاتی تھی اور اہل قافلہ کنعان کے باشندوں میں سے چند شخص تھے جو حضرت یعقوب علیہ السلام کے ہمسایہ میں رہتے تھے وہ بھی مصر غلہ لینے آئے تھے اور بنیامین کا سارا قصہ سن گئے تھے اِسلئے اُنسے اپنی تصدیق کے لئے روبیل نے کہا تھا غرض جب یوسف علیہ السلام کے نو سوتیلے بھائیوں نے کنعان میں واپس آکر اپنے پدر عالی قدر سے اِس حال کا ذکر کیا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے اُنسے یہ بات کہی جس کا ذکر آگے آتا ہے۔ معتبر سند سے بیہقی میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر مدعی کو دعوے کے ثابت کرنے کے لئے گواہی پیش کرنی چاہیئے صحاح میں اور بہت سی حدیثیں

منزل

ہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدعیوں سے گواہی لیکر مقدمات کے فیصلے کئے ہیں ان حدیثوں کو آیتوں کی تفسیر میں دخل ہی کسلئے کہ ان حدیثوں کو آیتوں کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب قرار پاتا ہی کہ شرع محمدی میں مدعی سے گواہ لینے کا مسئلہ ملتہ ابراہیمی کے موافق ہی کیونکہ ملتہ ابراہیمی میں اس مسئلہ کے ہونے کے سبب سے روبیل نے اپنے دعوی کے ثابت کرنے کی غرض سے مصر در کنعانی لوگونکی گواہی کا ذکر اپنے اس قول میں کیا جس کا تذکرہ ان آیتوں میں ہی۔

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنفُسُكُمْ أَمْرًا ۖ فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۖ

بولا کوئی نہیں بنالی ہے تمہارے جی نے ایک بات اب صبر ہی بن آوے

جب یوسف علیہ السلام کے سوتیلے بھائیون نے کنعان پہونچکر باپ سے بنیامین کا قصہ بیان کیا تو حضرت یعقوب نے انکی بات کو سچا نہیں جانا اور سمجھے کہ جس طرح اونھون نے یوسف کو علیحدہ کیا اسی طرح بنیامین کو بھی انھون نے مجھسے جدا کیا اسی بنا پر کہا کہ یہ بات کوئی بھی ٹھیک نہیں ہی یہ سب من گھڑت ہی تمہارے دل نے یہ سب افترا پردازی کی ہی اور تم نے خود یہ بات ویسے گھڑلی ہی کہاں بنیامین اور کہاں چوری اوس سے اور چوری سے کیا علاقہ۔ یا مطلب بل سولت لکم انفسکم امرا سے یہ ہی کہ تم بنیامین کو ملک مصر میں بغرض منفعت کے لے گئے تھے اور اسکے عوض مضرت حاصل کرلائے یا یہ مراد ہے کہ تم نے فتوی دیدیا کہ چور کو چوری کے عوض میں پکڑکر رکھ لینا چاہئے غرضکہ حضرت یعقوب علیہ السلام پیغمبر تھے پیغمبر کی بات کبھی جھوٹ نہیں ہوتی اونھوں نے اپنے بیٹون سے جو یہ کہا کہ تمہارے دل نے یہ بات بنائی ہے واقعی یہی بات تھی کہ یوسف بھی تو آپ کے بیٹے تھے انھون نے چوری کی ترکیب خود نکالی تھی اور بنیامین کو اس تدبیر سے اپنے پاس رکھ لیا اسلئے نبی کے دل نے چوری کے قصہ کو قبول نہیں کیا۔ بہرحال یعقوب علیہ السلام نے کہا خیر کوئی بات بھی ہو اب تو بجز صبر کے کوئی چارہ نہیں صبر جمیل کے معنے پہلے بیان ہوچکے ہیں کہ صبر جمیل وہ صبر ہے جس میں شکوہ و شکایت نہ ہو اور ساری باتین خدا کی طرف سونپی جائیں۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے انس بن مالک کی حدیث گزر چکی ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مصیبت کے پیش آتے ہی شروع صدمہ کے وقت آدمی صبر کرے تو اوس کا بڑا اجر ہے ورنہ رفتہ رفتہ مصیبت کا صدمہ کم ہوجانے سے آدمی کو خود صبر آجاتا ہی۔ اس حدیث کو آیت کی تفسیر میں بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کی جدائی کے شروع صدمہ کے وقت جس طرح فصبر جمیل فرمایا وہی بنیامین کی جدائی کے شروع صدمہ کے وقت فرمایا اسلئے اللہ تعالی نے علاوہ عقبی کے اجر کے دنیا میں بھی انکے اس صبر کا یہ بدلا دیا کہ انکے بیٹون کو خیریت کے ساتھ انسے ملادیا۔

عَسَى اللَّهُ أَن يَأْتِيَنِي بِهِمْ جَمِيعًا ۖ إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ۝

شاید اللہ لے آوے میرے پاس ان سبکو وہی ہی خبردار حکمتون والا

منزل ۳

حضرت یعقوب علیہ السلام کو پہلے تو فقط حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی کا رنج تھا جب حضرت یوسف علیہ السلام کے چھوٹے بھائی بنیامین بھی حضرت یعقوب علیہ السلام سے جدا ہو گئے اور اُنکی جدائی سے حضرت یعقوب علیہ السلام کا رنج اور بڑھ گیا اور رنج کی کوئی حد باقی نہ رہی تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے جان لیا کہ دنیا میں عادت الٰہی ہمیشہ سے یوں ہی جاری ہے کہ دنیا کے ہر رنج کے ساتھ خوشی لگی ہوئی ہے اسی واسطے حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے دل کو تسکین فرمائی جس کا ذکر اس آیت میں ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب اور اُس خواب کی تعبیر کے سبب سے حضرت یعقوب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی ذات سے توقع تھی کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو ہرگز بھیڑیے نے نہیں کھایا اور اُس خواب کی تعبیر تک ضرور یوسف زندہ رہوینگے آزمائش الٰہی کے طور پر کچھ عرصہ تک آنکھوں سے اوجھل ہو گئے ہیں پھر ضرور ملینگے اسلئے حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ فرمایا کہ اللہ کی حکمت سے کچھ دور نہیں جو اللہ تعالیٰ روبیل یوسف بنیامین سب بچھڑے ہوؤں کو اکٹھا ملا دیوے آخر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی توقع کو پورا کیا اور سب بچھڑوں کو حسب مراد ملا دیا یہ روبیل حضرت یعقوب علیہ السلام کے وہ بڑے بیٹے تھے جو بن یامین کے مصر میں رہ جانے کے بعد شرما کر کنعان نہیں آئے تھے اور مصر میں رہ گئے تھے۔ آیت ان مع العسر یسرا میں ہر رنج کے ساتھ خوشی کے لگے رہنے کا ایک ازلی وعدہ الٰہی ہے جس کا اثر یعقوب علیہ السلام کے دل پر تھا اور ہر ایمان دار شخص کے دل پر بھی اسکا اثر ہونا چاہیئے یہ آیت اور اس مضمون کی روایتیں جو اوپر گزر چکی ہیں وہ گویا اس آیت کی تفسیر ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ یعقوب علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے ازلی وعدہ کے بھروسہ پر یہ کہا کہ اللہ کے علم اور حکمت سے کوئی چیز باہر نہیں ہے وہ اپنے علم و حکمت سے اس رنج کے بعد ضرور سامان خوشی کا کر دیگا اور شاید وہ سامان یہی ہو کہ وہ سب بچھڑوں کو ملا دے۔

منزل

وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰٓاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ ۝ قَالُوْا

اور اٹھا پھرا اُنکے پاس سے اور بولا اے افسوس یوسف پر اور سفید ہو گئیں آنکھیں اُسکے غم سے سو وہ آپکو گھونٹ رہا تھا کہنے لگے

تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ۝

قسم اللہ کی تو نہ چھوڑیگا یاد یوسف کی جب تک کہ گل جاوے یا ہو جاوے مردہ

بنیامین کا قصہ سننے کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کی طرف سے منہ پھیر لیا اور کہنے لگے کہ افسوس یوسف پر مطلب یہ کہ اسوقت حضرت یوسفؑ کی یاد انکو آگئی اسف کے معنے شدت غم کے ہیں جب حضرت یوسف کا غم حد سے بڑھ گیا اور پھر بنیامین کا حال بیٹوں سے یہ سنا کہ بادشاہ مصر نے اسکو روک رکھا ہے اس سے اور بھی دوچند صدمہ ہوا تو جوش محبت میں یہ کلمہ آپکی زبان مبارک سے نکل گیا اور آپ بیٹوں کے فراق میں اس قدر روئے کہ آپکی آنکھیں جاتی رہیں سیاہی سفیدی سے بدل گئی مقاتل کہتے ہیں کہ یہ حالت آپکی چھ برس تک رہی اور آپکا یہ رونا اس سبب سے بھی تھا کہ آپ جانتے تھے کہ یوسفؑ زندہ ہیں لیکن آپکو انکے دین کی طرف سے خیال پیدا ہوا کہ مصر میں سارے لوگ بت پرست ہیں کبھی انکے

عقائد میں بھی فرق نہ آئے۔ صحیح بخاری و مسلم میں انسؓ بن مالک سے روایت ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ابراہیم کا انتقال ہوا تو آپ روئے اور یہ فرمایا کہ اے ابراہیم تیری جدائی کا مجھکو رنج ہی۔ اس حدیث کو ان آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ اولاد کی جدائی کا داغ بہت بڑا داغ ہی اس رنج میں رونا یا اولاد کا نام لیکر رنج کو ظاہر کرنا ملتہ ابراہیمی اور شرع محمدی دونوں میں اسکی مناہی نہیں ہی۔ ہاں کپڑے پھاڑنے اور منہ پیٹنے اور خلاف شرع کلمے زبان سے نکالنے کی مناہی ہی جس کا ذکر صحیح بخاری و مسلم کی عبداللہ بن مسعود کی حدیث اور سوا اسکے اور صحیح حدیثوں میں تفصیل سے ہی کظیم کے معنے دل ہی دل میں رنج و غم کو رکھنا اور زبان پر اسکا ذکر نہ لانا۔ حرض کے معنے جسم اور عقل میں فتور پڑ جانے کے ہیں۔ مطلب یہ ہی کہ یوسف علیہ السلام کے سوتیلے بھائیوں نے فہمائش کے طور پر باپ سے یہ کہا کہ یوسف کو یاد کر کے رنج و غم کرتے کرتے یا تو آپ اپاہج اور دیوانے ہو جاویں گے یا اپنی جان کھو دیں گے۔

قَالَ إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللَّهِ وَأَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ○

بولا میں تو کھولتا ہوں اپنا احوال اور غم اللہ ہی کے پاس اور جانتا ہوں اللہ کیطرف سے جو تم نہیں جانتے

صحیحین میں حضرت انسؓ کی روایت سے جو حدیث ہی اسکا حاصل یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قبر کے پاس ایک عورت کو روتے ہوئے دیکھ کر منع کیا اوس عورت نے آنحضرت کو نہیں پہچانا اور یہ کہنے لگی کہ میری جیسی مصیبت تم پر پڑے تو تمکو میرے دل کا حال معلوم ہو جب لوگوں نے اوس عورت کو جتلایا کہ یہ اللہ کے رسول ہیں تو اوس عورت نے اپنی بیقراری کی عذرخواہی آنحضرت سے کی آنحضرت نے فرمایا کہ بیقراری کے روکنے میں اور صبر کرنے میں اسی وقت بڑا اجر ہی جبکہ آدمی ابتدا مصیبت کے وقت صبر کرے ورنہ رفتہ رفتہ تو مصیبت کے بعد خود ہی آدمی کو ایک طرح کا قرار حاصل ہو جاتا ہے اس صحیح حدیث کے مضمون اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے حال کو ملا کر دیکھا جاتا ہی تو حضرت یعقوب کے حال میں کوئی بات ایسی نہیں پائی جاتی جسکو اعتراض کے طور پر ذکر کیا جا کر پھر اس اعتراض کا جواب دیا جاوے کیونکہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھیڑیے کے کھا جانے اور بنیامین کے مصر میں قید ہو جانے کی خبر ان حضرت یعقوب علیہ السلام کو پہونچی تو ابتدائے مصیبت کے وقت حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہی فرمایا کہ صبر بہتر اور کافی ہی پھر بعد میں جس قدر رنج حضرت یعقوب علیہ السلام نے ظاہر کیا ہی صحیحین کی حضرت انس کی حدیث اور اور صحیح حدیثوں سے آنحضرت کے صاحبزادے ابراہیم کی وفات کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس قدر رنج کرنا ثابت ہی۔ غرض حضرت یعقوب علیہ السلام کے جس قدر رنج اور قلق کا ذکر قرآن شریف میں ہی اوس میں کوئی بات ملت ابراہیمی یا شریعت محمدی کے مخالف نہیں معلوم ہوتی اسلئے بعضے مفسروں نے یہاں کچھ کچھ اعتراض کر کے طرح طرح جوابات جو دیئے ہیں انکو قرآن شریف کی تفسیر سے کچھ تعلق نہیں ہی۔ حاصل کلام یہ ہی کہ جب یوسف علیہ السلام کے سوتیلے بھائیوں نے یعقوب علیہ السلام کو اون سخت ملفوظوں میں فہمائش کی جس کا ذکر اوپر گزرا تو یعقوب علیہ السلام نے انکو یہ جواب دیا

منازل ۳

کہ میں بے صبری کرکے اللہ تعالیٰ کی آزمائش کی شکایت کسی دوسرے سے کروں تو تم مجھکو صبر کی فہمائش کرو میں تو اپنے غم کا حال اوسی پاک پروردگار سے عرض کرتا ہوں جس نے آزمائش کے طور کی یہ مصیبت میرے اوپر ڈالی ہی واعلم من اللہ مالا تعلمون حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کے موافق اس کا مطلب یہ ہی کہ اے میرے بیٹو تم کو معلوم نہ ہو تو نہ ہو مگر مجھکو تو اللہ کی کریمی کی صفت سے یہی معلوم ہوتا ہی کہ اللہ تعالیٰ نے جو خواب یوسف کو دکھایا ہی اسکا ظہور میری آنکھوں کے سامنے ہوگا اور میری زندگی میں یوسف ایک دفعہ مجھسے ضرور ملیگا صحیح بخاری میں ابوہریرہؓ کی روایت سے حدیث قدسی ہی جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا انا عند ظن عبدی بی جس کا مطلب یہ ہی کہ کوئی شخص مثلاً کوئی التجا بارگاہ الٰہی میں پیش کرکے اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ نیک گمان دلمیں رکھے گا کہ وقت مقررہ پر اوس شخص کی وہ التجا ضرور قبول ہوگی تو اللہ تعالیٰ اسکے اس نیک گمان کو ضرور پورا کریگا صحیح مسلم میں جابر بن عبداللہ سے روایت ہی جس میں یہ ہی کہ آدمی کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہمیشہ نیک گمان رکھنا چاہیئے ان حدیثوں کو آیتہ کی تفسیر میں بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ انبیا کا گمان اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہمیشہ نیک ہوتا ہی اسلیئے یعقوب علیہ السلام کو اللہ کی ذات سے توقع تھی کہ اللہ تعالیٰ ان میں یوسف علیہ السلام کے خواب کی تعبیر دکھاویگا اسواسطے وہ اللہ تعالیٰ سے ہر وقت یہ التجا کرتے تھے کہ یا اللہ تو اس بدائی کی مصیبت کو جلدی راحت سے بدل دے یہ کے معنے بڑے بھاری غم کا حال بیان کرنے کے ہیں۔

منزل ۳

يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ

اے بیٹو جاؤ اور تلاش کرو یوسف کی اور اسکے بھائی کی اور مت ناامید ہو اللہ کے فیض سے بیشک ناامید نہیں اللہ کے فیض سے

اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ وَ

مگر وہی لوگ جو کافر ہیں پھر جب داخل ہوئے اسکے پاس بولے اے عزیز پڑی ہم پر اور ہمارے گھر پر سختی اور

جِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ ۝

لائے ہیں ہم پونجی ناقص سو پورے دے ہمکو بھرتی اور خیرات کر ہم پر اللہ بدلہ دیتا ہے خیرات کرنے والوں کو

اوپر کے قصے کے بعد یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ ادہر ادہر چل پھر کر یوسف اور اسکے بھائی بنیامین کا پتہ لگاؤ خدا کی رحمت سے کیا بعید ہی کہ وہ دونوں تمہیں ملجائیں خدا پر بھروسہ کرکے کمر ہمت چست باندہو اور اسکی جستجو میں نکلو اور خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہو کیونکہ خداوند عالم کی رحمت سے ناامید ہونا اون لوگونکا کام ہی جو لوگ خدا پر ایمان نہیں رکھتے اور ہر ایک کام میں اوسے قادر مطلق نہیں تصور کرتے اسلیئے میں تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ وہی نیک گمان رکھتا ہوں جو میں نے بیان کیا حضرت یعقوب علیہ السلام کے صاحبزادے باپ کا حکم پاکر گھر سے چل کھڑے ہوئے اور سیدہے پھر مصر میں داخل ہوئے اور عزیز مصر سے یہ آکر کہا کہ اے عزیز مصر ہم پر اور ہمارے اہل وعیال پر بہت ہی سختی ہے اس قحط کے زمانہ میں نہایت تکلیف سے اوقات بسر ہوتی ہے غرض انکی اس کلام سے یہ تھی کہ جب ان باتوں سے عزیز مصر کا دل نرم ہوجائے تو پھر بھائی کے واپس کرنے کو اوسے کہیں گے پھر اونھوں نے یوسف سے یہ بات کہی کہ اس مرتبہ جو کچھ ہمارے گھر

میں ناقص مال تھا وہ سب لیکر آئے ہیں آپ اِس غلہ کی قیمت میں لیکر ہمیں غلہ بہر دین اور پوری تول تولدیں ہماری قیمت دینے نہ دینے کا کچھ خیال نہ کریں ہمارا حال کچھ ایسا ہی ہو رہا ہے آپ گویا صدقہ ہی تصور فرماکر ناقص درہموں کے بدلہ غلہ دیدین اللہ پاک صدقہ کرنے والوں کو بہت بڑا اجر دیتا ہے جب بھائیوں نے اِس طرح کی گفتگو کی تو یوسف علیہ السلام سے گھر کی تکلیف سنکر نہ رہا گیا اور اُنھوں نے اپنے آپ کو اِس طرح سے ظاہر کردیا جس کا ذکر آگے آتا ہے اللہ تعالی کی جانب سے نیک گمان رکھنے کی حدیثیں جو اوپر گزریں وہی حدیثیں اِن آیتوں کی بھی تفسیر ہیں جس تفسیر کا حاصل یہ ہے کہ اُسی نیک گمان کی بنا پر یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو یوسف اور بنیامین کے ڈھونڈنے کی تاکید کی اب آگے کی آیتوں سے معلوم ہوگا کہ اللہ تعالے نے اپنے نبی کے اوس نیک گمان کو سچا کیا +۔

قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ ۝ قَالُوْٓا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ ؕ

کہا کچھ خبر رکھتے ہو تم کیا کیا تم نے یوسف سے اور اُسکے بھائی سے جب تم کو سمجھ نہ تھی بولے کیا سچ تو ہی ہے یوسف خیر

قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَآ اَخِيْ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ؕ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ

کہا میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی اللہ نے احسان کیا ہم پر البتہ جو کوئی پرہیزگار رہا اور ثابت رہا تو اللہ نہیں کھوتا نیکی

الْمُحْسِنِيْنَ ۝ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕيْنَ ۝ قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ؕ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۫ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ

والوں کا بولے قسم اللہ کی البتہ تجکو پسند رکھا اللہ نے ہمسے اور ہم تھے چوکنے والے کہا کچھ الزام نہیں تمپر آج بخشے اللہ تمکو اور وہ ہے سب مہربانوں سے مہربان

منزل ۳

جب یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کے سامنے اپنے سختی کا حال بیان کیا تو اُن کا دل اُمنڈ آیا باپ کا خیال آیا کہ میرے فراق میں خدا جانے اُنکی کیا حالت ہوگی اور پھر بنیامیں اُنسے جدا ہوگیا اِس سے اور بھی اُن کو صدمہ پہونچا ہوگا اور قحط سالی کی بلا جدا ہے غرضکہ اِن باتوں کو یاد کرکے یوسف علیہ السلام رونے لگے اور بھائیوں سے فرمایا کہ تم نے جو کچھ سلوک یوسف اور اُسکے چھوٹے بھائی کے ساتھ کیا وہ تمہیں خوب معلوم ہے کہ کس طرح مکر و فریب سے اونکو باپ سے جدا کیا اور حقیقت میں تمہاری نادانی نے تمہیں اِس بات پر آمادہ کیا تھا جب یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے یہ بات سنی تو تاڑ گئے کہ یہی یوسف ہیں حضرت عبداللہ بن عباس سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ یوسف علیہ السلام نے سر سے تاج اوتارا اور اپنی پیشانی اونہیں دکھلائی اُنکی پیشانی پر ایک تل تھا اُسکو دیکھکر اُنھوں نے پہچان لیا کہ یہ یوسف ہیں اور کہنے لگے کہ کیا سچ مچ تم ہی یوسف ہو فرمایا کہ بیشک میں یوسف ہوں اور یہ میرا چھوٹا بھائی بنیامیں ہے خدا نے بڑا فضل اور ہمپر بہت ہی احسان کیا کہ بعد مدت دراز کے ہمیں ایک جگہ کیا جو شخص خدا سے ڈرتا ہے اور مصیبت کے وقت صبر کرتا ہے اُسکا اجر اللہ پاک ضائع نہیں کرتا ہے میرے اوپر کیسی کیسی مصیبت پڑی کنوئیں میں ڈالا گیا قافلہ والوں نے بیچ ڈالا پھر قید کی مصیبت برسوں سہی مگر زبان سے کچھ شکوہ نہیں کیا ہر حالت میں صبر ہی کرتا رہا اللہ پاک نے رحم کھاکر اپنا فضل ہمپر کیا اور مصر کی سلطنت ہمارے قبضہ میں دیدی جب بھائیوں نے دیکھا کہ اللہ اکبر ہم جسے عزیز مصر سمجھے ہوئے تھے

وہ تو ہمارا بھائی نکلا جسکو ہم نے حسد کی راہ سے باپ سے جدا کیا تھا مگر اسکی تقدیر کہ یہ اس مرتبہ اور عزت کو پہونچ گیا دل میں خیال پیدا ہوا کہ اس وقت ہم اسکے قبضہ میں ہیں اگر چاہے تو اپنا بدلہ اسائی سے لے اسلئے خدا کی قسم کھا کر ان لوگوں نے کہا کہ اللہ پاک نے تجھے ہر ایک بات میں ہم سے برتر رکھا اور تجھے ہمپر اختیار دیا ہے اور اس سے پہلے جو کچھ برائی ہمنے تیرے ساتھ کی ہے اسکا ہم اقرار کرتے ہیں کہ واقعی ہماری خطا تھی اور تو محض بے قصور تھا غرضکہ یوسف علیہ السلام نے انکی معذرت سنکر انسے کہا کہ بھائی جو کچھ ہوا جانے دو اسکا خیال کب تک کیا کروگے آجکے بعد پھر کوئی الزام تمپر نہ لگایا جائے گا اور جو کچھ ہم سے خطا بھی واقع ہوئی ہے اللہ پاک وہ معاف کریگا کیونکہ وہ ارحم الراحمین ہے۔ سوتیلے بھائیوں کی بدسلوکی کے ذکر میں یوسف علیہ السلام نے مافعلتم بیوسف واخیہ کہہ کر بنیامین کو بھی اس ذکر میں جو شریک کیا اس کا سبب اوپر گزرا کہ یوسف علیہ السلام کے بیچڈالنے کے بعد یہ سوتیلے بھائی بن یامین سے بھی بے توقیری سے پیش آتے تھے تفسیر سدی میں اذا انتم جاہلون کا یہ مطلب بیان کیا گیا ہے کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے اذا انتم جاہلون کہہ کر انھیں یہ جتلایا کہ بدسلوکی کے وقت نہ تمہیں اس بدسلوکی کے وبال کا خیال تھا نہ یہ معلوم تھا کہ وہ بدسلوکی میرے حق میں آخر اللہ کی ایک رحمت ہو جاوے گی۔ سورۃ الحجرات میں آویگا کہ پرہیزگاری اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی عزت کی چیز ہے اور اس مضمون کی صحیح بخاری نسائی اور مستدرک حاکم میں بو ہریرہؓ کی روایتیں بھی ہیں اسی طرح صبر کے اجر کے باب میں بہت سی صحیح حدیثیں ہیں حاصل یہ ہے کہ سورۃ الحجرات کی آیۃ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم اور یہ سب حدیثیں انہ من یتق ویصبر فان اللہ لا یضیع اجر المحسنین کی گویا تفسیر ہیں۔ احسان کے معنے خالص دل سے نیک کاموں کے کرنے اور برے کاموں سے بچنے کے ہیں چنانچہ صحیح مسلم کے حوالہ سے حضرت عمرؓ کی ایک حدیث اس کی تفصیل میں گزر چکی ہے یغفر اللہ لکم کہہ کر یوسف علیہ السلام نے اپنے سوتیلے بھائیوں کے حق میں مغفرت کی دعا کی ہے اور پھر انکو یہ جتلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ الرحم الراحمین ہے اسکی ذات سے مغفرت کی توقع رکھنی چاہیئے۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو سعید خدری کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے کہ سب شفاعتوں کے بعد اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے بہت سے گنہگاروں کو دوزخ سے نکالکر جنت میں ڈالیگا اور یہ فرماویگا کہ میں ارحم الراحمین ہوں یہ حدیث اللہ تعالیٰ کے ارحم الراحمین ہونیکی گویا تفسیر ہے

منزل ۳

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ ع ۱۴

لیجاؤ یہ کرتہ میرا اور ڈالو منہ پر میرے باپ کے کہ چلا آوے آنکھوں سے دیکھتا اور لے آؤ میرے پاس گھر اپنا سارا

بعضی تفسیروں میں یہ جو حضرت عبداللہ بن عباس کے حوالہ سے روایۃ لکھی ہے کہ یہ کرتہ جو حضرت یوسف علیہ السلام نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو بھیجا تھا جسکے اثر سے چھ برس کی گئی ہوئی آنکھیں منہ پر ڈالتے ہی اچھی ہو گئیں یہ وہ کرتہ تھا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آگ میں ڈالے جانے کے وقت خدا تعالیٰ کے حکم سے حضرت جبرئیل علیہ السلام جنت سے لائے تھے یہ کرتہ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسحاقؑ کو دیا اور حضرت اسحاقؑ نے حضرت یعقوبؑ کو دیا اور حضرت یعقوبؑ نے اس کرتے کا ایک تعویذ بنا کر حضرت یوسف علیہ السلام کے گلے میں ڈالدیا حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو

اس کرتہ کے تعویذ کی خبر نہ تھی ورنہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے کنوئیں میں ڈالنے کے وقت ضرور وہ تعویذ حضرت یوسف علیہ السلام سے چھین لیتے اس کرتے میں جنت کی خوشبو تھی وہی خوشبو حضرت یعقوب علیہ السلام کی ناک میں دور سے آئی کسی معتبر محدث یا مفسر نے اس روایۃ کی سند کی صحت نہیں بیان کی ہے اسواسطے یہ روایۃ بھروسے کے قابل نہیں ہے شاید اسی سبب سے شاہ صاحبؒ نے اپنے اردو فائدہ میں اس کرتے کی کچھ تاثیر بیان نہیں کی بلکہ اس کرتے کے ڈالنے سے آنکھیں جو اچھی ہوگئیں اسکو حضرت یوسف علیہ السلام کی کرامت بتلایا ہے لیکن جبکہ قرآن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام قمیص جانے سے پہلے نبی ہو چکے تھے تو اس کرامت کو معجزہ کہنا قرآن شریف کے مضمون کے زیادہ مطابق معلوم ہوتا ہے اکثر مفسرین نے لکھا ہے کہ جسوقت حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈالکر حضرت یعقوبؑ سے حیلہ کے طور پر یہ بیان کیا تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو بھیڑیا کھا گیا اسوقت بناوٹی خون کے دھبوں کا کرتہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی یہود نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو دکھایا تھا اسی خیال سے اب یہ خوشخبری کا کرتہ بھی مصر سے یہی یہود لے گئے تاکہ اس پہلے کے کرتے سے باپ کو جو رنج ہوا تھا اس خوشخبری کے کرتے کے لیجانے میں اسکا کچھ معاوضہ ہو جاوے۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے دنیا کے پیدا ہونے سے پچاس ہزار برس پہلے اللہ تعالیٰ نے وہ سب لوح محفوظ میں لکھ لیا ہے اس حدیث کو آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ دنیا میں ہر ایک کام لوح محفوظ کے نوشتہ کے موافق وقت مقررہ پر ہوتا ہے چنانچہ یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں کے اچھے ہو جانے کا اور انہیں یوسف علیہ السلام کے مصر میں ہونے کی خبر کے معلوم ہو جانے کا جب وقت مقرر آن پہونچا تو ان باتوں کا سامان خود بخود غیب سے پیدا ہو گیا۔

منزل ۳ ربع ۳

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ۝ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ۝

اور جب جدا ہوا قافلہ کہا انکے باپ نے میں پاتا ہوں بو یوسف کی اگر نہ کہو کہ بوڑھا بہک گیا لوگ بولے قسم اللہ کی تو ہے اپنی اس غلطی میں قدیم کی

جب یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو کرتہ دیکر مصر سے کنعان کی طرف روانہ کیا اور کہا کہ اس کرتہ کو لیجاؤ اور والد بزرگوار کے منہ پر ڈالو انکی آنکھیں اچھی ہو جاوینگی پھر تم اپنے سارے گھر کو لیکر میرے پاس چلے آؤ ادھر یہ قافلہ مصر سے جسوقت روانہ ہوا تو آٹھ دن کے فاصلہ کی راہ سے خداوند عالم کے حکم سے ہوا اوس کرتے کی بو لے کر اوڑی اور حضرت یعقوبؑ تک اسکو پہونچایا اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ عبداللہ بن عباس کے ایک قول کے موافق یہ کرتہ وہی کرتہ تھا جو حضرت جبرئیل نے ابراہیم علیہ السلام کو جنت سے لاکر دیا تھا اور جسکی برکت سے آگ پر گلزار بن گئی تھی ادھر یہ کرتہ حضرت اسحٰق علیہ السلام کے حصہ میں آکر حضرت یعقوبؑ کو ملا تھا اور آپنے حضرت یوسف علیہ السلام کے گلے میں باندھ دیا تھا اور جسوقت حضرت یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈالے گئے تھے تو جبرئیل علیہ السلام نے آکر حضرت یوسف کو پہنایا تھا یہ کرتہ جنت کا تھا اسلئے اسکی بو حضرت یعقوب علیہ السلام کی ناک میں اتنی دور دراز مسافت سے پہونچی اور آپ نے پہچان لیا کہ یہ جنت کی بو ہے

اس لئے آپنے اپنے مقام پر بیٹھے بیٹھے اہل کنعان میں سے جو لوگ اُنکے پاس حاضر تھے اُنسے اور اپنے پوتوں سے کہا کہ اگر تم لوگ مجھے مجنون اور دیوانہ نہ سمجھو اور ملامت نکرو تو میں کہہ سکتا ہون کہ آج مجھے یوسف کی بو آتی ہی اون لوگون نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی بات کا یہ جواب دیا کہ واللہ تم اوسی خبط میں ابتک پڑے ہو کہان یوسف اور کہاں اُسکی بو عرصہ ہوا کہ یوسف کا کہیں پتہ نہیں اصل یہ ہی کہ یوسف کے ساتھ تمہین ازحد محبت تھی اور یہی محبت کا یہ تقاضا ہی کہ تم ابتک اُسکے ملنے کی امید رکھتے ہو ہماری سمجھ میں تو یہ بات ہرگز نہیں آتی یہ لوگ دراصل اِس بات سے ناواقف تھے کہ قافلہ بشارت دینے والا مصر سے چل چکا ہی اور یوسف علیہ السلام کے بھائی یوسف علیہ السلام کا کرتہ لیکر آرہے ہیں یہ لوگ اپنے خیال میں یوسف علیہ السلام کو مردہ سمجھے ہوئے تھے اِسلئے اونھوں نے یہ بات کہی۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث جو گزر چکی اوس حدیث کو اِن آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ لوح محفوظ کے نوشتہ کے موافق اب وہ وقت آگیا تھا کہ یوسف علیہ السلام کے زندہ ہونے کی خبر یعقوب علیہ السلام کو پہونچ جاوے اِسلئے مصر کا قافلہ تو ابھی راستہ میں ہی رہا لیکن اللہ تعالیٰ نے ہوا کے ذریعہ سے یوسفؑ کی خبر یعقوبؑ کو پہونچا دی۔

فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا

پھر جب پہنچا خوشخبری والا ڈالا وہ کرتہ اُسکے منہ پر تو آٹھا پھر آنکھون سے دیکھتا بولا میں نہ کہا تھا تمہیں کہ میں جانتا ہون اللہ کیطرف سے جو تم

تَعْلَمُوْنَ ۝ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕيْنَ ۝ قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝

نہیں جانتے بولے اے باپ بخشوا ہمارے گناہون کو بیشک ہم تھے چوکنے والے کہا ہوبخشوا ون گا تمکو اپنے رب سے وہی ہی بخشنے والا مہربان

منزل

مجاہد کا قول ہی کہ یہ بشیر حضرت یوسف کے سوتیلے بھائی تھے جن کا نام یہودا تھا پہلے بھی یہی حضرت یوسف کا خون کا بھرا ہوا کرتہ لائے تھے اور اب بھی یہی کرتہ لیکر آئے تاکہ پہلی بدنامی کا دھبہ جاتا رہے الغرض جس وقت یہ بشیر حضرت یوسف کا کرتہ لایا اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے چہرہ مبارک پر ڈالا آپکی آنکھون مین روشنی آگئی اور صحیح و تندرست ہوگئے اور بشیر سے پوچھا تو نے یوسفؑ کو کس دین پر چھوڑا ہی کہا اسلام پر یہ سنکر آپ بہت خوش ہوئے اور خدا کی نعمت کا شکر ادا کیا اور فرمایا الان تمت النعمۃ اور پاس والون اور بیٹون سے فرمایا کہ کہو میں نہ کہتا تھا کہ میں یوسفؑ کی بو پا رہا ہون اور تم مجھے دیوانہ سمجھ رہے تھے مجھے تو خدا کی طرف سے اون باتون کا علم ہے جو تمہین نہیں معلوم ہیں تمہاری عقل وہان تک نہیں پہونچ سکتی مینے تو پہلے ہی کہا تھا کہ یوسف کے خواب کا ظہور ضرور ہوگا پھر حضرت یعقوب علیہ السلام کے صاحبزادون نے باپ سے مغفرت کی اور اپنی خطا کا اقرار کیا کہ بیشک ہم قصوروار ہیں ہمنے آپکی جناب میں بہت ہی بڑا قصور ہوا آپ ہمیں معاف فرمائیں اور درگاہ الٰہی میں ہمارے واسطے مغفرت کی دعا کیجئے آپنے فرمایا کہ عنقریب ہم تمہارے لئے دعائے مغفرت کرینگے آپنے مغفرت کی دعا کرنے میں بخل نہیں کیا بلکہ وعدہ فرمایا کہ بوقت سحر ہم خدا سے تمہارے واسطے دعا کرینگے آپ صبح کے وقت اُٹھکر نماز پڑھا کرتے تھے اور دعائے صبح زیادہ تر مقبول ہوتی ہی کیونکہ

وقت زیادہ مقبولیت کا ہی چنانچہ صحیح بخاری مسلم ترمذی وغیرہ میں ابو ہریرہؓ کی روایۃ سے جو حدیث ہی اس میں اس وقت کے مقبول ہونے کا ذکر ہے اور یہ بھی ذکر ہے کہ پچھلی رات کو ہر رات اللہ تعالیٰ اول آسمان پر نزول فرما کر ہر دعا کرنے والے شخص کی دعا کے قبول کرنے کا وعدہ فرماتا ہی۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے ابو ہریرہؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گنہ گاروں کے گناہ معاف کرنے کی صفت اللہ تعالیٰ کو یہاں تک پیاری ہے کہ اگر حال کے موجودہ لوگ گناہ نکریں تو انکی جگہ اللہ تعالیٰ گنہ کرنے والے اور لوگ پیدا کرے اور خالص دل سے توبہ کرنے پر انکے گناہ معاف فرماوے یہ حدیث انہ ہو الغفور الرحیم کی گویا تفسیر ہے۔

فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَىٰ يُوسُفَ آوَىٰ إِلَيْهِ أَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوا مِصْرَ إِن شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ ۝ وَرَفَعَ أَبَوَيْهِ

پھر جب داخل ہوئے یوسف پاس جگہ دی اپنے پاس اپنے ماں باپ کو اور کہا داخل ہو مصر میں اللہ نے چاہا تو خاطر جمع سے اور اونچا بٹھایا اپنے

عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوا لَهُ سُجَّدًا ۖ وَقَالَ يَا أَبَتِ هَٰذَا تَأْوِيلُ رُؤْيَايَ مِن قَبْلُ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّي حَقًّا ۖ

ماں باپ کو تخت پر اور سب گرے اسکے سجدے میں اور کہا اے باپ یہ بیان ہی میرے اس پہلے خواب کا سکو میرے رب نے سچ کیا

وَقَدْ أَحْسَنَ بِي إِذْ أَخْرَجَنِي مِنَ السِّجْنِ وَجَاءَ بِكُم مِّنَ الْبَدْوِ مِن بَعْدِ أَن نَّزَغَ الشَّيْطَانُ بَيْنِي

اور اسنے خوبی کی مجھسے جب مجھکو نکالا قید سے اور تم کو لے آیا گاؤں سے بعد اسکے کہ جھگڑا اٹھایا شیطان نے مجھ میں

وَبَيْنَ إِخْوَتِي ۚ إِنَّ رَبِّي لَطِيفٌ لِّمَا يَشَاءُ ۚ إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ۝

منزل ۳

اور میرے بھائیوں میں میرا رب تدبیر سے کرتا ہی جو چاہے بیشک وہی ہے خبردار حکمت والا

اس آیۃ میں اللہ پاک نے حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کی ملاقات کا حال بیان فرمایا کہ جب یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا کہ تم کنعان جاکر اپنے کنبہ اور گھر والوں کو یہاں لے آؤ تو یہ لوگ اپنے سارے رشتہ دار دل کو جو مرد عورت ملا کر ۶۳ آدمیوں کے قریب تھے کنعان سے لیکر چلے اور حضرت یوسف علیہ السلام کو خبر ملی کہ ہمارے والدین آرہے ہیں اور اب بہت نزدیک آگئے ہیں تو آپ تخت پر بیٹھ کر انکے استقبال کو روانہ ہوئے بادشاہ مصر نے اپنے دربار کے اور دوسرے معزز آدمیوں کو بھی انکے ہمراہ کر دیا۔ بعضے سلف یہ بھی کہتے ہیں کہ خود بادشاہ مصر بھی انکے استقبال کو روانہ ہوا الغرض شہر سے نکلکر جب باپ کے پاس پہونچے تو ماں باپ کو اپنے پاس تخت پر جگہ دی اور تخت پر بٹھا کر کہا کہ انشاء اللہ اب امن سے شہر مصر میں آپ داخل ہونگے جس کا مطلب یہ ہی کہ خدا کے فضل سے یہاں قحط وغیرہ کی شکایت نہیں رہے گی کیونکہ انھوں نے غلہ کا معقول بندوبست کر رکھا تھا کہ لوگ دور دراز سے غلہ لینے یہاں آتے تھے اکثر مفسروں نے یہ بھی بیان کیا ہی کہ آپکی والدہ کی وفات ہو چکی تھی یہ جو آپکے والد بزرگوار کے ساتھ تھیں انکی خالہ تھیں پھر جب یوسف علیہ السلام نے عین شہر میں آکر باپ ماں کو تخت پر بٹھایا تو انکے گیارہ بھائیوں نے براہ تعظیم انکے آگے سجدہ کیا یہ سجدہ تعظیم کا کہلاتا تھا زمانہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر عیسیٰ علیہ السلام تک اپنے

بزرگون اور معزز آدمیون کو سجدہ کرنا روا تھا حضرت آدم کو جو فرشتون نے سجدہ کیا تھا وہ بھی یہی سجدہ تھا مگر شریعت محمدیہ میں یہ سجدہ ناجائز ہی اور سوائے خدا کے اورون کو سجدہ کرنا قطعی حرام ٹھہرایا گیا ہی۔ معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ معاذ ملک شام میں گئے تو وہان دیکھا کہ لوگ اپنے سردارون کو سجدہ کرتے ہیں جب معاذ وہان سے واپس آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انھون نے سجدہ کیا آپ نے فرمایا کہ اے معاذ یہ کیا بات ہی انھون نے کہا کہ میں نے ملک شام میں دیکھا ہی کہ وہان کے لوگ اپنے سردارون کو سجدہ کرتے ہیں میرے نزدیک آپ سے زیادہ کوئی شخص سجدہ کا مستحق نہیں ہی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں سوا خدا کے اور کسی کے آگے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو بیوی کو کہتا کہ اپنے شوہر کے آگے سجدہ کرے کیونکہ شوہر کا حق بیوی پر بہت زیادہ ہی یہ معاذ کا قصہ مسند بزار اور طبرانی میں تفصیل سے ہے اور اسکی سند معتبر ہے الغرض یہ سجدہ اسوقت جائز تھا اسلیے یوسف علیہ السلام کے بھائیون نے یوسف علیہ السلام کے آگے سجدہ کیا اور یوسف نے اپنے والد بزرگوار سے کہا کہ اے والد ماجد میں نے جو بچپن میں ایک خواب دیکھا تھا کہ گیارہ ستارے آسمان سے زمین پر اوترے اور اونکے ساتھ چاند سورج بھی تھے اور اون ستارون نے میرے آگے سجدہ کیا یہ اوسی خواب کی تعبیر ہے اور یہی نتیجہ دانجام اوس خواب کا تھا ہمارے پروردگار عالم نے اوس خواب کو سچ کر دکھایا اور ہم اوسکا لاکھ لاکھ شکر کرتے ہیں کہ ہمیں طرح طرح کی نعمت دی اور مجھے قید سے نکالا اور آپ کو گاؤن سے یہان لایا پھر اسکے بعد شیطان کا ذکر کیا کہ اسنے ہمارے اور ہمارے بھائیون کے درمیان میں جھگڑا ڈالا مگر ہزار ہزار اسکا شکر ہی کہ اسنے اسکا تصفیہ کر دیا اور فرمایا منزل
کہ میرا رب لطیف ہے لطیف کے معنون مین بعضے سلف کا قول ہی کہ لطیف وہ ہی کہ جو تجکو تیرے کام تک پہونچائے ان ربی لطیف کے معنے ان ربی ذو لطف وکرم جسکا مطلب یہ ہی کہ اونسے اپنے لطف وکرم سے میرے اوپر بڑے بڑے احسان کیے یوسف علیہ السلام نے اس تعبیر میں کنوین کا ذکر نہیں کیا تاکہ کنوین کا نام سنکر اونکے سوتیلے بھائی شرمندہ نہ ہون۔ انہ ہو العلیم الحکیم اسکا مطلب یہ ہی کہ اللہ تعالی اپنے بندون کی مصلحتون اور ضرورتون کو خوب جانتا ہی اور اسکا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔

رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ۝ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ ۝

اے رب تونے دی مجکو حکومت اور سکھایا مجکو کچھ پھیر باتون کا اے پیدا کرنے والے آسمان اور زمین کے
توہی میرا کارساز ہے دنیا میں اور آخرت میں موت دے مجکو اسلام پر اور ملا مجکو نیک بختون میں یہ خبریں ہیں غیب کی
ہم بھیجتے ہیں تجکو اور تو نہ تھا انکے پاس جب ٹھہرانے لگے اپنا کام اور فریب کرنے لگے

ستروبرس کی عمر میں حضرت یوسف کو انکے بھائیون نے کنوین میں ڈالا اور چالیس برس تک پھر باپ سے مصر

ایں بچھڑے رہے اور چوبیس برس تک پھر حضرت یعقوب کے ساتھ ملکر مصر میں رہے اور زلیخا سے نکاح ہوا اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ انجام بخیر ہونے کی دعا کی تھوڑے دنوں بعد مصر میں انتقال فرمایا اہل مصر کو حضرت یوسف سے ایسا اعتقاد ہو گیا تھا کہ ہر ایک محلہ کا سردار اپنے محلہ میں برکت کی نیت سے حضرت یوسف کو دفن کرنا چاہتا تھا یہانتک نوبت پہونچی کہ قریب تھا کہ اس بات پر اہل مصر میں تلوار چل جاوے پھر آخر یہ صلاح ٹھہری کہ نیل کا پانی سب کے کھیتوں میں جاتا ہے نیل کے کنارہ کسی قدر پانی میں حضرت یوسف کو دفن کیا مگر دوسرے سال دوسرے کنارہ پر قحط کے سے آثار نظر آئے اسلئے دوری سے ناپ کر بیچ نیل میں پھر انکی لاش کو دفن کیا چار سو برس کے بعد جب حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو لیکر مصر سے نکلے اسوقت اللہ کے حکم سے موسیٰ علیہ السلام نے حضرت یوسف کی لاش کا سنگ مرمر کا صندوق ملک شام میں لائے اور حضرت اسحاق کی قبر کے پاس دفن کیا حضرت یوسف علیہ السلام کی لاش کو مصر سے ملک شام میں جو موسیٰ علیہ السلام لائے یہ قصہ تفسیر ابن ابی حاتم اور مستدرک حاکم میں ابو موسیٰ اشعری کی روایت سے ہے اور حاکم نے اس روایت کو صحیح کہا ہے اسی طرح تفسیر سدی میں ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی وفات کے وقت حضرت یوسف کو وصیت کی تھی کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسحاق کے مزار کے پاس انکو دفن کیا جاوے چنانچہ انتقال تو حضرت یعقوب علیہ السلام کا مصر میں ہی ہوا لیکن پھر انکی وصیت کے موافق حضرت یوسف علیہ السلام نے انکی لاش کو ملک شام میں منتقل فرمایا اور بیت المقدس میں دفن کیا حضرت یعقوب کی لاش کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام بھی ملک شام کو آئے تھے جس دن حضرت یعقوب علیہ السلام کی لاش ملک شام میں پہونچی اتفاق سے اسی روز حضرت یعقوب علیہ السلام کے جوڑواں بھائی حضرت عیص کا انتقال ہو گیا حضرت یوسف علیہ السلام نے حضرت یعقوب اور حضرت عیص کو ایک قبر میں دفن کیا پھر خود مصر کو چلے آئے حضرت یعقوب اور حضرت یوسف کی لاش کے منتقل ہونے سے معلوم ہوتا ہے کہ ملت ابراہیمی میں لاش کا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا بلا خلاف جائز تھا شریعت محمدی میں اگرچہ بعضے علما نے لاش کی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کو منع کیا ہے لیکن کوئی صاف حدیث اس باب میں موجود نہیں ہے حضرت جابر کی وہ حدیث جسکو سوا صحیح بخاری کے اور کتابوں میں ائمہ صحاح نے روایت کیا ہے کہ احد کے شہیدوں کو بعضے صحابہ نے مدینہ میں دفن کرنے کے لئے لانا چاہا اور آپنے فرمایا یہ لوگ جہاں شہید ہوئے ہیں وہیں انکو دفن کرنا چاہیئے۔ بعضے علما نے کہا ہے کہ یہ حکم شہیدوں کے لئے خاص ہے موطا میں سعد بن ابی وقاص اور سعید بن زید کا عقیق میں انتقال کرنا اور مدینہ میں لاکر انکو دفن کرنے کا اور بخاری میں حضرت جابر کا اپنے باپ عبداللہ کو ایک قبر سے دوسری قبر میں دفن کرنے کا جو قصہ ہے ان قصوں سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ لاش کے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کو جائز جانتے تھے حافظ ابن حجر نے فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اس کا یہ فیصلہ کیا ہے کہ کسی متبرک جگہ کے دفن کے لئے لاش کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جاوے تو جائز ہے اور امام شافعی علیہ الرحمۃ کا قول اس فیصلہ کی تائید میں

منزل ۳

بیان کیا ہی پھر کہا ہی کہ اگر غرض صحیح شرعی نہ ہو تو لاش کا منتقل کرنا مکروہ قریب حرام کے ہی۔ یوسف علیہ السلام کی لاش کو دو ڈھائی سے ناپ کر نیل کے بیچوبیچ میں دفن کرنے کا قصہ حضرت عبداللہ بن عباس کے پروردہ عکرمہ کے قول کے موافق لکھا گیا ہی۔ تفسیر کے باب میں عکرمہ کے قول کا بڑا اعتبار ہی۔ یوسف علیہ السلام نے اپنی وفات اور انجام بخیر ہونے کی دعا جو کی ہی جس کا ذکر اس آیہ میں ہی اُن کی اس دعا اور صحیح بخاری کی انس بن مالک کی اس حدیث میں کچھ مخالفت نہیں ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کی تکلیفوں سے گھبرا کر موت کی تمنا سے منع فرمایا ہی کیونکہ یوسف علیہ السلام نے دنیا کی کسی تکلیف سے گھبرا کر یہ دعا نہیں کی بلکہ دنیا کی راحت سے عقبیٰ کے کاموں میں فتور پڑ جانے کے خوف سے اونھوں نے یہ دعا کی اور پھر حکومت کے کاموں سے بھی علیحدگی اختیار کر لی حاصل یہ ہی کہ ایسی نیت سے موت کی تمنا کی اجازت خود انس بن مالک کی حدیث کے آخری ٹکڑے میں ہی جس سے معلوم ہوتا ہی کہ ملتہ ابراہیمی اور شرع محمدی کا یہ مسئلہ یکساں ہی۔ ملک سے مقصود مصر کی حکومت ہی اور تاویل الاحادیث سے مقصود خوابوں کی تعبیر ہے۔ صابین سے مقصود حضرت ابراہیم اور اُنکا خاندان۔ اب آگے فرمایا کہ اے رسول اللہ کے تم بھی ان پڑھ اور تمہاری قوم بھی ان پڑھ اور ابھی مکہ سے باہر جا کر کسی اہل کتاب میں کے عالم سے تمہارا واسطہ نہیں پڑا پھر بھی تم نے توراۃ کے موافق جو یہ قصہ لوگوں کے روبرو بیان کر دیا تو اس سے ہر ایک سمجھدار شخص سمجھ سکتا ہی کہ یہ کام بغیر تائید غیبی کے ہرگز نہیں ہو سکتا کیونکہ مثلاً یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے یوسف کو کنوئیں میں ڈالتے وقت جو مکر و فریب کی باتیں کیں۔ جب تم اُسوقت اون لوگوں کے ساتھ نہیں تھے تو کوئی سمجھدار تبلا دے کہ پھر یہ باتیں بغیر تائید غیبی کے تمکو کیونکر معلوم ہو گئیں لیکن علم الٰہی میں جو لوگ گمراہ ٹھہر چکے ہیں اُنکی سمجھ ان باتوں کے سمجھنے سے قاصر ہے اسلئے وہ جس حال پر ہیں آخر کار اُس حال میں دنیا سے اُٹھ جاوینگے اللہ سچا ہی اللہ کا کلام سچا ہی مثلاً بدر کی لڑائی میں جو لوگ شرک کی حالت میں دنیا سے اوٹھ جانے والے تھے لڑائی سے پہلے اُنکے نام اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اور اللہ کے رسول نے صحابا کو تبلا دیے۔ چنانچہ صحیح مسلم کے حوالہ سے انس بن مالک کی حدیث اس باب میں ایک جگہ گزر چکی ہی جسمیں قسم کھا کر انس بن مالک کہتے ہیں کہ لڑائی سے پہلے جن لوگوں کا نام اور اُن لاشوں کے پڑے رہنے کی جگہ جو کچھ اللہ کے رسول نے فرمایا تھا لڑائی کے بعد وہ سب ظہور میں آیا۔

منزل ۳

وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ ۝

اور نہیں اکثر لوگ یقین لانے والے اگرچہ تو للچاوے

اس آیہ میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رنج دفع کرنے کے لئے آپکی تسلی فرمائی ہی آپکے رنج کا سبب یہ تھا کہ یہود کے بہکانے سے قریش نے آپ سے یہ دریافت کیا تھا کہ حضرت یعقوب جنکی اولاد یہود کہلاتے ہیں ملک شام کے رہنے والے تھے اگر تم نبی ہو تو یہ تبلا دو کہ یہود جنکا لقب بنی اسرائیل ہی مصر میں کیونکر چلے گئے تھے اور ملک شام اُنسے کیونکر چھوٹ گیا تھا چنانچہ اس کا ذکر اوپر گزر چکا ہی غرض اس سوال کے جواب میں جب اللہ تعالیٰ نے ابتدا سے انتہا تک حضرت یوسف کے مصر میں آنے کا قصہ اور حضرت یوسف کے سبب سے پھر حضرت یعقوب اور اولاد یعقوب کی مصر میں آکر بسنے کا حال اس سورہ

میں بیان فرمایا اور یہود کو بخوبی معلوم تھا کہ جس کسی کو توریت کا علم نہیں ہی اُسکو یہ تاریخی قصہ ہرگز معلوم نہیں ہی اور یہ بھی معلوم تھا کہ آنحضرت نے نہ توریت پڑھی ہی نہ کسی اہل توریت سے آپکی ایسی رسم ہی کہ جس سے آپکو یہ قصہ سن سنا کر معلوم ہوگیا ہو۔ رہا اہل توریت میں سے عبداللہ بن سلام وغیرہ کا اسلام لانا یہ آپکے مدینہ میں تشریف لانے کے بعد ہی اور قریش نے یہ سوال ہجرت سے پہلے مکہ میں کیا تھا غرض جب آپنے توریت سے بھی زیادہ تفصیل سے اِس قصہ کو قریش کے روبرو سورہ یوسف کے نازل ہوتے ہی بیان فرمادیا تو آپکو توقع ہوئی کہ اس امر کو تائید غیبی سمجھ کر اکثر یہود آپکے سچے نبی ہونے کی شہادت دیوین گے اور اِس شہادت کی وجہ سے اکثر قریش ایمان لاوین گے لیکن یہود اور قریش اتنی بڑی تائید غیبی کے دیکھنے کے بعد بھی اپنی سخت دلی سے قائل نہ ہوئے اور اسلام نہ لائے اِس سبب سے آنحضرت کو کمال رنج ہوا اِس رنج کو رفع کرنیکی غرض سے اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ بغیر اللہ کی مرضی کے اور بغیر وقت مقررہ کے پہونچ جانے کے فقط تمہاری حرص سے یہ لوگ ایمان نہ لاوین گے اِس کا تم کچھ رنج نکرو چنانچہ جب وقت مقرر آگیا تو جس طرح اللہ تعالی نے فرمادیا تھا وہی ظہور میں آیا کہ فتح مکہ ہوکر مکہ میں کوئی قریش اور گرد و نواح مدینہ کے یہود کی بستیاں فتح ہوکر کوئی یہود منکر و مخالف باقی نہ رہا صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی ایک حدیث گزر چکی ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے علم الٰہی کے موافق نیک و بد کی چھانٹ کی جاکر ہر ایک کا دوزخ اور جنت کا ٹھکانا بھی قرار پاچکا ہی اِس حدیث کو آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ ابتدا اسلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حرص تھی کہ سارے اہل مکہ دائرہ اسلام میں داخل ہوجاوین لیکن جب قرآن کی اکثر آیتون سے یہ معلوم ہوگیا کہ جو لوگ علم الٰہی میں دوزخی قرار پاچکے ہیں وہ کسی طرح راہ راست پر نہ آوین گے تو آپنے بہت سی حدیثون کے ذریعہ سے یہ مطلب صحابہ کو سمجھایا جو مطلب حضرت علیؓ کی اِس حدیث کا ہی۔ منہ

وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَٰلَمِينَ ۝ ع

اور تو مانگتا نہیں اُنسے اسپر کچھ نیگ یہ تو اور کچھ نہیں مگر نصیحت سارے عالم کو

جب اللہ پاک نے یوسف علیہ السلام اور اُنکے بھائیون کا قصہ بیان فرمادیا اور یہ بھی فرمادیا کہ یہ ساری باتین غیب کی ہیں جو ہم نے تم کو بذریعہ وحی کے بتلائی ہیں جن سے تم اِس سے پہلے بالکل ناواقف تھے تمہیں ذرا بھی یہ حال معلوم نہیں تھا اور جسوقت یہ قصہ گزرا اُسوقت تم موجود نہ تھے اور یہ بھی فرمایا کہ تمکو یہ پہلی باتین اِسلئے بتلائی ہیں کہ لوگ اوس سے عبرت پکڑیں جس سے دین و دنیا میں نجات پاوین مگر اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے اگرچہ پیغمبر اُنکے ایمان کے لئے حرص بھی کرتے ہیں اب فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو لوگونکی ہدایت کرتے ہیں اور بہتری و بھلائی کی طرف اُنکو بلاتے ہیں اِسکی کوئی مزدوری خلق سے نہیں چاہتے ہیں بلکہ محض خدا کے لئے یہ کام کرتے ہیں کہ دنیا میں یہ باتین یادگار رہجائیں اور لوگ اِس سے عبرت و نصیحت پکڑ کر راہ یاب ہوں اور اُنکے دونون جہان دنیا و آخرت سنور جائے اور نجات حاصل کرین اِس سے ہر سمجھدار سمجھ سکتا ہے کہ بغیر کسی لالچ کے جو نصیحت کیجاتی ہی وہ سچی اور عام فائدہ کے لحاظ سے ہوتی ہی لیکن یہ اوپر گزر چکا ہی کہ علم الٰہی میں جو

لوگ گمراہ ٹھہر چکے ہیں انکی سمجھ ان باتون کے سمجھنے سے قاصر ہے اسلئے وہ جس حال پر ہیں اوسی حال میں دنیا سے اوٹھ جاوین گے حاصل کلام یہ ہی کہ اہل مکہ میں کے جو لوگ قرآن کی نصیحت سے بھاگتے ہیں وہ اس لئے نہیں بھاگتے کہ انسے اس نصیحت کے معاوضہ میں کچھ اجرت مانگی جاتی ہی بلکہ وہ اسلئے بھاگتے ہیں کہ انکے پیدا ہونے سے پہلے علم الٰہی میں یہ بات ٹھہر چکی ہی کہ قرآن انکی نصیحت ان لوگونکے حق میں بیکار ہی۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو موسیٰ اشعری کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی نصیحت کی مثال مینہہ کے پانی کی اور اچھے برے لوگون کی مثال اچھی بری زمین کی بیان فرمائی ہی اس حدیث کو آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ اگرچہ مینہہ کے پانی کی طرح قرآن کی نصیحت سب لوگونکے حق میں عام ہے لیکن جو لوگ علم الٰہی میں گمراہ ٹھہر چکے ہیں انکے حق میں وہ نصیحت ایسی رائگان ہی جسطرح بری زمین میں مینہہ کا پانی رائگان جاتا ہے

وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ۝

اور بہتیری نشانیان ہیں آسمان اور زمین میں جنپر ہو نکلتے ہیں اور آنپر دہیان نہیں کرتے

اس آیۃ میں اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ آسمان و زمین میں بے شمار نشانیان ہیں جو اللہ جل جلالہ کی وحدانیت پر دلیل ہیں جس سے خداوند عالم کا خالق رزاق ہونا ثابت ہوتا ہی ضحاک کہتے ہیں کہ آسمان کی نشانیان سورج چاند تارے بادل ہیں اور زمین کی نشانیان ساری مخلوق خداوند جل جلالہ کی ہی اور دریا نہرین ندیان پہاڑ ملک قصبے گانوں جھیل ٹاپو اور دوسری بہت سی نشانیان ہیں جنپر انسان کا گزر ہوتا ہے اور دن میں بارہا انسان اونہیں دیکھتا ہی مگر اوس میں ذرا بھی غور نہیں کرتا بلکہ اونسے غافل رہتا ہی مصنف عبد اللہ بن مسعود میں یمرون علیہا کی جگہ یمشون علیہا ہی مراد اس سے یہ ہی کہ پہلی امتون کے آثار اور انکی ہلاکت کا حال دیکھتے سنتے ہیں اور پھر بھی اوس سے نصیحت و عبرت نہیں حاصل کرتے۔ ابو موسیٰ اشعری کی حدیث جو اوپر گزر چکی اسکو اس آیۃ کی تفسیر میں بھی بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ جو لوگ علم الٰہی میں گمراہ ٹھہر چکے ہیں وہ جس طرح قرآن کی نصیحت سے فائدہ نہیں اوٹھا سکتے اسی طرح اللہ کی قدرت کی اور نشانیوں سے بھی وہ لوگ غافل ہیں جس غفلت کا نتیجہ یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ نے تو انکو انکی سب ضرورت کی چیزونکو پیدا کیا ہے اور وہ لوگ اللہ کی عبادت میں اورونکو شریک کرتے ہیں۔

وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ۝

اور نہیں یقین لاتے بہت لوگ اللہ پر مگر اسکے ساتھ شریک بھی کرتے ہیں

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایۃ ہی کہ مین نے آنحضرت سے پوچھا کہ حضرت سب سے بڑا گناہ دنیا میں کونسا ہی آپ نے فرمایا کہ اللہ نے آدمی کو پیدا کیا ہی پھر آدمی سوا اللہ کے مخلوقات میں سے کسی کو اللہ کا شریک ٹھہراوے تو اوس سے بڑھکر دنیا میں کوئی گناہ نہیں اب ایک تو اللہ کی ذات کے ساتھ جو باتین خاص ہیں مثلاً عبادت حاجت روائی اون باتون کا برتاؤ سوا اللہ کے کسی دوسرے سے کرنا جسطرح بت پرست بتونکو سجدہ کرتے ہیں اور انسے اپنی حاجتین مانگتے ہیں اسی کو بڑا شرک کہتے ہیں سوا اس بڑے شرک کے بعضی صورتین شرک کی بہت چھپی ہوئی ہیں جنکے پہچاننے کی مثال مسند امام احمد

کی ابوموسی اشعری کی اور مسند ابی یعلی کی ابوبکر صدیق کی معتبر روایتہ میں آنحضرت نے یہ بیان فرمائی ہی کہ پہاڑ پر جس طرح ایک چیونٹی پھرتی ہوئی کسی کو نظر نہیں آتی اسی طرح وہ صورتیں شرک کی نظر نہیں آتیں جس آدمی میں یہ صورتیں ہیں وہ اپنے آپکو پورا مسلمان گنتا ہی اور دیکھنے والے لوگ مسلمان بھی اسکو پورا کلمہ گو مسلمان گنتے ہیں وہ باتیں اس قسم کی ہیں مثلاً اسباب ظاہری دنیا میں خلاف حکم الٰہی کسی تاثیر کا گمان کرنا جس طرح کوئی گنڈہ یا تعویذ یا منتر اس عقیدہ سے کرنا کہ ضرور اس میں مستقل اثر ہی یا دین کا کام دنیا کے دکھلانے کو کرنا اسی کو چیونٹی کی مثال دیکر جب چھپا ہوا شرک آپنے فرمایا تو حضرت ابوبکر صدیق کو بڑا اندیشہ ہوا اور حضرت ابوبکر صدیق نے آنحضرت سے عرض کیا کہ پھر حضرت ایسے چھپے ہوئے شرک سے نجات کیونکر ہے آپ نے فرمایا اللہ اس طرح دعا مانگا کرو اللھم انی اعوذ بک من ان اشرک بک شیئا وانا اعلم بہ واستغفرک بما لا اعلم بہ حاصل معنے اس دعا کے یہ ہیں کہ یا اللہ کھلے چھپے سب طرح کے شرک سے پناہ دے اور کسی قسم کا شرک دانستہ یا نادانستہ ہوگیا ہو تو معاف فرما غرض یہ چھپی ہوئی قسم کا شرک چھوٹی چھوٹی سی باتوں میں اکثر لوگوں سے ہو جاتا ہی اسواسطے اللہ تعالی نے اس آیتہ میں فرمایا ہی کہ کہنے کو بہت لوگ اپنے آپکو مسلمان کہتے ہیں مگر انمیں شرک کی بو باقی رہتی ہی اس عام مرض کی دوا طبیب ربانی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمائی ہے ہر مسلمان کو چاہیئے کہ اوس سے غافل نرہے اور اس شرک خفی کے متعلق اپنے آپ میں کوئی بات پاوے تو آیندہ اس کے چھوڑنے کی کوشش کرے کیونکہ جس گناہ سے آدمی توبہ کرے آیندہ اوس گناہ کے چھوڑنے کا ارادہ کرنا بھی شرائط توبہ میں سے ہے چنانچہ اوپر اس کی صراحت آچکی ہے منزل ۱۳

حاصل مطلب آیتہ کا یہ ہی کہ مکہ کے مشرک لوگ اللہ کو خالق ورازق جانتے تھے اور پھر اسکی عبادت میں بتوں کو شریک کرتے تھے یہی بڑا شرک ہی اور اسکے حق میں اللہ تعالی کا وعدہ ہی کہ بغیر خالص دل کی توبہ کے اس شرک کی معافی نہیں ہی رہا چھوٹی چھوٹی باتوں کا شرک اسکی معافی اللہ تعالی کے اختیار میں ہی لیکن یہ صحیح حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ دین کا جو کام دنیا کے دکھاوے کے لئے کیا جاوے تو ایسے بیمغز عمل کا کچھ ثواب عقبیٰ میں نہ ملیگا چنانچہ مسند بزار اور طبرانی کے حوالہ سے انس بن مالک کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی کہ قیامت کے دن سر بمہر اعمال نامے جب اللہ تعالی کے روبرو کھولے جاوینگے تو اللہ تعالے ریاکاری کے عملوں کو بغیر ثواب کے نامہ اعمال سے خارج کردینے کا حکم دیوینگا۔

اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝

کیا نڈر ہوئے ہیں کہ آڈہانکے انکو ایک آفت اللہ کے عذاب کی یا آپہنچے قیامت آچانک اور انکو خبر نہ ہو

اس سے پہلے اللہ پاک نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ اکثر لوگ ایمان دار ہوکر شرک بھی کرتے ہیں اونہیں کے حق میں اب یہ ارشاد ہو کہ کیا یہ لوگ بالکل اس سے بے خوف ہوگئے ہیں کہ خدا کا عذاب آکر اچانک انکو ڈہانک لے یا قیامت آجائے اور انکو مطلق خبر بھی نہ ہو اپنے اپنے کاروبار میں لگ رہے ہوں بازاروں اور گلیوں میں پھر رہے ہوں یا رات کو بستر پر آرام سے سو رہے ہوں اور خدا کا طرح طرح کا عذاب جس طرح پہلی امتوں پر آچکا ہی انپر بھی آجائے اور انکا کام تمام کردے اک ذرا بھی دم

لنے کی مہلت نہ دے تو پھر یہ لوگ کیا کہیں گے پہلے صاحب شریعت نبی نوح علیہ السلام کی قوم سے لیکر فرعون اور اُسکی قوم تک کے قصے جو سورۃ الاعراف میں گذرے اُنسے معلوم ہوتا ہی کہ ان اجڑی ہوئی قوموں کو پہلے تو راہ راست پر آجانے کے لئے کافی مہلت دی گئی اور مہلت کے زمانے میں جب یہ لوگ راہ راست پر نہ آئے تو انکی غفلت کی حالت میں ایک دفعہ ہی طرح طرح کے عذاب آنکر یہ لوگ ہلاک ہوگئے صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو موسیٰ اشعری کی حدیث بھی گذر چکی ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے راہ لوگوں کو پہلے اللہ تعالیٰ کافی مہلت دیتا ہی جب مہلت کے زمانہ میں وہ لوگ راہ راست پر نہیں آتے تو پھر انکو اس طرح پکڑ لیتا ہی کہ جس پکڑ سے انکا چھٹکارہ نہیں ہو سکتا معتبر سند سے طبرانی میں عقبہ بن عامر سے روایت ہی جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بازاروں میں ہر طرح کا کپڑا بکتا ہوگا عمارتوں کی مرمتیں ہو رہی ہونگی کہ یکایک صور کی آواز سے تمام دنیا اجڑ جاویگی حاصل کلام یہ ہی کہ اس آیتہ میں دنیوی عذاب اور قیامت کے اچانک آجانے کا جو ذکر ہی پہلی امتوں کی ہلاکت کے قصے اور یہ حدیثیں گویا اُسکی تفسیر ہیں۔

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝

کہہ یہ میری راہ ہی بلاتا ہوں اللہ کی طرف سمجھ بوجھ کر میں اور جو میرے ساتھ ہے اور اللہ پاک ہی اور میں نہیں شریک بتانیوالا

اس آیتہ میں اللہ پاک نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا کہ آپ لوگوں سے کہدیں ہمارا طریقہ اور جس راہ پر ہم ہیں وہ یہ ہی کہ ہم مخلوق خدا کو اسبات کی نصیحت کردیں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہی دونوں جہان میں اُسی کی خدائی ہی ساتوں آسمان اور تمام روئے زمین اور دریا سمندر پر اُسی کا قبضہ و دخل ہی کوئی اُسکے کسی صنعت میں ذرہ برابر شریک نہیں ہی عبادت بھی اُسی کو زیبا ہی اور میں جو کسی کو اس راہ پر بلاتا ہوں تو یقین اور سند کی راہ سے میرا بلانا اس راہ کی طرف ہی بے دلیل نہیں ہے مجھے خدا نے اسکی سوجھ عطا کی ہی اور اس بات کی ہدایت دی ہی اور جو شخص ہمارا پیرو ہو وہ بھی جس کسی کو اس راہ کی طرف بلاتا ہی تو دلیل سے قائل کرکے بلاتا ہی تمام ملائکہ اور جن وانس اور سب جہان کی چیزیں اُسکی تسبیح کرتی ہیں اور میں بھی اُنکی پاکی بیان کرتا ہوں پھر جناب سرور کائنات کو اللہ پاک کا یہ حکم ہوا کہ تم ان لوگوں سے کہدو کہ جس طرح مشرکین خدا کے ساتھ اوروں کو شریک کرتے ہیں اور خالص اُسی کی بندگی نہیں کرتے تو تمکو بھی اُسی کے ساتھ معبود شمار کرتے ہیں میں ان باتوں سے بری ہوں میں اُسی کو ہر ایک امر میں قادر تصور کرتا ہوں اور اکیلا اُسی کی بندگی کرتا ہوں میں مشرکوں میں نہیں ہوں۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن مسعود کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا پھر اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور عبادت میں کسی دوسرے کو شریک کرنا اس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی گناہ نہیں آیتہ میں توحید کی رغبت کے سمجھ بوجھ کی رغبت ہونے کا اور شرک سے بیزاری کا جو ذکر ہی یہ حدیث گویا اُسکی تفسیر ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ توحید کی دلیل مضبوط اور شرک بالکل بے سند ہی۔ سورہ انعام کی آیتہ وان ہذا صراطی مستقیما فاتبعوہ کی تفسیر میں جو حدیثیں گزر چکی ہیں اون حدیثوں کو بھی آیتہ کی تفسیر میں بڑا دخل ہی۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ۭ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا

اور جتنے بھیجے ہمنے تجھسے پہلے یہی مرد تھے کہ حکم بھیجتے تھے ہم آنکو اور بستیوں کے رہنے والے سو کیا یہ لوگ نہیں پھرے ملک میں کہ دیکھیں

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝

کیسا ہوا آخر آنکا جو اُنسے پہلے تھے اور پچھلا گھر تو بہتر ہے پرہیزگاروں کو اب کیا تم نہیں بوجھتے

اِس آیۃ میں اللہ پاک نے اُن لوگوں کو قائل کیا ہی جو یہ کہتے تھے کہ آسمان سے کوئی فرشتہ رسول بناکر کیوں نہیں بھیجا گیا اللہ پاک نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرکے فرمایا کہ عادت الٰہی یوں ہی جاری رہی ہی کہ ہمیشہ انسان ہی کو رسول بناکر بھیجا گیا ہی اِس میں جو کچھ حکمت ہی وہ اللہ خوب جانتا ہی۔ جمہور علما کا اسپر اتفاق ہی کہ اللہ جل جلالہ نے جتنے پیغمبر ہدایت عالم کے لئے بھیجے وہ سب کے سب اول سے آخر تک مرد ہی ہوتے آئے کوئی عورت کسی زمانہ میں نبی یا رسول نہیں ہوئی بعض لوگونکا اعتقاد یہ ہی کہ چار عورتیں پیغمبر ہوئی ہیں حضرت آسیہ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم والدہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام وہ لوگ اِسکی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ اِن عورتون کو بعض اوقات خدا نے بذریعہ فرشتون کے بشارت بھیجی ہی مثلاً اللہ پاک نے حضرت موسےٰ علیہ السلام کی والدہ کی نسبت فرمایا کہ واوحینا الی ام موسیٰ ان ارضعیہ اور حضرت مریم کو فرشتے نے آکر یہ بشارت سنائی واذ قالت الملٰئکۃ یامریم ان اللہ اصطفاک الخ مگر اِس سے یہ نہیں لازم آتا کہ یہ گروہ مستورات نبی تھا کیونکہ نبی مخلوق کی ہدایت کے لئے ہوتا ہی اور کوئی نہ کوئی شریعت لیکر آتا ہی اور یہ برگزیدہ عورتین نہ تو علیحدہ کسی شریعت کی بانی تھین اور نہ کسی شریعت سابقہ کی خلیفہ جس طرح حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسےٰ علیہ السلام کے خلیفہ تھے اتنی بات البتہ ثابت ہوتی ہی کہ یہ عورتین صدیقہ ہوئی ہیں جیساکہ اللہ پاک نے حضرت مریم بنت عمران کی نسبت خبر دی کہ یہ اشرف عورت تھین گروہ مستورات ہیں ما المسیح بن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل وامہ صدیقۃ کانا یاکلان الطعام اِس جگہ حضرت مریم کا ذکر اشرف مقام میں تھا اگر نبی ہوتین تو انکی نبوت کا ذکر یہان ضرور کیا جاتا صرف صدیقیت کا وصف کافی نہ شمار کیا جاتا حضرت عبداللہ رضؓ بن عباس نے رجال کی تفسیر میں یہ بیان کیا ہی کہ اِس سے مطلب یہ ہی کہ جو منکر نبوت لوگون کا خیال ہی کہ آسمان کے رہنے والون فرشتون میں سے کوئی رسول ہوکر کیون نہیں آیا اُسکا جواب اللہ پاک نے یون دیا ہی کہ کبھی کوئی فرشتہ رسول نہیں بنایا گیا جتنے رسول ہوئے ہیں وہ سب زمین کے چلنے والے رہنے والے اور اِسی سرزمین کے بسنے والے ہوئے ہیں اور وہ سب کے سب آدمی جنس بنی آدم سے ہیں حضرت عبداللہ رضؓ بن عباس کے قول کی تائید اِس آیت سے ہوتی ہی جس میں اللہ پاک نے فرمایا وما ارسلنا قبلک من المرسلین الا انھم لیاکلون الطعام ویمشون فی الاسواق۔ کیونکہ فرشتونکی شان کھانے پینے اور بازارون میں پھرنے کی نہیں ہی۔ اور قریے سے مراد یہ ہی کہ وہ رسول شہر کے باشندے ہوئے ہیں جنگل اور گاؤن کے رہنے والے نہیں ہوئے کیونکہ دیہات والون کی نسبت شہر کے لوگ زیادہ سمجھدار اور نرم دل ہوتے ہیں پھر اللہ پاک نے اِسی آیۃ میں یہ ذکر فرمایا کہ لوگ جھٹلانے

والے جو ہمارے رسولوں کو جھٹلاتے ہیں کیا یہ لوگ روئے زمین کی سیر نہیں کرتے یا پہلے لوگونکا حال انھون نے سنا نہیں نہیں یہ بات نہیں معلوم ہی کہ حضرت نوحؑ کی قوم یا حضرت ہودؑ یا حضرت صالح وغیرہ کی امتون کا کیا حال ہوا کسطرح یہ لوگ ہلاک ہوئے اور اُسی زمانہ میں جو لوگ مومن تھے اور خدا اور اُسکے رسول کے تابع اور فرمانبردار تھے اونکا بال بھی بیکا نہیں ہوا جو کچھ عذاب آیا انہیں کافرون پر آیا خداوند عالم کا طریقہ اسی طرح برابر جاری رہا ہی کہ وہ ہمیشہ دین کا انکار کرنے والون کے بنیاد اوکھاڑ کر پھینکدیتا ہی اور اپنے خالص اور متقی بندونکو سایہ رحمت میں لے لیتا ہی اسی واسطے پھر یہ فرمایا کہ جس طرح یہ متقی بندے دنیا مین خدا کے حفظ وامان میں رہا کئے ہیں اسی طرح آخرت میں بھی اِنکے واسطے عمدہ عمدہ مکانات تیار کئے گئے ہیں جو مرنے کے بعد انہیں عطا ہون گے اور جو جو نعمتین وہان اونہیں ملیں گی وہ دنیا کی نعمتون سے بدرجا بہتر ہون گی افلا تعقلون - اِس کا مطلب ہی کہ یہ ایک موٹی سی بات تھی جو ان لوگون کے سوال کے جواب میں انہیں سمجھادی گئی ہی کہ فرشتونکا اصلی صورت میں دیکھنا تو انسان کی طاقت سے باہر ہی اسلئے کوئی فرشتہ رسول بناکر بھیجا جاتا تو ضرور وہ انسان کی شکل میں بھیجا جاتا جس سے وہی شبہ اِن لوگونکو باقی رہتا جو اسوقت ہی - اِس موٹی سی بات پر ان لوگون کو غور وفکر کرنا اور یہ جان لینا چاہئے کہ اِس نادانی کے شبہ نے پہلی امتون کو دین ودنیا کی خرابی میں ڈالدیا دنیا میں وہ طرح طرح کے عذابون سے ہلاک ہوئے اور عقبی مین جنت کی نعمتون کو ہاتھ سے دیکر دوزخ کے عذاب میں پکڑے گئے اون اُجڑی ہوئی امتون کی طرح اِس موٹی سی بات پر غور وفکر کرنے میں اِن لوگون نے کوتاہی کی اور اللہ کے رسول کے جھٹلانے پر اڑے رہے تو وہی انجام انکا ہوگا جو اُنسے پہلے لوگون کا ہوا اللہ سچا ہی اللہ کا کلام سچا ہی اِس نادانی کے شبہ پر اڑے رہنے والے بڑے بڑے قریش کے سردارون کا دین ودنیا مین جو انجام ہوا وہ صحیح مسلم کی انسؓ بن مالک کی حدیث کے حوالہ سے گزر چکا ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ بدر کی لڑائی کے شروع ہونے سے ایک رات پہلے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش میں کے اون سرکشون کے نام تبلادئے جو اِس لڑائی میں مارے جانے والے تھے بلکہ مارے جانے کے بعد جہان جہان ان لوگونکی لاشین پڑی تہین وہ مقامات بھی جتلادئے تھے - انسؓ بن مالک قسم کھاکر کہتے ہیں کہ ان لوگونکی لاشون کو لڑائی کے بعد اونہی مقامات پر ہم لوگون نے پایا - یہ تو ان سرکشون کی دنیا کی خرابی کا حال ہوا عقبیٰ میں اِنکا یہ حال ہوا کہ مرتے کے ساتھ ہی سخت عذاب نے اِنکو آن گھیرا جو عذاب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نظر آیا اور اللہ کے رسول نے اُس عذاب کا حال جتلانے کے لئے اِن لوگون کی لاشون پر کھڑے ہوکر یہ فرمایا کہ اب تم لوگون نے عذاب الٰہی کے وعدہ کو سچا پالیا چنانچہ مسند امام احمد صحیح بخاری ومسلم کی انسؓ بن مالک کی حدیث کے حوالہ سے یہ ذکر بھی گزر چکا ہی -

حَتّٰۤى اِذَا اسْتَيْـَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا فَنُجِّىَ مَنْ نَّشَآءُ ؕ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ

یہانتک کہ جب ناامید ہونے لگے رسول اور خیال کرنے لگے کہ اُنسے جھوٹ کہا تھا پہنچی اُنکو مدد ہماری پھر بچادیا جنکو ہمنے چاہا اور پھیری

منزل ۳

اوپر کی آیہ میں اللہ تعالیٰ نے پچھلی امتوں کا یہ حال عبرت کے طور پر قریش کو یاد دلایا تھا کہ حضرت نوح کے زمانہ سے فرعون کے زمانہ تک جن جن امتوں نے انبیاء سے مخالفت کی اور بت پرستی اور اپنی سرکشی سے باز نہ آئے وہ سب لوگ طرح طرح کے عذاب سے ایک دم میں غارت ہو گئے مکہ سے شام کے ملک کا سفر تجارت کے لئے اکثر قریش کو پیش آتا رہتا ہے اس راستہ میں بہت بستیاں اور مکانات پہلے لوگوں کے کھنڈر ہوئے پڑے ہیں انکو دیکھ کر عبرت پکڑیں اور جان لیں کہ انکی سرکشی کا بھی یہی انجام ہونے والا ہے اس وقت کے مسلمانوں کے جی میں یہ خیال پیدا ہو سکتا تھا کہ آخر قریش کی سرکشی اور مخالفت بھی تو قریب قریب پچھلی امتوں کے پہونچ گئی ہے انپر عذاب کیوں نہیں نازل ہوتا اس خیال کو اس آیہ سے اللہ تعالیٰ نے رفع فرمایا ہے کہ عادت الٰہی پہلے سے یوں ہی ہے یکایک اون امتوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے غارت نہیں کیا انکو بھی یہاں تک مہلت دی گئی کہ اسوقت کے نبی تنگ آگئے اور اپنی کامیابی میں انکو مایوسی ہو گئی اور مخالف لوگوں نے پورا گمان کر لیا کہ عذاب کا وعدہ جو انبیاء نے کیا تھا وہ فقط ڈراوا تھا پھر اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے مخالفوں کو پکڑا اور ایک دم میں غارت کر دیا گھبرانا نہیں چاہیئے اب بھی ویسا ہی ہونے والا ہے وقت مقررہ کی دیر ہے چنانچہ پھر ویسا ہی اللہ کے وعدہ کے موافق ہوا جسکی تفصیل صحیح بخاری و مسلم کی انس رضؓ بن مالک کی روایتوں کے حوالہ سے اوپر کی آیہ کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔ کذبوا میں دو قرأتیں ہیں ایک دال کی تشدید سے ہے اور دوسری بغیر تشدید کے صحیح بخاری میں عروہ سے جو روایت ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بغیر تشدید کی قرأت سے سخت انکار کیا ہے کیونکہ انھوں نے اس قرأت کے یہ معنے خیال کئے ہیں کہ خود رسولوں نے یہ گمان کیا کہ مخالفوں کے عذاب اور رسولوں کی کامیابی اور مدد کا وعدہ جو اللہ کی طرف سے ہوا ہے وہ دنیا میں پیش نہ آویگا اور یہ گمان رسولوں کی شان سے بعید تھا اسواسطے حضرت عائشہ نے اس قرأت سے انکار کیا لیکن حضرت عبداللہ بن عباس عبداللہ بن مسعود اور جن صحابہ نے اس قرأت کو اختیار کیا ہے انکا مطلب اس قرأت سے وہ نہیں ہے جو مطلب حضرت عائشہ نے خیال کیا ہے چنانچہ نسائی میں سعید بن جبیر کی جو روایت حضرت عبداللہ بن عباس سے ہے اس میں حضرت عبداللہ بن عباس نے اس قرارت کے معنے بتلا دئے ہیں کہ مخالف لوگوں نے عذاب کے نزول میں دیر ہونے سے یہ گمان کیا کہ عذاب کے وعدہ میں جنے رسولوں کو جھٹلا لیا اسواسطے باوجود حضرت عائشہ کے انکار کے یہ قرأت مشہور ہے عام کوفہ کے قاریوں نے اور حسنؓ بصری اور اکثر تابعین نے اس قرارت کو اختیار کیا ہے اس صورت میں دونوں قرأتوں کے معنے ایک ہی ہیں کچھ فرق نہیں ہے خلفائے اربعہ عبداللہ بن عباس عبداللہ بن مسعود ابی بن کعب زید بن ثابت اور ابی موسیٰ اشعری عبداللہ بن زبیر یہ دس صحابہ علم تفسیر میں مشہور ہیں اور ان مشہور مفسر صحابہ میں سے دو صحابیوں حضرت عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن مسعود کا بغیر تشدید کی قرأت پر اتفاق ہے اسلئے یہ قرأت بڑی معتبر قرأت ہے۔ یہاں تو اللہ تعالیٰ نے مختصر طور پر فجی من نشاء فرمایا ہے لیکن جہاں پہلی امتوں کے تفصیلی قصے ہیں وہاں اس مختصر ارشاد کا یہ تفصیلی مطلب بیان فرمایا ہے کہ ہر ایک نبی اور انکے پیرو لوگوں کو عذاب سے بچایا جا کر باقی کے نافرمانوں کو طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک کر دیا گیا۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے حوالہ

سے ابو موسیٰ اشعری کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے راہ لوگوں کو جب تک اللہ تعالےٰ چاہتا ہے تو مہلت دیتا ہے آخر انہیں پکڑتا ہے تو بالکل ہلاک کر دیتا ہے۔ یہ حدیث آیۃ کے ٹکڑے ولا یرد بأسنا عن القوم المجرمین کی گویا تفسیر ہے صحابہ میں اس آیۃ کے معنے میں اختلاف پڑ جانے سے تابعین اور تبع تابعین میں اس آیۃ کے صحیح معنے حل کرنے کا بڑا چرچا تھا اور اس آیۃ کے معنے کے حل کرنیکو وہ لوگ بڑا اہم مطلب خیال کرتے تھے چنانچہ مسلم بن یسار نے سعید بن جبیر سے جب اس آیۃ کے معنے پوچھے اور انھوں نے وہی معنے بتلائے جو نسائی کی روایت سے اوپر بیان ہوئے تو مسلم بن یسار نے سعید بن جبیر سے کہا کہ جس طرح تم نے میری مشکل حل کی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہاری سب مشکلیں حل کرے اور خوشی میں آکر مسلم بن یسار نے سعید بن جبیر سے معانقہ بھی کیا یہ مسلم بن یسار سعید بن جبیر کے شاگردوں میں ہیں تبع تابعی قدیم مفسروں میں انکا شمار ہے اور ضحاک بن مزاحم جو مشہور مفسر ہیں جب سعید بن جبیر سے آیۃ کے وہ معنے سنے جس کا ذکر اوپر گزرا تو ضحاک نے یہ کہا یہ معنے یمن کا سفر بھگت کر بھی مجھکو حاصل ہوتے تو میں جانتا بڑی آسانی سے مجھکو ایک بیش قیمت چیز ملی ہے اور اوپر بخاری کی روایۃ کا ذکر ہو چکا ہے کہ عروہ بن زبیر تابعی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس آیۃ کی قرأت اور معنے پوچھے اس آیۃ میں گمان کا جو ذکر ہے اس میں بھی علما مفسرین نے اختلاف کیا ہے بعضے کہتے ہیں خود رسولوں نے مدد الٰہی کی دیر کے سبب سے یہ گمان کیا کہ مخالف لوگ اب ہمکو جھٹلانے کا اچھا موقع پا دینگے بعضے کہتے ہیں کہ انبیا کے ساتھ جو کچھ لوگ تھے انھوں نے گمان کیا کہ مخالفوں کو اب رسولوں کے جھٹلانے کا موقع ہاتھ آیا بعضے کہتے ہیں کہ مخالف لوگوں نے گمان کیا کہ عذاب کے وعدہ کو اور اس وعدہ کے ظاہر کرنے والے رسولوں کو ہم جھٹلا چکے اسی اختلاف مفسرین کے سبب سے ترجموں میں اختلاف ہے مگر مفسر صحابہ میں سے دو جلیل القدر مفسر صحابہ حضرت عبد اللہ بن مسعود اور امام المفسرین حضرت عبد اللہ بن عباس کا یہ قول ہے کہ گمان کرنے والے مخالف لوگ تھے اسی قول کو شاہ ولی اللہ نے فارسی ترجمہ میں اختیار کیا ہے اور یہی قول صحیح معلوم ہوتا ہے۔

منزل ۳

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۗ مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ وَلَٰكِن تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ

البتہ انکے احوال سے اپنا قیاس کرنا ہے عقل والونکو کچھ بات بنائی ہوئی نہیں لیکن موافق اسکے کلام کے جو اس سے

يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝

پہلے ہے اور کھولنا ہر چیز کا اور راہ سوجھائی اور مہربانی ان لوگوں کو جو یقین لاتے ہیں

ع ۱۳ ۶

اللہ پاک نے اس آیۃ میں اس بات کا ذکر کیا کہ پہلی امتوں کے اور حضرت یعقوبؑ اور انکے صاحبزادے یوسف علیہ السلام اور انکے بھائیوں کے قصے میں عقلمندوں کے واسطے یہ ایک بہت ہی بڑی عبرت ہے کہ وہ ان قصوں کو سنکر یہ سمجھتے ہیں کہ پہلی امتوں میں وہ لوگ جنہوں نے اللہ کے رسولوں کو جھٹلایا اور باوجود ظاہر نشانیوں کے خدائے وحدہ لاشریک کی وحدانیت کو نہیں مانا وہ اس کردار بد کی وجہ سے صفحہ دنیا سے ایسے نیست و نابود کئے گئے کہ جس کا کچھ ٹھکانا نہیں اور جن لوگوں نے رسولوں کی تصدیق کی اور جو احکام وہ خدا کی طرف سے لائے اسکے مان لینے میں ذرا بھی تامل نہیں کیا اور خدا

وحدہ لاشریک کو ایک جانا خدا نے انکو اپنی حفظ وامان میں رکھا پھر قرآن مجید کی نسبت یہ ارشاد کیا کہ یہ کتاب کوئی بنائی ہوئی بات نہیں ہی اور نہ خدا پر جھوٹ باندھا گیا ہی بلکہ جس طرح اور کتابین پہلے رسولون پر توریت انجیل وغیرہ نازل ہوئی گیئن اسی طرح یہ قرآن مجید بھی خدا کی طرف سے رسول مقبول محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر بذریعہ وحی کے نازل ہوا ہی اور ساری پہلی کتابون کی یہ قرآن مجید تصدیق کرتا ہی اور جو باتین اون کتابون کی صحیح ہیں اونکو علیحدہ کرکے بتلاتا ہی اور جو غلطیان انمین اہل کتاب نے ڈالدی ہیں انکو جدا کردیتا ہی اور بہت سی باتین اُن کتابون کی قائم رکھتا ہی اور بہت سے احکام کو منسوخ ٹہراتا ہی غرضکہ اس مین ہر ایک بات کی کامل تفصیل ہے حلال حرام مباح مکروہ سبکو علیحدہ علیحدہ بتلاتا ہی اسی واسطے یہ قرآن پاک ہدایت ورحمت ہے جو لوگ اسکے احکام کے تابع ہیں اور قدم بقدم اسکی نصیحت پر چلتے ہیں ضرور وہ مراد کو پہونچین گے اور خداوند جل شانہ انپر اپنی خاص رحمت نازل فرمائیگا اور وہ گمراہی کی راہ سے بالکل علیحدہ رہین گے اور صراط مستقیم کی طرف متوجہ رہ کر ایمان دار بندون کی پوری پوری صفت حاصل کرین گے - صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے ابوہریرہ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوا اور معجزون کے مجھکو قرآن کا ایک ایسا معجزہ دیا گیا ہی جسکی ہدایت کے سبب سے مجھکو امید ہی کہ قیامت کے دن بہ نسبت اور امتون کے میری امت کے نیک لوگون کی تعداد زیادہ ہوگی - آیہ مین قرآن کو ہدایت اور رحمت آلہی کا سبب جو فرمایا ہی یہ حدیث گویا اسکی تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہی کہ اور معجزون کا اثر تو اپنے وقت پر ہوا لیکن قرآن شریف کی نصیحت کا اثر قیامت تک باقی رہیگا جس اثر کے سبب سے امت محمدیہ کے لوگ لوگون کی تعداد قیامت کے دن اور امتون کے نیک لوگون سے زیادہ ہوگی - منزل ۳

سُوْرَةُ الرَّعْدِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَلٰثٌ وَاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَسِتُّ كُوْعَاتٍ

اس سورۃ کے مکی یا مدنی ہونے مین اختلاف ہے بعض مفسرون نے اُس کو مکی کہا ہی اور بعضے مدنی کہتے ہیں لیکن اس سورۃ کے شروع کی آیتین سب کے نزدیک مکی ہیں اور ایک جگہ گزر چکا ہے کہ جس سورۃ کے شروع کی آیتین مکی ہون وہ سورہ مکی کہلاتی ہے +

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

الٓمّٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ۗ وَالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝

یہ آیتین ہیں کتاب کی اور جو کچھ اترا تجکو تیرے رب سے سو تحقیق ہے لیکن بہت لوگ نہیں مانتے

الٓمّٓرٰ - حروف مقطعات مین سے ہی جو متشابہات مین داخل ہیں - متشابہات کی تفسیر کے باب مین سلف کا طریقہ سورہ بقر اور سورہ آل عمران مین گزر چکا ہی - جو سورۃ حروف مقطعات سے شروع کیجاتی ہی اوس مین قرآن مجید کی عظمت کا بیان ہوتا ہی اسلئے الٓمّٓرٰ کے بعد اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ اس سورۃ کی آیتین اور اسکے سوا جو تمام قرآن کی آیتین تمپر اوتاری

گئی ہیں وہ حق ہیں لیکن بہت لوگ اسکو نہیں مانتے اور اسپر ایمان نہیں لاتے۔ صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی حدیث گزر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اور معجزوں کے علاوہ مجھکو قرآن شریف ہی کا ایک ایسا معجزہ دیا گیا ہے جسکے سبب سے قیامت کے دن میری امت کے نیک لوگوں کی تعداد اور امتوں کے نیک لوگوں سے زیادہ ہوگی صحیح مسلم کے حوالہ سے عبداللہؓ بن عمرو بن العاص کی حدیث بھی گزر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کچھ دنیا میں قیامت تک ہونے والا تھا اللہ تعالیٰ نے اپنے علم ازلی کے موافق وہ سب لوح محفوظ میں لکھ لیا ہے۔ صحیح بخاری اور مسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث بھی گزر چکی ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ علم الٰہی میں دوزخی قرار پا چکے ہیں وہ دنیا میں پیدا ہونے کے بعد کام بھی ویسے ہی کرتے ہیں۔ صحیح بخاری اور مسلم کے حوالہ سے ابوموسیٰ اشعری کی حدیث بھی گزر چکی ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن شریف کی نصیحت کی مثال مینہہ کے پانی کی اور اچھے برے لوگوں کی مثال اچھی بری زمین کی فرمائی ہے۔ ان حدیثوں کو آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ قرآن شریف کی نصیحت کی تاثیر تو ایسی ہے جس کے سبب سے قیامت کے دن امت محمدیہ کے نیک لوگوں کی تعداد اور امتوں کے نیک لوگوں سے زیادہ ہوگی لیکن علم الٰہی میں جو لوگ دوزخی قرار پا کر لوح محفوظ میں دوزخی لکھے جا چکے ہیں اون کے حق میں قرآن کی نصیحت اسی طرح رائگان ہے جس طرح بری زمین میں مینہہ کا پانی رائگان جاتا ہے اسلئے ایسے لوگ اپنی تمام عمر دوزخیوں کے سے کاموں میں گزارتے ہیں۔

منزل

اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ

اللہ وہ ہے جن نے اونچے بنائے آسمان بن ستون کے پھر قائم ہوا عرش پر اور کام لگایا سورج اور چاند کو ہر ایک

یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی یُدَبِّرُ الْاَمْرَ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ۝

چلتا ہے ایک ٹھیری مدت تک تدبیر کرتا ہے کام کی کھولتا ہے نشانیاں شاید تم اپنے رب سے ملنا یقین کرو

اگرچہ مجاہد اور عکرمہ اور ایک روایۃ میں عبداللہ بن عباس سے بعضی تفسیروں میں اس آیۃ کے معنے یہ بیان کئے گئے ہیں کہ قاف پہاڑ پر ایک ستون ہے اسپر اس طرح آسمان قائم ہے جس طرح ایک چوبہ ڈیرہ چوب پر قائم ہوتا ہے اور وہ ستون اہل دنیا کو نظر نہیں آتا اسلئے یہ فرمایا ہے کہ آسمان بغیر ایسے ستون کے بلند کیا جسکو تم دیکھ نہیں سکتے لیکن صحیح معنے آیۃ کے یہی ہیں کہ تمہاری آنکھوں کے سامنے کی بات ہے کہ آسمان بلا ستون کے اللہ تعالیٰ نے بلند کیا ہے کیونکہ ستون ہوتا تو آخر تم کو نظر آتا غرض سورۃ الانبیا کی آیت ویمسک السماء ان تقع علی الارض ہیں اور سورۃ الفاطر کی آیۃ ان اللہ یمسک السموات والارض ان تزولا میں اللہ تعالیٰ نے آسمان کا تھامنا اپنی ذات پاک کی طرف منسوب فرمایا ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بلا کسی روک تھام کے محض اللہ کی قدرت سے آسمان تھما ہوا ہے۔ سورہ اعراف میں گزر چکا ہے کہ آیۃ ثم استوی علی العرش صفات الٰہی کی متشابہ آیتوں میں سے ہے اور صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے حضرت عائشہؓ کی حدیث

ابھی گزر چکی ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متشابہ آیتوں کی تاویل سے منع فرمایا ہی اسواسطے ثم استوا علی العرش کی تفسیر یہی ہی کہ جس طرح سے اللہ تعالی کا عرش پر ہونا اللہ تعالی کی شان کے مناسب ہے اوسی طرح سے بلا مشابہت دنیا کے بادشاہونکی تخت نشینی کے اللہ تعالی عرش پر ہی جسکی تفصیلی کیفیت اللہ کو ہی معلوم ہی محکم اور متشابہ آیتونکی صحیح تعریف یہ ہی کہ جسل آیۃ کا مطلب از خود یا کسی دوسری آیۃ یا حدیث کے ذریعہ سے معلوم ہو سکے وہ آیۃ محکم ہی نہیں تو متشابہ جو علما یہ کہتے ہیں کہ جہان تک ہو سکے تشابہ آیۃ کا مطلب محکم آیۃ یا حدیث کے ذریعہ سے معلوم کیا جاوے انکا مقصود متشابہ کے لفظ سے وہ مبہم آیۃ ہی جسکے مطلب کا معلوم کرنا کسی دوسری محکم آیۃ یا حدیث پر منحصر ہی اور حقیقت میں اس طرح کی آیتین محکم آیتونکی ایک قسم ہے کیونکہ اوپر کی صحیح تعریف کے موافق اصل متشابہ آیۃ کا مطلب کسی دوسری آیۃ یا حدیث سے نہیں معلوم ہو سکتا دوسری آیۃ یا حدیث سے مبہم آیتونکا مطلب معلوم ہو جانے کی مثالین سورۃ آل عمران میں گزر چکی ہیں وسخر الشمس والقمر اس کا مطلب یہ ہی کہ سورج چاند کے طلوع اور غروب کے جو وقت مقرر ہیں وہ اُن وقتون کے تابع ہیں کل بجری سے سورج کی ذاتی گردش ثابت ہوتی ہی جس سے اُن اہل ہیئت کے قول کا ضعف نکلتا ہی جو سورج کی ذاتی گردش کے قائل نہیں ہیں بلکہ سورج کی گردش کو آسمان کی گردش کا تابع بتلاتے ہیں صحیح مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث گزر چکی ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہی وہ اللہ تعالی نے سب لوح محفوظ میں لکھ لیا ہی معتبر سند سے شعب الایمان بیہقی تفسیر ابن ابی حاتم اور مستدرک حاکم میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایۃ ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ لوح محفوظ مین تمام دنیا کا حال جو لکھا ہوا ہے اوس میں سے ہر شب قدر کو ایک سال کے انتظامات کی نقل فرشتونکو دنیا کا سال بھر کا کام چلانے کے لئے مل جاتی ہی یہ حدیثین یدبر الامر کی گویا تفسیر ہیں جس کا حاصل یہ ہی کہ دنیا مین جو کچھ ہوتا ہی وہ اللہ تعالی کی ازلی تدبیر اور اسکے انتظامات کے موافق ہوتا ہی اس تفسیر سے طبیعات والونکے اُس قول کا ضعف نکلتا ہی کہ دنیا مین جو کچھ ہوتا ہی وہ طبیعتونکی اثر سے ہوتا ہی اللہ کی قدرت کا یہین کچھ دخل نہین ہے علاوہ اسکے طبیعات والونکا یہ قول عقلی طور پر بھی بون ضعیف معلوم ہوتا ہی کہ دنیا میں بہت سے کام طبیعت کے خلاف نظر آتے ہیں کیونکہ مثلاً سورج کی طبیعت ہر چیز کا سکھا دینا ہے اب انار جن میں تو سورج کا کام طبیعت کے موافق ہے اور اکثر میوہ جات میں طبیعت کے برخلاف سورج سے کام لیا جاتا ہی کہ دھوپ سے مثلاً آم میں رس اور انگور میں گودا پیدا ہوتا ہی جس سے صاف ظاہر ہے کہ طبیعتین ایک صاحب قدرت کے حکم کی تابع ہیں ورنہ طبیعتون مین یہ شعور کہان ہی کہ وہ مختلف کام انجام دے سکین آخر کو فرمایا کہ یہ قدرت کی نشانیان انسان کو تفصیل وار اسلئے سمجھائی جاتی ہیں کہ وہ ان نشانیونسے قدرت والے کو پہچانے اور اسکے احکام کو مانے اور یہ جان لیوے کہ ایک دن ہر انسان کو نیک اور بد کے حساب کے لئے اللہ کے روبرو کھڑا ہونا پڑے گا مسند بزار اور طبرانی کے حوالہ سے معاذ بن جبل کی معتبر روایۃ ایک جگہ گزر چکی ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن ہر شخص کو چار باتون کی جوابدہی کے لئے ضرور اللہ تعالی کے روبرو کھڑا ہونا پڑے گا (۱) تمام عمر کس کام میں لگا رہا (۲) جوانی میں کیا کیا (۳) کیونکر کمایا اور کہان کہان خرچ کیا

منزل ۳

(۴) جو کچھ علم دین سیکھا تو اُسپر کیا عمل کیا۔ یہ حدیث اللہ تعالےٰ سے ملنے اور اُسکے سامنے کھڑے ہونے کی گویا تفسیر ہے۔

وَهُوَ الَّذِي مَدَّ الْأَرْضَ وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْهَارًا ۖ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ جَعَلَ فِيهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشِي

اور وہی ہے جس نے پھیلائی زمین اور رکھے اُسمیں بوجھ اور زمیان اور ہر میوے کے رکھے اُس میں جوڑے دو جوڑا ڈھانکتا ہے دن

اللَّيْلَ النَّهَارَ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۝ وَفِي الْأَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجَاوِرَاتٌ وَجَنَّاتٌ

پر رات اُس میں نشانیاں ہیں اُنکو جو دھیان کرتے ہیں اور زمین میں کئی کھیت ہیں لگتے ہوئے اور باغ

مِّنْ أَعْنَابٍ وَزَرْعٌ وَنَخِيلٌ صِنْوَانٌ وَغَيْرُ صِنْوَانٍ يُسْقَىٰ بِمَاءٍ وَاحِدٍ ۖ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا

ہیں انگور کے اور کھیتی اور کھجوریں جڑے اور بن سے پاتے ہیں ایک پانی اور ہم زیادہ کرتے ہیں ایک کو

عَلَىٰ بَعْضٍ فِي الْأُكُلِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝

ایک سے میوے میں اس میں نشانیاں ہیں اُنکو جو بوجھتے ہیں

منزل ۳

اس سے اوپر کی آیتہ میں اللہ جل شانہ نے آسمان کا حال بیان فرمایا تھا اس آیتہ میں زمین میں اپنی قدرت کا حال بیان فرمایا کہ اللہ نے زمین کو پھیلا دیا لمبائی اور چوڑائی میں پہاڑوں کے بوجھ رکھدئے اور اُس میں جا بجا نہریں اور زمیان دریا سمندر جاری کئے تاکہ زمین کی پیداوار کو مناسب مناسب موقع پر پانی پہونچتا رہے۔ اور ہر طرح کے پھل میوے الگ الگ رنگ کے علیحدہ ذائقہ کے پیدا ہوں جس میں کوئی سرخ ہے تو کوئی زرد کوئی سیاہ کسی کا مزہ پھیکا ہے کسی کا میٹھا کسی کا کڑوا کسی کا کسیلا پھر تمام ہوئی دن آن موجود ہوا یہ سب خدا کی ایسی قدرت ہے کہ جو اس میں غور اور فکر کرتا ہے اُسے خدا کی ہستی کا یقین ہو جاتا ہے پھر فرمایا کہ زمین کو دیکھو ایک ٹکڑا ایک سے ملا ہوا ہے اسپر بھی کوئی ٹکڑا زمین کا شور ہوتا ہے اور کوئی پاکیزہ ہوتا ہے کہیں طرح طرح کے باغ ہوتے ہیں جسمیں انگور کھجورون کے مختلف قسم کے درخت ہوتے ہیں بعض درخت ایسے ہوتے ہیں جسکی جڑ ایسیں ملی ہوئی ہوتی ہے اور بعض درخت علیحدہ علیحدہ ہیں کسی زمین میں کھیتی کیجاتی ہے جہاں طرح طرح کے اناج پیدا ہوتے ہیں جسپر انسان کی زندگی کا دارومدار ہے ان درختون اور کھیتون کو ایک پانی سے سرسبز و شاداب کیا جاتا ہے اور یہ ایک ہی زمین میں ہوتے ہیں پھر بھی قسم قسم کے طرح طرح کے پھل پھول میوے ترکاریان اور اناج ہیں کھانے میں ایک کا مزہ ایک سے بڑھکر ہوتا ہے سب کا ذائقہ جدا جدا ہے کوئی کسی کے مزہ کو نہیں پہونچتا یہ سب اُسکی ادنی قدرت ہے اسلئے فرمایا کہ عقل مند آدمی کے واسطے خدا کے پہچاننے کے لئے یہ بہت بڑی نشانیاں ہیں۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس طرح اب مینہہ برسنے سے ہر طرح کی پیداوار تیار ہو جاتی ہے اسی طرح دوسرے صور سے پہلے ایک مینہہ برسے گا جس سے سب مرے ہوئے آدمیون کے جسم تیار ہو جاوینگے پھر اون جسمون میں روحیں پھونک دیجاوین گی۔ قرآن شریف میں جگہ جگہ کھیتی کے ذکر کے بعد حشر کا تذکرہ جو آیا ہے یہ حدیث گویا اُسکی تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ منکرین حشر کے نزدیک حشر ایک دشوار چیز ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو حشر اور ہر سال کی کھیتی کی

پیداوار دونون یکسان ہیں۔

وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اور اگر تو اچنبے کی بات چاہے تو اچنبا ہی اُنکا کہنا کیا جب ہوگئے ہم مٹی ہم نئے بنیں گے وہی ہیں جو منکر

بِرَبِّهِمْ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ ۠ وَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ

ہوئے اپنے رب سے اور وہی ہیں کہ طوق ہیں اُنکی گردنون مین اور وہ ہیں دونخ والے وہ اس مین رہا کرین گے

اِس آیۃ میں اللہ تعالی نے منکرین حشر کا یہ قول کہ مٹی ہوکر پھر کیونکر جیئں گے ضعیف ٹھہرایا اسواسطے فرمایا کہ دنیا بھر میں کسی کو تعجب کی بات سنی ہو تو اونکا یہ قول سنے کیونکہ ہر عقلمند جانتا ہی کہ پہلے پہل ہر کام مشکل ہوتا ہی ایک دفعہ جو کام ہوچکا اور اُسکا راستہ پڑگیا پھر دوبارہ اُسکا ہوجانا کیا دشوار ہے دنیا کو جب ناپید حالت سے اللہ تعالیٰ نے موجود کردیا تو اب دوبارہ ناپید کرکے پھر موجود کردینا اُسکو کیا مشکل ہے اور دنیا بھر میں وہ کونسی عقل ہی جس عقل سے اِس بات کو دشوار کہا جاسکتا ہی اور دنیا بھر کے عقلون سے نرالی یہ ایک بات منکرین حشر کہتے ہیں اِسلئے دنیا بھر کی باتون سے بڑھکر اُنکی بات تعجب کے قابل ہی۔ صحیح بخاری کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی حدیث قدسی ایک جگہ گزر چکی ہی جس میں اللہ تعالے نے فرمایا سبکی آنکھون کے سامنے جبکہ اللہ نے انسان کو پیدا کردیا تو منکرین حشر کی یہ نادانی ہی کہ وہ اللہ کے کلام کو جھٹلاتے اور حشر کا انکار کرتے ہیں۔ یہ حدیث ان آیتون کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہی کہ پہلی پیدائش کو آنکھون سے دیکھکر جو یہ لوگ دوسری دفعہ کی پیدائش کو اللہ کی قدرت سے باہر گنتے ہیں تو یہ اُنکا اللہ کی شان میں ایک کفر ہے جسکی سزا یہ ہی کہ قیامت کے دن سخت جرم کے مجرمون کی طرح اُنکے گردنون میں آگ کے طوق ڈالے جاوین گے تاکہ یہ سر نہ اُٹھا سکین اور دونخ کی آگ میں ہمیشہ انکو رہنا پڑیگا یہان مختصر طور پر فقط طوق کا ذکر ہے سورہ غافر میں طوقون کے ساتھ زنجیرون کا بھی ذکر ہے جن زنجیرون سے ایسے لوگونکو جکڑا جاوے گا۔

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ۭ وَاِنَّ رَبَّكَ

اور شتاب چاہتے ہیں تجھسے برائی آگے بھلائی سے اور ہوچکی ہیں اُن سے پہلے کہاوتین اور تیرا رب

لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰي ظُلْمِهِمْ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝

معاف بھی کرتا ہے لوگونکو اُنکی گنہگاری پر اور تیرے رب کی مار بھی سخت ہے

بت پرستی کی مذمت اور توحید اور احوال قیامت اِس قسم کی آیتین جب نازل ہوتین اور آنحضرت قریش کو وہ آیتین سناتے تو قریش لوگ سرکشی سے صاف کہدیتے تھے کہ ہم تو تمہاری ایک نہیں سنتے اگر تم سچے نبی ہو تو اللہ کیطرف سے ہمپر عذاب لاؤ اُسپر اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمادیا کہ رسول سے مخالفت کرنے والونپر عذاب الٰہی کا نازل ہوجانا کوئی نئی بات نہیں اِنسے پہلے بہت سی امتین رسولون کی مخالفت کے سبب سے غارت ہوچکی ہیں بجائے

منزل ۳

فرمانبرداری کے یہ لوگ جو سرکشی کرکے عذاب کی جلدی کرتے ہیں اُنکو یہ معلوم رہے کہ اللہ تعالیٰ میں رحم اور قہر دونوں صفتیں ہیں اور ابتک اللہ تعالیٰ نے اپنی رحم کی صفت کے تقاضے سے اونکو چھوڑ رکھا ہی جس دن قہر کی صفت کا تقاضا ہوگیا تو پھر پہلے کی اجڑی ہوئی امتوں کی طرح سے اِنکا کہیں ٹھکانا بھی نہ لگے گا۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو موسیٰ اشعری کی حدیث گزر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ جب تک چاہتا ہی سرکش لوگون کو مہلت دیتا ہی پھر جب اُنکی سرکشی کی سزا میں اونہیں پکڑ لیتا ہی تو کسی کا اُنمین سے چھٹکارہ نہیں ہوسکتا اِس حدیث کو آیۃ کی تفسیر مین بڑا دخل ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ نے ہجرت سے پہلے بارہ تیرہ برس تک اہل مکہ کو مہلت دی جب اِس مہلت کے زمانہ میں اُنمین کے سرکش لوگ اپنی سرکشی سے باز نہیں آئے اور مسخراپن کے طور پر عذاب کی جلدی کرنے لگے تو بدر کی لڑائی مین یہ بڑے بڑے سرکش نہایت ذلت سے مارے گئے اور مرتے کے ساتھ ہی آخرت کے عذاب مین گرفتار ہوئے اور اُنکے عذاب کا حال لوگونکو جتلانے کے لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اِنکی لاشون پر کھڑے ہوکر یہ فرمایا کہ اب تو تم لوگون نے عذاب الٰہی کے وعدہ کو سچا پایا چنانچہ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے انسؓ بن مالک کی روایتین اِس باب میں ایک جگہ گزر چکی ہیں۔ مثلات کے معنے وہ عذاب جس کا تذکرہ مثال اور کہاوت کے طور پر باقی رہے اسی واسطے شاہ صاحب نے مثلات کا مرادی ترجمہ کہاوتین کیا ہی۔

ع ۱ منزل

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرٌ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝

اور کہتے ہیں منکر کیون نہ اُتری اُسپر کوئی نشانی اُسکے رب سے تو ڈر سنانیوالا ہے اور ہر قوم کو ہوا ہی راہ بتانیوالا

یہ مشرکون کا وہی پرانا سوال ہی جسکو بار بار وہ کہہ چکے تھے کہ اگلے رسولون کو تو بڑی بڑی نشانیان ملی تھین حضرت موسےٰ کو عصا اور ید بیضا ملا تھا حضرت صالح کے وقت میں اونٹنی پیدا ہوئی تھی عیسےٰ علیہ السلام مردون کو زندہ کرتے تھے آپ بھی کوئی نشانی دکھلایئے اِس صفا پہاڑ کو سونے کا بنا دیجئے یہ پہاڑ یہان سے اوکھڑ کر کہیں دور چلا جاوے اور یہان ایک خوشنما باغ لگ جائے اگر آپ ایسا کریں گے تو ہم آپکو سچا سمجھین گے اور ایمان لائین گے اللہ جل شانہ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ تم اُنکے سوال کے پورا ہونے کی زیادہ خواہش نکرو تمہارے متعلق تو صرف اتنی بات ہی کہ تم اُن لوگون کو نصیحت کردو کیونکہ رسول تو فقط خدا کے خوف سے لوگون کو ڈرانے والے ہیں اور حق کا رستہ دکھانا اللہ کے اختیار مین ہے صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے علم ازلی کے موافق ہر شخص کا دوزخ یا جنت میں ٹھکانا مقرر ہوچکا ہی اِسلئے دنیا میں پیدا ہونے کے بعد ہر کوئی اپنے مقررہ ٹھکانے میں جانے کے قابل کام کرتا ہی یہ حدیث انما انت منذر و لکل قوم ہاد کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہی کہ آیۃ کے اِس ٹکڑے کے مطلب کو اللہ کے رسول نے اِس حدیث کے ذریعہ سے امت کے لوگونکو یون سمجھا دیا کہ رسولون کا کام فقط نصیحت کا کردینا ہی اور اِس نصیحت کا اثر اللہ کے علم ازلی کے نتیجہ پر منحصر ہی جو اللہ کے

اختیار میں ہی - زوائد مسند امام احمد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو جو ہادی فرمایا ہی اس حدیث کی سند معتبر ہے اور مطلب اس حدیث کا یہ ہی کہ علم الٰہی میں جو لوگ راہ راست پر آنے کے قابل قرار پا چکے ہیں اس طرح کے بہت سے لوگ حضرت علی کے ذریعہ سے بھی ہدایت پاوین گے کیونکہ حضرت علیؓ کی صحیح روایت جو اوپر گزری اسکے موافق اس دوسری روایۃ کا صحیح مطلب یہی قرار پا سکتا ہی جو بیان کیا گیا -

اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ۭ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ۝

اللہ جانتا ہی جو پیٹ میں رکھتی ہے ہر مادہ اور جو سکڑتے ہیں پیٹ اور بڑہتے ہیں اور ہر چیز کی اس پاس ہے گنتی

صحیح بخاری و مسلم مین حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے جو روایۃ ہی اس مین اس آیۃ کی تفسیر آنحضرت نے فرمائی ہی کہ عورت کے رحم میں جب نطفہ ٹھہرتا ہے تو ایک چلہ تک اپنی اصلی حالت پر رہتا ہی پھر جما ہوا خون بنجاتا ہی پھر گوشت کا لوتھڑا ہو جاتا ہے پھر تیلا بنجاتا ہی اور اس میں روح پھونکی جاتی ہی اور اللہ کے حکم سے ایک فرشتہ آتا ہی اور عمر رزق جس طرح کے عمل یہ تیلا پیدا ہونے کے بعد کریگا یہ سب کچھ وہ فرشتہ لکھ لیتا ہی مجاہد کا قول ہی کہ مدت حمل سے کم میں بچہ کا پیدا ہو جانا یہ رحم کے گھٹاؤ کی حالت ہی اور مدت حمل میں زیادتی کا ہو جانا یہ رحم کے بڑہاؤ کی حالت ہی - حضرت عبداللہ بن عباس یہ فرماتے ہیں کہ حمل کے زمانہ میں اگر عورت کو حیض آجاوے تو جتنے دن حیض آویگا اوتنے ہی دن نو مہینے کے اوپر ہو جاوین گے جب بچہ پیدا ہوگا یہی مدت حمل کی زیادتی کی صورت ہی اور نو مہینے کے اندر بچہ کا پیدا ہو جانا یا اسقاط حمل کا ہو جانا یہ رحم کے گھٹاؤ کی صورتین ہیں وکل شئی عندہ بمقدار کی تفسیر مین قتادہ کا قول ہی کہ ہر بچہ کے مدت حمل کی کمی بیشی اسکی عمر اسکا رزق اسکی نیکی بدی علم الٰہی کے اندازہ اور گنتی کے موافق ہی - عبداللہ بن مسعود کی صحیح حدیث جو اوپر گزری ہے قتادہ کے اس قول کی پوری تائید ہوتی ہی کیونکہ اس حدیث مین بھی علم الٰہی کے موافق ان باتون کے لکھے جانے کا ذکر ہی منکرین حشر کا ذکر اوپر فرما کر اس آیۃ مین انہیں انسان کی پہلی پیدائش کا حال یاد دلایا گیا ہی اور یہ تنبیہ فرمائی گئی ہی کہ انسان کی پہلی پیدائش سے جو کوئی قدرت الٰہی کو جان لے ویگا اسکو پھر حشر کے انکار کا موقع باقی نہیں رہ سکتا -

منزل ۳

عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ۝

جاننے والا چھپے اور کھلے کا سب سے بڑا اوپر

اس آیۃ میں اللہ پاک نے اپنے علم کا حال بیان فرمایا ہی کہ لوگ جس چیز کو اپنی آنکھون سے دیکھتے ہیں اسکو بھی خدا جانتا ہی اور جو چیزین انسے غائب ہیں انکی نظرون کے سامنے نہیں ہیں انکو بھی خدا جانتا ہی اسپر ظاہر اور پوشیدہ سب یکسان ہی اسکا علم ہر شئے کو چھوٹی ہو یا بڑی نظر سے غائب ہو یا سامنے سب کو گھیرے ہوئے ہی اور اسکی ذات ہر ایک شئی سے بڑی ہے اور ہر چیز پر غالب ہی - اوپر ذکر تھا کہ بچہ کے پیدا ہونے سے پہلے اسکی عمر اسکا رزق اسکی نیکی بدی یہ سب نا موجود باتین اللہ کا فرشتہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے لکھ لیتا ہی اس آیۃ میں اسکی یہ تفصیل فرمائی کہ نا موجود اور موجود سب چیزین اللہ تعالیٰ کے

منزل ۴

عالم میں موجود ہیں کوئی چیز اسکے علم سے باہر نہیں ہے اسواسطے بچے کے پیدا ہونیکے پہلے فرشتہ سے اُن ناموجود چیزوں کا لکھوا دینا اللہ تعالیٰ کا علم غیب کے آگے کوئی بڑی بات نہیں ہے منکرین حشر یہ جو کہتے تھے کہ مرنیکے بعد ہماری خاک ریزہ ریزہ ہوجاویگی پھر وہ خاک کیونکر جمع ہوگی اور سکا پتلا کیونکر بنیگا آیتہ کریمہ اُن کے اس کٹ حجتی میں اُن لوگوں کو یہ تنبیہ فرمائی ہے کہ وہ خاک ریزہ ریزہ ہوکر انسانکے علم سے باہر ہوجاتی ہے مگر اللہ کے علم سے باہر نہیں ہوسکتی اسلئے وقت مقررہ پر وہ خاک جمع کیجاویگی اور اسکا پتلا بنے گا سو اسکی تفصیل زیادہ تر صحیح بخاری صحیح مسلم نسائی اور موطا میں ابوہریرہؓ و ابوسعید خدری کی جو روایتیں ہیں اُنکا حاصل یہ ہے کہ ایک گنہگار شخص نے اللہ تعالیٰ کی خوف سے اپنی اولاد کو وصیت کی تھی کہ مرنیکے بعد میری لاش کو جلا کر خاک کردیا جاوے اور وہ خاک کچھ ہوا میں اڑا دیجاوے اور کچھ دریا میں بہا دیجاوے۔ اُس شخص کے مرنے کے بعد اسکی وصیت کے موافق عمل کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے جنگل اور دریا کو اُس خاک کے حاضر کرنے کا حکم دیا اور فوراً وہ خاک حاضر ہوگئی اور اللہ کے حکم سے اُسکا پتلا بنا اور اُس پتلے میں روح پھونکی جاکر اوس سے پوچھا گیا کہ وہ وصیت تو نے کس غرض سے کی تھی اُسنے جواب دیا یا اللہ کوئی چیز تیرے علم سے باہر نہیں ہے جو کچھ کیا تھا وہ فقط تیرے خوف سے کیا تھا اللہ تعالیٰ نے اُسکا یہ جواب سنکر اُسکے قصور کو معاف کردیا حشر کے دن روان دوان خاک کے جمع ہوجانے کی یہ حدیث گویا تفسیر ہے۔

سَوَآءٌ مِّنكُم مَّنْ أَسَرَّ ٱلْقَوْلَ وَمَن جَهَرَ بِهِۦ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۭ بِٱلَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِٱلنَّهَارِ

برابر ہے تم میں جو چپکی بات کہے اور جو کہے پکار کر اور جو چھپ رہا ہے رات میں اور گلیوں میں پھرتا ہے دن کو

آیتہ کے اس ٹکڑے میں فرمایا کہ لوگوں کے آہستہ باتیں کرنیکو بھی سنتا ہے خواہ کوئی چلا کر باتیں کرے یا چپکے سے اور جو شخص اندھیری رات میں اپنے گھر کے تہ خانہ میں بیٹھکر بولے یا دن کے وقت روشنی میں سرراہ کھلا بات کرے سب اُسکے نزدیک برابر ہے غرض اللہ کا علم بہت ہی وسیع ہے کوئی بات کسی قسم کی اوس سے پوشیدہ نہیں مسند امام احمد صحیح بخاری مسلم وغیرہ کے حوالہ سے عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث گذر چکی ہے جس میں عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں مشرکین مکہ میں کے تین شخصوں نے آپس میں چپکے سے کچھ باتیں کعبہ میں کرین کہ میں نے وہ باتیں نہیں سنیں مگر اللہ تعالیٰ نے وہ باتیں سنکر سم سجدہ کی چند آیتیں نازل فرمائیں معتبر سند کی انس بن مالکؓ کی حدیث مسند بزار اور طبرانی کے حوالہ سے گزر چکی ہے جس میں یہ ہے کہ بعضے عملوں کی خرابی کا حال نامہ اعمال لکھنے والے فرشتوں کو بھی معلوم نہ ہوگا لیکن اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اون عملوں کو نامہ اعمال سے خارج کرنے کا حکم دے کر فرماوے گا کہ یہ عمل خالص نیت کے نہیں ہیں اللہ تعالیٰ کے لوگوں کی آہستہ باتیں سننے اور دلوں کا پوشیدہ حال جاننے کی یہ حدیثیں گویا تفسیر ہیں۔

لَهُۥ مُعَقِّبَٰتٌ مِّنۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِۦ يَحْفَظُونَهُۥ مِنْ أَمْرِ ٱللَّهِ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ

اُسکے پہرے والے ہیں بندے کے آگے سے اور پیچھے سے اسکو بچاتے ہیں اللہ کے حکم سے اللہ نہیں بدلتا جو کسی قوم کو

حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا۟ مَا بِأَنفُسِهِمْ ۗ وَإِذَآ أَرَادَ ٱللَّهُ بِقَوْمٍ سُوٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهُۥ ۚ وَمَا لَهُم مِّن دُونِهِۦ مِن وَالٍ

جب تک وہ نہ بدلیں جو اپنے بیچ ہے اور جب چاہے اللہ کسی قوم پر برائی پھر وہ نہیں پھرتے اور کوئی نہیں انکو اس بن مدد گار

صحیحین میں ابوہریرہؓ سے روایت ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ ہر شخص کی حفاظت کے لئے رات اور دن کے الگ الگ فرشتے ہر انسان پر خدا کی طرف سے مقرر ہیں صبح کی نماز کے وقت دن کے فرشتے اور عصر کی نماز کے وقت رات کے فرشتے آنکر چوکی بدلوا دیتے ہیں معتبر سند سے تفسیر ابن ابی حاتم میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہی کہ حفاظت کے فرشتے اُن سب صدمون اور آفتون سے آدمی کی حفاظت کرتے ہیں جن صدمون اور آفتون سے اُسکی قسمت میں بچنا لکھا ہی اور جب تقدیری کوئی آفت آنے والی ہوتی ہی جس سے حفاظت کرنے کا کوئی حکم اللہ کا نہین ہوتا تو ایسے حالت میں فرشتے حفاظت چھوڑ دیتے ہیں تفسیر ابن جریر میں کنانہ عدوی کی روایت سے حضرت عثمان کا سوال اور آنحضرت کا جواب جو مذکور ہے اُسکا حاصل یہ ہی کہ دس فرشتے دن کو اور دس رات کو ہر انسان پر تعینات ہیں دو نیکی بدی کے لکھنے والے اور دو تمام جسم کی حفاظت کرنے والے اور دو خاص درود شریف کا ثواب لکھنے والے دونون ہونٹون پر مقرر ہیں اور دو خاص آنکھون کی نگرانی رکھتے ہیں اور ایک مونہہ پر تعینات ہی تاکہ سانپ بچھو یا اور کوئی موذی جانور مونہہ میں گھسنے نہ پاوے اور ایک فرشتہ ہر آدمی کی پیشانی پکڑے رہتا ہی جب تک آدمی انسانیت کے حاسہ میں رہتا ہی اُسوقت تک وہ فرشتہ کچھ نہیں کرتا اور جب آدمی انسانیت کے حاسہ سے باہر ہو کر کوئی تکبر کرتا ہی تو وہی فرشتہ اوس تکبر کرنے والے آدمی کی پیشانی پکڑ کر ایک پٹخنی دیتا ہی جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہی کہ مغرور آدمی کو ایک نہ ایک ذلت پہونچتی ہی اس حدیث میں یہ بھی ہی کہ نیکی لکھنے والا فرشتہ بدی لکھنے والے پر سردار ہی جب کوئی آدمی برا کام کرتا ہی تو بدی لکھنے والا فرشتہ تین دفعہ نیکی کے فرشتہ سے اوس بدی کے لکھنے کی اجازت چاہتا ہی وہ ہر دفعہ یہی کہتا ہے ذرا اور ٹھہر جاؤ شاید یہ شخص توبہ و استغفار کرے جب یہ شخص گناہ کرتے ہی توبہ و استغفار کر لیتا ہی تو وہ بدی نہیں لکھی جاتی حافظ عماد الدین ابن کثیر نے اس حدیث کو غریب کہا ہی لیکن ابن جریر نے جو سند اس حدیث کی بیان کی ہے اس سند میں کوئی راوی بالکل متروک نہیں ہی اسلئے صحیحین کی حدیث میں جو مجمل طور پر فرشتون کا ذکر ہے اُس مجمل ذکر کی صراحت اس حدیث سے کیجاوے تو کچھ حرج نہیں ہے اسی واسطے حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں ابن جریر کی اس روایت کو نقل کر کے اُسکی سند پر کچھ اعتراض نہیں کیا۔ صحیح بخاری اور ابوداؤد میں ابوموسیٰ اشعری سے اور معتبر سند سے مسند امام احمد اور مستدرک حاکم میں عبداللہ بن عمر اور انسؓ بن مالک سے جو روایتیں ہیں اُنکا حاصل یہ ہی کہ عبادت الٰہی میں مصروف رہنے والا کوئی شخص جب بیمار ہو جاتا ہی اور بیماری کے سبب سے اُسکی عبادت میں کمی ہو جاتی ہی تو نیکی لکھنے والے فرشتہ کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہی کہ بیماری کے زمانے تک اس بیمار آدمی کی عبادت اتنی لکھی جاوے جتنی عبادت یہ شخص تندرستی کے زمانے میں کرتا تھا فرشتون کی تعیناتی کے باب میں ابوہریرہؓ کی مجمل حدیث جو اوپر گزری ان روایتون سے بھی اُسکی یہ صراحت ہو سکتی ہی کہ اون فرشتون میں نیکی بدی کے لکھنے والے فرشتے بھی ہیں۔ زیادہ تفصیل اِن نیکی بدی کے فرشتون کی اذا رسما انفطرت میں آویگی۔ اب آگے فرمایا کہ فرشتون سے انسان کی حفاظت کا انتظام انسان کے رزق و صحت کا انتظام سوا اسکے انسان کے حق میں اللہ کی اور جو جو نعمتیں ہیں جب تک انسان کوئی ناشکری نکرے تو اللہ تعالیٰ

مقول ۳

اپنی نعمتون کو نہیں بدلتا اور کسی ناشکری کے سبب سے اللہ تعالیٰ اپنی نعمتون کو بدلنا چاہئے تو سوا اللہ کے کسی دوسرے کی مدد سے وہ نعمتیں قائم اور بحال نہیں رہ سکتیں۔ اس آیۃ میں بھی منکرین حشر کو یہ تنبیہ ہے کہ یہ لوگ تو اپنی نادانی سے عقبیٰ کی سزا و جزا کے منکر ہین لیکن انتظام الٰہی میں عقبیٰ کی سزا و جزا کے لئے ہر شخص کے ساتھ اللہ کے دو فرشتے نامچہ نویس لگے رہتے ہیں جو انسان کا ہر قول و فعل رات دن لکھتے ہیں۔

هُوَ الَّذِي يُرِيكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَطَمَعًا وَيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ۝

وہی ہے جو تم کو دکھاتا ہے بجلی ڈر کو امید کو اور اٹھاتا ہے بدلیاں بھاری

اس آیۃ میں اللہ پاک نے یہ ذکر کیا کہ بجلی بھی خدا کے حکم کے تابع ہو وہی جب چاہتا ہے بڑے بڑے ابر کے ٹکڑون کے ساتھ بجلی کو بھیجدیتا ہی جسکو تم لوگ دیکھتے ہو اور بعضے خوف کرنے لگتے ہیں اور بعضے طمع کرتے ہیں مطلب یہ ہی کہ مسافر جو راستہ چلتا ہوا ہوتا ہی رعد کی کڑک اور بجلی کی چمک دیکھکر ڈر جاتا ہی کہ اب رستہ کیونکر طے ہوگا کس طرح منزل پر پہونچین گے اور جو لوگ اپنے گھر دن میں ہوتے ہیں انکو ایک گونہ خوشی ہوتی ہی کہ بادل اگر برس گیا تو بڑا فائدہ ہی غلہ خوب پیدا ہوگا رزق میں زیادتی ہو جائے گی غرض اللہ تعالیٰ ہوا کے ذریعہ سے پانی کے بھرے ہوئے بادل پیدا کر دیتا ہی اور جہان حکم ہوتا ہی وہان مینہہ برستا ہی۔ سورۃ الروم میں آویگا کہ پہلے اللہ کے حکم سے ہوا چلتی ہے جو بادلون کو ابھارتی اور پھیلاتی ہی اور انکو تہ بر تہ کر دیتی ہی پھر اون بادلون میں سے مینہہ برستا ہی۔ صحیح بخاری مسلم کے حوالہ سے زید بن خالد جہنی کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ ایک دفعہ رات کو مینہہ برسا اسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہی جو لوگ صبح اٹھکر یہ کہوین گے کہ اللہ نے اپنے فضل سے یہ مینہہ برسایا وہ اللہ کی نعمت کی شکر گزاری ادا کرین گے اور جو لوگ یہ کہوین گے کہ تارونکی گردش کے اثر سے یہ مینہہ برسا وہ اللہ کی نعمت کے ناشکر گزار ہیں اس حدیث کو آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ یہ منکرین حشر کچھ فقط حشر کے باب مین ہی اللہ کی قدرت کے منکر نہیں ہیں بلکہ اللہ کی قدرت کی اور باتون میں بھی انکو شیطان نے بہکا رکھا ہے مثلاً مینہہ تو اللہ کی قدرت سے برستا ہی اور یہ لوگ اسکو تارون کی گردش کا اثر بتلاتے ہیں یہ نہیں جانتے کہ تارونکو اور انکی گردش کو آخر کسنے پیدا کیا ہی بغیر اسکے حکم کے تارون میں اثر کہان سے آسکتا ہی۔

وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ وَالْمَلَائِكَةُ مِنْ خِيفَتِهِ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيبُ بِهَا مَنْ يَشَاءُ وَهُمْ يُجَادِلُونَ فِي اللَّهِ وَهُوَ شَدِيدُ الْمِحَالِ

اور پڑھتے ہیں گرج خوبیان اسکی اور سب فرشتے اسکے ڈر سے اور بھیجتا ہے کڑک پھر ڈالتا ہی جسپر چاہے اور یہ لوگ جھگڑتے ہیں اللہ کی

معتبر سند سے سورہ رعد کی تفسیر میں ترمذی نے حضرت عبد اللہ بن عباس سے یہ روایت بیان کی ہی کہ ایک روز یہود نے آنکر آنحضرت سے چند باتین پوچھین انمین رعد اور چمک اور کڑک کو بھی پوچھا آنحضرت نے فرمایا رعد اس فرشتہ کا نام ہے جو بادلون کے چلانے پر مقرر ہے اور کڑک اس فرشتہ کی آواز ہی جو آواز بادلون کے ہانکنے کے وقت اس فرشتہ کے منہ سے نکلتی ہو اس فرشتہ کے پاس آگ کا ایک کوڑا ہی جس سے وہ بادلون کو ہانکتا ہے یہ چمک اسی کی ہی یہ جواب آپ کا تورات

منزل ۳

کے موافق تھا اسواسطے یہود نے آپ کے جواب کی تصدیق کی حضرت عبداللہ بن عباس کی یہ روایت مسند امام احمد اور نسائی میں بھی ہی معتبر سند سے طبرانی میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہی کہ کڑک کے وقت جو شخص اللہ کا ذکر کرے وہ بجلی کے صدمہ سے امن میں رہتا ہی۔ تفسیر ابن جریر میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہی کہ کڑک کے وقت آنحضرت سبحان من یسبح الرعد بحمدہ پڑھا کرتے تھے اس آیت سے معلوم ہوتا ہی کہ بجلی عذاب الٰہی ہی جس مکان یا انسان یا جانور کو اللہ تعالیٰ عذاب کے قابل جانتا ہی اسپر اوسی دوزخ کی آگ کے کوڑے میں سے جس سے رعد فرشتہ بادلوں کو ہانکتا ہی ایک شعلہ عذاب کے طور پر ڈالدیتا ہی حال کے زمانہ میں جو آخری زمانہ ہی گنہ گاری کی کثرت کے سبب سے بجلی کا صدمہ زیادہ ہی چنانچہ معتبر سند سے مسند امام احمد بن حنبل میں حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہی کہ آنحضرت نے فرمایا آخری زمانہ میں بجلی کا صدمہ بہت ہوگا یہانتک کہ لوگوں میں چرچہ ہوا کریگا کہ بجلی کے صدمہ سے اس قدر آدمی ہلاک ہوئے معتبر سند سے اسی مسند امام احمد اور مستدرک حاکم میں حضرت ابو ہریرہ سے حدیث قدسی کی روایت ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی کہ وبال کے طور پر دن بھر ابر کا آمرا رہنا اور کڑک چمک کا ہونا لوگوں کی نافرمانی کے سبب سے ہی اگر لوگ فرمانبرداری کریں تو رات کو بغیر کڑک چمک کے چپ چاپ ایسا مینہہ برسے کہ لوگوں کو کچھہ خبر بھی نہ ہو ادب مفرد بخاری ترمذی نسائی اور مستدرک حاکم میں عبداللہ بن عمر سے روایت ہی کہ کڑک کی آواز سنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے کہ یا اللہ اپنے غصہ اور عذاب سے ہمیں بچا۔ اوسط اور کبیر طبرانی میں حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت سے شان نزول اس آیت کی جو بیان کی گئی ہے اوسکا حاصل یہ ہی کہ دو شخص کافر جنمیں ایک کا نام عامر بن طفیل اور دوسرے کا نام اربد بن ربیعہ تھا آنحضرت کو شہید کرنے کے ارادہ سے آئے اربد بن ربیعہ نے عامر سے راستہ میں یہ صلاح کی کہ میں تو محمد کو باتوں میں لگاؤں گا اور تو پیچھے سے تلوار کھینچکر محمد کا کام تمام کر دیجیو جب یہ دونوں آنحضرت کے پاس آئے تو راستہ کے مشورہ کے موافق اربد بن ربیعہ نے آنحضرت کو باتوں میں لگایا اور کہنے لگا کہ اپنی آدہی نبوت مجھکو دیدو آنحضرت نے فرمایا کہ نبوت اللہ کی ہی وہ جسکو چاہے دیوے اربد نے یہ جواب دیا کہ معلوم نہیں تمہارا اللہ سونے چاندی کا ہے یا پیتل تانبے کا ہے غرض اربد بن ربیعہ اور آنحضرت کی تو یہ باتیں ہوتی رہیں عامر نے موقع پاکر تلوار کے قبضہ پر ہاتھ ڈالا اوسکا ہاتھ خشک ہوگیا اربد نے جانا عامر نے سستی کرکے ابتک تلوار نہیں کھینچی اسلئے اربد نے اشارہ کے طور پر عامر کی طرف دیکھا آنحضرت نے بھی عامر کی طرف پھر کر دیکھا جب ان دونوں نے جانا کہ آنحضرت ابہ ہوشیار ہوگئے تو یہ دونوں آنحضرت کے پاس سے چلدیئے اپنے مقام پر نہیں پہونچنے پائے کہ بجلی گر کر اربد بن ربیعہ کی کھوپری اوڑ گئی اور عامر کے ایک پھوڑا نکلا جس سے وہ تڑپ تڑپ کر مر گیا اربد بن ربیعہ کے بجلی گرنے پر مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیتہ نازل فرمائی۔ طبرانی کی سند میں ایک راوی عبدالعزیز بن عمران ضعیف ہے لیکن یہ شان نزول تفسیر ابن جریر میں بھی ہی جسکی سند میں عبدالعزیز بن عمران نہیں ہے حاصل مطلب آیت کا یہ ہی کہ یہ مشرک لوگ اللہ تعالیٰ کی شان میں شرک کی باتیں جو کرتے ہیں۔ تنبا اللہ تعالیٰ تو اپنے

عامر نے ۱۲

فضل سے مینہہ برساتا ہی اور یہ لوگ اُسکو تارونکی گردش کا اثر بتلاتے ہیں ایسی باتون پر اللہ سے ڈرکر رعد اور اوذر اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں اور اللہ بڑا صاحب قدرت ہی وہ جسکو چاہتا ہی ارید بن ربیعہ کی طرح بجلی سے ہلاک کردیتا ہے اسلئے اللہ کی شان مین ارید بن ربیعہ کی سی باتون سے ہر شخص کو ڈرنا چاہیئے مجاہد کے قول کے موافق محال کے معنے قوت کے ہیں اسی واسطے شاہ صاحب نے محال کا ترجمہ آن کیا ہی - کیونکہ اردو میں قوت اور شوکت کی جگہ آن بان کا لفظ بولتے ہیں +-

لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ۭ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ

اوسی کا پکارنا سچ ہے اور جنکو پکارتے ہین اُسکے سوائے نہین پہنچتے اُن کے کام پر کچھہ مگر جیسے کوئی

كَفَّيْهِ اِلَى الْمَاۗءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ۭ وَمَا دُعَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ۝

پہیلا رہا ہو دونو ہاتھ طرف پانی کے کہ آپہنچے اُسکے منہ تک اور وہ کبھی نہ پہنچیگا اور جتنی پکار ہے منکرون کی سب گمراہی ہی

اللہ پاک اس آیۃ مین اون گون کی مثال بیان فرماتا ہے جو خدا کے سوا اورون کی عبادت کرتے ہیں فرمایا کہ خدا ہی کو ہر ایک کام میں پکارنا اور اوسی سے ہر ایک مشکل میں مدد کا چاہنا حق ہی اور جو لوگ خدا کو چھوڑکر اور کسی کو پکارتے ہیں اور مدد چاہتے ہیں اونکی مثال ایسی ہی جیسے کوئی شخص ہاتھ کو پانی کی طرف بڑھاکر کہے کہ اے پانی تو میرے منہ میں آجا حالانکہ ایسی حالت مین نہ اُسکے منہ تک پانی آسکتا ہی نہ اوسکا مطلب حاصل ہو سکتا ہے اسی طرح مشرکین جو خدا کو چھوڑکر بتون کو پوجتے ہیں اُنکو کوئی فائدہ دینا یا آخرت میں نہ ہوگا اسی واسطے فرمایا کہ کافرونکی دعا جو یہ خدا کے سوا اورون سے کرتے ہیں بالکل ضائع جاتی ہی اور بالکل گمراہی ہی حضرت عبداللہ بن عباس نے دعوۃ الحق کی تفسیر مین فرمایا ہی کہ اس سے مراد لا الہ الا اللہ کہنا ہی - صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن مسعود کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک کو سب گناہون سے بڑا گناہ فرمایا ہے جس کا مطلب یہ ہی کہ بہ نسبت اور گناہون کے شرک میں اللہ تعالی کی نافرمانی اور شیطان کی پیروی زیادہ ہی کیونکہ اور گناہون میں شیطان اپنی پوجا نہیں کراتا شرک میں بتون کے نام سے وہ اپنی پوجا کراتا ہے اور پوجا کرنے والون کو اُسنے یہ دھوکہ دے رکھا ہی کہ اس پوجا سے وہ نیک لوگ ان بت پرستون کی دین و دنیا مین مدد کرین گے جن نیک لوگون کی مورتون کی یہ بت پرست پوجا کرتے ہیں حدیث اور آیت کے ملانے سے آیۃ کی یہ تفسیر قرار پائی کہ جس طرح کوئی پیاسا آدمی پانی سے دور کھڑا ہوکر اس دہوکے میں رہے کہ خود بخود پانی اُسکے منہ میں آجاویگا انجام اس دہوکے کا یہی ہوگا کہ پانی خود بخود اُسکے منہ تک نہ آویگا اور وہ پیاسا کا پیاسا ہی رہے گا یہی حال ان بت پرستون کے دہوکے کا ہے کس لئے کہ انسان کو انسان کی سب ضرورت کی چیزونکو تو اللہ تعالی نے اس طرح پیدا کیا کہ اوس مین کوئی اُسکا شریک نہیں پھر ان مورتون یا مورتونی اہل صورتون کو یہ اختیار کہان سے مل گیا کہ وہ بغیر مرضی آلہی اُن چیزون میں اپنا کچھہ اختیار جتادین گے اور اون چیزون کے دینے میں

منزل

کسی کی کچھ مدد کرین گے ۔ مکہ کے قحط کے وقت کیا بت پرست اس بات کی آزمائش نہیں کر چکے کہ انکے بتون سے کچھ نہیں ہو سکا آخر اللہ کے رسول کی دعا سے مینہہ برسا ۔

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۝

اور اللہ کو سجدہ کرتا ہی جو کوئی ہے آسمان و زمین مین خوشی سے اور زور سے اور انکی پرچھائیان صبح اور شام

اس آیۃ مین اللہ تعالی اپنی عظمت کی خبر دیتا ہی کہ زمین و آسمان کے سارے جن انسان فرشتے سب خدا ہی کو سجدہ کرتے ہین یہان تک کہ صبح ہوتے ہی جب آفتاب پورب سے پچھم کو جانے لگتا ہی اور شام کو جب سورج غروب ہونے لگتا ہی تو سب چیزون کے سائے خدا کے سجدہ مین گرتے ہیں طوعا و کرہا کا مطلب مفسرون نے یہ بیان کیا ہی کہ ہر ایمان دار شخص صحت کی حالت مین خوشی خوشی اسکی عبادت کرتا ہی اور بیماری تکلیف کے وقت کسی قدر تکلیف برداشت کرکے عبادت کو کھڑا ہوتا ہی بعضے مفسرون نے سجدہ کے معنے فرمانبرداری کے لئے ہین جسکا مطلب یہ ہی کہ ہر ایک امر مین ہر شخص کافر ہو یا مومن خدا ہی کے حکم کا تابع ہے جیسے صحت مرض موت حیات فقر ہونا تونگر ہونا تو جو لوگ مومن ہین وہ خدا کے حکم کے ہر حال مین بخوشی مطیع ہیں اور کفار بھی ان سب باتون مین خدا ہی کے تابع ہیں مگر انکا تابع ہونا ناخوشی کے ساتھ ہی کیونکہ انکو چارہ کب ہی کہ خدا کے حکم کی نافرمانی کرین وہ جب چاہتا ہی انکو بیمار ڈالدیتا ہی جب چاہتا ہی تندرست کردیتا ہی وہی جسکو چاہتا ہی مال و دولت دیتا ہی اور جسکو چاہتا ہی فقیر بنا دیتا ہے بعضے مفسرون نے یہ بیان کیا ہی کہ مومن اور انکے سائے ہر حال مین خدا ہی کو سجدہ کرتے ہیں اور کفار خود تو بتون کو سجدہ کرتے ہیں مگر انکے سائے خدا کو سجدہ کرتے ہیں بعضے مفسرون نے یہ بھی بیان کیا ہی کہ اس آیت کو کفار سے کوئی علاقہ نہیں مسلمانون اور منافقون کی شان مین یہ آیۃ اوتری ہی مومن تو اپنی خوشی سے سجدہ کرتے ہیں اور جو منافق ہیں وہ تلوار کے خوف سے سجدہ کرتے ہیں اس آیۃ کے پڑھنے اور سننے والے دونون کو سجدہ کرنا چاہیے یہان سجدہ مسنون ہی صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوذر کی حدیث قدسی ایک جگہ گزر چکی ہی جس مین اللہ تعالی نے فرمایا تمام دنیا کے جنات اور انسان پرہیزگار بن جاوین تو اس سے اللہ کی بادشاہت مین کچھ بڑھ نہ جاویگا اسی طرح یہ سب اگر اللہ کی عبادت چھوڑ دیوین تو اس سے اسکی بادشاہت مین سے کچھ گھٹ نہ جاویگا اس حدیث کو آیۃ کی تفسیر مین جو دخل ہی اسکا حاصل یہ ہی کہ ان مشرکون کو خالص عبادت الہی کی جو ہدایت کی جاتی ہے وہ ان ہی کی بہتری اور ان ہی کو شیطان کے دہوکے سے بچانے کے لئے ہے ورنہ اللہ کی شان تو وہ ہی کہ تمام دنیا کے جنات اور انسان ان جیسے ہوجاوین جب بھی اوس کو کچھ پروا نہین ۔

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلِ اللّٰهُ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ

پوچھ کون ہے رب آسمان اور زمین کا کہدے رب ہے اللہ کہدے پھر تم نے پکڑے ہیں اللہ کے سوا کے حمایتی جو اختیار نہیں

لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ۭ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَ

اپنے بھلے برے کے کہہ کوئی برابر ہوتا ہے اندھا اور دیکھتا یا کہیں برابر ہے اندھیر اور

النُّوْرُ ۭ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَاۗءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ۭ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ

اجالا ٹھہرائے ہیں اونھوں نے اللہ کے شریک کہ اونھوں نے کچھ بنایا جیسے بنایا اللہ نے پھر ملگئی پیدائش اونکی نظر میں کہہ اللہ ہی بنانیوالا

اس آیہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا کہ مشرک بھی اس بات کے قائل ہیں کہ خدا کے سوا کوئی خالق ورازق نہیں پھر ان سے کہو کہ تم خدا کے سوا ایسے معبود کیون ٹھہراتے ہو جنکو خود اپنی جان کے نفع نقصان کا ذرہ برابر اختیار نہیں ہی پھر فرمایا کہ جو لوگ خدا کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں وہ گویا دل کے اندھے ہیں کہ اونکے دلون میں تاریکی ہی اور جو لوگ خالص خدا کے ماننے والے ہیں اونکے دلون میں ایمان کی روشنی ہی اسلئے فرمایا کہ بینا اور نابینا یکسان نہیں ہوتا اور نہ روشنی اور تاریکی یکسان ہوتی ہی ان دونون میں بہت بڑا فرق ہی پھر فرمایا کہ مشرکون نے جنکو اپنا معبود ٹھہرایا کس سند اور کس دلیل سے کیا اون معبودون نے بھی خدا کی طرح مخلوق پیدا کی آسمان زمین بنائے سورج چاند ستارے پیدا کئے کہ ان بت پرستون کو بتون کے خالق ورازق ہونے کا شبہ پڑگیا پھر فرمایا ان بت پرستون سے کہہ دیا جاوے کہ ہر شئے کا خالق وہی خدا ہی جو تنہا اور اکیلا ہے اور بڑے قہر والا ہی اسکے سامنے کسی کی کچھ نہیں چلتی صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے ابو موسیٰ اشعری کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے راہ لوگون کو اللہ تعالیٰ جب تک چاہتا ہی اپنی رحمت سے مہلت دیتا ہی اور جب پکڑتا ہی تو اس کی پکڑ ایسی زبردست ہی کہ پھر اسکی پکڑ سے چھٹکارا دشوار ہی۔ اس حدیث کو آیہ کی تفسیر میں بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ یہ مشرک لوگ اللہ کو خالق رزاق جانکر جو جو شیطان کے بہکانے سے شرک مین گرفتار ہیں تو یہ انکو معلوم رہے کہ اللہ کی صفت قہاری کی بھی ہے جب وہ اپنی صفت کے موافق پکڑے گا تو بالکل ہلاک کردے گا اللہ سچا ہی اللہ کا کلام سچا ہی۔ بدر کی لڑائی کے وقت اس صفت قہاری کا ظہور جو کچھ ہوا صحیح بخاری ومسلم کے انس بن مالک کی روایتون کے حوالہ سے اوس کا ذکر گزر چکا ہے +۔

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ۭ وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِي

اتارا آسمان سے پانی پھر بھر نالے اپنے اپنے موافق پھر اوپر لایا وہ نالا جھاگ پھولا ہوا اور جس چیز کو دھونکتے ہیں

النَّارِ ابْتِغَاۗءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ۭ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ۭ فَاَمَّا الزَّبَدُ

آگ میں واسطے زیور کے یا اسباب کے اس میں بھی جھاگ ہے ویسا ہی یونہی ٹھیراتا ہی اللہ صحیح اور غلط کو سو وہ جو جھاگ ہی

فَيَذْهَبُ جُفَاۗءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ ۭ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ۭ

سو جاتا ہی سو کہہ کر اور وہ جو کام آتا ہی لوگونکے سو رہتا ہی زمین مین یون بتاتا ہے اللہ کہاوتین

اللہ پاک نے اس آیہ میں دو مثالین بیان کین جس سے حق وناحق کو سمجھایا فرمایا کہ جب ہم آسمان سے منہہ برساتے

اپنی قوہ زمین پر نکلتا ہی اور تالاب ندی نالے اپنی حیثیت کے موافق پانی لے لیتے ہیں کوئی زیادہ کوئی کم اسی طرح انسان کے دل میں بھی فرق ہی کسی کا دل زیادہ علم دین حاصل کرنیکی گنجائش رکھتا ہی اور کسی کا دل کم پھر فرمایا کہ اس ندی نالے کے پانی میں جھاگ اوٹھتا ہی یہ ایک مثل ہے اور سونا چاندی وغیرہ گلانے کے وقت بھی جھاگ اوٹھتا ہی اسی طرح حق و ناحق اور کہ پانی سے جس طرح زمین کو فائدہ پہونچتا ہی اور سونا چاندی کام میں آتے ہیں اور ان دونوں کا جھاگ سوکھ سوکھا کر جاتا رہتا ہی اسکو قیام نہیں رہتا اسی طرح حق بات ہمیشہ قائم رہتی ہے اور ناحق بات کو کوئی قیام نہیں جھاگ کی طرح کبھی وہ ٹھہر نہیں سکتی اور حق باتوں سے جس طرح لوگ فائدہ اوٹھا سکتے ہیں ناحق سے کوئی فائدہ نہیں حاصل ہو سکتا صحیحین میں ابو موسیٰ اشعری سے ایک حدیث ہی جسکا خلاصہ یہ ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو علم و ہدایت خدا نے دیکر مجھے بھیجا ہے اسکی مثال (الخ) جو بیشک یہ حدیث ہی اسی حدیث میں نے اسکو قبول کر لیا اور اس سے سبزہ گھاس وغیرہ اوگے اور بعض زمین سوکھی تھی اس نے پانی کو روک رکھا اور پانی سے انسان نے فائدہ اوٹھایا اور بعض زمین ایسی تھی نہ پانی کو روکے نہ جانوروں نے پیا نہ کھیتی (الخ) یہ بھی مثال اس علم اور ہدایت کی ہی بعضوں نے اپنی طاقت اور ذہن کے موافق اسکو حاصل کیا اور بعضوں نے (الخ) اور بعضے ایسے ہیں جنہوں نے اسکی طرف مطلق توجہ نہیں کی اور علم و ہدایت کو حاصل نہیں کیا گویا یہ چٹیل پتھر کی طرح ہیں کہ اسپر پانی ٹھہرتا ہی نہیں آیۃ اور حدیث کی مثالوں کے ملانے سے آیۃ کا یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے کہ قرآن کی برحق نصیحت کے اثر سے سب ناحق باتیں پانی اور سونے چاندی کے جھاگ کی طرح جزیرہ عرب سے اوٹھ کر دین حق قائم ہو گیا اور ماہموار زمین کی طرح کے نباتات کو (الخ) قائم رہے۔

لِلَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنَىٰ ۚ وَالَّذِينَ لَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُ لَوْ أَنَّ لَهُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا

جنہوں نے مانا اپنے رب کا حکم بھلائی ہے اور جنہوں نے اسکا کہا نہ مانا اگر ان پاس ہو جتنا کچھ زمین میں ہی سارا

وَمِثْلَهُ مَعَهُ لَافْتَدَوْا بِهِ ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمْ سُوءُ الْحِسَابِ ۙ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ الْمِهَادُ

اور اتنا اسکے ساتھ اور دیدیں اپنی چھڑوانی میں ان لوگوں کے لئے ہے برا حساب اور ٹھکانا انکا دوزخ ہے اور بری ہے تیاری

جلیل ہے یہ کہا ہے لوگ خدا کے فرمانبردار اور رسول کے تابعدار ہیں انکے واسطے اچھے اچھے انعام ہیں حضرت عبداللہ ابن عباس کہتے ہیں اسکی سے مراد جنت ہے یعنی ان لوگوں کے لئے جنت ہے اور جن لوگوں نے خدا کو نہیں مانا رسول کی پیروی نہیں کی اگر یہ لوگ ساری دنیا کے برابر دولت تاوان میں دیں یا اس سے بھی دوگنا دین جب بھی قبول نہ ہوگا اور عذاب سے نہ چھوٹیں گے بلکہ ہر ہر گناہ پر انسے سوال ہوگا اور کوئی مشرک بخشا نہیں جائے گا اوپر کی آیۃ میں دو مثالیں جو بیان فرمائی تھیں یہ آیۃ اون مثالوں کا نتیجہ ہے صحیح مسلم کے حوالہ سے انس بن مالک کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن بڑے بڑے مالدار نافرمانوں کو جب لوگ

ہین ڈالا جا دیگا تو دوزخ کے پہلے ہی جھونکے کے بعد فرشتے اُنسے پوچھین گے کہ دنیا کے جس مال و متاع نے تم کو عقبیٰ سے غافل رکھا آج وہ تم کو مالداری کا عیش و آرام کچھہ یاد ہے اِس پر یہ لوگ قسمین کھا کر کہوین گے کہ اِس عذاب کے آگے ہم کو وہ عیش و آرام کچھہ یاد نہیں - اِس حدیث اور آیتہ کے ملانے سے اوپر کی مثالون کا اور اِس آیتہ کا یہ مطلب اچھی طرح سمجھہ مین آسکتا ہے کہ اصل پانی اور سونے چاندی کی سی پائدار قرآن کی نصیحت کے پابند تنگدست لوگون کا انجام کیا ہوا اور جن مالدار نافرمان لوگون کا مدار زندگی دنیا کا عیش و آرام اور جھاگ کی سی ناپائدار اور بڑون کی رسمون کے مقابلہ مین قرآن کی نصیحت کو جھٹلانا رات دن اون کا کام تھا ایسے لوگون کا انجام کیا ہوا +-

أَفَمَنْ يَعْلَمُ أَنَّمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ أَعْمَىٰ

بھلا جو شخص جانتا ہے کہ جو کچھہ اترا تجکو تیرے رب سے تحقیق ہے برابر ہوگا اسکے جو اندھا ہے

اِس آیتہ مین یہ ارشاد ہے کہ اللہ پاک نے جو کچھہ اپنے نبی برحق پر اوتارا ہے اُسپر جو شخص ایمان لاتا ہے اور اُسکی تصدیق کرتا ہے اور خدا کے سارے امر و نہی کو پورے عدل و انصاف پر سمجھتا ہے اُسکے برابر کبھی وہ شخص نہین ہوسکتا جو اُسکو جھٹلاتا ہے اور اُس کی پیروی نہین کرتا - مفسرون نے بیان کیا ہے کہ یہ آیتہ حمزہ بن عبد المطلب و ابو جہل کی شان مین نازل ہوئی ہے حمزہ آپ پر ایمان لائے تھے وہ مومن تھے اور ابو جہل مرتے وقت تک کافر رہا - اللہ پاک نے انہیں دونون کے درمیان مین فرق بیان کیا کہ حمزہؓ راہ حق پر ہین اور ابو جہل گمراہی مین ہے یہ دونون کبھی برابر نہیں ہوسکتے مگر یہ آیت عام ہے اِسلئے اِس کا حکم بھی عام ہے ہر ایک مومن اور کافر کے واسطے اِس کا فیصلہ قائم ہے - صحیح بخاری مین انسؓ بن مالک سے روایتہ ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن شہیدونکو جب جنت کے اعلیٰ درجے ملین گے تو وہ خواہش کرینگے کہ اُنکو دوبارہ دنیا مین بھیجا جاوے تاکہ وہ پھر شہید ہون اور اعلیٰ درجہ پاوین معتبر سند سے طبرانی مین حضرت علیؓ سے روایتہ ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہؓ بن المطلب کو شہیدونکا سردار فرمایا ہے - اب یہ تو ظاہر ہے کہ جب وہ شہیدونکو وہ درجے ملین گے جس کا ذکر انسؓ بن مالک کی حدیث مین ہے تو شہیدون کے سردار حضرت حمزہؓ کا مرتبہ قیامت کے دن کیا کچھہ ہوگا ابو جہل کے انجام مین صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے انسؓ بن مالک کی روایتین گزر چکی ہیں کہ ابو جہل اور اُسکے ساتھیون پر مرتے ہی عذاب شروع ہوگیا اور اللہ کے رسول نے اِن لوگونکی لاشون پر کھڑے ہوکر یہ فرمایا کہ اب تو تم لوگون نے اللہ کے وعدہ کو سچ پایا خاصل کلام یہ ہے کہ آیتہ کا حکم اگرچہ عام ہے لیکن حمزہؓ بن عبد المطلب و ابو جہل کا عقبیٰ کا انجام جو اوپر بیان کیا گیا اوس سے آیتہ کا یہ مطلب اچھی طرح سمجھہ مین آسکتا ہے کہ حمزہ بن عبد المطلب و ابو جہل کی حالت کے دو شخص اللہ تعالےٰ کے نزدیک برابر نہیں ہوسکتے ابو جہل کی حالت کے لوگون کو عقبیٰ کی بھلائی برائی نظر نہین آتی اِس لئے ایسے لوگونکو اندھا فرمایا

منزل ۴

إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ ۝ الَّذِينَ يُوفُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَلَا يَنقُضُونَ الْمِيثَاقَ ۝

سمجھتے ہیں جنکو عقل ہے وہ جو پورا کرتے ہیں قرار اللہ کا اور نہیں توڑتے قرار

وَالَّذِينَ يَصِلُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَن يُوصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُونَ سُوءَ الْحِسَابِ ۝

اور وہ جو جوڑتے ہیں جسکو اللہ نے فرمایا جوڑنا اور ڈرتے ہیں اپنے رب سے اور اندیشہ رکھتے ہیں بُرے حساب کا

اوپر اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف کے ذکر میں دو مثالیں بیان فرما کر ان آیتوں میں فرمایا ہے کہ اگرچہ ہر طرح کی نصیحت قرآن شریف میں ہے لیکن وہ نصیحت اُن ہی لوگوں کے دل پر اثر کرتی ہے جنکو اللہ تعالےٰ کے عہد کا خیال ہے کہ شریعت میں جس چیز کے کرنے کا اللہ تعالےٰ نے حکم فرمایا ہے اُسکو بجا لانے کا عہد اور جس سے باز رہنے کا ارشاد فرمایا ہے اُس سے باز رہنے کے عہد کو وہ لوگ پورا کرتے ہیں اور جس طرح یوم المیثاق میں اللہ تعالےٰ نے توحید پر قائم رہنے کا اور رسولوں کی فرمانبرداری کرنے کا اور کتب آسمانی کے پابندی کرنے کا عہد لیا ہے شریعت کو اُس عہد کے یاد دلانے والے ایک چیز جانکر منافقوں کی طرح ان لوگوں کی یہ عادت ہے کہ زبان سے تو شریعت کی پابندی کا اقرار ہے اور دل میں اُس اقرار کا کچھ بھی اثر نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ کے سامنے کھڑے ہونے اور حساب کتاب ہونے سے ڈر کر جو کچھ کرتے ہیں اُسکا اثر دل و زبان دونوں پر ایک سا ہے اور ان لوگوں کی عادت ریاکاروں کی سی ہے کہ شریعت کا کام دنیا کے دکھاوے کو کریں بلکہ جو کچھ کرتے ہیں اللہ کی خوشنودی اور ثواب آخرت کی نیت سے کرتے ہیں اور کوئی بُرا کام شامت نفس سے چھوٹا یا بڑا ہو جائے تو بڑے گناہ کو توبہ و استغفار سے اور چھوٹے گناہ کو آیندہ کی نیکی سے غرض ہر طرح اُس بُرائی کے دھبہ کو مٹا دیتے ہیں کوئی مصیبت آزمائش کے طور پر خدا کی طرف سے آوے تو اُسکے جھیلنے میں اور گناہ کی طرف جی للچاوے تو جی کے روکنے میں اور امر الٰہی کے بجا لانے میں کسی طرح کی تکلیف پیش آوے تو اس تکلیف کی برداشت کرتے ہیں صابر رہتے ہیں اسی طرح آٹھ دو صفتیں ایسے لوگوں کے ذکر فرما کر پھر فرمایا کہ اہل جنت یہی لوگ ہیں اور پھر جنت کی نعمتیں ذکر فرمائیں اور ان اہل جنت کی عادتوں کے برخلاف عادت کے جو لوگ دنیا میں ہیں اخیر رکوع تک پھر اُنکا ذکر فرمایا غرض ان آیتوں میں اچھی اور بُری دونوں عادتوں کا ذکر ہے قرآن شریف کی تلاوت اور قرآن شریف کا ترجمہ پڑھتے وقت ہر شخص کو چاہیے کہ اپنی حالت پر خود خیال جماوے کہ اُس میں ان عادتوں میں سے کونسی عادتیں ہیں اور کوئی عادت بُری ہو تو اُسکے چھوڑنے کی کوشش کرے اور اچھی عادت پر قائم رہنے میں مضبوط رہے۔ معتبر سند سے ترمذی اور ابن ماجہ کے حوالہ سے شداد بن اوس کی حدیث گزر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عقلمند وہ شخص ہے جو موت سے پہلے موت کے مابعد کے لئے کچھ سامان کر لیوے صحیح بخاری مسلم کے حوالہ سے معاذ بن جبل کی حدیث بھی گزر چکی ہے کہ اللہ کا حق ہر ایک بارہ پر توحید کے عہد کو پورا کرنا اور بندوں کا حق اللہ پر ایسے لوگوں کو جنت میں داخل کرنا ہے صحیح بخاری و مسلم میں ابو ایوب انصاری کی حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صلہ رحمی کرنے والوں کو جنتی فرمایا ہے اللہ تعالیٰ کے روبرو کھڑے ہونے کے خوف سے جس شخص نے اپنی لالس

منزل

کے جلانے اور ادہی خاک کو ہوا میں اوڑانے اور آدہی کو دریا میں بہا دینے کی وصیت کی تھی اسکی مغفرت کے باب میں صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو سعید خدری کی حدیث بھی ایک جگہ گزر چکی ہے آیتوں میں ترتیب وار جن لوگوں کا ذکر ہے یہ حدیثیں ان لوگوں کے حال کی گویا تفسیر ہیں رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کو صلہ رحمی کہتے ہیں اسی صلہ رحمی کا ترجمہ شاہ صاحب نے جوڑنا کیا ہے جس سے مطلب رشتہ داروں کے ساتھ میل جول اور حسن سلوک کا ہے۔

وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّ

اور وہ جو ثابت رہے چاہتے توجہ اپنے رب کی اور کھڑی رکھی نماز اور خرچ کیا جو ہم نے دیئے ان میں سے چپے اور کھلے اور

يَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ۝ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ

کرتے ہیں برائی کے مقابل بھلائی ان لوگوں کو ہے پچھلا گھر باغ ہیں رہنے کے داخل ہونگے ان میں اور جو نیک

وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۝ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ۝

اور جو رو ان اور اولاد میں اور فرشتے آتے ہیں ان پاس ہر دروازے سے کہتے ہیں سلامتی ہو تم پر بدلے اسکے کہ تم ثابت رہے سو خوب

ان آیتوں میں ارشاد ہے کہ جو لوگ برے کاموں سے صرف خدا کی خوشنودی کے واسطے الگ رہے اور جن لوگوں نے پنجگانہ نماز قائم کی اور جو کچھ خدا نے انکو دیا اوس میں سے حق دار کو بال بچوں رشتہ داروں کو فقرا اور مساکین کو دیا غرضکہ جو موقع خرچ کا خدا نے بتلایا ہے اسکے مطابق کھلم کھلا یا چھپ کر خرچ کیا اور برائی کے عوض بھلائی کرتے رہے اگر کسی نے انکو تکلیف دی یا ستایا تو صبر کر کے چپ ہو رہے اسکے بدلے کے پیچھے نہ پڑے تو آخرت کا گھر انہیں نیک بختوں کے واسطے بنایا گیا ہے مفسرین نے یہ بیان کیا ہے عدن ایک محلہ ہے جنت کا اور بعضوں نے کہا ہے کہ ایک شہر ہے جنت میں غرضکہ یہ خود بھی وہاں جائیں گے اور انکے بال بچے باپ ماں بھی اگر نیک بخت ہیں تو انہیں کے ساتھ رہیں گے اور فرشتے ہر ہر دروازہ سے آکر انکو سلام کرینگے اور کہیں گے کیا اچھا آخرت کا گھر تمہارے صبر کے بدلہ میں ملا ہے۔ معتبر سند سے مستدرک حاکم میں عبداللہ بن عمرو بن العاص کی ایک حدیث ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ جانتے ہو کہ سب سے پہلے کون جنت میں داخل ہو گا لوگوں نے کہا خدا اور خدا کا رسول جانتا ہے آپ نے فرمایا فقرا مہاجرین کہ ان میں سے کسی کی کوئی حاجت بھی ہوتی ہے تو مرتے وقت وہ اپنے دل میں لیجاتا ہے اللہ پاک اپنے فرشتوں سے کہے گا تم جا کر اوس بندے سے سلام کہو وہ کہیں گے ہم تیری بہتر مخلوق ہیں آسمان کے رہنے والے ہیں تو ہمکو اسکے پاس جا کر سلام کہنے کا حکم فرماتا ہے اللہ پاک فرمائے گا یہ میرے وہ بندے ہیں جنہوں نے خاص میری عبادت کی ہے اور کسی کو میرا شریک نہ ٹھہرایا انکی کوئی حاجت بھی ہو تو وہ پوری نہیں ہوتی تھی مرتے وقت اسکو اپنے دل میں لے کر آئے ہیں اسکے بعد فرشتے انکے پاس جنت میں ہر دروازہ سے جائیں گے اور کہیں گے سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار۔ معتبر سند سے تفسیر ابن منذر اور تفسیر ابن مردویہ میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال کے شروع میں شہیدوں کی قبروں پر جاتے تھے اور یہ

کہتے تھے سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار۔ ایک صبر تو احکام شرع کی تکلیفوں پر آدمی کو کرنا پڑتا ہے جیسے مثلاً روزہ میں بھوک پیاس کی تکلیف پر صبر کرنا یا جاڑے میں ٹھنڈے پانی سے وضو کرنے کی تکلیف پر صبر کرنا۔ ایک صبر جانی یا مالی مصیبت پر کرنا پڑتا ہے غرض ہر طرح کا صبر اللہ تعالیٰ کی خوشی اور عقبیٰ کے ثواب کی نیت سے ہونا چاہیئے دنیا کی کسی غرض کا لگاؤ اُس میں نہ ہو۔ صبر وا ابتغاء وجہ ربہم کا یہی مطلب ہے۔ وانفقوا مما رزقناہم کی تفسیر حضرت عبداللہ بن عباس کے صحیح قول کے موافق زکوٰۃ کی ہے۔ اس سے اُن علماء کے قول کی بڑی تائید ہوتی ہے۔ جو یہ کہتے ہیں کہ زکوٰۃ مکہ میں فرض ہوئی ہے اور اُسکے وصول کا انتظام مدینہ میں آنے کے بعد شروع ہوا ہے۔ معتبر سند سے ترمذی اور مسند امام احمد میں ابوذر اور معاذ بن جبل کی روایتیں ہیں جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی سے کوئی گناہ ہو جاوے تو اُسکو اُس گناہ کے کفارہ کے لئے کچھ نیک کام کرنا چاہیئے۔ مسند امام احمد میں عقبہؓ بن عامر کی معتبر حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص پر کوئی زیادتی کرے اور وہ درگزر کرے تو اس کا بڑا اجر ہے دیدہ دانستہ یا بغیر دانستہ کی یہ حدیثیں گویا تفسیر ہیں جنکا حاصل یہ ہے کہ ان لوگوں سے خود کوئی برائی ہو جاوے تو اُسکے کفارہ کے لئے یہ لوگ نیک کام کرتے ہیں اور اگر کوئی دوسرا شخص اُنکے ساتھ برائی سے پیش آوے تو یہ لوگ درگزر سے کام لیتے ہیں۔

وَالَّذِينَ يَنقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِن بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَن يُوصَلَ وَ

اور جو لوگ توڑتے ہیں قرار اللہ کا اُسکو پکا کر کر اور کاٹتے ہیں جو چیز کہا اللہ نے اُسکو جوڑنا اور

منزل

يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُولَٰئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ○

فساد اُٹھاتے ہیں ملک میں ایسے لوگ اُنکو ہے لعنت اور اُنکو ہے بُرا گھر

نیک بختوں کا حال بیان کر کے اب بدبختوں کا انجام بیان کیا کہ جس طرح دنیا میں بدبختوں کی خصلتیں نیک بختوں کے برخلاف ہیں نیک بخت وعدہ وفا کرتے ہیں بدبخت نہیں وفا کرتے قول کرنے کو کر لیتے ہیں مگر پورا کرنا نہیں جانتے۔ رشتہ داروں کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آتے ہیں زمین میں کفر و شرک کا اور طرح طرح کا فتنہ و فساد اُٹھاتے رہتے ہیں امانت میں خیانت کرتے ہیں اسی طرح آخرت میں بھی انکا ٹھکانا نیک بختوں سے الگ ہوگا جس طرح دنیا میں لوگ اپنر لعنت کرتے ہیں وہاں بھی اپنر لعنت ہوگی اور دوزخ میں جھونکے جائیں گے۔ صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہؓ کی حدیث ہے کہ منافق کی تین علامتیں ہیں جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو خلاف کرے اور اُسکے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔ عبداللہؓ بن عمرو بن العاص کی صحیح بخاری و مسلم کی روایت میں یہ بات اور زیادہ ہے کہ جب عہد کرے تو بدعہد ہو جاوے اور جب جھگڑے تو گالی گلوچ کرے۔ اسی واسطے خدا نے فرمایا کہ یہ لوگ اللہ کی رحمت سے دور ہیں اور انکے لئے بہت ہی بُرا گھر ہے۔ اصل فتنہ و فساد تو شرک ہے جس کا ذکر قرآن میں جگہ جگہ ہے لیکن یہ حدیثیں شرک کے سوا اور فتنہ و فساد کی باتوں کی گویا تفسیر ہیں۔

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۚ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۗ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ۝ ع ۳

اللہ کشادہ کرتا ہی روزی جسکو چاہے اور تنگ اور وہ رہجے ہیں دنیا کی زندگی پر اور دنیا کی زندگی کچھ نہیں آخرت کے حساب میں مگر برتنا

اوپر کی آیتون میں اللہ تعالی نے نیک خصلت اور بدخصلت لوگونکا ذکر فرمایا اور نیک خصلت لوگون کا ذکر فرمایا اور نیک خصلت لوگون سے اپنی رضامندی ظاہر فرمائی اور اُنسے جنت کا وعدہ فرمایا اور بدخصلت لوگونسے ناخوشنودی ظاہر فرمائی اور دوزخ اُنکا ٹھکانا فرمایا - اسپر یہ خیال دل میں گزر سکتا تھا کہ دنیا میں اکثر ایسے بدخصلت لوگ جنکا ذکر آیتہ میں ہی بڑی آسائش اور خوشحالی سے بسر کرتے ہیں اور نیک خصلت لوگ تنگ حال ہیں پھر جن لوگون سے اللہ راضی نہیں اُنکو اللہ تعالی نے آسائش کس مصلحت اور حکمت سے دے رکھی ہی اُس خیال کو اللہ تعالی نے دفع فرمادیا کہ دنیا کی فارغ البالی نیک عملی اور بدعملی پر موقوف نہیں ہے نیک عملی اور بدعملی کے موافق جزا اور سزا تو خاص آخرت میں اللہ تعالی نے رکھی ہے دنیا میں بعضی مصلحت اور بعضی حکمت کے موافق اللہ تعالی نے نیکون کو تنگ حال اور بعضے بدون کو خوشحال رکھا ہے اور اُس مصلحت اور حکمت کا بجز اللہ کو ہی معلوم ہے لیکن اتنا خلاصہ تمکو بتلادیا جاتا ہی کہ نہ خوشحالی دنیا کو قیام ہے نہ دنیا کی خوشحالی اور تنگ حالی کو قیام ہے اسلئے جن نیک خصلت لوگون کے لئے عقبیٰ مین ہمیشہ کی راحت رکھی گئی ہی اُنکو اگر دنیا مین چند روزہ کوئی تکلیف ہو تو وہ خیال کرنے کے قابل نہیں ہے اسی طرح کسی بدخصلت کی چند روزہ زندگی اگر اسائش سے گزری تو وہ بھی اس سبب سے کہ ایسے لوگون کے لئے دائمی تنگ حالی اور ذلت عقبیٰ میں رکھی گئی ہے خیال کرنے کے لائق نہیں ہے اور دنیا کی خوشحالی پر اترانا اور خوش ہونا اونہی لوگونکا کام ہے جو عقبیٰ کے منکر ہیں منزل ۳

صحیح سند سے ترمذی مسند امام احمد بن حنبل اور ابن ماجہ مین حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایتہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ بوریئے پر سوئے اور اُس بوریئے کے نشان آپکے جسم مبارک پر پڑگئے ہم لوگون نے عرض کیا کہ حضرت آپ فرماتے تو ہم لوگون میں سے کوئی شخص بچھونا بچھا دیتا آپ نے فرمایا مجھے دنیا سے کیا لینا ہے میں دنیا کو اتنی ضرورت کی چیز سمجھتا ہون جیسے ایک مسافر ایک پیڑ کی چھاؤن میں تھوڑی دیر ٹھہرا اور اپنے راستہ سے لگا - صحیح سند سے صحیح ابن حبان مستدرک حاکم اور ترمذی میں کعب بن عیاض سے روایتہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر امت دنیا کی ایک چیز سے خرابی میں پھنسی ہی میری امت کی خرابی میں ڈالنے والی چیز دنیا کا مال و متاع ہے - اب آگے فرمایا دنیا کے مال و متاع والے لوگ دنیا کی زندگی پر فریفتہ ہیں اور عقبیٰ سے غافل ہیں لیکن عقبیٰ کی ہمیشہ کی زندگی کے آگے دنیا کی چند روزہ زندگی کوئی چیز نہیں ہے - موت کے ذبح کئے جانے اور جنتیون و دوزخیون کو ہمیشہ کی زندگی سے آگاہ کردئے جانے کی ابو سعید خدری کی حدیث صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ایک جگہ گزر چکی ہے جو عقبیٰ کی ہمیشہ کی زندگی کی بابتہ آیتہ کی آخری ٹکڑی کی گویا تفسیر ہے

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ۝ الَّذِيْنَ

اور کہتے ہیں منکر کیون نہ اتری اُسپر کوئی نشانی اُسکے رب سے کہہ اللہ بھلاتا ہی جسکو چاہے اور راہ دیتا ہی اپنی طرف اسکو جو

اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ

وہ جو یقین لائے اور چین پکڑتے ہیں اُنکے دل اللہ کی یاد سے سنتا ہے اللہ کی یاد ہی سے چین پاتے ہیں دل جو یقین لائے اور عمل

یہ وہی پرانا سوال ہی جو کفار مکہ حضرت سے کیا کرتے تھے کہ تمہرو کوئی نشانی ایسی کیون نہیں اوتری جیسے موسیٰ کو عصا اور ید بیضا ملا تھا اور صالح علیہ السلام کو اونٹنی ملی تھی تم بھی صفا پہاڑ کو سونا بنادو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُنکے سوال کا یہ جواب ملا کہ اے رسول تم کہدو خدا جسکو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہی اور جو اُسکی طرف رجوع ہوتا ہی اُسے وہ ہدایت کرتا ہی اگر کل نشانیان تمہاری فرمائش کے موافق بھی آجائین تو بھی تم ایمان نہیں لاؤگے ہدایت تو وہی شخص پاتا ہے جو خدا کی طرف مائل ہوتا ہے اور جس کا دل اُسکی یاد سے ٹھنڈا ہوتا ہے علم الٰہی میں جو لوگ ایسے نہیں قرار پائے وہ کسی معجزہ کو دیکھکر ایمان نہ لاوین گے۔ مفسرین نے ذکر اللہ سے قرآن مجید مراد لیا ہے کیونکہ اکثر جگہ خدا نے اپنے کلام میں ذکر کا لفظ ارشاد کیا ہی اور وہان قرآن مجید سمجھا جاتا ہے جیسے انا ذکر مبارک انزلناہ۔ تو مطلب یہ ہوا کہ جو لوگ ایماندار قرآن کو پڑھتے ہیں یا دوسرونکو پڑھتے ہوئے سنتے ہیں اُنکے دلکو نہایت اطمینان ہوتا ہے کیونکہ جن باتونپر آدمی کو پورا یقین ہو جاتا ہی تو اُن باتونسے اُسکا اطمینان ہو جاتا ہی اسلئے جن لوگونکو قرآن کے کلام الٰہی ہونیکا یقین نہیں قرآن کی باتونسے اُنکا اطمینان نہیں ہو سکتا یہان ایک شبہ ہوتا ہی کہ سورہ انفال کی آیۃ انما المومنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبہم میں ہی کہ خدا کے ذکر کیوقت مومنونکے دل دہل جاتے ہیں اور ڈر جاتے ہیں اس آیۃ کے خلاف ہی کیونکہ اس آیۃ میں ہی کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کیوقت ایماندارون کے دلمین اطمینان پیدا ہو جاتا ہی اسلئے ضروری ہی کہ ان دونون آیتون میں فرق معلوم کر لیا جائے سورہ انفال کی آیۃ مین خدا کے عذاب کی یاد اور ذکر مراد ہے اور یہان اُسکی رحمت اور جنت و انعام کے وعدے مراد ہیں اسلئے اُس آیۃ میں خوف کا ذکر کیا گیا اور اس آیۃ میں خوشی اور اطمینان کا بیان کیا گیا۔ پھر فرمایا کہ جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کئے اُنکے لئے خوشی ہی اور اچھی جگہ ہے طوبیٰ کی تفسیر میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ رحمت اور آنکھون میں ٹھنڈک قتادہ کے نزدیک یہ معنے ہیں کہ آخرت میں اُنکو بہتری ہوگی مگر راجح قول طوبیٰ کی تفسیر میں یہ ہی کہ طوبیٰ جنت میں ایک درخت ہے۔ معتبر سندسے مسند امام احمد تفسیر ابن ابی حاتم بیہقی وغیرہ میں عتبہ بن عبد سے ایک حدیث ہے کہ ایک اعرابی نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر پوچھا کہ کیا جنت میں میوے ہونگے آپ نے فرمایا ہان جنت میں ایک درخت ہی جس کا نام طوبے ہے اُسکے انگور کے خوشے بڑے بڑے ہیں صحیحین میں حضرت انس سے روایت ہے کہ جنت میں ایک درخت ہے جسکے سایہ میں سوار سو برس تک بھی چلا جائے تو سایہ ختم نہ ہو ابوہریرہ سے بھی ایسی ہی ایک حدیث صحیح بخاری و مسلم میں ہی مکہ کے نواح میں جو میدان ہیں اُنمین درخت نہیں ہیں اسواسطے اہل مکہ کو سایہ دار درختون کی بڑی قدر ہے اُس بنا پر میوہ کے ذکر کے ساتھ آپ نے طوبیٰ کے سایہ کا ذکر فرمایا صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے علم ازلی کے موافق لوح محفوظ مین یہ

سنزل ۳

لکھدیا ہے کہ دنیا مین پیدا ہونے کے بعد کون شخص جنت میں جانے کے قابل کام کریگا اور کون شخص دوزخ میں جانے کے قابل اس حدیث کو ان آیتون کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب قرار پایا کہ راہ راست پر آنا اور نہ آنا کچھ معجزون کے دیکھنے اور نہ دیکھنے پر منحصر نہین ہے بلکہ علم الٰہی میں جو لوگ جنت میں جانے کے قابل ٹھہر چکے ہیں نیک کامون کی طرف وہ خود مائل ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انکو نیک کامون کی توفیق بھی دیتا ہے اور جو لوگ علم الٰہی مین دوزخی ٹھہر چکے ہیں نہ انکو کسی معجزہ سے ہدایت ہوسکتی ہے نہ قرآن کی نصیحت سے اور کسی کو مجبور کرکے راہ راست پر لانا انتظام الٰہی کے برخلاف ہے اس لئے ایسے لوگون کو اللہ تعالیٰ اون کے حال پر چھوڑ دیتا ہے ان اللہ یضل من یشاء ویہدی الیہ من انا ب کا یہی مطلب ہے۔

كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَا۟ عَلَيْهِمُ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ

اسی طرح تجکو بھیجا ہمنے ایک امت پر کہ ہوچکی ہیں اس سے پہلے امتین تا سناوے تو انکو جو حکم بھیجا ہمنے تیری طرف

وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ۭ قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ ۝

اور وہ منکر ہوتے ہیں رحمن سے تو کہہ وہی رب میرا ہے کسی کی بندگی نہیں اسکے سوا اسی پر مینے بھروسا کیا ہے اور اسی

اس آیۃ میں یہ ارشاد ہے کہ جس طرح ہم نے پہلی امتون میں رسول بھیجے اوسی طرح اس امت کے لئے ہمنے تم کو رسول بناکر بھیجا تاکہ جو باتین ہم نے وحی کے ذریعہ سے بھیجی ہیں وہ سب تم ان لوگون کو سنادو اور ان سے کہہ دو کہ تم لوگ انکار کرتے ہو کہ خدا کا نام رحمن نہیں لیکن اسکا نام رحمن ہے اور وہ میرا اور سب کا رب ہے اسکے سوا کوئی معبود نہیں ہے میرا تو اسی پر بھروسہ ہے اور سب کا وہی ٹھکانا ہے ایک روز سب کے سب اوسی کی طرف پھر کر جانے والے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا کا نام رحمن کہتے تھے تو کفار مکہ آپسمین کہنے لگتے تھے کہ انھون نے خدا کے سوا ایک معبود اور مقرر کرلیا جس کا نام رحمن رکھ چھوڑا ہے چنانچہ قتادہ کہتے ہیں کہ جب جنگ حدیبیہ میں سہل بن عمرو حضرت کے پاس صلح کا پیغام لے کر آئے اور صلح نامہ لکھا جانے لگا تو حضرت نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پہلے لکھنے کو کہا سہل بن عمرو نے کہا ہم نہیں جانتے رحمن کیا شے ہے رحمن تو مسیلمہ کذاب کا نام ہے جسنے نبوت کا جھوٹا دعوا کیا ہے اسی وقت یہ آیۃ اتری اسلئے قتادہ اس آیت کو مدنی کہتے ہیں کیونکہ صلح حدیبیہ ہجرت کے بعد ہوئی ہے قتادہ کے قول کے موافق صلح حدیبیہ کے وقت بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھنے نہ لکھنے کا قصہ صحیح بخاری میں بھی مسور بن مخرمہ اور مروان بن الحکم کی حدیث میں ہے لیکن اوس میں آیت کے نازل ہونے کا ذکر نہیں ہے بعض مفسرین کا قول ہے کہ ابوجہل نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یا اللہ یا رحمن کہتے سنا تو اور مشرکون کے پاس جاکر یہ بیان کیا کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو خدا کا نام لیکر پکارتا ہے اور ایک اور نام بھی لیتا ہے رحمن اور ہم نہیں جانتے کہ رحمن کیا چیز ہے ہم تو مسیلمہ کذاب کو رحمن سمجھتے ہیں اوسوقت یہ آیت نازل ہوئی اور یہ آیۃ بھی اتری قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمن اور حضرت عبداللہ بن عباس سے ضحاک یہ نقل کرتے ہیں کہ یہ آیۃ کفار قریش کی شان میں اتری

کفار مکہ کا مون پر منزل ۴ مجھوٹ کر

ہی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو کہا اسجدوا للرحمٰن تم خدا کو سجدہ کرو جس کا نام رحمٰن ہی تو اون لوگون نے کہا کہ یہ رحمٰن کیا شے ہے تو اللہ جل شانہ نے حکم کیا کہ کہدو رحمٰن وہ ہے جو رب ہے میرا اور کل جہان کا اور اسکے سوا کوئی معبود نہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جب مسور بن مخرمہ اور مروان بن الحکم کی صحیح بخاری کی روایۃ میں حدیبیہ کے قصہ کے وقت آیۃ کے نازل ہونے کا ذکر نہیں ہی تو آیۃ کی شان نزول کا اختلاف یون رفع ہو سکتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کے موافق آیۃ کو مکی قرار دیا جاکر یہ کہا جاوے کہ قریش کو ہجرت سے پہلے رحمٰن کے اسم الٰہی ہونے کا جس طرح انکار تھا وہی انکار اُن لوگون نے حدیبیہ کی صلح کے وقت بھی پیش کیا لیکن اوسوقت کوئی آیۃ نازل نہیں ہوئی۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے مغیرہؓ بن شعبہ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انجانی کا عذر اللہ تعالےٰ کے نزدیک قابل قبول ہی اسی واسطے اُسنے آسمانی کتابیں دیکر رسول بھیجے تاکہ کسی کو انجانی کا عذر باقی نرہے۔

وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ۭ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا ۭ

اور اگر کوئی قرآن ہوا ہوتا کہ چلے اس سے پہاڑ یا ٹکڑے ہووے اس سے زمین یا بولین اُس سے مردے بلکہ اللہ کے ہاتھ میں ہی سب کا

اَفَلَمْ يَايْــَٔسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ لَّوْ يَشَاۗءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

سو کیا خاطر جمع نہیں ایمان والونکو اسپر کہ اگر چاہے اللہ راہ پر لاوے سب لوگ اور پہنچتا رہے گا منکرون کو اُنکے

تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝

کئے پر گھر کا یا اُتریگا نزدیک اُنکے گھر سے جب تک پہونچے وعدہ اللہ کا بیشک اللہ خلاف نہیں کرتا وعدہ

رکوع ۳

تفسیر سفیان ثوری اور شعبی اور تفسیر ابن ابی حاتم وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابوسعید خدری سے جو شان نزول اس آیۃ کی بیان کی گئی ہے اوسکا حاصل یہ ہی کہ ابوجہل اور عبداللہ بن امیہ اور چند مشرکین قریش ایک روز حرم شریف مین بیٹھے تھے اتفاقاً آنحضرت بھی وہان تشریف لائے اور اپنے ان لوگون کو اسلام لانے کی رغبت دلائی اسکے جواب میں ابن امیہ نے آنحضرت سے کہا کہ اگر آپکو ہمارا اسلام منظور ہے تو ہم چند باتین چاہتے ہیں ایک تو یہ کہ مکہ کے چارون طرف پہاڑ جو گھیرے ہوئے ہیں جس سے کھیتی کرنے کو بالکل زمین نہیں ہے اگر تم سچے نبی ہو تو جس طرح حضرت داؤد کے زبور پڑھنے سے پہاڑ چلنے لگتے تھے اوسی طرح تم قرآن پڑھ کر ان پہاڑون کو مکہ سے ہٹا دو تاکہ ہمین کھیتی کرنے کو زمین نکل آوے دوسرے مکہ میں پانی کی بہت کمی ہے کچھ نہرین اور چشمے ایسے بہا دو جس سے پانی کی تکلیف جاتی رہے تیسرے جس طرح حضرت سلیمان کے کہنے میں ہوا تھی اوسی طرح ہوا کو ہمارا تابعدار کرا دو تاکہ شام کے ملک سے ہم ضرورت کی چیزین جلدی سے آیا کرین چوتھے جس طرح حضرت عیسےٰ مردون کو جلا دیتے تھے اوسی طرح اہل عرب میں کے کسی بڈھے بوڑھے کو جلا دو کہ وہ آکر تمہارے نبی ہونے کی تصدیق کر دیوے اسپر اللہ تعالیٰ نے یہ آیۃ نازل فرمائی حاصل معنے آیۃ کے یہ ہین کہ علم الٰہی میں یہ بات ٹھہر چکی ہے کہ بعضے ان اہل مکہ میں سے کفر کی حالت میں مرین گے اور بعضے اسلام لاوین گے

مگر ابھی نہیں جب اللہ کی طرف کا وقت مقررہ آویگا پھر ٹھٹھے کے طور پر جو باتیں یہ لوگ چاہتے ہیں ہر ایماندار کو یہ اعتقاد دلمین رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالی اون سب باتون کے کر دینے پر قادر ہے لیکن ان باتون کے ہو جانے کے بعد یہ توقع رکھنا کہ یہ سب اسی وقت مسلمان ہو جاوین گے یہ بغیر مرضی اللہ کے ممکن نہیں کیونکہ اللہ کی مرضی تو یہ ہے کہ علم الٰہی میں ان مین کے جو سرکش قرار پا چکے ہیں اون سرکشون کے بعضے سرگروہ پر آفت آوے جس سے باقی کے لوگون کو عبرت ہو اتنے میں اللہ کا وقت مقررہ آجاوے اور فتح مکہ ہو کر یہ سب مسلمان ہو جاوین اللہ کا وعدہ سچا ہے جس طرح اللہ نے کئی برس پہلے اس آیہ مین فرمایا تھا کئی برس کے بعد وہی نتیجہ سبکی آنکھون کے سامنے آگیا کہ بدر کی لڑائی میں ان مین کے بڑے بڑے سرکش مارے گئے اور مرتے ہی آخرت کے عذاب میں گرفتار ہو گئے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی لاشون پر کھڑے ہو کر یہ کہا کہ اب تو تم لوگون نے اللہ کے وعدہ کو سچا پایا چنانچہ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے انس بن مالک کی روایتین اس باب میں اوپر گزر چکی ہیں اسکے بعد یہ ہوا کہ جن بتونکی حمایت میں یہ مکہ کے سرکش اللہ تعالی کی شان میں بے ادبی کے لفظ زبان پر لانے کو مستعد ہو جاتے تھے فتح مکہ کے وقت اللہ کے رسول نے لکڑی مار مار کر اون بتون کو گرا دیا اور مکہ بھر میں ان بتون کا کوئی حمایتی کھڑا نہ ہوا چنانچہ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن مسعود اور ابو ہریرہ کی روایتین اس باب میں گزر چکی ہین حاصل یہ ہے کہ آیہ کے آخری ٹکڑے کی یہ حدیثین گویا تفسیر ہیں۔

منزل ۴ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ فَأَمْلَيْتُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ۝

اور ٹھٹھا کر چکے ہیں کتنے رسولون سے تجھ سے آگے سو ڈھیل دی میں نے منکرونکو پھر اونکو پکڑا تو کیسا تھا میرا بدلہ

اوپر کی آیہ کی تفسیر میں گزر چکا ہے کہ مشرکین مکہ نے حضرت سے کہا تھا کہ یہان کے پہاڑ اوکھڑ کر علیحدہ ہو جاوین اور یہان ایک باغ دلکشا بنجائے اور آپ ہمارے کسی مردے کو جلا دین تاکہ ہم اوس سے پوچھین کہ آپ جو کچھ کہتے ہیں وہ سچ ہے یا جھوٹ ہے اور ہوا کو ہمارے قبضہ میں کر دین جس طرح سلیمانؑ کے قبضہ میں تھی ہم جہان چاہیں گے چلے جایا کرین گے تو اوسوقت اس سے اوپر کی آیہ اتری تھی اور اصل میں یہ سوال انکا دل لگی کے طور پر تھا جس سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک قسم کا ملال ہوا تھا اس لئے اللہ جل شانہ نے انکی تسلی کے لئے یہ آیہ اتاری کہ تم سے پہلے جو رسول گزرے ہیں اونسے بھی پہلے لوگون نے مسخرا پن کیا تھا اور ہم نے ڈھیل دی آخر اس طرح پکڑا کہ وہ جانبر نہ ہو سکے تم نے سنا ہوگا کہ آخر کیا نتیجہ ہوا۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو موسی اشعری کی حدیث گزر چکی ہے کہ اللہ پاک ظالمون کو مہلت دیتا ہے کہ وہ خوب عیش و آرام کرتے ہیں پھر جب پکڑ لیتا ہے تو نہیں چھوڑتا اسکی پکڑ بہت سخت ہے اور نہایت دردناک ہے۔ یہ حدیث اور پہلی امتون کی طرح طرح کے عذابون سے ہلاک ہو جانے کے قصے یہ سب گویا اس آیہ کی تفسیر ہیں۔

أَفَمَنْ هُوَ قَائِمٌ عَلَىٰ كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ قُلْ سَمُّوهُمْ أَمْ تُنَبِّئُونَهُ

بھلا جو شخص لئے کھڑا ہے ہر کسی کے سر پر اسکا کیا اور ٹھہرائے ہیں اللہ کے شریک کہہ انکا نام تو یا اللہ کو جتاتے ہو

بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْأَرْضِ أَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ۗ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوا عَنِ

جو وہ نہیں جانتا زمین میں یا کہتے ہو اوپر اوپر باتیں کوئی نہیں پر بھلی سوجھائی ہیں منکروں کو انکے فریب اور روکے گئے

السَّبِيلِ ۗ وَمَن يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ۝

راہ سے اور جسکو بھلا دے اللہ سو کوئی نہیں اسکو بتلانے والا

اس آیۃ میں اللہ پاک نے مشرکون کو جتلایا کہ اللہ پاک ہر شخص اور ہر چیز کا نگہبان اور مالک ہی اور ہر شخص کے کام کو دیکھتا ہے اور جانتا ہی اور مشرکین جن بتون کی عبادت کرتے ہیں وہ اس صفت کے نہیں اسلئے فرمایا کہ انھون نے جو خدا کے سوا اور کی عبادت اختیار کی ہی اور انکو اپنا شفیع سمجھہ رکھا ہے تو انکے نام تبلائیں کہ وہ کون ہیں اور کیا صفت رکھتے ہیں پتھر ہیں مٹی ہیں آخر کیا ہیں کیونکہ یہ سب چیزین اور کل مخلوق خدا کے قبضے میں ہیں اور اسکے علم سے کوئی چیز باہر نہیں اور اگر فی الحقیقت انکے معبود کوئی شئی نہیں ہیں فقط انکے خیال ہی خیال ہیں تو یہ ایسی بات ہی کہ جس چیز کا زمین و آسمان میں کہیں پتہ نہیں پھر فرمایا کہ ان کافرون نے اپنے مکر اور کفر کی زینت کر رکھی ہے یا انکو شیطان نے گمراہ بنا رکھا ہی یہ راہ راست سے روک دئے گئے ہیں کسی طرح ہدایت نہیں پا سکتے کیونکہ خدا جسکو گمراہ کرتا ہی اسکا کوئی راہ نما نہیں ہو سکتا صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت علی کی حدیث گزر چکی ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالی نے اپنے علم ازلی کے موافق لوح محفوظ میں یہ لکھ لیا ہی کہ دنیا میں پیدا ہونے کے بعد کون شخص جنت میں جانے کے قابل کام کریگا اور کون شخص دوزخ میں جانے کے قابل مسند امام احمد اور مستدرک حاکم کے حوالہ سے ابو سعید خدری کی یہ معتبر حدیث بھی گزر چکی ہی کہ جب شیطان آسمان سے نکالا جانے لگا تو اسنے بنی آدم کے ہر طرح سے بہکانے کی قسم اللہ تعالی کے روبرو کھائی ہی صحیح بخاری کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن عباس کی یہ روایۃ بھی گزر چکی ہی کہ قوم نوح میں کے کچھہ نیک لوگ مر گئے تھے جنکے مرنے کا رنج انکے رشتہ دارون اور معتقدون کو بہت تھا شیطان نے موقع پاکر اپنی قسم کے موافق ان لوگونکو یون بہکایا کہ ان مرے ہوئے آدمیون کی مورتین بنالی جاوین تاکہ ان مورتون کے دیکھنے سے ان مرے ہوئے آدمیون کی صورتین تمہاری آنکھون کے سامنے رہین شیطان کے بہکانے سے ان لوگون نے وہ مورتین بنائین اور رفتہ رفتہ ان مورتون کی پوجا ہو کر دنیا مین بت پرستی پھیل گئی ان حدیثونکو آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ مکہ کے قحط کے وقت اگرچہ مشرکین مکہ کو یہ خوب معلوم ہو گیا کہ انکے بت بالکل بے اختیار ہیں لیکن شیطان کے بہکانے سے ہر طرح کے برے کام ان لوگون کو اچھے نظر آتے ہیں اسلئے یہ لوگ بت پرستی پر اڑے ہوئے ہیں اور علم الٰہی میں یہ لوگ گمراہ ٹھہر چکے ہیں اسواسطے مجبور کر کے انکو راہ راست پر لانا اللہ تعالی کو منظور نہیں ہے کیونکہ دنیا نیک و بد کے امتحان کے لئے پیدا کی گئی ہی مجبوری کی صورت میں وہ امتحان کی حالت باقی نہیں رہتی۔

منزل ۳

لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ۝ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ

اُنکو مار پڑتی ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت کی مار تو بہت سخت ہی اور کوئی نہیں اُنکو اللہ سے بچانے والا احوال جنت کا جو کہ

الْمُتَّقُوْنَ ۭ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ اُكُلُهَا دَاۗىِٕمٌ وَّظِلُّهَا ۭ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۠ وَعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ ۝

ڈر والونکو بہتی ہیں اُسکے نیچے نہرین میوہ اُسکا ہمیشہ ہے اور سایہ یہ بدلہ ہے اُنکا جو بچتے رہے اور بدلہ منکرون کا آگ ہی

اللہ جل شانہ اس سے اوپر کی آیہ میں مشرکین کا حال جب بیان فرما چکا تو اب یہ بات بیان فرمائی کہ ان لوگون کے لئے دنیا میں اور آخرت میں دونون جگہ عذاب ہی دنیا کا عذاب تو مثلاً مکہ کا سخت قحط جسکا ذکر صحیح بخاری میں عبداللہ بن مسعود کی روایت میں تفصیل سے ہے اور آخرت کا عذاب وقت مقررہ پر اس سے بھی مشقت کا ہے اور پھر کوئی اوس سے بچانے والا بھی نہیں اسکے بعد اللہ جل شانہ نے جنت کی مثال بیان کی کہ وہ جنت جسکا وعدہ خدا پر ایمان لانے والون اور اُسکے خوف سے ڈرنے والون سے کیا گیا ہی اوس میں یہ خوبیان ہیں کہ جا بجا اُس میں نہرین جاری ہیں اور اُسکی نعمتین ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہیں کبھی کم نہیں ہونگی اور سایہ بھی وہان ہمیشہ رہے گا دنیا مین جس طرح سایہ صبح و شام ہوتا ہے دوپہر کو جلتی دھوپ ہوتی ہی وہان یہ بات نہیں وہان تو ہمیشہ ہمیشہ ہر وقت چھاؤن ہی چھاؤن ہی کیونکہ وہان سورج نہیں ہی۔ صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت سے ایک حدیث ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گہن کی نماز مین ایک روز آگے کی طرف ہاتھ بڑہایا بعد نماز کے صحابہ نے آپ سے پوچھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمنے آپ کو دیکھا کہ آپ نے ہاتھ بڑھا کر کسی شی کو لینا چاہا پھر رک گئے آپ نے فرمایا مجھے بہشت دکھائی گئی تھی مینے اُسمین سے ایک خوشہ انگور کا لینا چاہا تھا اگر وہ خوشہ لے لیتا تو جبتک دنیا باقی رہتی وہ انگور تم کھایا کرتے وہ خوشہ کبھی گھٹتا نہیں مسلم میں جابر سے بھی اسی قسم کی ایک حدیث ہی۔ یہ حدیثین اکلہا دایم کی گویا تفسیر ہیں اور جنت کے سایہ کی تفسیر میں صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو سعید خدری اور انس بن مالک کی حدیثین گزر چکین ہیں کہ جنت کے ایک درخت کا سایہ گھوڑیکا سوار بھی سو برس میں طے نکر سکیگا جنت کے نہرون کی تفسیر سورہ محمد مین بتفصیل سے آویگی۔ صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن کم سے کم دوزخ کا عذاب ابو طالب پر ہوگا کہ ابو طالب کے پیرون میں آگ کی جوتیان پہنا دی جاوین گی جس سے ابو طالب کا بھیجا پگل کر نکل پڑیگا۔ اس حدیث سے دوزخ کے عذاب کی سختی کا حال اچھی طرح سمجھ مین آسکتا ہی۔ شروع آیہ میں دوزخ کے عذاب اور جنت کی نعمتونکا ذکر فرما کر پھر آخر آیہ میں بطور نتیجہ کے فرمایا ہے کہ ان مین ایک ٹھکانہ خدا سے ڈرنے والون کا ہے اور ایک عقبی کے منکر لوگونکا۔

وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ۭ قُلْ اِنَّمَآ

اور جنکو ہمنے دی ہے کتاب خوش ہوتے ہیں اس سے جو اترا تیری طرف اور بعضی فرقے نہیں مانتے اُسکی بعضی بات کہہ مجکو یہی

اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ ۭ اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ مَاٰبِ ۝ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ۭ

حکم ہوا کہ بندگی کرون اللہ کی اور شریک نہ کرون اُسکے ساتھ اسی کی طرف بلاتا ہون اور اُسی کی طرف میرا ٹھکانا اور اسی طرح اتارا ہم نے

ع ۵ ۱۱

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ بَعْدَمَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا وَاقٍ ○

اور اگر تو چلے انکے شوق پر بعد اس علم کے جو تجکو پہنچا کوئی نہیں تیرا اللہ سے حمایتی اور نہ بچانے والا

اس آیۃ کی تفسیر میں سلف کے دو قول ہیں ایک تو یہ ہے کہ جن لوگون کو کتاب دی گئی - اس کا یہ مطلب ہے کہ کتاب قرآن ہے اور وہ لوگ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں یہ لوگ اون باتون سے بہت خوش ہوتے ہیں جو حضرت پر اوتاری گئی ہیں کہ خالص خدا کی عبادت کی جائے اور کسی کو اسکا شریک نہ ٹھہرایا جائے اور احزاب سے یہود و نصاری مراد ہیں جو قرآن کا پورا انکار نہیں کرتے ہیں کیونکہ قرآن میں بعضی بعضی باتیں ایسی بھی ہیں جسکے یہود و نصاریٰ بھی قائل ہیں جیسے خدا کی ہستی اور اسکی قدرت اور انبیا علیہم السلام کے قصے جسکو یہ لوگ مانتے ہیں اسی لئے فرمایا کہ بعض فرقے قرآن کی بعض باتون کو نہیں مانتے انکار کرتے ہیں قتادہ اسی قول کے قائل ہیں - دوسرا قول یہ ہے کہ وہ لوگ جنکو کتاب دیگئی وہ یہود و نصاری میں کے وہ لوگ ہیں جو حضرت پر ایمان لا چکے ہیں وہ قرآن کے اوترنے سے بہت خوش ہوئے کیونکہ وہ توراۃ و انجیل میں قرآن کی پیشین گوئی پڑھ چکے تھے اور احزاب سے باقی اہل کتاب مراد ہیں جو حضرت پر ایمان نہیں لائے اس دوسرے قول میں کتاب کا مطلب توراۃ اور انجیل ہے بعض مفسرین نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ شروع شروع قرآن پاک میں رحمٰن کا لفظ بہت کم اترتا تھا پھر جب عبداللہ بن سلام اور انکے ساتھی جو ایمان لائے تھے وہ اپنے دل میں اس بات سے کسی قدر فکرمند ہوئے کہ قرآن میں رحمٰن کا ذکر کیون کم ہے توریت میں تو اکثر جگہ ہے اسپر اللہ پاک نے قرآن مجید میں بھی اکثر جگہ رحمٰن کا لفظ بیان فرمایا تو یہ لوگ بہت خوش ہوئے اور یہ آیۃ خدا نے اوتاری کہ جو لوگ اہل کتاب ہیں تمپر قرآن کے نازل ہونے سے بہت خوش ہوتے ہیں اور بعضے فرقے قرآن کی بعض باتون کا بالکل انکار کرتے ہیں جیسے مشرکین مکہ کہ حدیبیہ کا صلح نامہ لکھنے کے وقت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو دیکھ کر کہنے لگے کہ ہم تو رحمٰن کو نہیں جانتے کیا ہے رحمٰن تو مسیلمہ کذاب کا نام ہے پھر ان باتون کے بیان کرنے کے بعد جس مین خدا کی پہچان بیان کی گئی ہے فرمایا کہ اے رسول تم لوگون سے کہدو ہمین تو یہ حکم ہوا ہے کہ ہم صرف اللہ کی عبادت کرین اوس میں کسی کو شریک نکرین کیونکہ جو نبی ہم سے پہلے آئے اون سب کا یہی دین و ایمان رہا ہے اسواسطے ہم بھی لوگونکو اوسی خدائے واحد کی طرف بلاتے ہیں آخرت میں اوسی کی طرف پھر کر ہمین جانا ہے پھر فرمایا کہ جس طرح پہلے رسولون پر رہنے کتابیں اونہیں کی زبان میں اوتاری ہیں اوسی طرح یہ قرآن بھی اے رسول ہم تمپر عربی زبان مین اوتارتے ہیں جو تمہاری اور تمہاری قوم کی زبان ہے تاکہ اسکے سمجھنے اور سمجھانے میں دقت نہ ہو اور یہ قرآن ایسی کتاب ہے جس میں شرع کے کل احکام بیان کردئے گئے ہیں اور اس شرع میں بعضے احکام پہلی کتابون کے موافق نہیں ہیں اگر تم اسکی خواہش کروگے کہ ہم انکی شرع کی تابعداری کرین تو اچھا نہ ہوگا اللہ نے ساری باتین تمہیں بتادی ہیں اسکے بعد انکی پیروی کرنے سے اللہ تعالیٰ کی خفگی ہوگی جس سے کوئی بچانے والا اور مددگار نہیں ہے - بعض مفسرین نے ولئن اتبعت اہواءہم کی تفسیر یہ بھی بیان کی ہے کہ مشرکین مکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ترغیب دیتے تھے کہ تم اپنے پر رہوگی

منزل ۳

قدیم ملت پر آجاؤ اُسپر اللہ پاک نے فرمایا کہ اگر تم اُنکی خواہش کی پیروی کروگے تو اللہ تعالیٰ کی خفگی ہوگی۔ ان آیتون میں بما انزل الیک فرماکر قرآن شریف کا ذکر جدا فرما دیا گیا ہے کہ کتاب کا لفظ جو ہما انزل الیک سے پہلے ہے اُسکے معنے توراۃ اور انجیل کہئے جاوین اِس صورت میں حاصل مطلب پہلی آیۃ کا یہ ٹھہرے گا کہ یہود میں سے عبداللہ بن سلام اور اُنکے ساتھی اور نصاریٰ میں سے مثلاً چالیس آدمی بجران کے جو قرآن کو وہی قرآن جانتے ہیں جسکی پیشین گوئی توراۃ اور انجیل میں اُنھون نے پڑہی ہے وہ قرآن کی تمام آیتون کے نازل ہونے سے اِسی طرح خوش ہوتے ہیں جس طرح مکہ والون میں سے اہل اسلام قرآن کی نئی آیتون کے نازل ہونے سے خوش ہیں اور باقی کے اہل کتاب نبی آخرالزمان کی اوصاف کی قرآن کی آیتون کے اور اور خلاف مرضی آیتون کے منکر ہیں۔ اِس تفسیر کی بنا پر حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کے موافق اِن آیتون کو مدنی کہنا پڑیگا کیونکہ عبداللہ بن سلام نجرانی نصرانیون کا اسلام ہجرت کے بعد ہے۔ معتبر سند سے مسند امام احمد اور صحیح ابن حبان میں جابر بن عبداللہ اور عبداللہ بن عباس سے جو روایتیں ہیں اُنکا حاصل یہ ہے کہ عمر علیہ السلام نے توراۃ کی بعض باتین منکراون باتون کے لکھنے کی اجازت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چاہی تھی آپ حضرت عمرؓ کی یہ بات سنکر خفا ہوئے اور یہ فرمایا کہ آج حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو وہ بھی اِس آخری شریعت کی پیروی کرتے اِس حدیث کو آخری آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر زمانہ کی مصلحت کے موافق ایک شریعت قرار دی ہے اور اُس مصلحت کی پابندی یہان تک ضروری ہے کہ اِس آخری زمانہ میں پہلا کوئی نبی زندہ ہوتا تو اِس آخری شریعت کی پیروی اُسپر لازم ہوتی اسی لئے آخری آیۃ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مخاطب ٹھہراکر امت کے لوگون کو سنایا ہے کہ جو کوئی اُس آخری شریعت کو چھوڑکر کسی اور طریقہ پر چلے گا تو اللہ تعالیٰ کی اُسپر ایسی خفگی ہوگی جس سے اُسکو کوئی بچا نہ سکے گا۔ منزل ۳

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ۚ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ

اور بھیجے ہیں ہم نے کتے رسول تجھسے آگے اور دی تھین اُنکو جورو ین اور لڑکے اور نہ تھا کسی رسول کو کہ لے آوے کوئی نشانی

اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ

مگر اللہ کے اذن سے

مشرکین مکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت یہ کہا کرتے تھے کہ یہ کیسے رسول ہیں جنکے بیویان بھی ہیں اور بچے بھی ہیں اور یہ بھی کہتے تھے کہ اگر یہ خدا کی طرف سے رسول ہوتے تو جو معجزہ ہم اُنسے طلب کرتے ہیں وہ فوراً کر دکھاتے انہیں دونون باتون کا جواب اللہ تعالیٰ نے اس آیۃ میں دیا کہ جتنے رسول ہوئے ہیں وہ سب کے سب بشر تھے کوئی فرشتہ نہ تھا اونہیں کی طرح یہ رسول بھی بشر ہیں کھاتے بھی ہیں پیتے بھی ہیں چلتے پھرتے بھی ہیں بیویان بچے بھی اُنکے ہیں جیسے پہلے رسولون کے تھے چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی تین سو بیویان اور سات سو کنیزین تھیں اسی طرح حضرت داؤد علیہ السلام کی سو بیویان تھین پھر اُنکے بھی اگر بیویان اور بچے ہیں تو کیا نقصان ہے کچھ یہ رسالت کے خلاف نہیں ہے معتبر سند سے

تفسیر ابن ابی حاتم مین سعد بن ہشامؒ سے روایت ہے کہ مینے حضرت عائشہ کے پاس جاکر کہا کہ میرا ارادہ یہ ہے کہ بن نکاح کئے رہون تو انہون نے فرمایا تو ایسا نکر کیا تو نے خدا کا یہ کلام نہیں سنا ہے۔ اسکے بعد حضرت عائشہؓ نے یہی آیۃ پڑہی معتبر سند سے دوسری حدیث ترمذی ابن ماجہ اور طبرانی وغیرہ نے سمرہؓ سے روایۃ کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجرد رہنے سے منع فرمایا ہی اور اکثر حدیثون مین نکاح کرنیکی ترغیب لائی گئی ہے اور مجرد رہنے سے منع کیا گیا ہے۔ مسند امام احمد اور ترمذی مین معتبر سند سے ابو ایوبؓ سے ایک حدیث ہی جس مین یہ ہی کہ نکاح سب پیغمبرونکی سنت ہے صحیحین مین حضرت انسؓ کی حدیث ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین روزہ بھی رکھتا ہون اور افطار بھی کرتا ہون سوتا بھی ہون اور اوٹھکر نماز بھی پڑھتا ہون اور عورتون سے نکاح بھی کرتا ہون جسنے میری سنت سے منہ پھیرا وہ میری سنت کا پابند نہیں ہی۔ پھر اللہ جل شانہ نے مشرکین مکہ کی دوسری بات کا یہ جواب دیا کہ رسول کے بس کا یہ کام نہیں ہے کہ تمہاری ہر فرمائش کے مطابق معجزہ دکھادے یہ تو خدا ہی کا کام ہے جب وہ چاہتا ہے کوئی معجزہ ظاہر کرتا ہے جب نہیں چاہتا نہیں ظاہر کرتا رسول کچھ خود مختار نہیں ہیں کہ جو چاہیں کر گزریں جتنے رسول ہوئے ہیں سب خدا کے حکم کے تابع رہے ہیں جسسے اللہ تعالیٰ نے جب جیسا مناسب سمجھا معجزہ ظاہر کرایا تمہارے ایمان لانے کو تو ایک شق القمر کا معجزہ بھی کافی تھا۔

صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے علم ازلی کے موافق لوح محفوظ مین لکھ لیا ہی کہ دنیا مین پیدا ہونے کے بعد کتنے آدمی فرمانبرداری اور جنت مین جانے کے کام کرینگے اور کتنے آدمی نافرمانی اور دوزخ مین جانے کے کام کرین گے اور اسکے موافق ہر ایک شخص کا جنت اور دوزخ مین ٹھکانا بھی ٹھہر چکا ہے اس حدیث کو آیۃ کے آخری ٹکڑے کی تفسیر مین بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ لوح محفوظ مین جہان ان نافرمان لوگونکے اور نافرمانی کے کام لکھے گئے ہین وہان یہ بھی لکھا گیا ہے کہ ان نافرمان لوگون کی معجزہ کی خواہش کچھ راہ راست پر آنے کی نیت سے نہ ہوگی بلکہ مسخراپن کے طور پر ہوگی اسلئے معجزہ کا ظہور اللہ تعالیٰ نے اپنی مصلحت پر منحصر رکھا ہی ایسے نافرمان لوگونکی خواہش پر نہیں رکھا کیونکہ یہ بات علم الٰہی مین ٹھہر چکی ہے کہ ایسے لوگون کے حق مین کوئی معجزہ کچھ مفید نہ ہوگا۔ منزل ۳

لِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابٌ ۝ يَمْحُو اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ ۖ وَعِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ ۝

ہر وعدہ لکھا ہوا مٹاتا ہی اللہ جو چاہے اور رکھتا ہی اسی پاس اصل کتاب

جب قریش نے آنحضرت سے وہ معجزات چاہے جنکا ذکر اوپر کی آیتون مین گزرا تو اللہ تعالیٰ نے اس آیۃ کا اوپر کا ٹکڑا نازل فرمایا جسکا حاصل یہ ہی کہ کسی معجزہ کا ظاہر کردینا رسولون کا کام نہیں ہے مصلحت وقت کے موافق اللہ کی درگاہ مین ہر کام کے لئے وقت مقرر ہو کر لکھا جا چکا جب تک وہ وقت مقررہ پہونچ نہ جاوے اور اللہ کا حکم نہ ہو کوئی کام نہیں ہو سکتا یہ سنکر قریش نے آپسمین چرچا کیا کہ محمد ہر وقت عذاب الٰہی سے جو ڈراتے تھے اب معلوم ہو گیا کہ

انکے اختیار مین کچھہ نہیں ہی ہر کام کا لکھا ہوا وقت جب تک نہ آوے کچھہ نہیں ہو سکتا اسی طرح جب ایک آیۃ آنکر پہر وہ
منسوخ ہو جاتی اور اوسی کی جگہ دوسرا حکم آجاتا تو قریش یہ بھی چرچا کرتے تھے کہ قرآن اللہ کی طرف سے ہوتا تو یہ گھڑی
گھڑی کا ردوبدل اس میں نہ ہوتا معلوم ہوتا ہے کہ محمد اپنی طرف سے ایک بات کہدیتے ہیں پہر جب جی چاہتا ہی تو
اسکی جگہ دوسری بات کہدیتے ہیں اُنکے اِن چرچون کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ ٹکڑا آیۃ کا نازل فرمایا حاصل معنے
اسکے یہ ہیں کہ رمضان میں ہر شب قدر کو سال بھر تک جو کچھہ ہونے والا ہے اسکا حساب وکتاب لوح محفوظ سے نقل
کراکے اللہ تعالیٰ ملائکہ کو دیتا ہی اوسی کے موافق سال بھر تک ملائکہ عمل کرتے ہیں یہ ایک سال کا دنیا بھر کا حساب ہی اور
جس مدت تک دنیا چلے گی وہ دنیا کی عمر تک کا حساب ہے وہ لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہی اور چار مہینے کا حمل ہو جانے کے
بعد ماں کے پیٹ کے بچے کا حساب جو رزق عمر نیک و بد ہونے کا لکھا جاتا ہی اور پہر بچہ میں روح پھونکی جاتی ہی جس کی
روایۃ صحیحین میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے ہے یہ ہر ایک انسان کا عمر بھر کا حساب ہی سال بھر کے حساب کا پرچہ
ملنے سے پہلے ملائکہ کو ہر ایک انسان کا عمر بھر کا حساب تفصیل سے نہیں معلوم ہوتا مثلاً خلفاء اربعہ کی والدہ کی حمل کی
مدت چار مہینے کے ہو جانے کے بعد پتلے میں روح پھونکنے سے پہلے ملائکہ کو یہ تو معلوم ہو گیا تھا کہ یہ چارون شخص اپنی عمر
کا کچھہ حصہ شرک میں بسر کرکے پھر مسلمان ہونگے اور ایسی حالت میں وفات پائیں گے کہ نبی کے بعد انکا ہی درجہ ہی
لیکن یہ معلوم نہ تھا کہ عمر بھر کے کونسے سال میں یہ ایمان لاوینگے سالانہ حساب کا پرچہ ملنے کے بعد ہر ایک بات منزل ۳
کی سالانہ تفصیل دنیا مین ظاہر ہونے سے پہلے ملائکہ کو معلوم ہو جاتی ہی۔ اسی طرح سالانہ پرچہ ملنے سے پہلے جو
کچھہ لوح محفوظ میں لکھا وہ سوا خدا کے کوئی نہیں جانتا اب ہی یہ بات کہ ردوبدل لوح محفوظ کے حساب اور عمر بھر کے
حساب اور سالانہ حساب سب میں ہو سکتا ہے یا نہیں حضرت عمر اور عبداللہ بن مسعود اور متقدمین کا یہ مذہب ہی
کہ ہان اللہ کی قدرت میں سب کچھہ ہی وہ ان تینون حسابون میں سے جس حساب کی جس بات کو چاہے بدل سکتا ہے
ترمذی صحیح ابن حبان مستدرک حاکم وغیرہ میں چند صحابہ سے معتبر روایتیں ہیں جنکا حاصل یہ ہی کہ سوا دعا کے
تقدیر کسی چیز سے نہیں بدل سکتی اور سوا نیکی کے عمر کسی چیز سے نہیں بڑھ سکتی اور گناہ کے سبب سے گنہگار شخص کا وہ
رزق گھٹ جاتا ہی جو اُسکے مقسوم میں ہے ان حدیثون سے حضرت عمر اور عبداللہ بن مسعود کے مذہب کی پوری
تائید ہوتی ہے حاصل کلام یہ ہے کہ اِس آیۃ سے اللہ تعالیٰ نے قریش کو دھمکایا کہ اگرچہ اللہ کی بارگاہ میں ہر کام کا وقت
ہے مگر جس نے وہ وقت ٹھہرایا ہی وہی اُس وقت کے بدل ڈالنے اور وقت سے پہلے تم کو ہلاک کر دینے پر قادر ہی اسلئے
مصلحت وقت کے موافق جس طرح وہ احکام شریعت کو بدلتا رہتا ہی اگر اسی طرح کسی مصلحت سے وقت مقررہ
عذاب کو منسوخ فرماکر دوسرا وقت وہ باری تعالیٰ ٹھہرادے تو تمہارا کیا بس چلسکتا ہی اسواسطے سرکشی چھوڑو اور
اُسکے عذاب سے ہر وقت ڈرتے رہو۔

وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ۝

اور یا کبھی دکھا دین ہم تجکو کوئی وعدہ جو دیتے ہیں اُنکو یا تجکو بہر لیوین سو تیرا ذمہ پہنچانا ہے اور ہمارا ذمہ حساب لینا

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ۭ وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ۭ

کیا نہیں دیکھتے کہ ہم چلے آتے ہیں زمین گھٹاتے اُسکو کنارو نسے اور اللہ حکم کرتا ہے کہ کوئی نہیں کہ پیچھے ڈالے اُسکا حکم

ان آیتون میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے فرمایا کہ کفار کے لئے ہمنے جو وعدہ کیا ہے کہ اُنکے واسطے دنیا مین بھی عذاب ہے اور آخرت میں بھی ہم چاہیں تو کچھ عذاب تمہارے جیتے حیات میں اُنپر نازل کردین یا تمہیں اپنے پاس بلالین یہ سب اللہ کے ہاتھ میں ہے مگر تمہارا کام صرف پیغام الٰہی کا پہونچانا ہے کوئی ایمان لائے یا نہ لائے تم سے اس بارہ میں کچھ سوال نہ ہوگا تم اپنا کام کئے جاؤ باقی رہی جزا سزا وہ اللہ کے اختیار میں ہے ہم اچھی طرح اونکا حساب کتاب کرکے فیصلہ کردین گے پھر اسکے بعد آنحضرت کی تسکین خاطر کے لئے فرمایا کہ اُس وعدہ کی یہ علامت ظاہر بھی ہو رہی ہے کہ ملک اُنکے ہاتھون سے رفتہ رفتہ نکلے جارہے ہیں اور مسلمان اُنپر قابض ہوتے جاتے ہیں حضرت عبداللہؓ بن عباس وغیرہ کا یہی قول ہے اسکے بعد پھر اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ خدا کے حکم کا کوئی پھیرنے والا نہیں ہے وہ جو چاہتا ہے حکم کرتا ہے اُسکے حکم سے اسلام کا اقبال عروج پر ہوگا اور کفر کو ادبار نصیب ہوگا یہ حکم ہوکے رہے گا کسی طرح بدل نہیں سکتا سورۃ القمر میں جب یہ مکی آیۃ سیھزم الجمع ویولون الدبر نازل ہوئی جس کا مطلب ہے کہ ان مشرکین مکہ کی جماعت اور گروہ کو قریب ہے کہ شکست ہوجاوے اور یہ لوگ بھاگ جاوین تو حضرت عمرؓ کو شبہ تھا کہ یہ کن لوگون کی شکست کا ذکر ہے لیکن جب بدر کی لڑائی کے حملہ کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیۃ پڑھی اُسوقت حضرت عمرؓ کہتے ہیں مجھکو یہ معلوم ہوا کہ اس مکی آیۃ میں مشرکین مکہ کی شکست کا وعدہ تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اللہ تعالیٰ نے پورا کیا صحیح بخاری نسائی طبرانی اور بیہقی کی الاسماء وصفات میں حضرت عبداللہ بن عباس سے اور طبرانی تفسیر ابن ابی حاتم وغیرہ میں ابوہریرہؓ سے جو روایتیں ہیں اُنمیں یہ قصہ تفصیل سے ہے معتبر سند سے مسند امام احمد اور نسائی میں براء بن عازبؓ سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ احزاب کی لڑائی کے وقت مدینہ کے گرد جب خندق کھودی جاتی تھی تو اُس میں ایک کھنگر سخت نکل آیا جسکو پہاوڑے کی تین ضربون سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود توڑا اور پہاوڑے کی پہلی ضرب پر ملک شام اور دوسری ضرب پر ملک فارس اور تیسری ضرب پر ملک یمن فتح ہوجانیکی خوشخبری دی جسکا ظہور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ کے زمانہ میں ہوا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ان آیتون میں دو طرح پر اللہ تعالیٰ کے وعدون کا پیشین گوئی کے طور پر جو ذکر تھا ان روایتونسے اُس ظہور کی تفسیر اچھی طرح سمجھ میں آسکتی ہے اور اس سچی پیشین گوئی سے قرآن شریف کا کلام الٰہی اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا رسول ہونا اچھی طرح ثابت ہوسکتا ہے ✦

منزل ۳

وَهُوَ سَرِيعُ الْحِسَابِ

شتاب لیتا ہے حساب

اسی آیۃ کے اوپر کے ٹکڑے میں زمین کے گھٹانے کا جو ذکر ہے اگرچہ بعضے مفسرین نے اس کا مطلب اور بھی بیان کیا ہے مگر صحیح مطلب یہی ہے جو شاہ صاحب نے اپنے اردو فائدہ میں بیان کیا ہے کہ کفر دن بدن زمین پر گھٹتا جاتا ہے اور اسلام ظہور پکڑتا جاتا ہے اس مطلب پر بعضے مفسرین نے یہ جو اعتراض کیا ہے کہ جب اکثر مفسرین کے نزدیک یہ سورۃ مکی ہے تو ہجرت سے پہلے جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تھے اسوقت تک کفر کونسی بستیوں میں گھٹتا تھا کہ جن بستیوں کے حال پر اس آیۃ کے مطلب کو صادق کیا جائے اگرچہ بعضے مفسرون نے اس اعتراض سے بچنے کے لئے اس آیۃ کو مدنی کہا ہے لیکن صحیح جواب اس اعتراض کا وہی ہے جو شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ نے اپنے فارسی فائدہ میں دیا ہے کہ ابوذر غفاری کا قبیلہ اور اور چار قبیلے ہجرت سے پہلے اطراف مکہ میں اسلام قبول کر چکے تھے جنکا تفصیلی ذکر صحیح بخاری اور اور حدیث کی کتابوں میں ہے اون قبائل کے حال سے ہی اللہ تعالی نے قریش کو اس آیۃ میں قائل کیا ہے کہ قریش دیکھتے نہیں کہ اطراف مکہ کے لوگ اسلام قبول کرتے جاتے ہیں اور انکی بستیوں میں کفر گھٹتا جاتا ہے لیکن اہل مکہ نے اللہ کے گھر میں وہی قدیمی کفر پھیلا رکھا ہے اللہ سے ڈرنا چاہیئے اور یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ایک دن سب نیک و بد کا اللہ تعالی کے روبرو حساب ہونے والا ہے صحیح مسلم میں ابوذر کی بڑی حدیث ہے جس میں ابوذر کہتے ہیں کہ میرے اسلام لانے کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو یہ نصیحت کی تھی کہ اپنی قوم کو بھی اسلام لانیکی رغبت دلانا پہلے مکہ سے اسلام لانیکی بعد جب میں اپنی قوم میں آیا اور میں نے انکو اسلام کی رغبت دلائی تو آدھی قوم ہجرت سے پہلے مسلمان ہوگئی اور آدھی ہجرت کے بعد۔ اس حدیث سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آسکتی ہے کہ ابوذر غفاری کے قبیلہ بنی غفار میں اور اس قبیلہ کے پڑوسی قبائل مزینہ جہینہ اور اشجع میں عرب کے اور قبائل سے پہلے اسلام کیونکر پھیلا بنی غفار مزینہ جہینہ اور اشجع قبیلہ مضر کی شاخیں ہیں لیکن قبیلہ مضر کی اور شاخون ہوازن وغیرہ سے ان لوگونکا اسلام پہلے ہے اسی طرح کے لوگون کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح بخاری کی حضرت عبداللہ بن عباس کی روایۃ میں غیر خزایا و ندامے فرمایا ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ بغیر لڑائی کے اپنی خوشی سے یہ لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے۔

منزل

وَقَدْ مَكَرَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ فَلِلَّهِ الْمَكْرُ جَمِيعًا ۖ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ۗ وَسَيَعْلَمُ الْكُفَّارُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ

اور مکر کر چکے ہیں انسے اگلے سو اللہ کے ہاتھ میں ہے سب فریب جانتا ہے جو کماتا ہے ہر جی اور اب معلوم کرینگے منکر کہ

مکر کہتے ہیں اس طرح سے انسان کو تکلیف پہونچانے کو جس سے وہ بالکل بے خبر ہو اللہ پاک نے اس آیۃ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی ہے کہ جسطرح کفار مکہ تمہاری ایذا رسانی کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اسی طرح انسے پہلے بھی لوگ خدا کے رسولوں کو ایذا پہونچا چکے ہیں جیسے نمرود نے ابراہیم علیہ السلام کو فرعون نے موسی علیہ السلام کو یہود نے حضرت عیسے علیہ السلام کو تکلیف دی مگر انکے یہ مکر کچھ پیش نہیں چل سکتے کیونکہ جتنے مکر ہیں سب خدا کی مخلوق ہیں اور اسی کے

ارادہ سے ظاہر ہوتے ہیں اسی لئے کسی مکر سے کوئی نفع اور ضرر بغیر حکم خدا کے نہیں ہو سکتا اور وہ ہر شخص کے عمل کو جانتا ہے کہ کون برائی کرتا ہے اور کون بھلائی کرتا ہے پھر جو جیسا کریگا اسکو ویسا بدلہ ملیگا اور کفار یہ بات بھی عنقریب جان لینگے کہ آخرت کا گھر کسکو ملتا ہے مومنین کو یا ان کفار کو۔ معتبر سند سے مسند امام احمد طبرانی اور دلائل النبوت بیہقی میں حضرت عبداللہ بن عباس سے جو روایتیں ہیں انکا حاصل یہ ہے کہ مشرکین مکہ نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر ڈالنے کا مشورہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس مشورہ کا حال اپنے رسول کو جتلا دیا اسلئے آپنے اپنی جگہ پر سونے کے لئے حضرت علی کو حکم دیا اور آپ حضرت ابوبکر صدیق کو ساتھ لیکر پہلے غار ثور کو اور پھر مدینہ کو چلے آئے ان حدیثوں سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر کے آگے اللہ کے رسول کے مخالفوں کا کوئی مکر و فریب چل نہیں سکتا۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ انس بن مالک کی حدیث گزر چکی ہے کہ بدر کی لڑائی میں جو مشرک مارے گئے تھے انکی لاشوں پر کھڑے ہو کر اللہ کے رسول نے فرمایا کہ اب تو تم لوگوں نے اللہ کا وعدہ سچا پالیا اس حدیث کو آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ اگرچہ یہ مشرک لوگ عقبیٰ کے عذاب کو جھٹلاتے ہیں مگر مرتے کے ساتھ ہی انکو اپنا عقبیٰ کا انجام معلوم ہو جاویگا۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَسْتَ مُرْسَلًا ۚ قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ ۝

اور کہتے ہیں منکر تو بھیجا ہوا ہے نہیں آیا کہہ اللہ بس ہے گواہ میرے تمہارے بیچ اور جسکو خبر ہے کتاب کی

منزل ۳

اس آیۃ میں اللہ جل شانہ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی خبر دی کہ کفار مکہ جو تمہیں یہ کہا کرتے ہیں کہ یہ خدا کے رسول نہیں اگر ہوتے تو ہمارے سوال کو پورا کرتے تم انسے کہدو کہ میرے اور تمہارے درمیان میں خدا ہی گواہ ہے کہ میں نے اوسکا پیغام تمہیں پہونچا دیا اور تم نے اسکو نہیں مانا مجھے جھٹلا ہی گئے اور پھر یہ بھی فرمایا کہ پہلے آسمانی کتابوں کے پیرو علماء یہود و نصاریٰ کو بھی خوب معلوم ہے کہ میں خدا کا رسول ہوں کیونکہ انکی کتابوں میں بھی خدا نے میری رسالت کی خبر دی ہے یہی قول حضرت عبداللہ ابن عباس کا ہے نبوت کے ثبوت میں اللہ تعالیٰ کی گواہی کا ذکر جو آیۃ میں کیا گیا ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے طرح طرح کے معجزے دیکر جو آخر الزمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلے رسولوں کی طرح مدد فرمائی ہے یہ انکے سچے ہونے پر اللہ تعالیٰ کی گویا گواہی ہے کیونکہ ناحق بات کی مدد اللہ کی شان سے بعید ہے پھر فرمایا یہ مشرکین مکہ تو ان پڑھ ہیں جہاں اور باتیں یہ لوگ اہل کتاب سے پوچھتے رہتے ہیں وہاں یہ بھی پوچھ لیویں کہ پہلے رسولوں کو اسی طرح معجزات کی مدد غیب سے ہوئی ہے یا نہیں اور توراۃ و انجیل میں نبی آخری الزمان کے اوصاف موجود ہیں یا نہیں۔ سورہ بقر میں گزر چکا ہے کہ توراۃ میں نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف پڑھکر یہود لوگ نبی آخر الزمان کو ایسا پہچانتے تھے جسطرح ہر ایک باپ اپنے بیٹے کو پہچانتا ہے اسلئے ان لوگوں کو نبی آخر الزمان کے پیدا ہونے کا بڑا انتظار تھا چنانچہ جن مشرکین سے انکی مخالفت تھی اونسے یہ کہا بھی کرتے تھے کہ بہت جلد نبی آخر الزمان کا زمانہ آنے والا ہے اوسوقت ہم اس نبی کے ساتھ ہو کر تم سے دل کھول کر لڑینگے حاصل کلام یہ ہے کہ ہجرت سے پہلے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم اور یہود میں

کچھ مخالفت نہیں تھی اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے اس مکی آیت میں یہود کو آپکی نبوت کا گواہ قرار دیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ میں تشریف لائے تو مدینہ کے گرد و نواح میں بنی قینقاع بنی نضیر بنی قریظہ یہود کے یہ تین قبیلے رہتے تھے۔ بنی قینقاع میں مثلاً جیسے انمخاص رفاعہ بن زید بنی نضیر میں کعب بن الاشرف ابو یاسر بن حطیب بنی قریظہ میں زبیر بن باطیا شمویل بن زید یہ لوگ سردار کہلاتے تھے۔ شیطان نے ان سردارون کے دل میں یہ وسوسہ ڈالدیا کہ اگر یہ لوگ نبی آخر الزمان کے تابع ہوجاوینگے تو انکی سرداری کو بٹہ لگ جاویگا ان تینون قبیلون میں جو عالم لوگ تھے وہ اس وسوسہ میں پھنس گئے کہ اگر وہ نبی آخر الزمان کے تابع ہوجاوین گے تو قبیلہ کے عام لوگ بھی اودہر کو جوع جوع ہوجاوین گے جس سے ہماری آمدنی اور آؤ بھگت میں خلل پڑجاویگا۔ جب یہ سردار اور عالم لوگ اسلام سے رک گئے تو انھون نے ہر ایک قبیلے کے عام لوگون کو بھی بہکا دیا کہ وہ نبی آخر الزمان بنی اسرائیل میں سے ہونگے بنی اسمٰعیل میں سے نہیں ہون گے حاصل کلام یہ ہے کہ ہجرت کے بعد یہود کے سردارون اور عالمون کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوئے اور ہر ایک قبیلے کے عام لوگون کو انھون نے بہکا دیا ہجرت سے پہلے مشرکین مکہ یہود کی گواہی پر اگر فیصلہ کا مدار رکھتے تو ضرور یہود لوگ نبی آخر الزمان کے سچے رسول ہونے کی گواہی ادا کرتے۔ صحیح بخاری میں ابوہریرہ سے جو روایت ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہود میں سے دس آدمی دائرہ اسلام میں داخل ہوجاتے تو سارے یہود پر اسلام کا اثر پڑجاتا۔ اس حدیث کا مطلب یہی ہے کہ ان تینون قبیلون کے سردارون اور عالمون میں سے دس شخص بھی دائرہ اسلام میں داخل ہوجاتے تو ہر ایک قبیلے کے عام لوگون پر بڑا اثر پڑتا۔ یہ بات آپنے اسلئے فرمائی کہ ہر ایک قبیلے کے عام لوگون میں سے اگرچہ دس سے زیادہ آدمی مسلمان ہوچکے تھے لیکن انکے اسلام کا اثر کچھ دوسرون پر نہیں پڑتا تھا۔ ان تینون قبیلون کے سردارون میں سے تو کوئی شخص آخر تک دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہوا۔ ہان علمائے بنی قینقاع میں سے عبداللہ بن سلام کو یہ شرف حاصل ہوا۔ عبداللہ بن سلام کے سوا عبداللہ بن سوریا کے اسلام اور پھر مرتد ہونے کا حال جو بعضے علما نے لکھا ہے اسکا پتہ کسی صحیح روایت سے نہیں لگتا۔

منزل

سُوْرَةُ ابْرٰهِيْمَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اثْنَتَانِ وَخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّسَبْعَةُ رُكُوْعَاتٍ

اگرچہ اس سورۃ کی بیچ کی آیتونکو بعضے سلف نے مدنی کہا ہے لیکن یہ اوپر گزر چکا ہے کہ جس سورۃ کا شروع کا حصہ مکی ہو وہ سورۃ مکی کہلاتی ہے اوس قاعدہ کے موافق اس سورۃ کو بھی مکی کہنا چاہیئے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ

ایک کتاب ہے کہ ہمنے اوتاری تیری طرف کہ تو نکالے لوگونکو اندھیرے سے اجالے کی طرف انکے رب کے حکم سے راہ پر

الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ۝ اللَّهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ وَوَيْلٌ لِّلْكَافِرِينَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيدٍ ۝

اس زبردست سراہے اللہ کے جسکا ہے سب جو کچھ آسمان وزمین مین اور خرابی ہے منکرون کو ایک سخت عذاب سے

الَّذِينَ يَسْتَحِبُّونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا عَلَى الْآخِرَةِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا ۚ أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ بَعِيدٍ ۝

جو پسند رکھتے ہیں زندگی دنیا کی آخرت سے اور روکتے ہیں اللہ کی راہ سے اور ڈھونڈتے ہیں اسمین کجی وہ بھول پڑے ہیں دور

الٓرٰ - اونہیں حروف مقطعات میں سے ہی جنکا ذکر پہلے ہوچکا کہ اسکے معنے سوائے خدا کے اور کسی کو معلوم نہیں ہیں - قرآن کا یہ طرز بیان ہی کہ بعد حروف مقطعات کے قرآن پاک کی عظمت بیان کی جاتی ہی اس لئے یہان بھی فرمایا کہ یہ قرآن مجید اور آسمانی کتابون سے اشرف ہی اور اشرف الانبیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اسکو ہمنے اوتارا ہی اور جس طرح پہلی کتابین خاص خاص قوم اور علیحدہ علیحدہ امت کی ہدایت کو بھیجی گئین اسی طرح یہ کتاب کل انسان کیا عرب کیا عجم ہر ایک بستی ہر ایک گاؤن ہر ملک کے رہنے والون کی ہدایت کو اوتاری گئی ہے تاکہ لوگون کو کفر اور گمراہی سے نکال کر خدا کی توحید اور ایمان کے سیدہے رستہ کی طرف لاوے پھر اللہ نے اپنی یہ صفت بیان فرمائی کہ وہ عزیز ہے - جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہر ایک شے پر غالب ہی کسی سے مغلوب اور عاجز نہیں ہوتا اور حمید ہے جس کا مطلب یہ ہی کہ اُسکا ہر کام قابل تعریف ہی - پھر فرمایا کہ زمین وآسمان اور جو کچھ ان دونون کے درمیان مین ہی وہ سب کا مالک ہی وہ جو کچھ چاہتا ہی اوس میں کرتا ہی کوئی اوسکو روک نہیں سکتا اسی لئے اسکے بعد پھر یہ فرمایا کہ جب یہ باتین ثابت ہوچکین تو کافرونکی حالت بہت افسوسناک ہی کیونکہ انپر سخت سخت عذاب ہونگے جو کسی طرح رک نہیں سکتے اسواسطے کہ ان لوگون نے دنیا کی زندگی کو آخرت سے زیادہ دوست رکھا ہی اور خود تو گمراہی میں ہین اور دونون کو بھی خدا کے سچے دین پر ایمان لانے سے روکتے ہیں اور اپنی خواہش اور غرض کے واسطے اوس سیدہی راہ کو ٹیڑھی کرنی چاہتے ہیں یہ لوگ ایسی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں جو خدا سے بہت دور ہے - اس لئے کسی طرح امید نہیں ہے کہ یہ لوگ راہ حق تک پہونچین گے - معتبر سندسے مسند امام احمد نسائی اور دارمی مین عبداللہ بن مسعود سے روایت ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سیدھا خط کھینچکر اُسکو اللہ کا رستہ کہا اور سیدھے خط کے دائیں بائیں اور خط کھینچکر یہ فرمایا کہ ان سب راستون پر شیطان کا دخل ہے - ان آیتون میں ظلمات کے لفظ کو جمع اور نور کو مفرد جو فرمایا اُسکی یہ حدیث گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ہدایت کا رستہ ایک ہے اور شیطان کے دخل کے رستے بہت ہیں - ترمذی میں عبداللہ بن عمر سے روایت ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسپر میں اور میرے صحابہ ہیں وہی ایک ہدایت کا رستہ ہی سان آیتون میں نور کا جو لفظ ہے یہ حدیث اُسکی تفسیر ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ ہدایت کا طریقہ اللہ کے رسول اور آپکے صحابہ کے طریقہ پر منحصر ہے - ترمذی کی سند مین عمر بن زیاد افریقی ہے جسکو دارقطنی نے ضعیف قرار دیا ہے لیکن یحییٰ بن سعید القطان نے اُسکو ثقہ کہا ہے - صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت علی کی حدیث گزر چکی ہی کہ دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے علم ازلی کے نتیجہ کے طور پر

منزل ۳

لوح محفوظ مین یہ لکھ لیا ہی کہ دنیا مین پیدا ہونے کے بعد کون شخص جنت کے قابل کام کرکے جنت مین جاویگا اور کون شخص دوزخ کے قابل کام کرکے دوزخ مین جاویگا یہ حدیث باذن ربہم کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہی کہ جو لوگ علم الٰہی مین نیک ٹھہر چکے ہین رسولون کی نصیحت سے اونہی کا دل نیک کامون کی طرف مائل ہوتا ہی اور اونہی کو اللہ تعالی کیطرف سے نیک کامون کے پورا کرنے کی توفیق ہوتی ہی حاصل کلام یہ ہی کہ کفر کے اندھیرے سے ایمان کے اوجالے کی طرف لانے کو پہلے تو اللہ تعالی نے اپنے رسول کا کام ٹھہرایا اور پھر باذن ربہم فرمایا اسلئے حافظ ابوجعفر ابن جریر نے یہان اذن کے معنے توفیق کے لئے ہین - صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن مسعود کی حدیث گزر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان کو اللہ تعالی نے پیدا کیا جسکے سبب سے انسان پر اللہ تعالی کی تعظیم واجب ہی ایسی موٹی بات کو جو لوگ نہیں سمجھتے اور اللہ تعالی کی تعظیم اور عبادت مین دوسرونکو شریک کرتے ہین ان لوگون کے گناہ سے بڑھکر دنیا مین اور کوئی گناہ نہیں - اس حدیث کو آیۃ کے آخری ٹکڑے کی تفسیر مین بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ یہ لوگ دنیا کی زندگی پر گرویدہ ہوکر آخرت کے منکر اور اتنے بڑے گناہ کو گناہ نہیں جانتے اور ایک موٹی بات جو انکو سمجھائی جاتی ہے اسکو دنیا کی گرویدگی کے آگے کچھ نہیں سمجھتے اسواسطے اللہ تعالی نے قیامت کے دن ایسے لوگون کے لئے سخت عذاب تجویز فرمایا ہے - صحیح مسلم کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن عباس کی حدیث گزر چکی ہی کہ نرم عذاب والے شخص کے پیرون مین آگ کی جوتیان قیامت کے دن پہنادی جاوین گی جس سے اس شخص کا بھیجا پگل کر نکل پڑے گا - اس نرم عذاب کا حال سنکر سخت عذاب کا اندازہ ہر شخص کرسکتا ہے - اللہ کی راہ سے روکنا مثلاً جیسے عمرو بن یحیی نے کیا کہ ملت ابراہیمی کو بگاڑ کر لوگونکو اس ملت کے موافق عمل کرنے سے روکا اللہ کے راستہ مین کجی کا ڈھونڈنا مثلاً جیسے ان مشرکون کا یہ کہنا کہ قرآن مین سے بتون کی مذمت کی آیتین نکالدی جاوین -

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ۖ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ

اور کوئی رسول نہیں بھیجا ہمنے مگر بولتا اپنی قوم کی کہ انکے آگے بیان کرے پھر بھٹکاتا ہے اللہ جسکو چاہے اور

مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

راہ دیتا ہے جسکو چاہے اور وہ ہے زبردست حکمتون والا

منزل

تفسیر کفار حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض جو کرتے تھے کہ یہ قرآن خود انکا بنایا ہوا ہی خدا کی طرف سے نہیں آیا اگر کسی اور زبان مین ہوتا تو ہم یقین کرتے یہ تو انہیں کی زبان مین ہی خود انھون نے بنالیا ہی اسی کے جواب مین یہ آیۃ اوتری کہ یہ بہت بڑا خدا کا احسان ہی کہ جتنی قوم مین رسول اوسنے بھیجے سب اونہیں مین سے اور جتنی کتابین اوتارین اونہیں کی زبان مین نہیں تو پھر لوگون کو جو دقتین پیش آتین اوسکا کچھ ٹھکانا نہین - اپنی زبان ہونے پر تو یہ کفار دانکار ہے دوسری زبان ہوتی تو یہ عذر ہوتا کہ سمجھنے سے عاجز ہین اسی واسطے ہمیشہ یہی دستور رکھا گیا ہے کہ ہر پیغمبر کو اسکی قوم کی زبان مین کتاب بھیجی تاکہ آسانی

سے وہ خدا کے احکام اُن لوگون تک پہونچا دین باقی رہا اُنکا ایمان لانا اور گمراہ رہنا تو وہ خدا کے ہاتھ میں ہی وہ جس کو چاہتا ہی اپنے علم ازلی کے موافق اُن آسمانی احکام کے پابند ہونے کی توفیق دیتا ہی اور جس کا گمراہی کی حالت پر دنیا سے اوٹھنا اُسکے علم ازلی مین ٹھہر چکا ہی اُسکو وہ اُسکی حالت پر چھوڑتا ہی - وھوالعزیز الحکیم - اِس کا مطلب یہ ہی کہ اگرچہ وہ ایسا زبردست اور صاحب قدرت ہی کہ اگر وہ چاہے تو اِن منکرون کو مجبور کرکے راہ راست پر لانا اُسکی قدرت سے باہر نہیں ہی چنانچہ سورۃ الانعام مین گزر چکا ہی ولو شاء اللہ ما اشرکوا جس کا مطلب یہ ہی کہ علم الٰہی میں جن لوگونکا گمراہی کی حالت میں دنیا سے اوٹھ جانا ٹھہر چکا ہی ایسے لوگون کو مجبور کرکے راہ راست پر لانا اللہ کو منظور نہیں ہے کیونکہ اُسکے سب کام حکمت کے ہیں انسان کو نیکی بدی کے کرنے کا اختیار دیکر دنیا کے پیدا کرنے میں نیک و بد کے جانچنے کی حکمت جو اُسنے رکھی ہی مجبوری کی حالت مین وہ باقی نہیں رہتی حاصل کلام یہ ہی کہ یہ دنیا عالم اسباب ہی جس کا ہر ایک کام کسی نہ کسی سبب پر منحصر ہے لیکن اُن اسباب میں تاثیر کا پیدا ہونا یہ اللہ تعالیٰ کے علم ارادہ اور حکم پر موقوف ہی جیسے مثلاً ایک ہی دوا کو دو مریض استعمال کرتے ہیں پھر جس مریض کا اوس دوا سے شفا کا پانا اللہ کے علم اور ارادہ میں ٹھہر چکا ہی اُسکے حق میں دوا کی تاثیر کا حکم ہوجاتا ہی نہیں تو نہیں اِسی طرح رسولونکا آنا آسمانی کتابونکا نازل ہونا یہ ہدایت کے اسباب ہیں لیکن اِن اسباب میں ہدایت کی تاثیر کا پیدا ہوجانا یہ اللہ تعالیٰ کے علم اور ارادہ ازلی کے موافق اُسی کے ہاتھ ہے غرض فیضل اللہ من یشاء ویہدی من یشاء کی تفسیر اہل سنت کے مذہب کے موافق یہی ہی جو بیان کی گئی - صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو موسیٰ اشعری کی حدیث گزر چکی ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی مثال مینہہ کے پانی کی اور اچھے بُرے لوگون کی مثال اچھی بُری زمین کی بیان فرمائی ہے - اِس حدیث کو آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہی جس کا حاصل وہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا کہ جو لوگ علم الٰہی میں نیک ٹھہر چکے ہیں اُنکے دل پر قرآن کی نصیحت کا ایسا ہی اثر پڑتا ہے جس طرح اچھی زمین پر مینہہ کا پانی کا اثر پڑتا ہے - اِسی طرح جو لوگ علم الٰہی میں بدقرار پاچکے ہیں اُنکے حق میں قرآن کی نصیحت ایسی رائگان ہی جسطرح بُری زمین میں مینہہ کا پانی رائگان جاتا ہے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم کے لوگ عرب تھے اسواسطے اِس آیۃ کے موافق قرآن شریف عربی زبان میں نازل ہوا لیکن سورۃ الاعراف کی آیۃ قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا سے اور صحیح بخاری و مسلم کی جابر بن عبداللہ اور مسلم کی ابو ہریرہؓ کی اِن مضمون کی حدیثون سے جبکہ یہ معلوم ہوگیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کل مخلوق کے لئے ہے تو آیۃ کا یہ مطلب ہوا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم عرب کے لوگون کو قرآن کا مطلب عربی زبان میں سمجھا دین اور ہر قوم کے عالم لوگ اپنی زبان میں قرآن کا ترجمہ اور قرآن کی تفسیر کرکے باقی کے لوگون کو سمجھا دین تاکہ عام نبوت کا اثر سب لوگون میں پھیل جاوے -

منزل ۳

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ
اور بھیجا تھا ہمنے موسی کو اپنی نشانیان دیکر کہ نکال اپنی قوم کو اندھیرونسے اُجالے کی طرف اور یاد دلا اُنکو دن اللہ کے البتہ اسمین نشانیا
لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ
ہیں اسکو جو ثابت رہنے والا ہی حق ماننے والا اور جب کہا موسے نے اپنی قوم کو یاد کرو اللہ کا احسان اپنے اوپر جب چھڑایا تم کو فرعون کی قوم سے
يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْۗءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَاۗءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَاۗءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝ ع ۳
وہ دیتے تھکو بری مار اور ذبح کرتے بیٹے تمہارے اور جیتی رکھتے عورتین تمہاری اور اسمین مدد ہوئی تمہارے رب کی بڑی

خاصکر حضرت موسیٰ کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اور انبیا کے مبہم ذکر کے بعد اسلئے فرمایا کہ قریش اس بات کو سمجھیں کہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ کی نصیحت مان لی اور بنی وقت کے کہنے کے موافق چلے تو انجام انکا یہ ہوا کہ ایک مدت تک اون میں حکومت اور بادشاہت اور دین کی سرداری قائم رہی اب اللہ تعالیٰ نے بنی اسمٰعیل میں ان نبی آخر الزمان کو بھیجا ہی اگر تم بھی بنی وقت کی اطاعت کروگے تو تمکو بھی وہی حکومت اللہ دیوے گا اللہ سچا ہے اور اللہ کا وعدہ سچا ہے چنانچہ جس طرح اللہ نے وعدہ فرمایا ہی وہی ظہور مین آیا کہ قریش میں سے جن لوگون نے اسلام قبول کیا اُنکو حکومت اور خلافت ملی اور اُنکے خاندانون میں ایک مدت دراز تک وہ حکومت قائم رہی خلفا بنی امیہ اور عباسیہ کی تاریخی کتابیں جسنے دیکھی ہیں وہ جانتا ہے کہ کس قدر وسیع زمانہ اس حکومت کا دنیا مین گزرا ہی جب آخر کو جس اطاعت کے سبب سے اس حکومت کا پایہ بڑا تھا اوس اطاعت کو ان لوگون نے چھوڑ دیا تو وہ حکومت بھی جاتی رہی - ظلمات اور نور کی تفسیر میں مسند امام احمد نسائی اور دارمی کے حوالہ سے عبداللہ بن مسعود کی معتبر روایت اوپر گزر چکی ہی وہی حدیث یہان بھی آیۃ کے اس ٹکڑے کی تفسیر ہے جس کا حاصل مطلب ہی کہ جس طرح اے رسول اللہ کے ہم نے تم کو قرآن اور معجزات دیکر لوگون کی ہدایت کے لئے بھیجا ہی اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کو توراۃ اور معجزات دیکر بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے بھیجا تھا - مجاہد کے قول کے موافق ایام اللہ کی تفسیر اللہ تعالیٰ کا وہی احسان کا زمانہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو فرعون کے طرح طرح کے ظلم سے نجات دی - آگے کی آیۃ میں خود اللہ تعالیٰ نے بھی اوس احسان کا ذکر فرمایا ہے جس سے مجاہد کے قول کی پوری تائید ہوتی ہی نسائی اور زوائد مسند امام احمد میں ابی بن کعب کی ایک حدیث بھی ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایام اللہ کی یہی تفسیر فرمائی ہی - بنی اسرائیل نے فرعون کے ظلم پر صبر کیا جسکے اجر میں اللہ تعالیٰ نے اُنکے دشمن کو ڈبو کر ہلاک کر دیا پھر اللہ کی اوس نعمت کے شکریہ میں اونھون نے اللہ کے رسول موسیٰ علیہ السلام کی فرمانبرداری کی اس لئے اللہ تعالیٰ نے دشمن کی ہلاکت سے بڑھکر بنی اسرائیل پر یہ احسان کیا کہ اُنکو بادشاہت اور نبوت کا مرتبہ عنایت فرمایا حاصل کلام یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے اس قصہ مین صبر اور شکر دونون کا نتیجہ ہی اسواسطے کہ اس قصے میں ہر صبر نے

منزل ۳

والے اور شکر کرنے والے کے لئے اس بات کی نشانیاں ہیں کہ صبر اور شکر رائگان نہیں جاتا مطلب وہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا کہ اگر قریش قرآن کی نعمت کے شکریہ میں قرآن کی نصیحت پر چلیں گے اور قرآن کے احکام کی تعمیل میں جو کچھ تکلیف ہے اوسپر صبر کرینگے تو انکا انجام بھی اچھا ہوگا بلا کے معنے عذاب اور نعمت دونوں کے ہیں۔ اس قصے میں فرعون کے ظلم اللہ کی نعمت دونوں کا ذکر ہے اسلئے بلا کا لفظ فرمایا۔ بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم سے بچانے میں اور اسکے بعد نبوت اور بادشاہت کے انہیں ملجانے میں اللہ کی مدد تھی اسی واسطے شاہ صاحب نے بلا کا مرادی ترجمہ مدد کے لفظ سے کیا ہے۔ مدد کرنے والی کی نام وری ہوتی ہے اسلئے ایام اللہ کے فائدہ میں ساکے کا لفظ لکھا ہے جسکے معنے نام وری کے ہیں۔ بنی اسرائیل کے لڑکوں کو جو فرعون قتل کراتا تھا اسکا سبب اور فرعون کے ڈوبکر ہلاک ہونے کا قصہ سورہ بقر میں گزر چکا ہے۔

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ۝

اور جب سنا دیا تمہارے رب نے کہ اگر حق مانوگے تو اور دونگا تم کو اور اگر ناشکری کروگے تو میری مار سخت ہے

اس سے پہلے کی آیۃ میں موسیٰ علیہ السلام کے زبانی انکی قوم بنی اسرائیل سے کہا گیا تھا کہ خدا نے تمپر کیا کیا احسان کئے فرعون کے ظلم سے تمہیں اور تمہارے بال بچوں کو بچایا جس کا شکر تم کسی طرح ادا نہیں کر سکتے پھر کہا کہ خدا نے یہ حکم موسیٰ علیہ السلام کی معرفت دے رکھا ہے کہ اگر تم شکر کروگے تو تمہیں اور زیادہ نعمت ملیگی اور اگر ناشکری کروگے تو یاد رکھو کہ اللہ کا عذاب بہت سخت ہے معتبر سند سے انسؓ کی ایک حدیث بخاری نے اپنی تاریخ میں نقل کی ہے کہ منجملہ دن پانچ چیزوں کے جنکے سبب سے دوسری پانچ چیزیں انسان کو مل جاتی ہیں ایک شکر بھی ہے کہ شکر کی عادت سے نعمت کی زیادتی ہو جاتی ہے۔ یہ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت کا ایک ٹکڑا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اے بنی اسرائیل جس اللہ تعالیٰ نے تمہارے دشمن فرعون کو ہلاک کر دینے کا احسان تم پر کیا ہے اوسکا یہ حکم ہے کہ اسکی اس نعمت کی شکر گزاری اگر تم کروگے تو وہ تمکو اور نعمتیں دیویگا اور اگر تم اسکی نعمت کی ناشکری کروگے تو تم نے دیکھ لیا کہ ناشکری کا وبال فرعون اور اسکی قوم پر کیسا پڑا۔ شکر کے مقابلہ میں کفر کے معنے ناشکری کے ہوتے ہیں۔ بنی اسرائیل میں جب تک شکر گزاری کی عادت رہی اسوقت تک نبوت بادشاہت سب کچھ رہا اور جب ان میں ناشکری پھیلی تو کچھ بھی نہ رہا۔ شکر گزاری کے زمانے تک بنی اسرائیل میں اور اس امت میں جو اقبال مندی رہی اور بعد اسکے ناشکری کے سبب سے اس اقبال مندی میں جو زوال آیا وہ سب قصے گویا آیۃ کی تفسیر ہیں معتبر سند سے زوائد مسند میں نعمانؓ بن بشیر سے روایۃ ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا احسان مندی کے طور پر اللہ کی نعمت کا تذکرہ زبان پر لانا یا اللہ کی نعمت کی شکر گزاری ہے اور اللہ کی نعمت کو چھپانا اور بھول جانا یہ ناشکری ہے اور تھوڑی نعمت کی ناشکری بڑی نعمت کی ناشکری سکھا دیتی ہے اور لوگوں کے احسان

منزل ۳

کی ناشکری آدمی کو اللہ تعالیٰ کے احسانات کی ناشکری کی حد تک پہونچا دیتی ہے - شکرگزاری اور ناشکری کی تفسیر میں اس حدیث کو بڑا دخل ہے - صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے عمرو بن عوف انصاری کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھکو اپنی امت کی تنگ حالی کا کچھ اندیشہ نہیں اندیشہ تو یہ ہے کہ پہلی امتوں کی طرح انکو فارغ البالی ہوگی اور اوس فارغ البالی کے زمانہ میں طرح طرح کی خرابیاں پیدا ہوکر ایک دوسرے کی ریس اور حرص کرنے لگے گا - اور آخر کو پہلی امتوں کی طرح اپنہ بھی تباہی آجاویگی - یہ حدیث بنی اسرائیل اور اس امت کے شکرگزاری اور ناشکری کے زمانے کی گویا تفسیر ہے - جس کا حاصل یہ ہے کہ ان دونوں امتوں نے جب تھوڑی نعمت پر شکرگزاری کا برتاؤ کیا تو پوری فارغ البالی حاصل ہوئی اور پوری فارغ البالی کے زمانے میں جب ناشکری کے ڈھنگ برتے تو بربادی آگئی -

وَقَالَ مُوسٰٓى اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِىٌّ حَمِيْدٌ ۝

اور کہا موسے نے اگر منکر ہوگے تم اور جو لوگ زمین میں ہیں سارے تو اللہ بے پروا ہے سب خوبیوں سزا

اوپر کی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ وہ بنی اسرائیل کو اللہ کی نعمتیں یاد دلاویں اور اللہ تعالیٰ کی شکرگزاری اور فرمانبرداری کی نصیحت کریں اوس حکم الٰہی کے موافق حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو وعظ کے طور پر طرح طرح کی نصیحتیں جو کی ہیں ان آیتوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اون نصیحتوں کا ذکر ہے یہ ایک عادت الٰہی ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اوس شکرگزاری کی جزا میں اور نعمت پر نعمت دیتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر نہیں کرتا آخر کو وبال میں گرفتار ہوجاتا ہے فرعون اور اسکا لشکر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری سے وبال الٰہی میں سب گرفتار ہوگئے بنی اسرائیل نے جب تک اللہ تعالیٰ کی نعمت کی قدردانی کی حکومت بادشاہت نعمت پر نعمت پائی اسی عادت الٰہی کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی نصیحت میں جتلایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے قریش کی عبرت کے لئے اوس نصیحت کو ان آیتوں میں ذکر فرمایا ہے - صحیح مسلم کی حضرت ابوذر کی روایت کی حدیث قدسی اوپر گزر چکی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمام دنیا کے جن و انس اگر اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور شکرگزاری اختیار کریں تو اس سے خدا کی خدائی میں کچھ بڑھ نہیں جاتا اور اگر یہ سب کے سب نافرمان اور ناشکرے ہوجاویں تو خدا کی خدائی میں سے کچھ گھٹ نہیں جاتا اور یہ سب کے سب ملکر اپنی حاجتیں پوری ہونے کی اللہ تعالیٰ سے دعا کریں اور اللہ تعالیٰ ان سب کی حاجت روائی کرے تو بھی اللہ تعالیٰ کے خزانہ میں سے کچھ کم نہیں ہوتا غرض شکرگزاری کے عوض میں اللہ تعالیٰ جو نعمتیں اپنی شکرگزار مخلوق کو دنیا میں دیتا ہے اور عقبیٰ میں ایک نیکی کا دس سے لیکر سات سو تک اُنے اجر ٹھہرا رکھا ہے یہ محض اُسکا فضل ہے ورنہ اُسکو کسی کی شکرگزاری اور کسی کے نیک عمل کی کچھ پروا نہیں ہے اسی واسطے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی نصیحت میں بنی اسرائیل کو سمجھا دیا کہ شکرگزاری اور فرمانبرداری کا بدلہ جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے ملتا ہے وہ اللہ کا فضل اور اُسکی قدردانی ہے ورنہ تمام روئے زمین کی مخلوقات اگر نافرمان اور ناشکرے

منزل ۳

اور نافرمان نبجائے تو خدا تعالیٰ کو اسکی کچھ پروا نہیں کیونکہ کسی کی ناشکری اور نافرمانی سے اُس بادشاہ حقیقی کی بادشاہی میں کچھ فرق نہیں آتا وہ بادشاہی دنیا کے بادشاہوں کی بادشاہی جیسی نہیں ہے کہ رعیت کی سرکشی یا فوج کی بغاوت سے اُنکی بادشاہی میں کچھ فتور پڑجائے پہلی اُمتیں جو اللہ کی نافرمانی کے سبب سے غارت ہوگئیں اِس نصیحت میں اونکا ذکر کرکے آگے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ بھی بنی اسرائیل کو سمجھا دیا کہ جس طرح شکر گزاری کی جزا اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عادت الٰہی قرار دیرکھی ہے اِسی طرح یہ بھی عادت الٰہی ہے کہ ناشکرا اور نافرمان برداروں کو نکو اللہ تعالیٰ دین و دنیا کے وبال میں گرفتار کردیتا ہے۔

مع عنہ للتقیین

اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۛ وَالَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ

کیا نہیں پہنچی تم کو خبر اُنکی جو پہلے تھے تم سے قوم نوح کی اور عاد اور ثمود اور جو اُنسے پیچھے ہوئے

لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ۭ جَاۗءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرَدُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فِيْٓ اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْٓا اِنَّا

اُنکی خبر نہیں مگر اللہ کو آئے اُن پاس رسول اُنکے نشانیاں لے کر پھر اُنٹے دئے اپنے ہاتھ منہ میں اور بولے ہم

كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ۝

نہیں مانتے تمہارے ہاتھ بھیجا اور ہم کو شبہ ہے اِس راہ میں جس طرف ہمکو بلاتے ہو جس سے خاطر جمع نہیں

منزل ۳

یہاں مفسرین نے دو معنے بیان کئے ہیں بعضے یہ کہتے ہیں کہ اوپر کی نصیحت کے سلسلہ میں یہ خطاب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم بنی اسرائیل کی طرف کیا ہے کہ کیا تم لوگوں کو نہیں معلوم ہے کہ تمسے پہلے نوح علیہ السلام کی قوم اور قوم عاد اور قوم ثمود گزری ہیں جنکے پاس رسول معجزے اور نشانیاں لیکر آئے اور اون لوگوں نے اِسکو قبول نہیں کیا منہ پر ہاتھ رکھ لیا اور کہنے لگے کہ تم جو کچھ خدا کی طرف سے لیکر آئے ہو ہم اُسکا انکار کرتے ہیں ہمیں تو یقین نہیں ہے کہ تم اللہ کے رسول ہو اور جو تم ہمیں نصیحت کرتے ہو وہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اور بعضے مفسرین نے یہ کہا ہے کہ یہ آیت علیحدہ ہے اوپر کی آیتوں سے اِسکو لگاؤ نہیں ہے بلکہ خدا نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کو خطاب کیا ہے اور قوم نوح اور عاد و ثمود کا ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ بیشمار قومیں گزری ہیں جنکی گنتی سوائے خدا کے اور کسی کو نہیں معلوم ہے اُنکے رسول طرح طرح کے معجزے لیکر آئے مگر قوم نے ہاتھوں کو منہ پر رکھکر انہیں اشارہ کیا کہ چپ رہو اور اُنکو جھٹلایا فردوا ایدیہم فی افواہہم کی تفسیر یون بھی بیان کی گئی ہے کہ کفار نے غصہ میں ہاتھوں کو اپنے دانتوں سے کاٹا اور یون بھی تفسیر کی گئی ہے کہ تعجب و مسخراپن سے اس قدر ہنسے کہ ہاتھوں کو منہ پر رکھ لیا بہرحال صاف انکار کردیا کہ ہم تمہاری بات کی تصدیق نہیں کرتے اور ہمیں تو تمہاری رسالت میں بہت ہی شک ہے۔ حافظ ابوجعفر ابن جریر نے اپنی تفسیر میں اسی قول کو ترجیح دی ہے کہ یہ بھی موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت کا ایک ٹکڑا ہے فردوا ایدیہم فی افواہہم کے یہ معنے حافظ ابوجعفر نے قوی ٹھہرائے ہیں کہ مشرک لوگ رسولوں سے اپنے بتوں کی مذمت سنکر جوش میں آجاتے تھے اور اِس جوش کی حالت میں اپنی انگلیاں دانتوں سے کاٹنے لگتے تھے۔ معتبر سند سے طبرانی اور مستدرک حاکم میں عبداللہ بن مسعود رضی کا قول بھی اسی کے موافق ہے

جس سے یہی معنے صحیح معلوم ہوتے ہیں - معتبر سند سے مسند امام احمد ترمذی اور نسائی میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ ابو طالب کی بیماری کے وقت ابوجہل اور بہت سے مشرک ابو طالب کی بیمار پرسی اور تیمار کو آئے تھے اُسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن لوگون کو شرک کے چھوڑنے اور اللہ تعالی کی وحدانیت کا اقرار کرنے کی نصیحت کی جس سے وہ لوگ بڑے جوش میں آکر اوس مجلس سے اوٹھ کھڑے ہوئے - صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث گزر چکی ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالی نے اپنے علم غیب کے موافق لوح محفوظ میں یہ لکھ لیا ہی کہ دنیا میں پیدا ہونے کے بعد کتنے آدمی جنت کے قابل کام کرینگے اور کتنے دوزخ کے قابل اور جس حالت کے قابل جو کوئی پیدا ہوا ہی اُسکو ویسے ہی کام آسان اور اچھے معلوم ہوتے ہیں ان حدیثون کو آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ نوح علیہ السلام سے لیکر قریش کے شرک کی حالت پر مرنے والے لوگون تک جو لوگ طرح طرح کے عذابون سے دنیا میں ہلاک ہوئے اور عقبیٰ میں دوزخ کے قابل ٹھہرے لوح محفوظ میں اُنکی یہی حالت لکھی گئی تھی اسلئے اِس حالت کے برخلاف نصیحت کو سن کر وہ لوگ جوش میں آجاتے تھے اور اللہ کے رسولون کو جھٹلاتے تھے -

قَالَتْ رُسُلُهُمْ أَفِي اللَّهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَدْعُوكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِنْ ذُنُوبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ إِلَىٰ

بولے اُنکے رسول کیا اللہ میں شبہ ہی جسنے بنائے آسمان اور زمین تمکو بلاتا ہی کہ بخشے تم کو کچھ گناہ تمہارے اور ڈہیل دے تم کو

أَجَلٍ مُسَمًّى ۚ قَالُوا إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا تُرِيدُونَ أَنْ تَصُدُّونَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا فَأْتُونَا بِسُلْطَانٍ مُبِينٍ

ایک عدہ تک جو ٹہیر چکا ہی کہنے لگے تم تو ہی آدمی ہو ہم سے چاہتے ہو کہ روکدو ہمکو ان چیزون سے جنکو پوجتے رہے ہمارے باپ دادے سو لاؤ کوئی

جب کفار نے رسولون کو جھٹلا دیا اور یہ کہا کہ ہم کو تو شک ہے کہ تم اللہ کے رسول ہو یا نہیں اسپر رسولون نے یہ جوابدیا کہ تم خدا کی ذات میں کس بات کا شک کرتے ہو کیا اُسکے موجود ہونے میں شک ہے یا اُسکے ایک ہونے میں شک ہی بہرحال تمہارا شک محض غلط ہے کیا آنکھون سے یہ بھی نہیں دیکھتے کہ اُسنے زمین و آسمان کو پیدا کیا اور ایسے وقت میں کہ کوئی مثال اِسکی نہ تھی بغیر نمونہ اور بے دیکھے بھالے کسی شئی کا پیدا کرنا کیا اِس بات کی نشانی نہیں ہے کہ خدا موجود ہی اور ایسا ہے کہ شل نہیں رکھتا اپنا نظیر آپ ہی ہے - کسی کو اُسکی ذات یا صفات میں شراکت نہیں ہی - اور پھر تم لوگون پر یہ بڑا احسان اُسکا ہے کہ رسولون کو بھیجکر تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ آؤ میری طرف اور جو لوگ اُسکے رسول کو سچا جانکر حق بات کی پیروی کرنے لگتے ہیں اور سچے دلسے خدائے وحدہ لاشریک پر ایمان لے آتے ہیں اُنکے گذشتہ گناہون سے درگزر کرکے مغفرت کا خلعت دیتا ہے اور جو ایمان نہیں لاتے اُنپر بھی یہ مہربانی کرتا ہے کہ جلد عذاب بھیجکر اُنکو ہلاک نہیں کرتا وقت مقرر تک اُنکی زندگی قائم رکھتا ہی - اِن باتون کو سنکر اور لاجواب ہوکر کفار نے دوسرا اعتراض پیش کیا کہ اے رسول تم تو ہماری طرح انسان ہو کھاتے پیتے ہو چلتے پھرتے ہو تمہیں ہمپر فضیلت ہی کیا ہی جو ناحق ہمکو ایک نئے دین و آئین پر لانا چاہتے ہو تمہارا

اصل منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ تم ہمکو ہمارے باپ دادا کے پرانے معبودوں کی عبادت سے روکدو بھلا یہ ہو سکتا ہے کہ ہم اپنے باپ دادا کے طریقہ کو چھوڑ کر تمہارا دین اختیار کرلیں اور تمہارے ان معجزوں کی جو تم دکھلاتے ہو سند نہیں ہم تو جب جانیں کہ ہماری فرمائش کے مطابق کوئی معجزہ اچھا سا کر دکھاؤ۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث گزر چکی ہے کہ دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے علم ازلی کے موافق لوح محفوظ میں یہ لکھ لیا ہے کہ دنیا میں پیدا ہونے کے بعد کتنے آدمی جنت کے قابل کام کریں گے اور کتنے دوزخ کے قابل اور جس حالت کے قابل جو کوئی پیدا ہوا ہے اسکو ویسے ہی کام آسان اور اچھے معلوم ہوتے ہیں۔ اس حدیث اور آیۃ کو ملانے سے یہ مطلب ہوا کہ یہ لوگ علم الٰہی کے موافق دوزخی قرار پا چکے تھے اسلئے انکی سمجھ میں اتنی موٹی بات نہیں آئی کہ جب آسمان و زمین انسان اور انسان کی سب ضرورت کی چیز وں کو اللہ نے پیدا کیا ہے انکے جنوں میں سے کوئی اس میں اوسکا شریک نہیں ہے تو پھر عبادت کے قابل بھی وہی ایک ذات وحدہ لاشریک ہے۔ اس موٹی بات کے سمجھنے کے بعد بھی جن لوگوں نے اللہ کے رسولوں سے فاتونا بسلطان مبین کا سوال کیا تو اسکا سبب یہی تھا کہ اللہ تعالیٰ کے علم غیب کے موافق انکی قسمت میں دوزخ میں جانا لکھا تھا۔

قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِنْ نَّحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَمُنُّ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ

اوسکے رسولوں نے ہم بھی آدمی ہیں جیسے تم لیکن اللہ احسان کرتا ہے اپنے بندوں میں جس پر چاہے

وَمَا كَانَ لَنَا أَن نَّأْتِيَكُم بِسُلْطَانٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۖ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١١﴾ وَمَا

اور ہمارا کام نہیں کہ لے آویں تم پاس سند مگر اللہ کے حکم سے اور اللہ پر بھروسہ چاہیئے ایمان والوں کو اور ہمکو

لَنَا أَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللَّهِ وَقَدْ هَدَانَا سُبُلَنَا ۚ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلَىٰ مَا آذَيْتُمُونَا ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ ﴿١٢﴾

کیا ہوا کہ بھروسہ نکریں اللہ پر اور وہ سمجھا چکا ہمکو ہماری راہیں اور ہم صبر کریں گے ایذا پر جو تم ہمکو دیتے ہو اور اللہ پر بھروسا چاہیئے

منزل ۳ ع ۲ ۱۴

یہ کفار کے اوس اعتراض کا جواب ہے جو انھوں نے رسولوں سے اعتراض کے طور پر یہ کہا کہ تم تو ہماری طرح انسان ہو کوئی فضیلت ہم پر نہیں رکھتے ہو اوسکا رسولوں نے یہ جواب دیا کہ بیشک ہم تمہاری طرح انسان ہیں اور انسانیت کا تو تقاضا یہ ہے تمہاری طرح وہ ہم میں بھی ہے مگر اللہ پاک جس پر چاہتا ہے احسان کرتا ہے اور اوسے پیغمبر بناتا ہے اور جس رسول کو جیسا چاہتا ہے معجزہ عطا کرتا ہے جسے وہ کر دکھاتا ہے اگر تم چاہو کہ تمہاری خواہش کے موافق کوئی معجزہ دکھایا جائے تو یہ کسی رسول سے بھی اسوقت تک نہیں ہو سکتا جب تک خدا کا حکم نہ ہو اور ایمان لانے والے کا بھروسا تو خدا پر ہونا چاہیئے ایسے لوگوں کو یہ بات واجب نہیں ہے کہ جب اپنی فرمائش کے مطابق معجزہ دیکھ لیں تو ایمان لائیں اور ہم تو اسپر بھروسہ کرتے ہیں کیونکہ ہمیں تو اسنے اپنے راہ حق کی ہدایت کی ہے اور تمہاری ایذا رسانی اور تکلیف دہی پر ہم کیوں نہ صبر کریں کہ ہمکو تو اس صبر کے اجر کا اللہ پر بھروسہ ہے۔ صحیح بخاری میں عبداللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ہجرت سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط نے اپنی چادر آپ کے گلے میں ڈالکر

پھانسی دیدی - اس قسم کی اور صحیح روایتیں ہیں جنمیں یہ ذکر ہے کہ ہجرت سے پہلے مشرکین مکہ آپکو اور آپکے صحابہ کو بہت تکلیفیں دیا کرتے تھے حاصل کلام یہ ہے کہ پہلے رسولوں کے قصہ میں امت کے لوگوں کی ایذا رسانی اور رسولوں کے صبر کا ذکر اسواسطے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی یہ تسلی ہو جاوے کہ مخالف لوگوں کا ہمیشہ سے اللہ کے رسولوں کے ساتھ یہی سلوک رہا ہے لیکن آخر کو اللہ کے رسولوں اور انکے ساتھ کے نیک لوگوں کا انجام اچھا ہوا ہے اب بھی یہی انجام ہونے والا ہے - اللہ سچا ہے اور اللہ کا وعدہ سچا ہے - صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن مسعود اور ابو ہریرہ کی روایتیں گزر چکی ہیں کہ جن تین کی حمایت میں مشرکین مکہ کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مخالفت تھی فتح مکہ کے وقت اللہ کے رسول نے ان تینوں کو لڑ بھڑ کر مار مار کر گرا دیا اور کسی مشرک سے کچھ حمایت نہ ہو سکی - سب کام اللہ کو سونپ دینے کو توکل کہتے ہیں اور آدمی کی جب تک یہ حالت نہ ہو تو اس سے تکلیف کے وقت صبر نہیں ہو سکتا اسی واسطے قرآن شریف میں اکثر جگہ صبر اور توکل کا ذکر ساتھ آیا ہے -

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِنْ أَرْضِنَا أَوْ لَتَعُودُنَّ فِي مِلَّتِنَا فَأَوْحَىٰ إِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ

اور کہا منکروں نے اپنے رسولوں کو ہم نکالیں گے تمکو اپنی زمین سے یا پھر آؤ ہمارے دین میں تب حکم بھیجا انکو ان کے

لَنُهْلِكَنَّ الظَّالِمِينَ ۝ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِهِمْ ذَٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِي وَخَافَ وَعِيدِ

رب نے ہم کھپا دینگے ان ظالموں کو اور بسا دینگے تمکو اس زمین میں انکے پیچھے یہ ملتا ہے اسکو جو ڈر کر کھڑے ہونے سے میرے سامنے اور ڈرے میرے

ع ۳ منزل

سلسلہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اوس وعظ کا چلا آتا ہے جس کا ذکر اوپر گزرا پہلے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خود بنی اسرائیل کو طرح طرح کی نصیحت وعظ کے طور پر کی پھر اوس وعظ میں سب سے اول صاحب شریعت نبی حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر حضرت شعیب علیہ السلام تک کے نبیوں نے اپنی امتوں کو جو جو نصیحتیں کی تھیں اون سب کا ذکر کیا اور اون سب نصیحتوں کو سنکر ان پہلی امتوں کے لوگوں نے اپنے اپنے رسولوں کو جو جوابات دیئے ہیں اُن جوابوں کا یہ ذکر ہے کہ یا انھوں نے یہ کہا کہ ہم اور تم ایک سے انسان ہیں پھر ہم تمکو اللہ کا رسول کیونکر جان لیویں یا یہ کہا کہ تم نصیحت سے باز نہ آؤ گے اور اپنے آپکو اللہ کا رسول کہے جاؤ گے تو ہم تم کو اپنی بستی سے نکالدیویں گے یا تمکو زبردستی ہمارا طریقہ اختیار کرنا پڑے گا - منکر امتوں کے جہاں تک قرآن شریف میں قصے ہیں اُنسے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سب حضرت نوح علیہ السلام سے لیکر قریش تک یہی دو تین باتیں اللہ کے رسولوں سے کہتے رہے اسی واسطے سورہ والذاریات میں اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے اوسکا حاصل مطلب یہ ہے کہ جس طرح ایک مرنے والا دوسرے کو اور دوسرا تیسرے کو وصیت کر جاتا ہے اور سب آپس کی وصیت پر چلتے اور عمل کرتے رہتے ہیں یہی حال ان پہلی امتوں کا ہے کہ ایک سی ہی باتیں یہ سب انبیاء سے کرتے چلے آتے ہیں - پھر فرمایا کہ ان سب کا بہکانے والا شیطان ابتدا دنیا سے آخر تک ایک ہی ہے ایک سے ہی وسوسے اُسنے سب کے دلوں میں ڈالے ہیں اسلئے ان سب نے ایک سی باتیں

کی ہیں اس سلئے مطلب کو اللہ تعالیٰ نے سورہ والذاریات کے ان مختصر لفظون مین ادا فرمایا ہے اتواصوا بہ بل ہم قوم طاغون حاصل کلام یہ ہی کہ ان آیتون میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جس نصیحت کا ذکر ہی یہ ایسی ایک فائدہ مند صاحب تاثیر اور مختصر نصیحت ہی کہ عمل کرنے والے شخص کو نجات عقبیٰ کے لئے یہ ہی ایک نصیحت کافی ہے یہ اس طرحکی ایک کامل نصیحت ہی جس طرح ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے معاویہؓ کو نصیحت کی ہی چنانچہ ترمذی میں روایت ہی کہ معاویہؓ نے حضرت عائشہؓ کو اس مضمون کا خط لکھا کہ مجھکو کوئی ایسی مختصر اور فائدہ مند نصیحت لکھ کر بھیجدو کہ اُس نصیحت کے بعد پھر مجھکو کسی نصیحت کی ضرورت باقی نرہے حضرت عائشہؓ نے اس خط کے جواب میں جو خط لکھا اُسکا حاصل یہ ہی کہ جس شخص نے اللہ کی رضامندی کا خیال اپنے دل مین رکھا اور دنیا کے لوگون کی نارضامندی کی کچھ پروانہ کی خدا تعالیٰ ایسے شخص کے لئے ایسے سبب کھڑے کردیگا کہ دنیا کے سب لوگ خود بخود اوس شخص سے راضی اور خوشی رہوین گے اور جس شخص نے دنیا کے لوگونکی رضامندی کو مقدم رکھا اور اللہ کی رضامندی کا خیال اپنے دل مین نرکھا اوس سے نہ دنیا کے لوگ خوش رہ سکتے ہیں اور نہ خدا تعالیٰ خوش رہتا ہے۔ اس خط مین حضرت عائشہ نے یہ بھی لکھا کہ مینے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ سنا تھا وہی لکھا ہی۔ اس قصے کو ترمذی نے مرفوع اور موقوف دونو طرح سے روایت کیا ہے جس سے ایک روایت کو دوسری سے تقویت ہوجاتی ہے۔ جو حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچ جاوے اُسکو مرفوع کہتے ہیں اور جس حدیث کی روایت کسی صحابی پر ٹھہر جاوے اُسکو موقوف کہتے ہیں۔

حضرت عائشہ کے خط کا مضمون ایک غیب کی بات ہی عقل کا اُس میں کچھ دخل نہیں ہے اسلئے ایسے موقع پر صحابی کا قول حدیث نبوی کے حکم مین شمار کیا جاتا ہے۔ نبوت کے زمانہ سے پہلے اللہ کے رسول بتون کی مذمت جو نہیں کرتے تھے اس سے امت کے بت پرستون نے یہ سمجھا کہ اللہ کے نبی بھی پہلے ہمارے طریقہ پر تھے اس خیال سے ان لوگون نے اولتعبدن فی ملتنا کہا اور نہ حقیقت میں اللہ کے نبی شرک سے معصوم ہیں۔ اور بساوین گے تم کو اُس زمین میں۔ سورۃ اعراف مین اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کا ظہور گزر چکا ہی کہ نافرمان لوگون کو برباد کرکے رسولون کے فرمانبردار لوگون کو اللہ تعالیٰ نے اوس زمین مین بسایا۔ آخر آیہ مین فرمایا کہ ان فرمانبردار لوگون کو اُس زمین میں اسلئے بسایا کہ یہ لوگ اللہ سے ڈرتے تھے اور حساب کتاب کے لئے ایک دن اللہ کے روبرو کھڑے ہونے کا ان لوگون کے دل مین اندیشہ تھا۔ معتبر سند سے ترمذی مین ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے دل مین اللہ کا خوف ہوگا اُسکو عقبیٰ کے نجات کی منزل طے کرنے کا ایسا اندیشہ لگا رہے گا جس طرح بعضے چست مسافر کچھ رات سے راستہ طے کرنا شروع کردیتے ہیں اور سویرے سے مقام پر پہونچ جاتے ہیں۔ معتبر سند سے طبرانی میں عبداللہؓ بن مسعود سے روایت ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے دل عقبیٰ کی درستی کا خیال ہوگا اُسکی دنیا بھی اچھی گزرے گی۔ ان حدیثون کو آیہ کے آخری ٹکڑے کی تفسیر میں بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہے کہ پہلی امتون میں سے جن لوگون کے دل میں

خدا کا خوف تھا انکی عقبیٰ تو یون درست ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے انکو رسولون کی فرمانبرداری کی توفیق دی اور دنیا یون درست ہوئی کہ نافرمانون کو برباد کرکے انکی جگہ ان فرمانبردارون کو لبسایا گیا آگے بھی جو شخص ایسا ہوگا کہ اسکے دل میں خدا کا خوف ہوگا تو دین و دنیا میں اس کا یہی انجام ہوگا۔

وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ۝ مِّنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ۝

اور فتح مانگنے لگے اور نامراد ہوا جو سرکش تھا ضد کرنے والا پیچھے اسکے دوزخ ہے اور پلا وین گے اسکو پانی پیپ کا گھونٹ گھونٹ

يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ۝

لیتا ہے اسکو اور گلے سے نہیں اتار سکتا اور چلی آتی ہے اسپر موت ہر جگہ سے اور وہ نہیں مرتا اور اسکے پیچھے مار ہے گاڑھی

رسولون نے اپنے رب سے کفار پر فتح چاہی اور بعض مفسرین نے یہ بھی کہا ہے کہ ان کفار نے بھی چاہا کہ یہ رسول سچے ہون تو ان لوگون پر عذاب آجاوے غرضکہ دونون معنے یہان ممکن ہیں۔ پھر فرمایا کہ تکبر کرنے والے اور خدا پر ایمان نہ لانے والے کلمہ توحید سے منہ موڑنے والے ہلاک ہوئے اور اللہ نے اپنے رسولون اور انکے ساتھ کے مومنون کو فتح دی اور پھر ان کفار کے لئے یہ حکم فرمایا کہ فقط اس ہلاکت پر ہی بس نہیں ہے انکے سامنے جہنم بھی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں تو یہ لوگ ہلاک ہوئے اور ساری ملکیت پر انکی مومنون کا قبضہ ہوا اور آخرت میں جہنم بھی انکے واسطے تیار ہے وہان پانی کی جگہ پینے کو پیپ کا ملا ہوا جوش کھاتا ہوا پانی غرض ایسی چیزین پینے کو دیجاوین گی جسکو یہ لوگ پی نہ سکین گے منزل ۱۳ مارے بدبو کے حلق سے نیچے نہ اتارین گی۔ فرشتے عذاب کے ہتھوڑے مار مار کر زبردستی پلائین گے بمشکل گھونٹ گھونٹ حلق سے نیچے اوتارین گے اور ہر طرف سے موت دکھلائی دیگی جس کا مطلب یہ ہے کہ ایسی تکلیف اور سختی ہوگی کہ گویا اب موت آئی اور اب آئی مگر وہان موت کہان وہان تو موت فیج کر دیجائے گی پھر مرنا کیسا اسکے بعد فرمایا کہ اسپر بس نہ ہوگا بلکہ اس سے بھی اور سخت عذاب ہوگا اور ہر مرتبہ سختی اور تکلیف میں زیادتی کی جائے گی۔ مسند امام احمد ترمذی اور مستدرک حاکم میں ابوامامہؓ سے ایک روایت ہے کہ دوزخیون کے منہ کے پاس جب پیپ لائی جاویگی تو اس کی گرمی اور حدت سے منہ جھلس جائے گا اور سر کی کھال گل کر گر پڑے گی اور وہ لوگ اس پیپ کو پی لین گے تو آنتین کٹ کر پائخانہ کی راہ سے نکل پڑین گی اگرچہ ترمذی نے ابوامامہ کی اس حدیث کو غریب کہا ہے لیکن حاکم نے اس کو مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ یہان تو فقط دوزخیون کو جو چیزین پلائی جاوینگی انکا ذکر ہے سورۃ الغاشیہ میں آوے گا کہ ان لوگون کو ایک کانٹون دار گھاس نگلائی جاویگی جو حلق میں پھنس جاویگی تو اسوقت یہ کھولتا ہوا پیپ کا پانی ان لوگونکو پلایا جاویگا۔ صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ کی آگ کی تیزی دنیا کی آگ سے ستر حصے زیادہ ہے سوا ان حدیثون کے دوزخ کے عذابون کی تفصیل اور بہت سی صحیح حدیثون میں ہے یہ سب حدیثین عذاب غلیظ کی گویا تفسیر ہیں۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ نِ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ

احوال انکا جو منکر ہوئے اپنے رب سے انکے گئے جیسے راکھ زور کی چلی اُسپر ہو آندہی کے دن

لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ۝

کچھ ہاتھ میں نہیں اپنی کمائی میں سے یہی ہے دور بہک پڑا

اِس آیۃ مین کفار کے اعمال کی مثال بیان کی گئی ہے کہ کفار جو نیکی کرتے تھے اُسکا ثواب بھی اُنکو کچھ نہ ملے گا بُرے عمل کی سزا جو کچھ ہوگی وہ تو ہوگی مگر انکے نیک عمل جیسے صدقہ دینا صلہ رحمی کرنی محتاجون کی حاجت برلانی باپ مان کے ساتھ بھلائی کرنی انکی بھی ایسی مثال قیامت کے دن ہوجاویگی جیسے آندہی مین کوئی راکھ کو اُڑنے سے بچا نہیں سکتا اِسی طرح سے قیامت کے دن کافرون کو نیک عملون سے کوئی فائدہ نہ ہوگا کیونکہ یہ لوگ اکیلے خدا پر ایمان نہیں لائے تھے بتون کو خدا کا شریک کرتے تھے اِسلئے اُنکی یہ سب نیکیان بھی برباد جاوینگی اور اُنکا اپنی نیکیون کی بابتہ یہ خیال کہ ہمکو اِسکا اجر ملے گا بہت بڑی گمراہی ٹھہرے گی کیونکہ جو شخص خدا کو پورا پہچانتا ہی نہیں عقبیٰ کے عذاب و ثواب کا اُسکو یقین نہیں اُسکی نیکیان خدا کے حکم کے موافق نہیں ہوسکتین۔ معتبر سند سے مسند امام احمد مین محمود بن لبید رضؓ سے روایۃ ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے دکھاوے کے نیک عمل کو چھوٹا شرک فرمایا ہے۔ مسند بزار اور طبرانی کے حوالہ سے انس رضؓ بن مالک کی معتبر روایۃ گزر چکی ہے کہ جس عمل مین دنیا کے دکھاوے کا لگاؤ ہوگا وہ اعمال نامہ مین سے نکالکر قیامت کے دن پھینک دیا جاویگا۔ ان حدیثون سے یہ بات سمجھ مین آسکتی ہے کہ جب چھوٹا شرک نیک عملون کو پھینکدینے کے قابل کردیتا ہے تو بت پرستی کے بڑے شرک مین جو لوگ گرفتار ہین اُنکے نیک عمل قیامت کے دن سوا پھینکدینے اور ہوا مین اڑادینے کے اور کس کام کے ہین۔ حاصل کلام یہ ہے کہ مشرکین مکہ عقبیٰ کے اعتبار سے تو قابل نہین تھے اِسواسطے اُنکے نیک کام فقط دنیا کے نام نمود کے لئے ٹھہرے جو قیامت کے دن ہوا مین اڑجاوین گے۔ منزل ۳

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝ وَّمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ۝

تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے بنائے آسمان اور زمین جیسی چاہیے اگر چاہے تمکو لیجاوے اور لاوے کوئی پیدائش نئی اور یہ اللہ پر مشکل نہیں

اِس آیۃ میں اللہ پاک نے مشرکون کو قائل کرنے کے لئے اپنی قدرت کا حال بیان فرمایا اور بظاہر اگرچہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کیا ہے مگر اِس خطاب سے ساری اُمت مقصود ہے اِسلئے فرمایا کہ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے آسمان و زمین کو پیدا کیا آسمان و زمین کا پیدا کرنا ساری مخلوق کے پیدا کرنے سے مشکل ہے کیونکہ اِس میں عجیب عجیب حکمتین ہین بہرحال وہ اگر چاہے تو ساری دنیا کو نیست و نابود کردے اور اُسکی جگہ ایک نئی مخلوق پیدا کردے۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن مسعود کی حدیث گزر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا پھر اُسکی تعظیم اور عبادت مین جو لوگ دوسرونکو شریک کرتے ہین اُنکے گناہ سے بڑھکر دنیا مین کوئی گناہ نہیں صحیح بخاری کے حوالہ سے انس رضؓ بن مالک کی یہ حدیث بھی

گزر چکی ہے کہ مشرکین مکہ نے عذاب کی جلدی کرکے یہ دعا مانگی تھی کہ اگر قرآن شریف اللہ کا کلام ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں تو اسکے نہ ماننے کے وبال میں ہم لوگو پر پتھروں کا مینہہ برسے۔ ان حدیثوں کو آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب آسمان و زمین کو انسان کو انسان کی ضرورت کی سب چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح پیدا کیا کہ اس میں ان بت پرستوں کے بتوں کا کچھ دخل نہیں ہے تو پھر یہ بت پرست ان بتوں کی پوجا کس استحقاق سے کرتے ہیں۔ عذاب کی جلدی جو یہ لوگ کرتے ہیں یہ بھی ان لوگوں کی نادانی ہے کیونکہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے پہلی بہت سی قوموں کو برباد کرکے ان لوگوں کو انکی جگہ بسایا اسی طرح انکو برباد کرکے نئی مخلوق کا پیدا کر دینا اسکی قدرت کے آگے کچھ دشوار نہیں ہے اب آگے فرمایا کہ اگر کسی مصلحت سے یہ لوگ دنیا کے عذاب سے بچ بھی گئے تو قیامت کے دن اللہ کے روبرو کھڑے ہوکر اس شرک کی جوابدہی انکے سر سے کسی طرح ٹل نہیں سکتی۔

وَبَرَزُوا لِلّٰهِ جَمِيعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوٓا إِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ أَنتُم مُّغْنُونَ

اور سامنے کھڑے ہونگے اللہ کے سامنے پر کہیں گے کمزور بڑائی والوں کو ہم تھے تمہارے پیچھے سو کچھ بچاؤ گے تم ہم سے

عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِن شَيْءٍ ۚ قَالُوا لَوْ هَدَانَا اللّٰهُ لَهَدَيْنَاكُمْ ۖ سَوَآءٌ عَلَيْنَآ أَجَزِعْنَآ أَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِن مَّحِيصٍ

اللہ کی مار سے کچھ وہ بولے اگر ہم کو راہ پر لاتا اللہ البتہ ہم تم کو راہ پر لاتے اب برابر ہے ہمارے جی میں ہم بے قراری کریں یا ہم

اس آیۃ میں فرمایا کہ ساری مخلوق قیامت کے دن ایک کشادہ میدان میں کھڑی کیجاویگی اور انکے اعمال وہاں ظاہر کئے جائینگے۔ اگرچہ ہر شخص کے عمل کا علم خدا کو ہے مگر جزا سزا کا دارومدار اسنے اپنے علم پر نہیں رکھا ہے اسلئے فرمایا کہ وہاں سبکے عمل ظاہر کئے جائینگے تاکہ ہر ایک کو دوسرے کے عمل کی خبر ہو جائے اور پھر عمل کے مطابق جزا سزا کا ہونا عین انصاف پر خیال کیا جائے غرضکہ جب سب جمع ہولینگے اور جزا سزا ہو جائیگی تو بچارے کمزور اور چھوٹی حیثیت کے آدمی بڑے لوگوں سے یہ کہینگے کہ ہم تمہیں دیکھ کر اور تمہارے کہنے سے ہر ایک بات میں تمہارے ہی تابع رہے اور خدا اور رسول پر ایمان نہیں لائے تمہیں بھی اب مناسب ہے کہ یہاں ہمارے کچھ کام آؤ اور خدا کے اس عذاب میں کسی قدر کمی کراؤ وہ جواب دینگے کہ اگر ہم دنیا میں ہدایت پاتے تو تمہیں بھی ہدایت پر لاتے ہم کیا کریں ہم آپ ہی مجبور ہیں اسوقت خواہ روئیں چلائیں یا صبر کریں اس عذاب سے کسی طرح رہائی نہیں ہو سکتی۔ صحیح بخاری مسلم ترمذی اور ابوداؤد میں حضرت عائشہؓ سے روایۃ ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کے حساب میں قیامت کے دن کچھ کرید نکالی گئی وہ عذاب میں پھنس جاویگا۔ معتبر سند سے ترمذی مسند بزار اور طبرانی میں ابی برزہؓ اور معاذ بن جبلؓ سے روایتیں ہیں جنمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار باتوں کی جوابدہی کے لئے ہر شخص کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے روبرو کھڑا ہونا پڑیگا (۱) تمام عمر کس کام میں گزاری (۲) جوانی میں کیا کیا (۳) روپیہ پیسہ کیونکر کمایا اور کہاں کہاں خرچ کیا (۴) دین کی کوئی بات سیکھی تو اسپر کیا عمل کیا۔ سورہ نحل میں آویگا کہ لوگوں کے بہکانے والوں کو

اور بہکانے کا دوہرا عذاب قیامت کے دن ہوگا۔ صحیح مسلم میں اس مضمون کی ایک حدیث بھی ابو ہریرہؓ کی روایت سے ہی سورہ نحل کی آیۃ ومن اوزار الذین یضلونہم کو اور ان حدیثوں کو آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہی کہ جن لوگوں نے اوروں کو بہکا کر برے راستہ سے لگایا اس حساب کی کریدا ور جوابدہی کے وقت جب ایسے لوگوں کو دوہرے عذاب کا حکم ہوگا تو وہ گھبرا کر بہکنے والوں سے کہوین گے کہ ہم تو خود دوہرے عذاب مین گرفتار ہین ہمسے کسی کی کیا مدد ہوسکتی ہی

وَقَالَ الشَّيْطَانُ لَمَّا قُضِيَ الْأَمْرُ إِنَّ اللَّهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُكُمْ فَأَخْلَفْتُكُمْ ۖ وَمَا كَانَ

اور بولا شیطان جب فیصل ہو چکا کام اللہ نے تم کو دیا تھا سچا وعدہ اور میں نے وعدہ دیا پھر جھوٹ کیا اور میری

لِيَ عَلَيْكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ إِلَّا أَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِي ۖ فَلَا تَلُومُونِي وَلُومُوا أَنْفُسَكُمْ ۖ مَا أَنَا

تم پر حکومت نہ تھی مگر میں نے بلایا تم کو پھر تم نے مان لیا مجکو سو الزام نہ دو مجھے اور الزام دو اپنے تئیں نہ میں

بِمُصْرِخِكُمْ وَمَا أَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ۖ إِنِّي كَفَرْتُ بِمَا أَشْرَكْتُمُونِ مِنْ قَبْلُ ۗ إِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ

تمہاری فریاد پر پہنچون اور نہ تم میری فریاد پر پہنچو میں نہیں قبول رکھتا جو تم نے مجکو شریک ٹھیرایا تھا پہلے جو ظالم ہین انکو دکھ کی مار ہی

اوپر جھوٹے بہکانے والونکا ذکر فرما کر اس آیۃ میں سب سے بڑے بہکانے والے کا ذکر فرمایا اس آیۃ مین شیطان کی جن باتونکا ذکر ہے یہ اسوقت کی شیطان کی باتین ہیں جب جنتی جنت مین اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو چکین گے چنانچہ خود اللہ تعالیٰ نے آیۃ میں صراحت فرمادی ہے کہ جب فیصلہ ہو چکے گا اسوقت شیطان یہ باتین کریگا تفسیر شعبی میں جو روایۃ ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خطبہ کے طور پر کھڑے ہو کر شیطان یہ باتین کریگا چنانچہ شعبی کی روایۃ کا حاصل یہ ہے کہ قیامت کے دن دو خطیب لوگون کے سامنے کھڑے ہونگے ایک حضرت عیسےٰ علیہ السلام خطبہ پڑھ کر نصاری کی ان باتون کو جھٹلاوین گے جو نصاری نے انکی اور حضرت مریم کی طرف شرک کے طور پر لگائی ہیں دوسرا خطبہ شیطان پڑھے گا جس خطبہ میں ان باتون کا ذکر ہوگا جن باتونکا اس آیۃ میں ذکر ہے تفسیر ابن ابی حاتم کی روایۃ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہی کہ اس خطبے سے پہلے میدان محشر میں بھی شیطان ایک خطبہ پڑھے گا اس خطبہ مین یہی یہی باتین ہون گی جن باتونکا اس آیۃ مین ذکر ہے یہ خطبہ اسوقت وہ پڑھے گا جب اسکے فرمانبردار لوگ اوس سے کہوین گے کہ اچھے لوگون کی جس طرح انبیا نے شفاعت کی ہے تو ہماری شفاعت کر کیونکر دنیا میں اچھے لوگ جیسا انبیا کا کہنا مانتے تھے اوسی طرح ہم تیرا کہنا مانتے تھے اوسوقت شیطان صاف الگ ہو جاویگا اور کہویگا کہ انبیا نے تو اللہ کا سچا وعدہ پہونچایا تھا مینے تو تمکو دم دیا تھا تم انبیا کی مضبوط باتین چھوڑ کر میرے دم میں کیون آگئے اسکا وبال تمپر ہی مجپر کیا الزام ہی۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن مسعود کی حدیث گزر چکی ہی کہ نیک کاموں کی رغبت دلانے کیلئے اللہ کا ایک فرشتہ اور برے کاموں کی رغبت دلانے کے لئے ایک شیاطین ہر آدمی کے ساتھ رہتا ہی۔ معتبر سند سے ابو سعید خدری کی حدیث بھی مسند امام احمد اور مستدرک حاکم کے حوالہ سے گزر چکی ہی کہ آسمان پر سے نکالے جانے کیوقت شیطان نے اللہ تعالیٰ کے روبرو جب بنی آدم کے بہکانیکی قسم کہائی تو اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی جاہ وجلال کی قسم کھا کر فرمایا

منزل ۳

کہ تیرے بہکانے سے جو کوئی گناہ کریگا اور پھر خالص دلسے توبہ استغفار کریگا تو مین بھی اسکے گناہون کے معاف کردینے مین کبھی دریغ نکرونگا ان حدیثون کو آیۃ کے ساتھ ملانے سے یہ تفسیر قرار پائی کہ ایک فرشتہ تعینات کرکے گناہ سے بچنے کا اور گناہ ہوجانے کے بعد توبہ استغفار سے گناہ کے معاف کردینے کا جب اللہ تعالی نے پورا انتظام کردیا ہے تو پھر جو شخص اس انتظام کی پابندی نکریگا اسکا الزام اسکے ذمہ ہے اسی واسطے قیامت کے دن گنہ گار لوگون سے شیطان صاف کہدیگا کہ تم لوگ مجھکو کیا الزام دیتے ہو اپنے آپکو الزام دو کہ تم نے اللہ کے انتظام کی پابندی نہیں کی - یہ ایک جگہ گزر چکا ہے کہ عامر بن شراحیل شعبی ثقہ تابعیون میں ہیں -

وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا

اور داخل کئے گئے جو لوگ ایمان لائے تھے اور کام کئے تھے نیک باغون مین بہتی نیچے انکے ندیان رہا کرین ان مین

بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۭ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۝

اپنے رب کے حکم سے انکی ملاقات ہو وہان سلام

اس سے اوپر کی آیۃ مین اللہ جل جلالہ نے کفار کا حال بیان فرماکر اس آیۃ مین مومنون کے اجر اور اونپر اپنی خاص مہربانیونکا ذکر کیا کہ جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور اچھے عمل کئے انکو جنت مین داخل کیا جاویگا جہان نہرین بہتی ہونگی اور پھر اپنے فضل سے انکو ہمیشہ ہمیشہ وہان رہنے کا ذکر فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ آپسمین وہ لوگ مبارکبادی کے طور پر ایک دوسرے کو سلام کرینگے اور فرشتے بھی خدا کے حکم سے جاجاکر انہین سلام کیا کرینگے یہانتک کہ سورہ یس کی آیتونکے موافق خود خدا بھی آپنے سلام بھیجے گا اور جنت مین داخل ہونے کے بعد دنیا کے غم و رنج اور فکر و مصیبت سے وہ امن مین رہین گے کیونکہ وہان دنیا کی کوئی آفت پاس بھی نہین آئے گی ہر طرح چین و آرام سے صحیح و سلامت رہین گے - معتبر سند سے مسند امام احمد اور ترمذی مین معاذ بن جبیدہ سے روایت ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر جنتی کے گھر مین پانی دودھ شہد اور شراب کی نہرین جاری ہونگی - انس رضؓ بن مالک قسم کھاکر کہا کرتے تھے کہ جنت کی نہرون کے کنارے نہین ہین ہموار زمین پر وہ نہرین ہین تاکہ جنتی لوگونکو نہر کے اندر کی چیز لینے مین کچھ دشواری نہ ہو - جنت کی نہرون کی زیادہ تفصیل سورہ محمد مین آویگی - صحیح بخاری و مسلم مین عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب جنتی جنت مین داخل ہوجاوینگے تو اللہ کے فرشتے انکو صحت و سلامتی سے ہمیشہ جنت مین رہنے کی خوشخبری سنادیوینگے حدیث کا یہ ٹکڑا گویا خالدین فیہا کی تفسیر ہے صحیح حدیثون مین آیا ہے کہ جب تک اللہ تعالی اپنے فضل سے جنت مین جانے کا حکم نہ دیگا فقط عملون کے سبب سے کوئی جنت کا مستحق نہین ہوسکتا یہ حدیثین باذن ربہم کی گویا تفسیر ہین - دنیا مین سلام علیک کا کرنا ایک سلامتی کی دعا ہے جنت مین ہمیشہ سلامتی سے رہنے کے باب مین عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث اوپر گزر چکی ہے اسلئے جنت کا آپس کا سلام اس ہمیشہ کی سلامتی کی مبارکباد کا ہوگا -

منزل ۳

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ۝

تونے نہ دیکھا کیسی بیان کی اللہ نے ایک مثال ایک بات ستھری جیسے ایک درخت ستھرا اُس کی جڑ مضبوط ہی اور ٹہنی آسمان میں

تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ بِاِذْنِ رَبِّهَا ۭ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝

لاتا ہی پھل اپنا ہر وقت پر اپنے رب کے حکم سے اور بیان کرتا ہے اللہ کہاوتیں لوگوں کو شاید وہ سوچ کریں

وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ ۨ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ۝

اور مثال گندی بات کی جیسے درخت گندا اکھاڑ لیا اوپر سے زمین کے کچھ نہیں اُسکو ٹھیراؤ

ان آیتوں میں اللہ پاک نے مومنوں اور کافروں کی ایک ایک مثال بیان فرمائی ہی کہ جیسے کوئی پاکیزہ درخت ہی کہ اُسکی جڑ مضبوط ہو اور شاخیں اوپر کو پھیلی ہوئی ہوں اور ہمیشہ میوے پھل لگتے ہوں اسی طرح خدا کا کلمہ پاک لاالٰہ الا اللہ ہی کہ اسکی جڑ مومن کے دلمیں مضبوطی سے جگہ پکڑے ہوئے ہوتی ہی اور اوسکے عمل شاخوں کی طرح آسمان پر چڑھتے رہتے ہیں جس کا نتیجہ اُسکو قیامت کے دن معلوم ہوگا۔ اور کفر و گمراہی کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی بے فیض درخت جسکی جڑ بالکل ہی مضبوط نہ ہو زمین کے اوپر ہی اوپر پھیلی ہوئی ہو اُسکو کسی طرح قیام نہیں ذرا سی ٹھیس میں اپنی جگہ سے اوکھڑ جاتا ہے۔ اسی طرح کفار کے غلط عقیدے کی حالت ہے کہ اُنکو وہ کسی مضبوط دلیل سے دنیا میں ثابت نہیں کر سکتے اسلئے عقبیٰ میں اُس سے کوئی فائدہ اُنکو نہیں ہو سکتا کیونکہ اُسکی جڑ بالکل بے ثبات ہی۔ شجر طیبہ سے مفسرین نے کھجور کا درخت مراد لیا ہی بخاری میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک روز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں سے پوچھنے لگے کہ وہ کونسا درخت ہی جو مرد مسلمان کی طرح ہے جسکے پتے نہ جاڑے میں جھڑتے ہیں نہ گرمی میں اور ادس میں ہمیشہ پھل آتا رہتا ہے۔ ابن عمر نے چاہا کہ میں کہدوں کہ کھجور کا درخت ہی مگر وہاں حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ وغیرہ بھی بیٹھے تھے اور بالکل خاموش تھے اسلئے مناسب سمجھا کہ میں بچہ ہو کر ان بزرگوں کے سامنے بولوں اور دخل دوں جب کسی نے کچھ جواب نہ دیا تو حضرت نے خود فرمایا کہ وہ کھجور کا درخت ہی جب سب لوگ وہاں سے اوٹھکر چلے تو ابن عمرؓ نے اپنے والد حضرت عمرؓ سے رستے میں کہا کہ والد میرے جی میں آئی تھی کہ کہہ دوں کھجور کا درخت ہے حضرت عمر نے کہا پھر تو نے کیوں نہیں کہا ابن عمرؓ نے جواب دیا کہ آپ لوگوں کو چپ دیکھ کر میں نے زبان کھولنی مناسب نہ جانی حضرت عمرؓ کہنے لگے اگر تو کہہ دیتا تو میں نہایت خوش ہوتا۔ اور شجر خبیثہ کی تفسیر مفسرین نے یہ بیان کی ہے کہ یہ ایک درخت ہے جسکو اندرائن کہتے ہیں اسکا پھل نہایت کڑوا زہر ہوتا ہی اور اوسکی جڑ بھی زمین پر پھیلی ہوئی ہوتی ہے آسانی سے اوکھڑ آتی ہے۔ ترمذی میں انسؓ بن مالک کی مرفوع اور موقوف روایتیں ہیں اُن میں بھی شجر خبیثہ کی تفسیر اندرائن کے درخت کو ٹھہرایا گیا ہے حاصل کلام یہ ہے کہ اوپر کی آیتوں میں نیک و بد لوگوں کا عقبیٰ کا حال بیان فرما کر ان آیتوں میں نیکوں کی مشابہت کھجور کے درخت سے اور بدلوگوں کی مشابہت اندرائن کے درخت سے دی گئی ہے جس مشابہت کا حاصل یہ ہے کہ جس طرح کھجور کا پھل خشک و تر

منزل ۳

ہمیشہ کام میں آتا ہے اسی طرح نیک لوگ عقبی میں ہمیشہ اپنے عقیدہ اور عمل کا پھل پاوین گے اور جس طرح اندار کا درخت کڑوا اور بے فیض ہے یہی حال نافرمان لوگوں کے عقیدہ اور عمل کا ہے۔

یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ وَیُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِیْنَ وَیَفْعَلُ اللّٰهُ مَا یَشَآءُ ۲۷

مضبوط کرتا ہے اللہ ایمان والون کو مضبوط بات سے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اور بھلا دیتا ہے اللہ بے انصافون کو اور کرتا ہے

بخاری مسلم ترمذی ابوداؤد نسائی وغیرہ میں چند روایتوں سے جو تفسیر اور شان نزول اس آیۃ کی بیان کی گئی ہے اسکا حاصل یہ ہے کہ جب کوئی آدمی مرجاتا ہے اور اسکو اسکے عزیز و اقارب دفن کرکے الٹے پھرنے لگتے ہیں تو ابھی یہ لوگ اس مردہ کی قبر کے ایسے پاس ہوتے ہیں کہ انکے چلنے میں جو انکے پیرون کی کس کسا ہٹ کی آواز ہوتی ہے وہ مردہ کے کان میں جاتی ہے کہ اتنے میں منکر نکیر دو فرشتے آکر مردہ کو اوٹھا کر بٹھلا دیتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ رب تیرا کون ہے اور دین تیرا کیسا ہے اگر یہ مردہ سچا مسلمان ہے تو ان فرشتون کی خوفناک صورت کا اثر اس مردہ کے دلپر کچھ بھی نہیں ہوتا اور اللہ تعالی کی طرف سے ایک ثابت قدمی اور جرات اس مردہ کے دلپر آجاتی ہے اور یہ شخص فورًا ون فرشتون کو جواب دیتا ہے کہ اللہ میرا رب ہے اور اسلام میرا دین ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے نبی ہیں وہ فرشتے کہتے ہیں انکا نبی ہونا تو نے کیونکر پہچانا وہ مردہ جواب دیتا ہے کہ وہ اللہ کا کلام لائے اوسکو میں نے پڑھا اور اوسپر ایمان لایا اس سے مجھکو معلوم ہوا کہ وہ اللہ تعالی کے رسول ہیں پھر وہ فرشتے اوس مردہ کو دوزخ دکھا کر کہتے ہیں کہ ایک ٹھکانا تیرا بہان بھی تھا لیکن اللہ تعالی نے تیرا ایمان کا ٹھکانہ بدل دیا پھر اسکو اسکا وہ ٹھکانہ دکھاتے ہیں جو جنت میں اللہ تعالی نے اسکے لئے مقرر کیا ہے یہ ٹھکانہ دیکھ کر وہ مردہ بہت خوش ہوتا ہے اور اون فرشتون سے کہتا ہے خدا مجھکو دنیا میں جانے دے تو میں اپنے عزیز و اقارب سے اس خوشحالی کا حال کہہ آؤن وہ فرشتے کہتے ہیں اب تو یہیں آرام سے سو جا یہان تک کہ قیامت آوے اور اگر یہ مردہ کافر یا منافق کا ہوتا ہے تو اون فرشتون کی خوفناک صورت دیکھکر ڈر جاتا ہے اور اللہ تعالی کی طرف سے کچھ ثابت قدمی اور جرات اسکو عطا نہیں ہوتی اس سبب سے ایسا شخص ہائے ہائے کرکے رہجاتا ہے اور اون فرشتون کے سوال کا جواب کچھ نہیں دیسکتا اسلئے ایسے شخص کو طرح طرح کا عذاب قبر میں ہوتا رہے گا سوائے جنات اور انسان کے اور سب چرند و پرند کو اس عذاب کا حال معلوم ہے انکو یہ عذاب نظر آتا ہے غرض ایماندار لوگون کو منکر نکیر کے جواب دینے کے وقت قبر میں ایک ثابت قدمی جو اللہ تعالی کی طرف سے عنایت ہوتی ہے جس ثابت قدمی کے سبب سے منکر نکیر کا جواب آسان ہوجاتا ہے وہ ثابت قدمی اس آیۃ کی شان نزول ہے اور اسی ثابت قدمی کا اس آیۃ میں ذکر ہے تفسیر عبدالرزاق میں عبید بن عمیر کا ایک موقوف اثر ہے کہ کافرون سے منکر نکیر کا سوال قبر میں نہین ہوتا کیونکہ وہ صریح صریح نبی اور دین اسلام کے منکر ہیں انسے اس سوال و جواب کی کیا ضرورت ہے اگرچہ یہ عبید بن عمیر اعلی درجہ کے تابعین میں ہیں اسوجہ سے بعضے مفسرون نے اپنی تفسیر میں انہی عبید بن عمیر کے قول کے بھروسہ پر یہ لکھ دیا ہے کہ کافرون سے منکر نکیر کا سوال نہ ہوگا لیکن اوپر

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ۝

تونے نہ دیکھا کیسی بیان کی اللہ نے ایک مثال ایک بات ستھری جیسے ایک درخت ستھرا اُس کی جڑ مضبوط ہی اور ٹہنی آسمان میں

تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ بِاِذْنِ رَبِّهَا ۭ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝

لاتا ہی پھل اپنا ہر وقت پر اپنے رب کے حکم سے اور بیان کرتا ہے اللہ کہاوتیں لوگوں کو شاید وہ سوچ کریں

وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ ۨ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ۝

اور مثال گندی بات کی جیسے درخت گندا اکھاڑ لیا اوپر سے زمین کے کچھ نہیں اُسکو ٹھیراؤ

ان آیتوں میں اللہ پاک نے مومنوں اور کافروں کی ایک ایک مثال بیان فرمائی ہی کہ جیسے کوئی پاکیزہ درخت ہی کہ اُسکی جڑ مضبوط ہو اور شاخیں اوپر کو پھیلی ہوئی ہوں اور ہمیشہ میوے پھل لگتے ہوں اسی طرح خدا کا کلمہ پاک لاالٰہ الا اللہ ہی کہ اسکی جڑ مومن کے دلمیں مضبوطی سے جمکر پکڑے ہوئے ہوتی ہی اور اوسکے عمل شاخوں کی طرح آسمان پر چڑھتے رہتے ہیں جس کا نتیجہ اُسکو قیامت کے دن معلوم ہوگا۔ اور کفر و گمراہی کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی بے فیض درخت جسکی جڑ بالکل ہی مضبوط نہ ہو زمین کے اوپر ہی اوپر پھیلی ہوئی ہو اُسکو کسی طرح قیام نہیں ذرا سی ٹھیس میں اپنی جگہ سے اوکھڑ جاتا ہے۔ اسی طرح کفار کے غلط عقیدہ کی حالت ہے کہ اُسکو وہ کسی مضبوط دلیل سے دنیا میں ثابت نہیں کر سکتے اسلئے عقبیٰ میں اُس سے کوئی فائدہ اُنکو نہیں ہو سکتا کیونکہ اُسکی جڑ بالکل بے ثبات ہی۔ شجر طیبہ سے مفسرین نے کھجور کا درخت مراد لیا ہی بخاری میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک روز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں سے پوچھنے لگے کہ وہ کونسا درخت ہی جو مرد مسلمان کی طرح ہے جسکے پتے نہ جاڑے میں جھڑتے ہیں نہ گرمی میں اور اوس میں ہمیشہ پھل آتا رہتا ہے۔ ابن عمرؓ نے چاہا کہ میں کہدوں کہ کھجور کا درخت ہی مگر وہاں حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ وغیرہ بھی بیٹھے تھے اور بالکل خاموش تھے اسلئے مناسب سمجھا کہ میں بچہ ہو کر ان بزرگوں کے سامنے بولوں اور دخل دوں جب کسی نے کچھ جواب نہ دیا تو حضرت نے خود فرمایا کہ وہ کھجور کا درخت ہی جب سب لوگ وہاں سے اوٹھکر چلے تو ابن عمرؓ نے اپنے والد حضرت عمرؓ سے رستے میں کہا کہ والد میرے جی میں آئی تھی کہ کہہ دوں کھجور کا درخت ہے حضرت عمرؓ نے کہا پھر تو نے کیوں نہیں کہا ابن عمرؓ نے جواب دیا کہ آپ لوگوں کو چپ دیکھ کر میں نے زبان کھولنی مناسب نہ جانی حضرت عمرؓ کہنے لگے اگر تو کہہ دیتا تو میں نہایت خوش ہوتا۔ اور شجر خبیثہ کی تفسیر مفسرین نے یہ بیان کی ہے کہ یہ ایک درخت ہے جسکو اندرائن کہتے ہیں اسکا پھل نہایت کڑوا زہر ہوتا ہی اور اوسکی جڑ بھی زمین پر پھیلی ہوئی ہوتی ہے آسانی سے اوکھڑ آتی ہے۔ ترمذی میں انسؓ بن مالک کی مرفوع اور موقوف روایتیں ہیں اُن میں بھی شجر خبیثہ کی تفسیر اندرائن کے درخت کو ٹھہرایا گیا ہے حاصل کلام یہ ہے کہ اوپر کی آیتوں میں نیک و بد لوگوں کا عقبیٰ کا حال بیان فرما کر ان آیتوں میں نیکوں کی مشابہت کھجور کے درخت سے اور بدلوگوں کی مشابہت اندرائن کے درخت سے دی گئی ہے جس مشابہت کا حاصل یہ ہے کہ جس طرح کھجور کا پھل خشک و تر

منزل ۳

ہمیشہ کام میں آتا ہے اسی طرح نیک لوگ عقبیٰ میں ہمیشہ اپنے عقیدہ اور عمل کا پھل پاوین گے اور جس طرح اندرائن کا درخت کڑوا اور بے فیض ہے یہی حال نافرمان لوگوں کے عقیدہ اور عمل کا ہے۔

یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ وَیُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِیْنَ وَیَفْعَلُ اللّٰهُ مَا یَشَآءُ ۲۷

مضبوط کرتا ہے اللہ ایمان والون کو مضبوط بات سے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اور بچلا دیتا ہے اللہ بے انصافون کو اور کرتا ہے

بخاری مسلم ترمذی ابوداؤد نسائی وغیرہ میں چند روایتونسے جو تفسیر اور شان نزول اس آیۃ کی بیان کی گئی ہے اسکا حاصل یہ ہے کہ جب کوئی آدمی مرجاتا ہے اور اسکو اسکے عزیز و اقارب دفن کرکے الٹے پھرنے لگتے ہیں تو ابھی یہ لوگ اس مردہ کی قبر کے ایسے پاس ہوتے ہیں کہ انکے چلنے مین جو انکے پیر دن کی کس کساہٹ کی آواز ہوتی ہے وہ مردہ کے کان میں جاتی ہے کہ اتنے میں منکر نکیر دو فرشتے آنکر مردہ کو اوٹھا کر بٹھلا دیتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ رب تیرا کون ہے اور دین تیرا کیسا ہے اگر یہ مردہ سچا مسلمان ہے تو ان فرشتون کی خوفناک صورت کا اثر اس مردہ کے دلپر کچھ بھی نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ثابت قدمی اور جرات اس مردہ کے دلپر آجاتی ہے اور یہ شخص نوراً ون فرشتون کو جواب دیتا ہے کہ اللہ میرا رب ہے اور اسلام میرا دین ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے نبی ہیں وہ فرشتے کہتے ہیں انکا نبی ہونا تو نے کیونکر پہچانا وہ مردہ جواب دیتا ہے کہ وہ اللہ کا کلام لائے اسکو پڑھا اور اسپر ایمان لایا اس سے مجھکو معلوم ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں پھر وہ فرشتے اوس مردہ کو دوزخ دکھا کر کہتے ہیں کہ ایک ٹھکانا تیرا یہان بھی تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے تیرا یہان کا ٹھکانہ بدل دیا پھر اسکو اسکا وہ ٹھکانہ دکھاتے ہیں جو جنت میں اللہ تعالیٰ نے اسکے لئے مقرر کیا ہے یہ ٹھکانہ دیکھ کر وہ مردہ بہت خوش ہوتا ہے اور اون فرشتون سے کہتا ہے ذرا مجھکو دنیا میں جانے دو میں اپنے عزیز و اقارب سے اس خوشحالی کا حال کہہ آؤن وہ فرشتے کہتے ہیں اب تو یہیں آرام سے سو جایہان تک کہ قیامت آوے اور اگر یہ مردہ کافر یا منافق کا ہوتا ہے تو اُن فرشتون کی خوفناک صورت دیکھکر ڈر جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ ثابت قدمی اور جرات اسکو عطا نہین ہوتی اس سبب سے ایسا شخص ہائے ہائے کرکے رہجاتا ہے اور اون فرشتون کے سوال کا جواب کچھ نہیں دیسکتا اسلئے ایسے شخص کو طرح طرح کا عذاب قبر مین ہوتا رہے گا سوائے جنات اور انسان کے اور سب چرند و پرند کو اس عذاب کا حال معلوم ہے انکو یہ عذاب نظر آتا ہے غرض ایماندار لوگون کو منکر نکیر کے جواب دینے کے وقت قبر مین ایک ثابت قدمی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عنایت ہوتی ہے جس ثابت قدمی کے سبب سے منکر نکیر کا جواب آسان ہو جاتا ہے وہ ثابت قدمی اس آیۃ کی شان نزول ہے اور اسی ثابت قدمی کا اس آیۃ مین ذکر ہے تفسیر عبدالرزاق مین عبید بن عمیر کا ایک موقوف اثر ہے کہ کافرون سے منکر نکیر کا سوال قبر مین نہین ہوتا کیونکہ وہ صریح صریح نبی اور دین اسلام کے منکر ہیں انسے اس سوال و جواب کی کیا ضرورت ہے اگرچہ یہ عبید بن عمیر اعلیٰ درجہ کے تابعی ہیں اسوجہ سے بعضے مفسرون نے اپنی تفسیر مین انہی عبید بن عمیر کے قول کے بھروسہ پر یہ لکھ دیا ہے کہ کافرون سے منکر نکیر کا سوال نہ ہوگا لیکن اوپر

قرآن شریف کی آیتیں سنکر کچھ نرم دل ہوگیا تھا مگر ابوجہل نے پھر اسکو بہکا دیا حاصل کلام یہ ہی کہ ان آیتوں میں ایسے لوگوں کو قوم کے بہکانے والے اور قوم کے تباہ کرنے والے فرمایا ہے۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی روایت گزر چکی ہے کہ قیامت کے دن ایسے لوگو پر دوہرا عذاب ہوگا خود بہکنے کا جدا اور دوسروں کے بہکانیکا جدا اسواسطے ایسے لوگوں کو بُرے ٹھکانے کے لوگ فرمایا

قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا يُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُنفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خِلَالٌ

کہدے میرے بندوں کو جو یقین لائے ہیں قائم رکھیں نماز اور خرچ کریں ہماری دی روزی میں سے چھپے اور کھلے پہلے اس سے آوے وہ دن جسمیں سوداہی نہ دوستی

بعضے مفسرین نے اس آیۃ اور آیۃ الاخلاء یومئذ بعضھم لبعض عدو الا المتقین کو ملا کر یہ شبہ پیدا کیا ہی کہ ایک آیۃ سے تو یہ معلوم ہوتا ہی کہ قیامت کے دن مطلق دوستی نہ ہوگی اور دوسری آیۃ سے معلوم ہوتا ہی کہ کچھ متقی لوگوں میں دوستی ہوگی جواب اس شبہ کا یہ ہی کہ قیامت کے حالات کئی طرح کے ہونگے چنانچہ نامہ اعمال تقسیم ہونے اور حساب وکتاب کے ہوجانے سے پہلے تو لوگ اس طرح کے بدحواس ہونگے کہ آپسمیں میل جول اور دوستی تو درکنار ایک کو دوسرے کی طرف آنکھ اوٹھا کر دیکھنے کا موقع بھی نرہے گا چنانچہ بخاری مسلم نسائی ابن ماجہ میں حضرت عائشہؓ کی اور طبرانی میں حضرت ام سلمہؓ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب آنحضرت نے لوگوں کے ننگے قبروں سے اوٹھنے کا ذکر کیا تو حضرت عائشہ و حضرت ام سلمہ نے کہا کہ بڑا افسوس ہے سب مرد ننگی عورتوں کو دیکھیں گے آنحضرت نے فرمایا اسوقت مردوں کو عورتوں کی اور عورتوں کو مردوں کے دیکھنے کا ہوش نامہ اعمال اور حساب کے خوف سے کہاں ہوگا پھر حضرت ابوسعید خدری کی صحیح بخاری و مسلم کی روایت میں آپ نے فرمایا ہے کہ متقی لوگ جب جنت میں داخل ہونے کی اجازت حساب وکتاب سے فارغ ہوجانے کے بعد پاوینگے تو اپنے بھائی گنہ گار مسلمانوں کی نجات کے لئے اللہ تعالیٰ سے ایسے جھگڑیں گے کہ وہ بھگڑا دیکھنے کے قابل ہوگا اسلئے دونوں آیتوں میں مختلف وقتوں کا حال ہی۔ حاصل مطلب آیۃ کا یہ ہی کہ اے رسول اللہ کے اہل مکہ میں سے جو لوگ راہ راست پر نہیں آتے انکو تم انکی حالت پر چھوڑ دو اللہ کے علم ازلی میں جو انجام انکا ٹھہرا ہے وقت مقررہ پر وہ خود ظہور میں آجاویگا لیکن جو لوگ تمکو سچا رسول اور قرآن کو اللہ کا کلام مان چکے ہیں انکو نماز اور زکوۃ کی تاکید کرو اور انکو یہ سمجھا دو کہ یہاں دنیا میں تو فرض اور نفل صدقہ خیرات میں تھوڑا سا مال خرچ کرنے سے ایک کے بدلہ میں سات سو تک کمانے کی تجارت کا موقع حاصل ہے جس سے نیکی کا پلڑا بھاری ہوکر آدمی کی نجات قیامت کے دن ہوسکتی ہی لیکن خاص اوس دن عذاب الٰہی سے چھٹکارہ ہوجانے کے بدلہ میں کوئی شخص تمام دنیا کا مال متاع بھی دینا چاہے گا تو چھٹکارہ نہ ہوسکے گا اور اوس دن کوئی دوست بھی ایسا نظر نہیں آنے کا جو اللہ کی مرضی کے برخلاف سفارش کرکے کسی کا چھٹکارہ کرادیوے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی مرضی کے موافق جو باتیں انسان پر فرض ٹھہرادی ہیں خالص دل سے انکو پورے طور پر ادا کرنے کی کوشش ہر ایمان دار شخص پر لازم ہے کہ قیامت کے دن یہی نجات کی صورت ہی صحیح قول حضرت عبداللہ بن عباس کا یہی ہی کہ انھوں نے ینفقوا مما رزقناھم کی تفسیر زکوۃ کے لفظ سے کی ہی اس لئے اس

منزل ۳

قول سے اون مفسرین کے مذہب کی بڑی تائید ہوتی ہے جو زکوۃ کے مکہ میں فرض ہونے کے قائل ہیں۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ

اللہ وہ ہے جس نے بنائے آسمان وزمین اور اتارا آسمان سے پانی پھر اوس سے نکالی روزی تمہارے میوے

رِزْقًا لَّكُمْ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِیَ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ۝ وَسَخَّرَ لَكُمُ

اور کام میں دی تمہارے کشتی کہ چلے دریا میں اسکے حکم سے اور کام میں دین تمہارے ندیاں اور کام میں لگائے

الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَیْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ ۝ وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ

تمہارے سورج اور چاند ایک دستور پر اور کام میں لگائے تمہارے رات اور دن اور دیا تم کو ہر چیز میں سے جو تم نے مانگی

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ۝

اور اگر گنو احسان اللہ کے تو نہ پورے کر سکو بیشک آدمی بڑا بے انصاف ہے ناشکر

ع ۵ ۱۴

ان آیتوں میں اللہ پاک نے اپنے بندوں پر جو احسان کئے ہیں اونکا حال بیان فرمایا کہ ہم نے آسمان وزمین کو تمہارے فائدہ کے لئے بنایا اور آسمان سے مینہہ برسایا جسکی وجہ سے طرح طرح کے پھل درختوں میں لگتے ہیں اور ہزارون قسم کے غلے پیدا ہوتے ہیں جسپر انسان کی زندگی کا دارومدار ہے اور کشتیاں انسان کے قبضہ میں کردین دریا کو بس میں کردیا تاکہ لوگ کشتیوں پر سوار ہوکر دریا کی راہ سے جہان جی چاہے جائیں یہاں کی چیزیں وہاں اور وہاں کی یہاں لے جایا لے آیا کریں تجارت سے نفع اوٹھائیں اور اسکے علاوہ دریا سے کیتوں اور باغوں کو سیراب کریں اسکا پانی خود بھی پیویں اور اپنے جانورون کو بھی پلائیں سورج چاند کو تمہارا محکوم بنادیا رات دن گردش میں رہتے ہیں انکی روشنی سے رات دن برابر فائدہ اوٹھایا جاتا ہے سورج کی چال سے موسمی فصلیں گرمی جاڑہ برسات ہوا کرتی ہیں چاند کے دورہ سے مہینون اور سال کا شمار ہوتا ہے رات اور دن بھی تمہارے ہی تابع ہیں دن کو اپنے کام دھندے کے لئے اور رات کو آرام کیا کرتے ہو رات کے وقت تھکے ماندے آکر آرام کرتے ہو پھر ان نعمتون کو بیان کرکے یہ فرمایا کہ بس اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ تمہاری ہر ایک خواہش کو بھی پورا کیا اسلئے اگر خدا کی نعمتیں شمار کی جائیں تو گنتی میں نہیں آسکتیں اس قدر بے حد وبے حساب ہیں کہ انسان کو خود بھی نہیں معلوم کہ رات دن میں کیا کیا نعمت ملتی رہتی ہے ایک ذرا سی بات ہے کہ انسان کے سانس کا آنا جانا ہی غور کیا جائے تو بہت بڑی نعمت ہے اگر سانس اندر نہ جائے تو دم گھٹنے لگتا ہے اور اندر جاکر پھر اوپر کو نہ آئے تو آدمی ہلاک ہوجائے یہ خدا ہی کا کام ہے روز خبر نہیں کتنی دفعہ سانس اندر باہر آیا جایا کرتا ہے انسان کے سونے کے وقت بھی اسکی آمد ورفت کا سلسلہ بند نہیں ہوتا اور اس سے مردے اور زندہ میں تمیز کیجاتی ہے غرضکہ ہر سانس میں خدا کی دو نعمتیں حاصل ہوتی ہیں سانس کے اندر جانے سے زندگی کی امید بندھتی ہے اور پھر اوسی سانس کے باہر آنے جانے سے طبیعت بشاش ہوجاتی ہے اگر شکر بھی کوئی کرے

منزل ۳

تو کتنا کریگا ایک سانس میں ایک شکر کرسکتا ہے اور اتنی دیر میں نعمتیں دو حاصل ہوتی ہیں اسلئے اسکی نعمتیں شمار سے بلہر ہیں اور اسکا شکر کسی طرح بھی نہیں ادا ہو سکتا اسی واسطے اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ انسان ناشکرا ہے اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کا شکر کہان تک ادا کریگا وہ تو الٹی ناشکری کرنے لگتا ہے۔ ان آیتوں میں مشرکین مکہ کو یون قائل کیا گیا ہے کہ جس اللہ نے انکو انکی سب ضرورت کی چیزون کو اس طرح پر پیدا کیا کہ جس میں اسکا کوئی شریک نہیں تو پھر اسکی تعظیم اور عبادت میں یہ شرک لوگ دوسرونکو جو شریک کرتے ہیں تو انکی ناشکری سے بڑھ کر دنیا میں کوئی ناشکری نہیں ہے صحیح بخاری اور مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن مسعود کی حدیث گزر چکی ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شرک سے بڑھ کر دنیا میں کوئی گناہ نہیں۔ یہ حدیث ان آیتونکی گویا تفسیر ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو اور انسان کی سب ضرورت کی چیزونکو پیدا کیا تو اسکی تعظیم اور عبادت میں دوسرون کو شریک کرنا ایسا بڑا گناہ ہے کہ اس سے بڑھ کر دنیا مین کوئی گناہ نہیں۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ ایسے لوگون نے کسی کا کچھ نہیں بگاڑا اپنی ہی جان پر یہ ظلم کیا کہ ایسی بڑی ناشکری کے بڑے گناہ مین قیامت کے دن پکڑے جاوین گے۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ۝ رَبِّ

اور جس وقت کہا ابراہیم نے اے رب کر اس شہر کو امن کا اور بچا مجکو اور میری اولاد کو اس سے کہ ہم پوجین مورتین اے رب

اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

انھون نے بہکایا بہت لوگون کو سو جو کوئی میری راہ پر چلا سو وہ تو میرا ہے اور جس نے میرا کہا نہ مانا سو تو بخشنے والا مہربان

یہ دعا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جو انھون نے حرم شریف کے امن اور اپنی اولاد کے لئے بتون کی پرستش سے بچنے کی کی تھی اللہ پاک نے بطور حجت کے اسکو ذکر کیا کہ جب مکہ معظمہ کا شہر بسایا گیا اور خانہ کعبہ بنا اسوقت ابراہیم نے جن کے سپرد یہ شہر آباد ہو یہ دعا کی تھی کہ اے اللہ تو شہر کو امن مین اور ویران ہونے سے محفوظ رکھیو سورہ بقر میں بھی یہ دعا گزر چکی ہے مگر اس میں اور اس دعا میں یہ فرق ہے کہ وہان کی دعا کعبہ کے تیار ہونے سے پہلے کی تھی اسلئے وہان یہ دعا کی تھی کہ اسکو آباد کرنا اور امن میں رکھنا اور یہان تیاری کے بعد کی دعا ہے یہان صرف امن مقصود ہے اکثر مفسر کہتے ہیں کہ یہ دعا حضرت ابراہیم کی قبول ہوئی حرم کے اندر کسی کا خون نہیں ہوتا شکار تک نہیں کیا جاتا اور نہ کسی پر ظلم ہوتا ہے پرندے بھی حرم کے اندر آکر بخوف ہو جاتے ہیں کعبہ کی امن کی دعا کے ساتھ ہی اسبات کی بھی دعا کی تھی کہ اے خدا میری اولاد کو بتون کی عبادت سے بچانا ان بتون کی وجہ بہتیرے آدمی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں اور جو میری پیروی کریگا وہ تو میرے گروہ میں ہے اور جو میرے طریقہ پر نہیں ہے اوسکا تو مختار ہے تو غفور الرحیم ہے تو جیسا مناسب سمجھے اسکے حق میں ویسا کر چاہے بخش دے چاہے نہ بخش۔ جس زمانہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ

اور اسمعیل علیہ السلام کو مکہ کے میدان میں چھوڑا تھا اسوقت اس میدان کے گرد و نواح میں بت پرستی کا بڑا زور تھا اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ اندیشہ ہوا کہ اولاد اسمعیل میں کہیں بت پرستی کی آفت نہ پھیل جاوے اس اندیشہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی۔ اگرچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ معلوم تھا کہ انبیا شرک سے معصوم ہیں لیکن بت پرستی سے نفرت اور بیزاری کے جوش میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے آپ کو بھی اس دعا میں شریک کر لیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کے اثر سے اسمعیل علیہ السلام کی اولاد چند پشتوں تک بت پرستی کی آفت سے محفوظ رہے بہرآخر ابراہیم علیہ السلام کے اندیشہ کا ظہور ہوا اور عمرو بن لحی کے زمانہ سے مکہ میں بت پرستی پھیل گئی جس کا قصہ ایک جگہ گزر چکا ہے۔ اس بت پرستی کے مٹ جانے کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کے اثر کا ظہور ہوا جو انہوں نے اولاد اسمعیل میں سے نبی آخرالزمان کے پیدا ہونے کے لئے کی تھی جسکا ذکر سورہ بقر میں گزر چکا۔ اس دعا کا اثر ایسا پائدار ہوا کہ مکہ تو مکہ جزیرہ عرب سے بت پرستی ایسی مٹ گئی کہ اب قیامت تک دوبارہ آنے کا خوف باقی نہ رہا چنانچہ صحیح مسلم کے حوالہ سے جابر بن عبداللہ کی روایت سورہ بقر میں گزر چکی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جزیرہ عرب کی بت پرستی سے شیطان اب ناامید ہو گیا معتبر سند سے مسند امام احمد میں حضرت عبداللہ بن عباس سے ایک اور روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد شیطان نے اپنے شیاطینوں کو جمع کیا اور انسے رو رو کر یہ کہا کہ بت پرستی سے تو اب ناامید ہی ہو گئی اسلئے امت محمدیہ کو اور ہر طرح بہکانے کی کوشش کیجاوے۔

منزل ۴

رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ

اے رب میں نے بسائی ہے ایک اولاد اپنی میدان میں بیمان کھیتی نہیں تیرے ادب والے گھر پاس اے رب ہمارے تا قائم رکھیں نماز

فَاجْعَلْ اَفْىِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْٓ اِلَیْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ یَشْكُرُوْنَ ۝

سو کہہ بعضے لوگوں کے دل جھکتے انکی طرف اور روزی دے انکو میووں سے شاید وہ شکر کریں

حضرت عبداللہ بن عباس کا قول معتبر سند سے تفسیر ابن جریر میں یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دعا میں یہ کہا کہ یا اللہ دنیا کی مخلوقات میں سے کچھ لوگوں کے دل مکہ کی طرف مائل فرما دے اگر بجائے اسکے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے منہ سے یہ نکل جاتا کہ یا اللہ دنیا کے لوگوں کے دل مکہ کی طرف مائل فرما دے تو کسی قوم کا کوئی آدمی ایسا دنیا میں باقی نہ رہتا جسکے دل میں مکہ کا شوق پیدا نہ ہو جاتا اس دعا میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کے حق میں بت پرستی کے بچنے کی جو دعا کی تھی یہ دعا چند پشت کے حق میں قبول ہوئی پھر حضرت اسمعیل علیہ السلام کی اولاد کے سلسلہ میں قریش پیدا ہوئے اور ان میں بت پرستی پھیلی جس بت پرستی کی اصلاح نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوئی علمائے مفسرین نے لکھا ہے کہ جسوقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمعیل کو مکہ کے جنگل میں چھوڑا اسوقت تک اگرچہ بیت اللہ نہیں بنا تھا اور بیت المعمور حضرت نوح علیہ السلام

کے طوفان کے وقت آسمان پر اٹھ چکا تھا لیکن الہام کے ذریعہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ اس میدان میں اللہ کا گھر بنے گا اسواسطے انھوں نے اپنی اس دعا میں یہ کہا کہ یا اللہ تیرے ادب والے گھر کے پاس کے جنگل میں اپنے اہل وعیال کو چھوڑتا ہوں اور حضرت اسحاق علیہ السلام اگرچہ اس دعا کے بہت روز کے بعد پیدا ہوئے ہیں لیکن حضرت اسحاق علیہ السلام کی پیدائش کے شکریہ کی دعا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی تھی اور یکا ذکر ان آیتوں میں اللہ تعالے نے اس لئے فرمادیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سب دعا کا ذکر ایک جگہ ہو جاوے اور مشرکون کے لیئے مغفرت کی دعا کی ممانعت جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہوئی اوس سے پہلے مشرک ماں باپ کے حق میں یہہ مغفرت کی دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی تھی - اس آیۃ میں بھی اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ کو یون قائل کیا ہے کہ یہ لوگ اپنے آپ کو نبی اسمٰعیل کہتے ہیں اور ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دعا میں نبی اسمٰعیل کے لئے یہ تمنا ظاہر کی تھی کہ مکہ کے جنگل میں شہر آباد ہو جاویگا تو یہ لوگ یہاں اللہ کی عبادت کرینگے ملتہ ابراہیمی کے موافق نماز پڑہیں گے لیکن یہ لوگ ابراہیم علیہ السلام کی تمنا کے برخلاف کام کر رہے ہیں اللہ کے گھر میں انھون نے بت رکھ چھوڑے ہیں اور تمام مکہ میں انھون نے بت پرستی پھیلا رکھی ہے صحیح بخاری کے حوالہ سے عبداللہ بن مسعود کی اور صحیح مسلم کے حوالہ سے ابو ہریرہؓ کی روایتیں گزر چکی ہیں کہ فتح مکہ کے وقت تین سو ساٹھ بت بیت اللہ کے اندر تھے جنکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لکڑیان مار مار کر گرایا - صحیح بخاری میں عبداللہ بن عباسؓ سے یہ بھی روایۃ ہے کہ ان مورتون میں ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام کی مورتین بھی تھین جنکے ہاتھون میں مشرکون نے فال دیکھنے کے تیر دے رکھے تھے - اسکو دیکھکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ ان مشرکون کو غارت کرے کیا انکو یہ معلوم نہیں کہ ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام نے کبھی تیرون سے فال نہیں دیکھی حاصل کلام یہ ہے کہ ان حدیثون کو آیۃ کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے کہ نبی اسمٰعیل کے لئے ابراہیم علیہ السلام کے دل میں تمنا کیا تھی اور نبی اسمٰعیل کہلاکر مشرکین مکہ نے اس تمنا کو کیا خاک میں ملایا - تفسیر ابن ابی حاتم اور ابن جریر میں قتادہ کا قول یہی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے میں بیت المعمور زمین پر کعبہ کی جگہ رکھا گیا اور حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان کے زمانے میں پھر آسمان پر اٹھ گیا زیادہ تفصیل اسکی سورہ حج میں آویگی بیت المعمور ساتوین آسمان پر فرشتون کا کعبہ ہے جسکا ذکر تفصیل سے سورہ والطور میں آویگا -

منزل ۳

رَبَّنَا إِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِي وَمَا نُعْلِنُ ۗ وَمَا يَخْفَىٰ عَلَى اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ ۝

اے رب ہمارے تو تو جانتا ہے جو ہم چھپاویں اور جو کھولیں اور چھپا نہیں اللہ پر کچھ زمین میں نہ آسمان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَی الْكِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَآءِ ۝ رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ
شکر ہے اللہ کو جسنے بخشا مجھ کو بڑی عمر میں اسمعیل اور اسحق بے شک رب میرا سنتا ہی پکار اے رب میرے کر مجکو قائم
الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ۝ رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ۝
رکھون نماز اور بعضے میری اولاد کو اے رب میرے اور قبول کر میری دعا اے رب ہمارے بخش مجکو اور میرے ان باپ کو اور سب ایمان

ابراہیم علیہ السلام نے دعا کرنے کے بعد یہ بات کہی کہ اے رب تو خوب جانتا ہی کہ میری غرض اس دعا سے کیا ہی میرا مقصد یہی ہی کہ تیری خوشنودی اور رضامندی ہو تجھپر کوئی بات ظاہر اور پوشیدہ چھپی نہیں رہتی تجھے سب باتونکا علم ہی تجھپر زمین و آسمان کہیں کی کوئی شی پوشیدہ نہیں ہی اسکے بعد خدا کا شکر کیا کہ بڑھاپے میں جبکہ اولاد ہونے کی کوئی امید نہیں ہوتی تو نے اسمعیل و اسحق دو صاحبزادے مجھکو عطا کئے اور میری دعا کو قبول کر لیا پھر اپنے واسطے اور اولاد کے واسطے دعا کی کہ مجھکو اور میری اولاد کو نماز پر قائم رکھنا اور اپنے لئے اور ماں باپ کے لئے اور سارے مومنون کے لئے قیامت کے روز مغفرت ہونے کی دعا کی بعض مفسرین نے یہ بیان کیا ہے کہ یہ دعا ابراہیم علیہ السلام نے اوسوقت کی تھی جب تک یہ اپنے ماں باپ کے کفر کے حال پر مرنے سے واقف نہ تھے۔ مکہ کے بسنے اور بیت اللہ کے بنانے سے پہلے کی اس دعا کو ابراہیم علیہ السلام نے ربنا انك تعلم ما نخفی وما نعلن کہہ کر مختصر کر دیا لیکن بیت اللہ کے بنانے کے بعد ابراہیم علیہ السلام نے اپنے دل کی اس چھپی ہوئی بات کو ظاہر کیا اور بنی اسمٰعیل میں بنی آخر الزمان کے پیدا ہونے کی وہ دعا کی جس کا ذکر سورہ بقر میں گزر چکا ہی اور مسند امام احمد ابن ماجہ اور بیہقی کے حوالہ سے عرباضؓ بن ساریہ کی معتبر حدیث بھی گزر چکی ہی جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے پہلے اگرچہ میرا نام لوح محفوظ مین خاتم النبیین لکھا ہوا تھا لیکن انبیا کے گروہ میں سے ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے جواب مین پہلے پہل ابراہیم علیہ السلام کو آخری زمانہ میں میرے پیدا ہونے کا حال معلوم ہوا حاصل کلام یہ ہی کہ سورہ بقر کی آیہ ربنا وابعث فیہم رسولا اور عرباض بن ساریہ کی یہ حدیث ربنا انك تعلم ما نخفی کی گویا تفسیر ہیں جنکا حاصل یہ ہی کہ مکہ کے بسنے سے پہلے جب ابراہیم علیہ السلام نے اسمٰعیل علیہ السلام کو جنگل میں چھوڑا تو اُنکے دلپر اس کا صدمہ تھا اور اس رنج اور صدمہ کی اودھیڑ بن میں اُنکے دلمین یہ بات تھی کہ جس جنگل میں حضرت ہاجرہ اور دودھ پیتے بچے اسمٰعیل علیہ السلام کو چھوڑ رہے ہین یہان ایک شہر آباد ہو جاوے اور اسمٰعیل علیہ السلام یہان خیریت سے بڑے اور صاحب اولاد ہون اور اُنکی اولاد الاولاد مین بنی آخر الزمان پیدا ہون تو اسمٰعیل علیہ السلام کی جدائی کا جو رنج ہے اوس کا بدلہ ہو جاوے۔ یوم یقوم الحساب سے قیامت کا دن مقصود ہی کہ اوس دن ساری خلقت حساب و کتاب کے لئے اللہ تعالیٰ کے روبرو کھڑی ہوگی۔ ترمذی مسند بزار اور طبرانی کے حوالہ سے ابی برزہؓ اور معاذؓ بن جبل کی معتبر روایتین ایک جگہ گزر چکی ہیں کہ چار باتون کی جوابدہی کے لئے ہر شخص کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے روبرو کھڑا ہونا پڑیگا (۱) اتمام عمر کن کاموں میں گزاری (۲) جوانی میں

کیا کیا (۳) روپیہ پیسہ کیونکر کمایا اور کہاں خرچ کیا (۴) دین کی کوئی بات سیکھی تو اُسپر کیا عمل کیا۔ یہ حدیثیں یوم یقوم الحساب کی گویا تفسیر ہیں جنسے معلوم ہوجاتا ہی کہ قیامت کے دن حساب کیونکر ہوگا۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

اور مت خیال کر کہ اللہ بے خبر ہے اُن کاموں سے جو کرتے ہیں بے انصاف

شریعت میں ظلم کا لفظ شرک اور کبیرہ گناہ دونوں معنوں میں بولا جاتا ہی چنانچہ صحیح بخاری صحیح مسلم مسند امام احمد ترمذی اور نسائی میں جو روایتیں ہیں اُنکا حاصل یہ ہی کہ جب سورہ انعام کی آیت الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانہم بظلم نازل ہوئی تو صحابہ کرام کو بڑا اندیشہ ہوا اور صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حضرت ہم میں ایسا کون شخص ہی جو اپنے نفس پر ظلم نہیں کرتا اور طرح طرح کے گناہ نہیں کرتا آپ نے فرمایا اس آیت میں ظلم کے معنے شرک کے ہیں لیکن صحابہ نے ظلم کے معنے گناہ کے جو سمجھے تھے اُسکی ایک طرح سے آپ نے تائید فرمائی کہ سورہ لقمان کی آیت ان الشرک لظلم عظیم پڑھکر صحابہ کو سنائی جس سے معلوم ہوا کہ شرک بڑا ظلم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو انسان کے کھانے پینے اور سب ضروریات کی چیزوں کو پیدا کیا اور انسان ظالم یہ ظلم کرتا ہی کہ بغیر کسی استحقاق کے غیر و نکو اسکی عبادت میں شریک کرتا ہی۔ عبادت نام ہی نہایت درجہ کی تعظیم کا پھر جنسے انسان کی ہر طرح کی ضرورت رفع کی اسکو چھوڑکر دوسروں کی نہایت درجہ کی تعظیم کا کرنا اس سے بڑھکر کونسا ظلم دنیا میں ہوسکتا ہی اسطرح اپنے پیدا کرنے والے کے خلاف مرضی کوئی کام کرنا یہ بھی ظلم تو ہے مگر پہلے ظلم سے چھوٹا ہی اسواسطے شریعت میں یہ حکم رکھا گیا ہی کہ شرک بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتا اور اگر بغیر توبہ کے ایسا کوئی شخص مرجاوے جو مشرک تو نہ ہو لیکن کبیرہ گناہ کا گنہگار رہو تو ایسے شخص کے گناہوں کے معافی کی امید شریعت میں اللہ کی ذات سے رکھی گئی ہی غرض اوپر کی صحیح حدیثوں کو ان آیتوں کی تفسیر قرار دینے سے حاصل معنے ان آیتوں کے یہ ہیں کہ مشرکوں کے شرک اور گنہگاروں کے گناہ کی سزا فوراً دنیا میں جو اللہ تعالیٰ نہیں دیتا اسکا سبب یہ نہیں ہی کہ اللہ تعالیٰ انکے کاموں سے بے خبر ہے بلکہ اس کا سبب یہ ہی کہ سزا کا ایک دن اللہ نے ٹھہرا رکھا ہی اُسدن جو ہونا ہی وہ ہوجاویگا اسلئے اوس دن کے آنے سے پہلے اے رسول اللہ کے ذرا لوگو تمکو اوس دن سے ڈراؤ کہ اوس دن غافل لوگ دنیا کی فرصت اور فراغت کے وقت کو بہت یاد کرینگے اور وہ یاد کرنا اُنکے کچھ کام نہ آویگا جو شرک یا گنہگاری کے سبب سے حق اللہ میں قصور ڈالکر اپنے نفس پر ظلم کرتے اور اس ظلم کے سبب سے اپنے آپکو عذاب الٰہی کا سزاوار ٹھہراتے ہیں یہ تو اونکا حال ہوا اب بعضے وہ لوگ ہیں جو شرک سے بچنے اور نماز روزہ کے ادا کرنے میں حق اللہ کے تو پابند ہیں مگر مخلوق الٰہی کو طرح طرح کی ایذا دیتے ہیں یہ حق العباد کا ظلم کہلاتا ہی اسطرح کے ظلم کی سزا کا ذکر جو صحیح حدیثوں میں ہی اُسکے پڑھنے سے بڑا افسوس ہوتا ہی کہ اس طرح کے ظالم لوگ تمام عمر عقبیٰ کے لئے نیکیاں کمائیں گے اور پھر عقبیٰ میں خالی ہاتھ رہجاوینگے۔ صحیح مسلم میں ابوہریرہؓ سے روایت ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز صحابہؓ سے پوچھا کہ مفلس کس شخص کو کہتے ہیں صحابہ نے

مقدار ۳

عرض کیا کہ حضرت ہم لوگ تو مفلس اوس شخص کو کہتے ہیں جسکے پاس روپیہ پیسہ نہ ہو آپ نے فرمایا اصل مفلس وہ شخص ہی کہ جسکے نامۂ اعمال میں قیامت کے دن نماز روزہ سب کچھ ہوگا لیکن اوس شخص نے دنیا میں کسی کو گالی دی ہوگی کسی پر بہتان لگایا ہوگا کسی کو جان سے مارا ہوگا کسی کا مال دبا لیا ہوگا اسلئے اوسکی نیکیونکا ثواب مظلومون کو مل جاوے گا اور نیکیون کا ثواب کم رہے گا تو مظلوم لوگون کی بدیان اسکے ذمہ پڑجاوین گی اور شخص خالی ہاتھ دوزخ مین جا پڑے گا۔

اِنَّمَا یُؤَخِّرُهُمْ لِیَوْمٍ تَشْخَصُ فِیْهِ الْاَبْصَارُ ۝ مُهْطِعِیْنَ مُقْنِعِیْ رُءُوْسِهِمْ لَا یَرْتَدُّ اِلَیْهِمْ طَرْفُهُمْ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ

اُن کو چھوڑ رکھنا ہی اُسدن پر جسدن مین اوپر لگ جاوینگی آنکھیں دوڑتے ہونگے اوپر اٹھا کے اپنے سر پھرتی نہیں اپنی طرف انکی

اللہ پاک نے اس آیۃ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی خبر دی کہ تم یہ گمان نہ کرو کہ خدا ظالمون کے عمل سے غافل ہی بلکہ اللہ نے انکو اُس دن کے واسطے مہلت دے رکھی ہی جب قیامت کے دن آسمان کے دروازے کھولکر فرشتے اترنے لگین گے اور لوگونپر عذاب کرین گے اُسوقت انکی آنکھیں اوپر ہی کو لگ جاوین گی اور جب اسرافیل علیہ السلام صور پھونکین گے تو قبرون سے نکل نکل کر جلدی جلدی میدان محشر کی طرف بھاگنے لگین گے اور نظر نیچی نکرین گے اور نہ پلک جھپکائین گے انکی دل کی حالت خوف و دہشت کی وجہ سے اُسوقت ایسی ہوگی جیسے کوئی چیز اڑی جاتی ہی مطلب یہ ہی کہ دہشت کے سبب سے دل بے ٹھکانے ہوجاوینگا معتبر سند سے مسند امام احمد اور اوسط طبرانی میں انس بن مالک رض سے روایۃ ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگرچہ موت انسان کے لئے ایک سخت چیز ہے لیکن موت کے بعد جو باتین پیش آنے والی ہین وہ موت سے زیادہ سخت ہین صحیح ابن حبان مسند ابی یعلی اور طبرانی کبیر مین عبد اللہ بن مسعود کی صحیح روایۃ ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ کی گرمی سورج کی گرمی اور پسینہ کی تکلیف محشر کے میدان میں ایسی ہوگی کہ اُسکے سبب سے لوگ گھبراکر یہ کہوین گے کہ اس سے تو ہم دوزخ مین بھیجدئے جاوین تو اچھا ہی یہ حدیثین اور اس قسم کی اور صحیح حدیثین آیۃ کے ساتھ ملائی جاوین تو حشر کے دن لوگونکی آنکھونکا حیرت سے کھلی کی کھلی رہ جانا اور اُنکے دلون کا بے ٹھکانے ہوجانا اچھی طرح سمجھ مین آجاتا ہی۔

وَاَنْذِرِ النَّاسَ یَوْمَ یَاْتِیْهِمُ الْعَذَابُ فَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیْبٍ نُّجِبْ

اور ڈراوے لوگونکو اوس دن سے کہ آویگا اُن کو عذاب تب کہین گے بے انصاف اے ربہمارے فرصت دے ہمکو تھوڑی

دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ۭ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ۝ وَّسَكَنْتُمْ

مدت کہ ہم مانین تیرا بلانا اور ساتھ ہوین رسولون کے تم آگے قسم نکھاتے تھے کہ تمکو نہین کسی طرح ٹلنا اور بسے تھے تم

فِیْ مَسٰكِنِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَیَّنَ لَكُمْ كَیْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ۝ وَقَدْ

بستیون میں انھیں کے جنھون نے ظلم کیا اپنی جان پر اور کھل چکا تم کو کہ کیسا کیا ہم نے اُنپر اور بتائین ہم نے تمکو کہاوتین اور

منزل ۳

مَكَرُوا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ۚ وَإِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُولَ مِنْهُ الْجِبَالُ ۝

بنا چکے ہیں اپنا داؤں اور اللہ کے آگے ہے اُن کا داؤ اور نہ ہوگا اُنکا داؤ کہ ٹل جاویں اُس سے پہاڑ

اس آیۃ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا ہی کہ تم لوگونکو یہ ڈر سنادو کہ قیامت میں جب عذاب ہوگا اُسوقت یہ لوگ جنھون نے ظلم کیا ہی اور راہ حق پر نہیں آئے یہ کہیں گے کہ اے خدا اک ذرا ہمیں مہلت دیدے تو ہم تیرے حکم کو قبول کرلین اور رسول پر ایمان لے آئیں اسکے جواب میں اللہ پاک اُنسے کہے گا کہ کیا تم نے دنیا میں قسم کھاکر یہ بات نہیں کہی تھی کہ آخرت کوئی چیز نہیں ہی مرنے کے بعد پھر زندہ ہونا کیسا ہمیں کسی قسم کا کوئی نقصان نہیں پہونچے گا کوئی جزا سزا نہیں ہی اور کیا تم ایسی سرزمین میں نہیں رہتے تھے جہان تم سے پہلے منکرین حشر گزر چکے تھے اور انہیں باتونپر اُسکا انجام کیا ہوا کس طرح اُنپر عذاب بھیجے اور کیسی بے بسی کی حالت میں اُنکو ہلاک کیا اور تم لوگونکو مثالین دیدیکر سمجھایا گیا مگر تم لوگون نے کچھہ غور و فکر نہ کیا اور نہ عبرت حاصل کی اور اُن لوگون نے بہتیرے مکر کئے کہ کسی طرح حق بات ضعیف ہوجائے اور وہ مکر اُنکے اگرچہ ایسے تھے کہ پہاڑ بھی اپنی جگہ سے اوکھڑ جاتا مگر خدا اپنے دین کا حامی رہا اور کچھہ اُنکی پیش نہ چلی معتبر سند سے صحیح ابن حبان اور مستدرک حاکم میں انسؓ بن مالک اور عبداللہ بن مسعودؓ سے روایتین ہیں جنمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گناہ کے بعد جس شخص کے دلمین شرمندگی اُس شخص کی توبہ ہی اِن حدیثون کو آیتون کے ساتھ ملانے سے دنیا اور عقبیٰ کی حالت میں جو فرق ہی وہ اچھی طرح سمجھہ مین آسکتا ہی کہ دنیا مین فقط دلکی ندامت توبہ ہی اور عقبیٰ مین نافرمان لوگ دلکی ندامت کا زبان سے بھی اقرار کرکے دنیا میں دوبارہ آنے اور فرمانبردار بنکر عمر گزارنے کی خواہش کرینگے تو وہ خواہش منظور نہ ہوگی اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے فرمایا کہ قیامت کے دن سے ان لوگون کو دنیا ہی میں جو کچھہ ڈرانا ہی ڈرادیا جاوے ورنہ قیامت کے دن کوئی ڈر کوئی ندامت کارآمد نہیں ہی سورہ النحل مین آویگا کہ مشرکین مکہ قسمین کہا کرتے تھے کہ مرنے کے بعد پھر زندہ نہ ہون گے اُسی کو فرمایا تم لوگ تو اسبات پر قسمین کھاتے تھے کہ دنیا کی زندگی کی حالت ٹل کر اور کوئی دوسری حالت بدلنے والی نہیں پھر اب دوبارہ زندہ ہونے کو تمہے ٹالا جاوے تو ٹال دو۔ ملک شام کے سفر میں مشرکین مکہ کا گزر پہلی امتون کی اجڑی ہوئی بستیونپر ہوا کرتا تھا اُسی کو فرمایا کہ اُن بستیونکا حال دیکھہ کر تم لوگون نے عبرت کیون نہیں حاصل کی اور مثال کے طور پر اون پہلی امتونکا حال قرآن مین سمجھایا گیا تو اُسکو تم نے اِس کان سے سُنکر اوس کان سے کیون اوڑادیا نافرمان لوگون کے مکر و فریب یہی تھے مثلاً جیسے فرعون نے جادوگرون کا مقابلہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کرایا جسکا ذکر قرآن شریف میں کئی جگہ ہی یا مثلاً جیسے مشرکین مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شہید کرڈالنے کا قصد کیا جسکا ذکر سورہ انفال میں گزر چکا ہی

منزل ۳

فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ۚ إِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝

سو مت خیال کر کہ اللہ خلاف کریگا اپنا وعدہ اپنے رسولوں سے بیشک اللہ زبردست ہی بدلہ لینے والا

اللہ پاک نے اس آیت میں اپنے رسول برحق کو خطاب کرکے مسلمانوں کو یہ سمجھایا ہی کہ یہ گمان نکرو کہ اللہ نے جو تم سے وعدہ کیا ہے کہ تمہاری مدد کروں گا اور کفار پر تمہیں غلبہ دونگا دین حق کو پھیلا دوں گا تو وہ اسکو پورا نہیں کریگا کیونکہ خدا کسی سے جھوٹا وعدہ نہیں کرتا ہی پھر وہ اپنے رسول سے کیونکر جھوٹا وعدہ کریگا غرضکہ اللہ نے مسلمانوں کی یہ تسکین و تسلی کی ہی کہ تم اطمینان رکھو جو تم سے وعدہ کیا ہی وہ پورا کروں گا اور ان کافرون کے ساتھ بھی نہایت انصاف سے فیصلہ کرونگا کیونکہ خدا سب پر غالب ہی اس سے بڑھکر کوئی بدلہ لینے والا نہیں ہی۔ حاصل کلام یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ نے اس رکوع میں دو جگہ ولا تحسبن اللہ جو فرمایا ہی اس سے اون مسلمانون کی تسکین مقصود ہی جو مشرکوں کے ستانے سے گھبراکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت اور مشرکون کے حق میں بددعا کرنے کی آپ سے خواہش کرتے تھے چنانچہ صحیح بخاری میں جناب ابن الارت کی حدیث ہی جس میں وہ کہتے ہیں کہ میںنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکوں کے ستانے کی شکایت اور مشرکون کے حق میں بددعا کرنے کی خواہش کی تو آپ نے فرمایا گھبراؤ نہیں اللہ تعالیٰ اسلام کی مدد کے وعدہ کو ضرور پورا کریگا۔ مشرک لوگ جس قدر تم لوگون مسلمانوں کو ستاتے ہیں یہ تو کچھ بھی نہیں ہی تم سے پہلے نیک لوگوں کو مخالفوں کے ہاتھ سے اس سے بھی زیادہ تکلیفیں پہونچی ہیں یہان تک کہ بعضے نیک لوگ پہلے زمانے میں آروں سے چیرے گئے ہیں غرض ولا تحسبن اللہ کی یہ صحیح حدیث گویا تفسیر ہی جس سے رسول مقبول کو اس خطاب سے یاد فرمانے اور مخاطب ٹھہرانے کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہی۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو موسےٰ اشعری کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی کہ اللہ تعالیٰ جب تک چاہتا ہی نافرمان لوگوں کو مہلت دیتا ہے پھر جب پکڑتا ہی تو بالکل ہلاک کردیتا ہی یہ حدیث ان اللہ عزیز ذو انتقام کی گویا تفسیر ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور تھا اسنے مکہ کے نافرمان سرکشون کو مہلت دی اور پھر بدر کی لڑائی کے وقت جب پکڑا تو اون سرکشون کی سرکشی خاک میں مل گئی چنانچہ اسکی تفصیل انس بن مالک کی صحیح روایتوں کے حوالہ سے اوپر گزر چکی ہی۔ اسکے بعد اپنی مدد سے مکہ کو فتح کرادیا جس سے باقی کے اہل مکہ اسلام کے مددگار بنگئے۔

منزل ۳

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝

جس دن بدلی جاوے اس زمین سے اور زمین اور آسمان اور لوگ نکل کھڑے ہوں سامنے اللہ اکیلے زبردست کے

بعضے مفسرون نے اس میں اختلاف کیا ہی کہ قیامت کے دن زمین و آسمان کی کچھ حالت بدل جاوے گی مثلاً زمین کے پہاڑ ٹیلے سب برابر کئے جاکر ایک چورس میدان کردیا جاویگا اور آسمان کے چاند سورج تارے نکال دئے جاوین گے یا اصل میں زمین و آسمان بدل جاوین گے۔ رفع اس اختلاف کا یہ ہی۔ کہ خود صاحب وحی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اختلاف کو رفع فرمایا ہی چنانچہ مسلم ترمذی ابن ماجہ مسند امام احمد بن حنبل وغیرہ میں حضرت عائشہ رض کی جو حدیث ہی اس کا حاصل یہ ہی کہ حضرت عائشہ نے آنحضرت سے اس آیت کو پڑھکر پوچھا کہ جب زمین بدل جاویگی تو اسوقت سب آدمی کہاں جاوین گے آپ نے فرمایا سب آدمی اس وقت پل صراط پر ہوں گے اس سے معلوم ہوتا ہی کہ آنحضرت نے آیۃ کا یہی مطلب

قرار دیا ہے کہ اصل زمین بدل جاویگی ورنہ اب حضرت عائشہ کو یہ جواب دیتے کہ زمین کے پہاڑ ٹیلے بدل جاویں گے اور آدمی جس طرح دنیا کے بسنے کے زمانہ میں زمین کے چورس ٹکڑے پر بستے رہتے تھے ویسے ہی قیامت کے دن ہوویں گے عرض آیت کے مطلب کو خود صاحب وحی نے حل کر دیا ہے جو علما اس بات کے قائل ہیں کہ زمین کی فقط حالت بدلی جاویگی۔ خود زمین نہیں بدلی جاوے گی وہ علما اپنے قول کی تائید میں مستدرک حاکم کی عبداللہ بن عمر بن العاص اور جابر بن عبداللہ کی وہ روایتیں پیش کرتے ہیں جن میں یہ ہے کہ قیامت کے دن زمین کے ٹیلے اور پہاڑوں کو چورس کر دیا جاویگا اول تو روایتیں صحیح مسلم کی روایت کے رتبہ کو نہیں پہنچ سکتیں دوسرے ان روایتوں کے صحابہ کے نام میں نیچے کے راویوں کا اختلاف ہے کوئی کسی صحابی کا نام لیتا ہے اور کوئی کسی دوسرے کا دبر نو اللہ الواحد القہار اسکا مطلب یہ ہے کہ جس دن آسمان و زمین بدلے جاویں گے اس دن یہ مشرک لوگ شرک کی جو عبادت کے لئے اس اللہ کے روبرو کھڑے ہوں گے جو اکیلا وحدہ لاشریک ہے اور اس جوابدہی میں جب یہ لوگ لاجواب ہو جاویں گے تو قہاری کی صفت کے موافق ان لوگوں کے حق میں وہ سزا تجویز کی جاویگی جسکا ذکر آگے کی آیت میں ہے صحیح مسلم کے حوالے سے ابوہریرہؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قہاری کی صفت کی تفصیل لوگوں کو معلوم ہو جاوے تو کسی شخص کے دل میں جنت کی خواہش باقی نہ رہے اور اگر اسکی رحمت کی تفصیل لوگوں کو معلوم ہو جاوے تو کسی شخص کے دل میں ناامیدی نہ ہو یہ حدیث اللہ تعالیٰ کی قہاری اور رحیمی دونوں صفتوں کی گویا تفسیر ہے۔

وَتَرَى الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ مُقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ ۝ سَرَابِيلُهُم مِّن قَطِرَانٍ وَتَغْشَىٰ

اور دیکھے تو گنہگار اس دن جوڑے ہوئے زنجیروں میں کرتے انکے ہیں گندھک کے اور ڈھانکے لیتی ہے

وُجُوهَهُمُ النَّارُ لِيَجْزِيَ اللَّهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝

انکے منہ کو آگ تا بدلا دے اللہ ہر جی کو اس کی کمائی کا بیشک اللہ شتاب لینے والا ہے حساب

ان آیتوں میں یہ ارشاد ہے کہ جب قیامت کے دن یہ آسمان و زمین نہ ہوں گے اور کل مخلوق اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑی کی جاوے گی تو جن لوگوں نے دنیا میں فساد مچا رکھا تھا خود بھی راہ حق سے علیحدہ ہے اور اوروں کو بھی علیحدہ رکھا تھا ان کو طوق اور زنجیروں میں جکڑے ہوئے آویں گے انکا کرتہ گندھک کے تیل کا ہوگا جس میں ذرا سی آگ لگنے سے بھڑک اٹھے گی اور بجھائے نہ بجھے گی حضرت عبداللہ بن عباس نے قطران کی یہ تفسیر کی ہے کہ انکے کرتے پگھلے ہوئے تانبے کے ہوں گے خدا ہر شخص کو اسکے عمل کا بدلہ دیگا جس کا عمل اچھا ہوگا تو اپنی رحمت میں شامل کریگا اگر عمل برے ہوں گے تو ویسا بدلہ دیگا اور خدا حساب کتاب لینے میں کچھ بھی دیر نہ لگا ئیگا جھٹ پٹ فارغ ہو جائے گا مسند امام احمد اور صحیح مسلم میں ابومالک اشعری کی ایک حدیث ہے کہ حضرت نے فرمایا میری امت میں چار باتیں جاہلیت کی باقی ہیں لوگ انکو چھوڑتے نہیں ہیں حسب و نسب کا فخر کرتے ہیں تاروں کی گردش سے مینہ طلب کرتے ہیں مردے پر نوحہ کرتے ہیں فرمایا نوحہ کرنے والی کو ایک کرتہ گندھک کے تیل کا یا پگھلے ہوئے تانبے کا پہنایا جاویگا۔ اصل میں قطران ایک تیل ہے جو کھجلی والے اونٹوں کی کھال پر لگایا جاتا ہے۔

جس سے کھجلی جل جاتی ہی اور اونٹ کی کھال مین زخم پڑجاتا ہی اس تیل میں یہ خاصیت بھی ہی کہ آگ میں ڈالنے سے اس کی آنچ بہت تیز ہوتی ہی۔ گندھک کے تیل میں بھی یہ باتین پائی جاتی ہیں اسلئے بعضے مفسرون نے قطران کے معنے گندھک کے تیل کے لکھے ہیں شاہ صاحب نے ترجمے میں یہی قول لیا ہی سلف میں سے جن علمار نے قطران کے معنے پگھلے ہوئے تانبے کے کئے ہیں۔ اونھون نے قطر کو الگ لفظ قرار دیا ہی اور آن کو الگ کیونکہ قطر پگھلے ہوئے تانبے کو کہتے ہیں اور آن نہایت گرم کھولتی ہوئی چیز کو حاصل کلام یہ ہی کہ دوزخ کی آگ کا اثر اور تیزی بڑھانے کے لئے یہ چیزین لباس کی طرح دوزخیون کے جسم پر ملی جاوین گے۔ شرک کے کلمے زبان سے نکلتے ہیں اور دل میں شرک کا اعتقاد ہوتا ہی اسواسطے یہان منہ کے جلنے کا اور ویل لکل میں دل کے جلنے کا خاص طور پر ذکر فرمایا ہی۔ اذا السمار انشقت میں آویگا کہ جن لوگون کے اعمال نامے سیدھے ہاتھ میں دئے جاوینگے آن کا حساب تو سرسری طور پر آسانی سے یون ہوجاویگا کہ بعضون کے گناہ معاف ہوجاوین گے اور بعضون کے گناہ نیکیون سے بدل دئے جاوین گے چنانچہ صحیح بخاری و مسلم میں عبداللہ بن عمر سے اور صحیح مسلم میں ابوذر سے جو روایتین ہیں ادن میں اسکا ذکر تفصیل سے ہے اس صورت میں کریما اور جانچ سے اونہیں لوگونکا حساب ہوگا جو علم الٰہی کے موافق عذاب کے قابل ٹھہرین گے اور اسی واسطے آنکے نامہ اعمال اُنکے ہاتھ میں دئے جاوین گے لیکن ان لوگون کے سب کام اللہ کی نظر میں ہیں سب غیب کا حال اسی کو معلوم ہی اسلئے یہ کریما اور جانچ بھی جلدی طے ہوجاوے گی اس جانچ کے وقت جو لوگ نامہ اعمال کو جھٹلادین گے اون کے ہاتھ پیرون سے گناہون کی گواہی دلوائی جاکر آنکا حساب طے ہوجاویگا۔ چنانچہ صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہ کی روایت اس باب میں گذر چکی ہی حاصل یہ ہی کہ یہ حدیثین اور اس قسم کی اور صحیح حدیثین ان اللہ سریع الحساب کی گویا تفسیر ہیں۔

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ ع ۱۱ ۱۹

یہ خبر کردی ہے لوگون کو اور تا چونک رہیں اُس سے اور تا جانین کہ معبود ہے ایک ہی اور تا سوچ کرین عقل والے

اس آیۃ میں اللہ پاک نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ یہ قرآن جو تم پر نازل کیا گیا ہی یہ ایک نصیحت ہے تاکہ لوگ خدا سے ڈریں اور جو نصیحت اس میں ہی اوس سے معلوم کرلین کہ سوائے اُس ایک خدا کے دوسرا کوئی معبود نہیں ہی اور نہ اسکا کوئی شریک ہی اسلئے کہ جو لوگ صاحب فہم ہیں عقل رکھتے ہیں آنکو اس میں غور و فکر کرنا چاہیئے اور نصیحت حاصل کرنی چاہیئے۔ مسند احمد اور ابن ماجہ کے حوالہ سے شداد بن اوس کی معتبر روایت ایک جگہ گذر چکی ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عقلمند وہ شخص ہی جو مرنے سے پہلے مرنے کے بعد کا کچھ عقبیٰ کا سامان کرلیوے اور عقل سے عاجز وہ شخص ہی جو عقبیٰ سے غافل رہے عقبیٰ کی بہبودی کی تمنا دلمین رکھے یہ حدیث ولیذکر اولوا الالباب کی گویا تفسیر ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ علم الٰہی کے موافق جن لوگون کو قرآن کے نصیحت کے سمجھنے کی عقل دیگئی ہی وہی قرآن کی نصیحت پر عمل کرکے اپنی عقبیٰ کو درست اور مرنے سے پہلے مرنیکے بعد کا کچھ سامان کرلیتے ہین اور جو لوگ عقبیٰ کے منکر یا عقبیٰ سے غافل ہیں وہ یا تو قرآن کی نصیحت کو سنتے ہی نہیں یا اگر سنکر اوس کان سے اور اڑا دیتے ہین۔

سُوْرَةُ الْحِجْرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

یہ سورت کل مفسروں کے نزدیک مکی ہی حجر ایک صحرا ہی مدینہ اور شام کے بیچ میں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ

یہ آئتیں ہیں کتاب کی اور کھلے قرآن کی

الٓرٰ حروف مقطعات میں سے ہی جنکا ذکر سورہ بقر میں ہوچکا ہی کہ اسکے معنے سوائے خدا کے کسی کو نہیں معلوم اور جس طرح تمام سورتوں میں جو حروف مقطعات سے شروع ہوئی ہیں قرآن کی عظمت بیان فرمائی ہی اسی طرح اس سورۃ میں بھی حروف مقطعات کے بعد فرمایا کہ یہ سورۃ قرآن مجید کی آیتوں میں سے تھوڑی سی آیتیں ہیں اور پھر قرآن کی صفت بیان فرمائی کہ اس سے حق بات ناحق بات سے صاف طور پر واضح ہوجاتی ہی۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو ہریرہ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور معجزوں کے علاوہ مجھکو قرآن شریف ہی کا ایک ایسا معجزہ دیا گیا ہی جسکے سبب سے مجھے امید ہی کہ قیامت کے دن میری امت کے نیک لوگوں کی تعداد اور امتوں کے نیک لوگوں کی تعداد سے زیادہ ہوگی۔ یہ حدیث قرآن مبین کی گویا تفسیر ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ قرآن شریف کی آیتوں میں ایسی صاف صاف نصیحتیں ہیں جنسے قیامت تک بہت لوگوں کو ہدایت ہوگی اگرچہ بعضے سلف نے کتاب کی تفسیر توراۃ اور انجیل کو ٹھہرایا ہی مگر توراۃ اور انجیل کا اوپر کہیں ذکر نہیں ہی اسلئے صحیح قول یہی ہی کہ کتاب اور قرآن دونوں لفظوں سے مقصود قرآن ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ یہ آئتیں ایسی صاحب عظمت کتاب کی ہیں جسکا نام قرآن ہی۔ منزل ۳

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ

کسی وقت آرزو کریں گے جو منکر ہیں کسی طرح ہوتے مسلمان

طبرانی میں حضرت ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہی کہ آنحضرت نے فرمایا بعضے کلمہ گو مسلمان گناہ گار جو وقت دوزخ میں جاوینگے تو کافر انپر طعن کرینگے کہ تمہاری مسلمانی تمہارے کچھ کام نہ آئی آخر تم بھی ہمارے ساتھ عذاب میں پہنسے اللہ تعالی اون کافروں کے یہ طعن سنکر جھٹ اون مسلمان کلمہ گو لوگوں کو دوزخ سے نکالنے کا حکم دیوینگا اوسوقت کافر لوگ یہ تمنا کریں گے کہ کاش کے ہم بھی کلمہ گو ہوتے۔ یہ ذکر فرماکر آپنے یہ آیۃ پڑھی جس سے معلوم ہوا کہ اصل شان نزول اس آیۃ کی یہی ہی سوائے اسکے علماے متقدمین و متاخرین نے اور شان نزول جو اس آیۃ کی بیان کی ہی مثلاً کافروں کا موت کے وقت عذاب کے فرشتوں کو دیکھکر اسلام کی تمنا کا ظاہر کرنا اس سے اون علما کا مقصد یہ ہی کہ اس حالت پر بھی آیۃ کا مطلب صادق آتا ہی ورنہ اصل شان نزول وہی ہی جسکی صراحت اس حدیث میں آچکی ہی یہ بات اوپر بیان ہوچکی ہی کہ صحابہ اور تابعین میں یہ ایک طریقہ جاری

تھا کہ جس معاملہ پر آیۃ کا مطلب صادق آتا تھا خواہ وہ معاملہ آیۃ کے پہلے کا ہو یا بعد کا وہ لوگ اوس معاملہ کو بھی آیۃ کی شان نزول قرار دیا کرتے تھے اگرچہ طبرانی کی سند میں ایک راوی خالد بن نافع کو بعضے علما نے ضعیف ٹھہرایا ہی لیکن ذہبی نے اسکو ناقابل اعتراض قرار دیا ہی علاوہ اسکے یہ حدیث طبرانی میں انس رضؓ بن مالک کی روایۃ سے بھی ہی جسکی سند میں خالد بن نافع نہیں ہے اسلیے ایک روایۃ کو دوسری روایۃ سے تقویت ہوجاتی ہی۔ اسی واسطے حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہی۔ اوسط طبرانی میں صحیح سند سے ایک روایۃ جابر رضؓ بن عبداللہ کی بھی اس مضمون کی ہی حاصل یہ ہی کہ خالد بن نافع کے ضعیف ہونے کے سبب سے اس شان نزول کی روایۃ کو ضعیف نہیں کہا جا سکتا بعث ونشور بیہقی میں ایک قصہ ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ ایک روز حضرت عبداللہؓ بن عباس اور انس رضؓ بن مالک میں اس آیۃ کی شان نزول کی بابتہ بڑی بحث ہوکر آیۃ کی یہی شان نزول صحیح قرار پائی جسکا ذکر ابو موسےٰ اشعری کی روایۃ سے اوپر گزرا۔

ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ

چھوڑ دے انکو کھالیں اور برت لیں اور امید پر بھولے رہیں کہ آگے معلوم کریں گے

اس سے اوپر کی آیۃ میں یہ ذکر تھا کہ قیامت کے دن کفار بعضے مسلمان گنہ گار دن کو دوزخ سے نکلتے ہوئے دیکھ کر یہ کہیں گے کہ کاش ہم بھی مسلمان ہوتے تو اسوقت یہاں سے نکال لئے جاتے اور ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں نہ رہتے اب اس آیۃ میں اللہ تعالےٰ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم فرمایا کہ ان کافروں کو انکے حال پر چھوڑ دو اور انکے پیچھے نہ پڑو کہ خواہی نخواہی یہ ایمان ہی لائیں اور اچھے عمل کریں بت پرستی چھوڑ دیں دین حق کو قبول کریں یہ کبھی راہ راست پر نہیں آئیں گے انسے کہدو کہ دنیا میں جتنا جی چاہے کھا پی لو اور عیش وآرام کر لو اور ہمیشہ جینے کی امید پر بیٹھے رہو آگے جو ہوگا وہ سب تمہیں معلوم ہوجائے گا ابھی تو یہی گمان کرتے رہو کہ ہماری عمر بہت بڑی ہی ہم ابھی کیا مرنے والے ہیں اس آیۃ میں یہ بات بتلائی گئی ہی کہ دنیا کی لذتوں میں پڑے رہنا اور طول طویل امید پر بیٹھے رہنا ایماندار شخص کے لئے زیبا نہیں ہی۔ حضرت علیؓ بن طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں تم لوگوں پر دو باتوں کا خوف کرتا ہوں طول امل اور خواہش نفس۔ طول امل آخرت کو بھلا دیتی ہی کیونکہ جو شخص کسی طویل امید پر بیٹھا ہوگا اسکے دل میں کبھی یہ بات نہ گزریگی کہ ہم جلد مرینگے اور جب مرنے کا خیال نہ آئیگا تو وہ آخرت کی یاد کو بھول جائیگا۔ اور خواہش نفس حق سے روک دیتی ہی بھلے برے کی تمیز جاتی رہتی ہی۔ صحیح بخاری ترمذی نسائی ابن ماجہ اور صحیح ابن حبان میں عبداللہؓ بن مسعود اور انسؓ بن مالک سے جو روایتیں ہیں اوسکا حاصل یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ایک چھوٹی اور دوسری بڑی لکیر کھینچ کر فرمایا کہ چھوٹی لکیر آدمی کی عمر کی ہی اور بڑی لکیر اسکی بڑی بڑی دنیا کی امیدیں ہیں ایک دن اسکی عمر ختم ہوجاوے گی اور یہ بڑی بڑی امیدیں یوں ہی ناتمام رہ جاوینگی اس صحیح حدیث سے حضرت علیؓ کے قول کی پوری تائید ہوتی ہی اور حدیث کو حضرت علیؓ کے قول کے ساتھ ملا کر ویلہم الامل کی تفسیر کی جا سکتی ہی۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے انسؓ بن مالک کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی کہ بڑے بڑے مالدار دوزخیوں

منزل

سے دوزخ کے پہلے ہی جھونکے کے بعد فرشتے پوچھیں گے کہ دنیا کے جس عیش و آرام نے تم کو عقبیٰ سے غافل رکھا اس عذاب کے آگے وہ عیش و آرام تمکو کچھ یاد ہی وہ لوگ قسم کھا کر کہیں گے کہ نہیں۔ حدیث کا یہ ٹکڑا سوف یعلمون کی گویا تفسیر ہے۔

وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ ۝ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ۝

اور کوئی بستی ہم نے نہیں کھپائی مگر اوسکا لکھا تھا مقرر نہ شتابی کرے کوئی فرقہ اپنے وعدے سے اور نہ دیر کرے

اس آیت میں اس بات کی خبر دیگئی کہ کوئی گانوں بغیر حجت تمام کئے ہوئے ہلاک نہیں کیا گیا اور جب تک اُسکا مقرر وقت نہ آچکا عذاب نہیں نازل کیا گیا جب کسی قوم کا وقت مقرر آجاتا ہی تو پھر نہ اُس سے گھٹتا ہے نہ بڑھتا ہی اجل کے معنے وقت مقرر کے ہیں اس سے زیادہ اسکی تفصیل سورہ انعام گزر چکی ہی آیت ۶ اہل مکہ کو جو کافر اور مشرک تھے خوف دلایا گیا ہی کہ تم جس کفر اور شرک پر جمے بیٹھے ہو ایک روز یہ کفر اور شرک جڑ سے اوکھڑ جاویگا وقت مقررہ آنے کی دیر ہی صحیح مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی کہ دنیا کے پیدا ہونے سے پچاس ہزار برس پہلے جو کچھ دنیا میں ہونے والا تھا اللہ تعالیٰ نے وہ سب لوح محفوظ میں لکھ لیا ہی یہ حدیث کتاب معلوم کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انتظام میں دنیا کے ہر کام کا وقت دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے لکھا جا چکا ہی اسواسطے ہر کام اپنے وقت مقررہ پر ہوتا ہی۔ مشرکین مکہ عذاب کی جلدی جو کرتے ہیں پہلی امتوں کی طرح انکے حق میں بھی عذاب کا وقت مقررہ جب آجاویگا تو انکو اس جلدی پر پچھتانا پڑیگا۔ صحیح سند سے تفسیر ابن ابی حاتم میں عبداللہ بن مسعود سے روایت ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ عذاب کی جلدی کرنے والے مشرکین مکہ میں کے سرکش ابوجہل وغیرہ جب بدر کی لڑائی میں مارے گئے تو مرنے کے بعد اپنی حالت پر انکو پچھتانا پڑا مگر یہ بے وقت کا پچھتانا کچھ انکے کام نہ آیا وقت مقررہ پر ان سرکشوں کے مارے جانے کے قصہ کو اور فتح مکہ کے قصہ کو بھی آیت کی تفسیر میں بڑا دخل ہی۔ بدر کی لڑائی کا قصہ پہلے گزر چکا ہی۔ فتح مکہ کے وقت ان مشرکوں کی کم روزی جس حد تک پہونچی اسکا ذکر بھی ایک جگہ گزر چکا ہی کہ اللہ کے رسول نے ان کے جھوٹے معبودوں کو لکڑیاں مار مار کر زمین پر گرا دیا۔

منزل ۳

وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ۝

اور لوگ کہتے ہیں اے شخص کہ تجھ پر اُتری ہے نصیحت تو مقرر دیوانہ ہے

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو قرآن شریف کی آیتیں پڑھکر سنائیں اور قریش سے یہ کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں تو قریش نے یہ دو باتیں کہیں جن کا ان آیتوں میں ذکر ہے ایک تو یہ کہ اللہ کے رسول کو انھوں نے دیوانہ بتلایا دوسری بات یہ کہی جسکا ذکر آگے ہی کہ اگر تم اللہ کے رسول ہو تو تمہارے کلام کی تصدیق کو آسمان سے فرشتے ہمارے آنکھوں کے سامنے کیوں نہیں آتے اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرما کر اپنے رسول کو تسلی دی اور قریش کی پہلی بات کا جواب یہ دیا کہ اے رسول اللہ کے ان لوگوں کے دیوانہ کہنے سے تم کو کچھ رنج و الم میں نہ پڑنا چاہیئے یہ کچھ نئی بات نہیں ہی تم سے پہلے جو اللہ کے رسول تھے

انے بھی مخالف لوگ اسیطرح ٹھٹھا کرتے ہی میں دوسری بات کا جواب اللہ تعالیٰ نے یہاں اور سورہ انعام میں جو دیا ہی اسکا حاصل یہ ہی کہ فرشتونکی اصلی صورت تو ان منکرونکو موت کے وقت یا عذاب الٰہی کیوقت نظر آویگی اب بیچ میں اگر فرشتونکو انسانکی صورت میں بھیجا جاوے تو ان منکرونکو اور بھی شکہ ہوگا کہ یہ انسان اللہ کا رسول کیونکر ہوا پھر فرمایا یہ لوگ ایسی ہٹ دھرمی پر اڑے ہوئے ہیں کہ دن دہاڑے آسمان پر چڑھکر سب فرشتونکو بھی اگر یہ دیکھ لیویں تو اسکو بھی جادو بتلاویں گے ترمذی اور مسند امام احمد میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے معتبر روایت ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ جب ازل میں اللہ تعالیٰ نے سب مخلوق کو پیدا کیا تو ایک نور ہدایت بھی پیدا کیا تھا اور جو شخص علم الٰہی میں بدبخت ٹھہر چکا تھا وہ اس نور کے حصہ سے محروم رہا اس ہدایت اور گمراہی کا اثر دنیا کے لوگوں میں پایا جاتا ہی ان آیتوں میں آگے یہ جو فرمایا کہ جن گنہگاروں کے دل میں اللہ کی طرف سے اللہ کے رسولوں کا انکار بس گیا ہی اس طرح کے لوگ اللہ کے کلام اور اللہ کے رسول پر ہرگز ایمان نہ لاویں گے اوپر کی حدیث کے مضمون کے موافق اور فطرت اسلامی کی صحیح بخاری و مسلم کی ابوہریرہ کی صحیح حدیث کے مضمون کے موافق اسکا مطلب یہ ہی کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو فطرت اسلام پر پیدا کرتا ہی لیکن مرتے دم تک اس فطرت اسلامی پر قائم وہی رہے گا جو علم ازلی میں مقرر پا چکا ہی اور نور ہدایت ازلی کا حصہ اسکو ملا ہے قریش میں کے جو لوگ اس گروہ میں کے نہیں ہیں انکے دل میں حق بات کا انکار جم گیا ہی وہ مرتے دم تک اس طرح کبھی اللہ کے رسول کو دیوانہ بتلاویں گے کبھی اللہ کے رسول کی صداقت کے لئے آسمان سے فرشتوں کے اترنے کی خواہش کریں گے - سورۃ الاعراف میں گزر چکا ہی کہ قوم نوح نے نوح علیہ السلام کو انا نراک فی ضلال مبین اور قوم عاد نے ہود علیہ السلام کو انا نراک فی سفاہۃ کہا - اس سے معلوم ہوا کہ ہر قوم کے مشرک لوگ اللہ کے رسولوں کو اسی طرح کم عقل دیوانہ بتلاتے رہے ہیں - منزل ۴

لَوْ مَا تَأْتِينَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ إِن كُنتَ مِنَ الصّٰدِقِينَ ۝ مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ إِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوٓا

کیوں نہیں لے آتا ہمارے پاس فرشتے اگر تو سچا ہے ہم نہیں اتارتے فرشتے مگر کام ٹھیرا کر اور اسوقت نہ ملیگی

إِذًا مُّنظَرِينَ ۝ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُۥ لَحٰفِظُونَ ۝

ان کو ڈھیل ہم نے آپ اتاری ہے نصیحت اور ہم آپ اسکے نگہبان ہیں

اس سے پہلے ذکر تھا کہ مشرکین مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے کہ تم پر قرآن وغیرہ کچھ نہیں اترا ہے سب جھوٹ ہی اور تم دیوانے ہو گئے ہو جو یہ دعوی رسالت کا کرتے ہو اور اپنے ساتھ ہم لوگوں کو بھی باپ دادا کے پرانے مذہب بت پرستی سے چھوڑا کر ایک خدا کی عبادت کو کہتے ہو اگر سچ مچ تم سچے ہو اور خدا نے تمہیں رسول بنا کر لوگونکی ہدایت کو بھیجا ہے تو خدا تو تمہاری ہر ایک بات کو فوراً مان لیگا جو کہو گے وہ سنے گا تم اوس سے کہو کہ آسمان سے فرشتہ کو بھیجدے وہ یہاں آکر ہم لوگون سے تمہارا سب جھوٹ سچ کہدے فرشتے کے کہنے سے ہمیں معلوم ہو جائیگا کہ ہاں تم خدا کے رسول ہو اور ہدایت کو بھیجے گئے ہو اور جس کتاب کو تم قرآن کہتے ہو اسکی بھی تحقیق ہو جائے گی کہ یہ خدا کا کلام ہی جو تم پر اترا کرتا ہی اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں مشرکوں کی اون باتون کا جواب اس طرح دیا کہ فرشتے اس کام کے لئے نہیں ہیں فرشتے کام ٹھہرا کر

آسمان سے بھیجے جاتے ہیں مجاہد نے بالحق کی یہ تفسیر کی ہے کہ خدا فرشتوں کو اُسوقت بھیجتا ہے جب اپنے رسول پر وحی نازل کرتا ہے اور ایک اُسوقت فرشتے کو بھیجتا ہے جب کسی قوم پر عذاب بھیجنا چاہتا ہے یا انسان کی موت لیکر فرشتے کو بھیجتا ہے پھر جب اپنے عذاب لائے گا تو ایک دم بھی مہلت نہیں ملے گی پھر فرمایا کہ اپنا کلام یہ قرآن مجید اپنے رسول پر ہم اتارتے ہیں ہم ہی اُسکی حفاظت کرتے ہیں یہاں سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اللہ پاک نے قرآن مجید کی حفاظت اپنے ہاتھ میں لے لی ہے کبھی اس میں ردوبدل نہ ہوگا جس طرح پہلی کتابوں توریت وانجیل میں ردوبدل ہوگیا۔ صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے ابوموسیٰ اشعری کی حدیث گزر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ جب تک چاہتا ہے نافرمان لوگوں کو مہلت دیتا ہے اور پھر جب پکڑ لیتا ہے تو انکو بالکل غارت کر دیتا ہے یہ حدیث وما کانوا اذا منظرین کی گویا تفسیر ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ اس آیہ کے نازل ہونے تک مہلت کا زمانہ تھا اسلئے اس آیت میں اتنا ہی فرمادیا تھا کہ اللہ کے فرشتے آسمان سے اوتریں گے تو ان سرکشوں پر ایسا عذاب آجاویگا جس سے انکو بچنا دشوار ہے اللہ سچا ہے اللہ کا وعدہ سچا ہے بدر کی لڑائی میں مہلت کا وقت ختم ہوگیا تھا اسواسطے فرشتے آسمان سے اوترے اور بڑے بڑے سرکشوں کو ہلاک کر ڈالا چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ بدر کی لڑائی میں بعضے بعضے مشرک خود بخود مرکر زمین پر گر پڑے اور ایسی آواز آئی جیسے کسی نے انکو کوڑا مار کر مارڈالا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکا ذکر آیا تو آپنے فرمایا تیسرے آسمان کے فرشتے جو مدد کے لئے آئے تھے اونھوں نے ان مشرکوں کو مارڈالا بیہقی وغیرہ میں جو روایتیں ہیں انکا حاصل یہ ہے کہ بدر کی لڑائی میں فرشتوں نے جن مشرکوں کو ہلاک کیا اون مشرکوں کی لاشوں پر آگ سے جل جانے کے نشان تھے کیونکہ فرشتوں نے انکو دوزخ کی آگ کے کوڑوں سے مارا تھا بدر کی لڑائی کا باقی قصہ ایک جگہ گزر چکا ہے اس تفسیر کے مقدمہ میں صحیح بخاری مسلم ترمذی وغیرہ کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن عباس کی حدیث گزر چکی ہے کہ قرآن شریف کے نزول کے زمانہ میں آسمان تک جنات کا جانا بند ہوگیا تھا تاکہ جنات چوری سے قرآن شریف کے لفظ سنکر کاہنوں سے نہ بیان کر سکیں اور قرآن شریف کے لفظوں کی حفاظت جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہے اُس میں کچھ خلل نہ ڈال سکیں۔ یہ باتیں بھی صحیح حوالوں سے گزر چکی ہیں کہ بیس برس کے عرصہ میں قرآن شریف نازل ہوا ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک جس قدر حصہ قرآن شریف کا نازل ہوتا تھا حضرت جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اُسکا دور کیا کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات کے سال میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دو دفعہ دور کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں متفرق طور پر جو قرآن لکھا ہوا تھا آپ کی وفات کے بعد صحابہ نے بڑی احتیاط سے اُسکو ایک جا کیا اسکے بعد سے ہر سال سینکڑوں ہزاروں حافظ قرآن ہوتے چلے آتے ہیں کوئی کاتب زیر زبر کی غلطی بھی قرآن شریف کے لکھنے میں کر دیتا ہے تو حافظوں کی پڑھائی سے وہ غلطی صحیح ہوجاتی ہے یہ سب قصے وانا لہ لحافظون کی گویا تفسیر ہیں جسکا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس وعدہ کے موافق قرآن شریف کے نازل ہونے کے زمانہ سے قیامت تک قرآن شریف کی حفاظت کا ایسا انتظام کر دیا ہے جس سے قرآن شریف میں کسی طرح کا ردوبدل ممکن نہیں اور یہ انتظام اس بات کو پورے طور پر جتلاتا ہے کہ قرآن شریف اللہ کا کلام ہے اور

منزل ۳

اور جنپر یہ اللہ کا کلام اوترا وہ اللہ کے سچے رسول ہیں ۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ كَذٰلِكَ

اور ہم بھیج چکے ہیں رسول تجھ سے پہلے کئی فرقوں میں اگلے اور نہیں آتا اُن پاس کوئی رسول مگر کرتے رہے ہیں اُس سے ہنسی اسی طرح

نَسْلُكُهٗ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ ۝

پیٹھاتے ہیں ہم اُسکو دل میں گنہگاروں کے یقین نہ لاوینگے اُسپر اور ہو آئی ہے رسم پہلوں کی

ان آیتوں میں اللہ پاک نے اپنے رسول کو یہ تسلی دی کہ کفار اور مشرکین جو تمہارے ساتھ ٹھٹھے کرتے ہیں اور تمہیں چھیڑتے ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں ہے تم سے پہلے جو رسول گزرے ہیں اُنکے ساتھ بھی اُنکی قوم نے یہی معاملہ کیا ہے تم اُنکی دل لگی سے بیدل نہو اور جس طرح اون رسولوں نے صبر کیا تم بھی صبر کرو انکے مسخرا پن کرنے سے ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم وحی کا بھیجنا اور قرآن کا اوتارنا بند کردیں گے یہ لوگ جس بات پر جمے ہوئے ہیں جمنے دو ہم انکے بہکے ہوئے خیال کو اور بھی پختہ کردیتے ہیں کہ تم اور قرآن پاک پر یہ لوگ ایمان نہ لائیں اور اس ایمان نہ لانے کا جو نتیجہ پہلی قوموں کا ہوا وہ ان لوگوں کو معلوم ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ بھی اونہیں لوگوں کی طرح قہر الٰہی میں آجائیں اور ہلاک کردئے جائیں اور دنیا سے بالکل انکی بنیاد ہی اوکھیڑ دیجائے ۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں اپنے علم ازلی کے موافق یہ لکھ لیا ہے کہ دنیا کے پیدا ہونے کے بعد کتنے آدمی جنت میں جانے کے قابل کام کرینگے اور کتنے آدمی دوزخ میں جانے کے قابل ۔ اس حدیث کو آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ پہلے صاحب شریعت نبی نوح علیہ السلام سے لیکر اس آخر زمانہ تک جو گنہ گار لوگ اللہ کے رسولوں سے مسخرا پن کرتے چلے آئے ہیں اسکا سبب یہی ہے کہ دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے علم الٰہی کے موافق ان لوگوں کی یہی حالت لوح محفوظ میں لکھی گئی ہے اسلئے اللہ تعالیٰ نے اگرچہ عام طور پر سب لوگوں کی ہدایت کے لئے رسول بھیجے کتابیں نازل کیں لیکن راہ راست پر وہی لوگ آویں گے جنکی قسمت میں راہ راست آنا لکھا گیا ہے یہ ازلی بدقسمت لوگ کسی طرح راہ راست پر نہ آوینگے ازلی بدقسمتی کے سبب سے دوزخ میں جانے کے قابل کام ان کے خیال انکے دل میں آوین اور جمیں گے اور مرتے دم تک یہ لوگ کام بھی ویسے ہی کریں گے اور آخر انکا انجام بھی وہی ہوگا جو پہلے کے نافرمان لوگوں کا ہوا کہ دنیا میں طرح طرح کے عذابوں سے وہ لوگ ہلاک کردئے گئے اور عقبیٰ کے عذاب میں بھی گرفتار ہوئے اللہ سچا ہے اللہ کا کلام سچا ہے صحیح مسلم کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن عباس کی حدیث گزر چکی ہے کہ بدر کی لڑائی میں مشرکین مکہ کے سرکش لوگوں کو اللہ کے فرشتوں نے دوزخ کی آگ کے کوڑے مار کر مار ڈالا اور صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے انس بن مالک کی یہ روایتیں بھی گزر چکی ہیں کہ مرتے ہی یہ لوگ عقبیٰ کے عذاب میں گرفتار ہوگئے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی لاشوں پر کھڑے ہو کر یہ فرمایا کہ اب تو تم لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے وعدہ کو سچا پالیا ۔

منزل ۳

وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَاءِ فَظَلُّوا فِيهِ يَعْرُجُونَ ۝ لَقَالُوا إِنَّمَا سُكِّرَتْ

اور اگر کھولدیں ہم اوپر دروازے آسمان سے اور سارے دن اُس میں چڑھتے رہیں یہی کہیں کہ ہماری نگاہ ہی

أَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُورُونَ ۝

بندہ گئی ہے نہیں ہم لوگو پر جادو ہوا ہے

اِس آیۃ میں اللہ پاک اون کفار اور مشرکین کے انتہا درجے کی گمراہی کو بیان فرماتا ہے کہ یہ لوگ ہرگز ایمان نہیں لائیں گے معجزہ تو کیا چیز ہے اگر آسمان کا کوئی دروازہ بھی کھولدیا جائے اور اپنی آنکھوں سے یہ لوگ وہاں کے عجائبات کو آسمان پر چڑھکر دیکھ لیں جب بھی تو کفر سے باز نہیں آئیں گے بلکہ اون عجائبات کو دیکھکر یہ کہنے لگیں گے کہ ہماری نظر بندی کی گئی ہے آنکھیں اپنی اصلی حالت پر نہیں ہیں ہم پر جادو کردیا گیا ہے جو ایسے ایسے تماشے ہمکو نظر آرہے ہیں جب اِنکے کفر و سرکشی کی یہ حالت ہے تو کوئی قدرتی نشانی اِنکے ایمان لانے کو کارآمد نہیں ہوسکتی فرشتے آسمان سے آئیں یا یہ خود آسمان پر چڑھ جاویں یا پہاڑ کو سونا بنا دیا جائے چٹیل میدان کو گلزار کردیا جائے کچھ بھی مفید مطلب نہ ہوگا یہی جواب در اسی قسم کی بیہودہ باتیں یہ کرتے رہیں گے صحیح مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ایک جگہ گزر چکی ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر شخص کے ساتھ ایک فرشتہ اور ایک شیاطین رہتا ہے فرشتہ نیک کاموں کی رغبت دلاتا رہتا ہے۔ اور شیاطین بُرے کاموں کی سورۃ الزخرف میں آویگا کہ جو لوگ یاد الٰہی سے آنکھ چراتے ہیں اوپر شیاطین کا تسلط زیادہ ہوجاتا ہے۔ اِسلئے وہ شیاطین ایسے لوگوں کے دل میں بُرے کاموں کی ہمیشہ وسوسے ڈالتے رہتے ہیں اور اللہ کے فرشتے کی نصیحت کو آدمی کے دل میں جمنے نہیں دیتے اس حدیث اور سورۃ الزخرف میں جو آیتیں آویں گی اُنکو ان آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ اگرچہ یہ مشرک کہتے ہیں کہ آسمان سے کوئی فرشتہ آن کر اللہ کے رسول کے سچا ہونے کی گواہی دیدے گا تو یہ لوگ اللہ کے رسول کو سچا مان لیوین گے لیکن اللہ تعالیٰ کو انکا خوب حال معلوم ہے کہ اللہ کے رسول کے سچا ہونے کی گواہی دینے کو فرشتے آسمان سے آدین یا خود یہ لوگ آسمان پر چڑھکر فرشتوں کی گواہی کا حال آسمان پر سے سن آویں اس سب کو یہ لوگ نظر بندی اور جادو تبلا دین گے کیونکہ یاد الٰہی سے غافل اور تبوں کی یاد میں لگے رہنے سے انکے دلوں پر شیاطین کا ایسا تسلط ہوگیا ہے کہ کسی نیک کام کا خیال ان کے دل میں جم نہیں سکتا فرشتے کا اصلی صورت میں دیکھنا تو انسان کی طاقت سے باہر ہے اِسلئے کوئی فرشتہ آسمان سے آویگا تو وہ بھی اس طرح اللہ کے رسول کے سچا ہونے کا خیال اِنکے دل میں پیدا کریگا جس طرح اب بھی اس خیال کے پیدا کرنے کے لئے اِن میں سے ہر ایک شخص کے ساتھ ایک فرشتہ تعینات ہے پھر شیاطینوں کے وسوسے کے آگے یہ لوگ اُس فرشتے کی بات کو کیا سنتے ہیں جو نئے فرشتے کی بات کو سن لیوین گے۔

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَزَيَّنَّاهَا لِلنَّاظِرِينَ ۝ وَحَفِظْنَاهَا مِن كُلِّ شَيْطَانٍ

اور ہم نے بنائے ہیں آسمان میں برج اور رونق دی اُسکو دیکھنوں کے آگے اور بچا رکھا ہم نے اُسکو ہر شیطان

ع ۱۰ منزل ۳

رَجِيمٍ ۝ إِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ مُّبِينٌ ۝

مردودے مگر جو چوری سے سن گیا سو اُسکے پیچھے پڑا انگارا چمکتا

ان آیتوں میں اللہ پاک اپنی قدرت کا حال بیان فرماتا ہے کہ اِس آسمان کو ہمنے کیسی حکمت اور ترکیب سے بنایا اسمیں بڑے بڑے تارون کے محل برجونکی طرح کے بنائے ہیں اور چاند سورج ستاروں سے آسمان کو زینت دی ہے۔ آسمان میں بارہ برج ہیں ہر برج میں تیس تیس درجے جسمیں آفتاب ہر روز سیر کرتا ہے ہر درجہ کو ایک ایک روز میں تمام کرتا ہے اور اِس حساب سے تین سو ساٹھ دن میں یعنے ایک سال میں آسمان کا پورا دور اختم کرلیتا ہے جسکی وجہ سے جاڑا گرمی برسات کی فصلیں ہوتی ہیں اور ان فصلوں سے دنیا میں عجیب عجیب تغیر ہوتے رہتے ہیں اور طرح طرح کے نفع حاصل ہوتے ہیں جس دورہ کو سورج بارہ دن میں پورا کرتا ہے چاند اُس کو اٹھائیس دن میں پورا کرتا ہے اور جس طرح سورج کا دورہ فصلوں کے لئے ہے اِسی طرح چاند کا دورہ مہینون اور برس کے حساب کے لئے ہے چنانچہ اِسکا ذکر سورہ یونس میں گزر چکا ہے حاصل کلام یہ ہے کہ چاند سورج ستارے برروج ایسی کھلی کھلی دلیلیں ہیں جن سے ہر ذی ہوش خدا کی وحدانیت اور اوسکے قادر مطلق ہونے پر دلیل پکڑ سکتا ہے۔ اِسکے بعد یہ فرمایا کہ آسمان کو اِس بات سے محفوظ رکھا ہے کہ شیاطین یہاں آکر فرشتوں کی باتیں سُن جاویں اور دنیا میں جاکر نئے نئے شعبدے اوٹھاویں کیونکہ جب وہ یہاں کا قصد کرتے ہیں تو فرشتے آگ کے انگارے لیکر کھڑے رہتے ہیں اور پھینک مارتے ہیں یہ جل بھن کر راکھ ہو جاتے ہیں ابو ہریرہؓ کی صحیح بخاری میں ایک حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ آسمان پر کوئی حکم فرماتا ہے تو فرشتے تعظیم کے طور پر اپنے پر مارتے ہیں جس سے ایسی آواز نکلتی ہے جیسے لوہے کی زنجیر پتھر پر گرتی ہے اور گھسیٹی جاتی ہے جب اُن کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہوتی ہے تو آپس میں پوچھتے ہیں کہ ہمارے رب نے کیا ارشاد کیا پاس والے فرشتے جواب دیتے ہیں کہ جو کچھ اوس پاک اور برتر نے فرمایا بالکل ٹھیک اور برحق فرمایا وہ بڑا بزرگ ہے اور شیاطین بھی وہاں لگے رہتے ہیں ایک کے کاندھے پر ایک ایک پر ایک چڑھکر آسمان تک پہونچتے ہیں اور وہاں کان لگائے فرشتوں کی یہ باتیں سنا کرتے ہیں اور سب سے اوپر کا شیطان اگر کوئی بات فرشتوں کی باتوں میں سے سن لیتا ہے تو اپنے نیچے کے شیطان سے کہدیتا ہے پھر وہ اوس سے نیچے والے کو یہاں تک کہ وہ اس بات کو کاہنوں سے آنکر بیان کرتے ہیں اور کاہن ایک سچ میں سو جھوٹ ملاکر ظاہر کرتا ہے اِسی واسطے کاہنوں کی بعض بعض باتیں سچ ہو جایا کرتی ہیں بہرحال جس وقت یہ شیطان کان لگاتا ہے فرشتے اوپر سے انگارے پھینک مارتے ہیں جس سے یہ شیطان جلس جاتا ہے اور جلدی سے اُس بات کو اپنے ساتھی سے کہنا چاہتا ہے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جلنے سے پہلے ہی کہہ چکتا ہے اور کبھی کہنے سے پہلے مر چکتا ہے۔ اِس مضمون کی حدیث صحیح مسلم میں عبداللہ بن عباس کی روایت سے بھی ہے۔ شیاطین آسمان پر کی سنی ہوئی باتیں جن لوگون سے آنکر کہتے تھے یہ لوگ کاہن کہلاتے تھے۔ یہ کاہن لوگ شیاطینون کی نذر نیاز کرتے رہتے تھے اِسلئے شیاطین اپنا مرتبہ ان کاہنون کی نظر میں

منزل ۳

بڑھانے کے لئے آسمان کی خبریں سنکران کاہنوں سے انکر کہا کرتے تھے حضرت عبداللہ بن عباس کی حدیث میں اسی واسطے کاہنوں کو شیاطینوں کے دوست فرمایا ہے صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ بعضے صحابہ نے کاہنوں کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا آپ نے فرمایا یہ لوگ جو باتیں کہتے ہیں وہ اعتبار کے قابل نہیں ہوتیں اسپر کچھ لوگوں نے کہا کہ حضرت کوئی کوئی بات تو ان کاہنوں کی سچی ہوتی ہے آپ نے فرمایا انگارے برسنے سے پہلے کبھی جو بات حقیقت میں شیاطین آسمان پر سے سن آتے ہیں فقط وہ سچی نکل آتی ہے ورنہ کاہنوں اور انکے شیاطینوں کی سب باتیں جھوٹی اور گڑی ہوئی ہوتی ہیں صحیح مسلم میں معاویہؓ بن الحکم سے روایت ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کاہنوں کے پاس جاکر آیندہ کی باتیں انسے پوچھنے کو منع فرمایا ہے۔

وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ ۝

اور زمین کو ہم نے پھیلایا اور ڈالے اوسپر بوجھ اور اُگائی اوس میں ہر چیز اندازے کی

وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ ۝

اور بنا دیں تم کو اُس میں روزیاں اور جنکو تم نہیں روزی دیتے

آسمان چاند سورج تاروں کے پیدا کرنے کا حال بیان کرکے زمین کے پیدا کرنے کا ذکر کیا کہ ہمنے زمین کو مشرق سے مغرب تک اور جنوب سے شمال تک پانی پر بچھا دیا ہے اور اُسپر جا بجا پہاڑوں کے بوجھ رکھدیئے ہیں اور خوب اچھی طرح مضبوط کردیا ہے جس طرح کیلیں ٹھونک کر تخت وغیرہ مضبوط بنائے جاتے ہیں اور زمین میں سے طرح طرح کی اشیا پھل میوے ترکاریاں غلے روئی اون اسی طرح پہاڑوں میں سے چاندی سونے لوہے وغیرہ کی کانیں غرض ہر چیز نہایت موزونیت سے پیدا کی اور اوس میں تمہاری روزی رکھی ہے تم بھی کھاتے پیتے ہو اور اپنے بال بچونکو بھی کھلاتے پلاتے ہو اپنے جانوروں کو بھی چراتے ہو اور جس مخلوق کو تم جانتے بھی نہیں کہ کہاں ہیں اور کیا ہیں اُنکی بھی روزی خدا نے اسی زمین میں رکھی ہے یہ اسی خدا کا کرم ہے کہ وہ اپنے ہر ایک مخلوق کو روزی پہنچاتا ہے تمہاری کچھ حقیقت نہیں ہے جو یہ سمجھو کہ ہم خود روزی حاصل کرکے کھاتے پیتے ہیں اور اپنے اہل و عیال لونڈی غلاموں اور سواری کے جانوروں کو بھی ہم دیتے ہیں تو کھاتے ہیں اگر ہم نہیں دیں گے تو بھوکے مریں گے یہ گمان تمھارا محض غلط ہے سب کی روزی خدا کے ہاتھ میں ہے وہی تم سے دلواتا ہے نہیں تو تم کیا دے سکتے ہو۔ سورہ النحل میں آویگا کہ جب زمین پانی پر بچھائی گئی تو ہلتی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے زمین کے خوب جم جانے کے لئے اوس میں پہاڑ ٹھونکے صحیح بخاری کے حوالہ سے سعیدؓ بن زید کے قصہ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بالشت بھر زمین بھی کسی کی ناحق طور پر دبا لیوے گا تو قیامت کے دن ساتوں زمینوں کے اوسی قدر ٹکڑے کا ایک طوق بنایا جاکر اوس شخص کے گلے میں ڈالا جاویگا معتبر سند سے مسند امام احمد اور ترمذی میں ابوہریرہؓ کی حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک زمین سے دوسری زمین تک

منزل ۳

پانسو برس کے راستے کا فاصلہ ہی سورہ نحل کی آیت والقی فی الارض رواسی ان تمید بکم اور اوپر کی حدیثوں کو ان آیتوں کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب ہوا کہ اوپر تلے سات زمینیں پانی پر لمبائی میں بچھائی گئی ہیں ایک زمین سے دوسری زمین پانسو برس کے راستے پر ہے اس سے اہل ہیئت کے اوس قول کا ضعیف ہونا نکلتا ہے کہ ایک زمین سے دوسری زمین تک کچھ فاصلہ نہیں ہے اور بعضے متکلمین نے یہ جو لکھا ہے کہ زمین ایک ہے سات نہیں ہیں یہ قول بھی سعید بن زید کی حدیث کے مخالف پڑتا ہے معایش معیشت کی جمع ہے کھانے پینے پہننے کی وہ سب چیزیں معیشت کہلاتی ہیں جنپر آدمی کی زندگی کا مدار ہے مسند امام احمد اور مستدرک حاکم میں معتبر سند سے حضرت علیؓ کی روایت ہے کہ رشتہ داروں کے ساتھ سلوک کرنے سے آدمی کا رزق بڑھتا ہے صحیح ابن حبان اور مستدرک حاکم میں ثوبانؓ کی معتبر حدیث ہے کہ کثرت گناہوں کے سبب سے آدمی کا رزق گھٹ جاتا ہے ان حدیثوں کو آیت کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے کہ جس طرح آدمی کی معیشت کی چیزیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں اسی طرح اون کے گھٹنے اور بڑھنے کے اسباب بھی دنیا میں پیدا کئے ہیں۔

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۝ وَاَرْسَلْنَا الرِّیٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ

اور ہر چیز کے ہم پاس خزانے ہیں اور اتارتے ہیں ہم ٹھیرے ہوئے اندازے پر اور چلاویں ہم نے بادین رس بھری پھر اتارا ہم نے

السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَیْنٰكُمُوْهُ ۚ وَمَاۤ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِیْنَ ۝ وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْیٖ وَنُمِیْتُ وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ۝

آسمان سے پانی پھر تم کو وہ پلایا اور تم نہیں رکھتے اسکا خزانہ اور ہم ہی ہیں جلاتے اور مارتے اور ہم ہی ہیں پیچھے رہتے

اِن آیتوں میں اللہ پاک نے یہ فرمایا کہ جتنی چیزیں دنیا میں ہیں خواہ کسی قسم کی ہوں اون سب کا خزانہ اللہ کے پاس ہے جب جتنی ضرورت ہوتی ہے اوس میں سے ضرورت کے موافق دنیا میں اتاری جاتی ہیں۔ اکثر مفسرین خزائن کے معنے مینہہ کا خزانہ بیان کرتے ہیں اور بقدر معلوم کی تفسیر میں یہ کہتے ہیں کہ ایک جگہ کم بارش ہوتی ہے اور دوسری جگہ زیادہ یا ایک جگہ بالکل بارش نہیں ہوتی اور دوسری جگہ خوب ہوتی ہے اور بارش کے ایک ایک قطرے کے ساتھ فرشتے مقرر ہوتے ہیں جو اوس قطرے کو وہیں گرنے دیتے ہیں جہاں حکم ہوتا ہے اور یہ بات یاد رکھتے ہیں کہ اس قطرے سے کیا کیا پیداوار ہوئی۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ ہوا کو حکم دیتا ہے وہ چلنے لگتی ہے اور بادلوں کو ادھر سے ادھر لیجاتی ہے اور جس طرح دودھ والے جانوروں کا دودھ دوہا جاتا ہے اسی طرح بادلوں میں سے مینہہ برسنے لگتا ہے جس سے ندی نالے تالاب بھر جایا کرتے ہیں اور لوگ پھر اوسکو کام میں لاتے ہیں آپ بھی پیتے ہیں اپنے جانوروں کو بھی پلاتے ہیں اور کھیتوں اور باغوں کو سیراب کرتے ہیں کسی میں یہ قدرت نہیں ہے جو پانی کو جمع کرکے رکھ چھوڑے یہ اوسی کی ادنی قدرت اور بندوں پر مہربانی ہے کہ ہر جگہ خزانے پانی کے مہیا رکھتا ہے اگر وہ چاہے تو فوراً پانی خشک ہو جائے۔ سورہ حم السجدہ میں آویگا وبارک فیہا وقدر فیہا اقواتہا جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار کے کھانے پینے کی چیزیں اسطرح برکت دیکر زمین میں رکھی ہیں کہ ایک اناج کے دانہ سے سینکڑوں دانے اور ایک گھٹلی سے ہر طرح کے بہت سے

پھل ہمیشہ پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ معتبر سند سے تفسیر ابن جریر میں عبداللہ بن مسعود کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ مینہ برسنے سے پہلے ہوا کو حکم دیتا ہے وہ آسمان کے دریا میں سے پانی لیکر بادلوں میں پہونچاتی ہے اور پھر بادلوں میں سے پانی برستا ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ آسمان و زمین میں اللہ کی قدرت سے ہر چیز کا ہمیشہ کے لئے جو یہ ذخیرہ ہے اسکے فرمایا کہ جتنی چیزیں دنیا میں ہیں اون سب کا خزانہ اللہ کے پاس ہے اکثر سلف نے مینہ کو جو اللہ تعالیٰ کا خزانہ بتلایا ہے اوسکا یہ مطلب ہے کہ زمین میں اللہ کی قدرت سے ہر چیز کی پیداوار کے جو خزانے ہیں اونکا ظہور مینہ کے سبب سے ہوتا ہے ایک سال مینہ نہو تو اناج میوہ اور ترکاریوں کی پیداوار میں کمی پڑجاتی ہے اسلئے اصل سب چیزوں کا خزانہ گویا مینہ ہے ورنہ آسمان و زمین دونوں میں اللہ کے خزانے موجود ہیں چنانچہ سورہ انعام میں گزر چکا ہے کہ سب غیب کے خزانوں کی کنجیاں اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں سوا اُسکے اور کسی کو اون کنجیوں کا حال معلوم نہیں۔ صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب سے اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو پیدا کیا ہے اُسکے خزانوں میں سے بہتے ہوئے پانی کی طرح ہر چیز خرچ ہو رہی ہے مگر اُسکے خزانوں میں کچھ بھی کمی نہیں ہوئی۔ صحیح مسلم میں ابوذرؓ کی روایت سے حدیث قدسی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمام دنیا کے جنات اور انسان ایک جگہ اکٹھے ہو کر اپنا اپنا مطلب چاہیں اور اللہ تعالیٰ ہر ایک کے مطلب کو پورا کرے تو اللہ تعالیٰ کے خزانوں کے آگے یہ اتنا خرچ ہے جیسے دریا میں سے کوئی ایک سوئی ڈبو کر نکال لے۔ ان حدیثوں سے اللہ تعالیٰ کے خزانوں کی کثرت اور اُنکے بے انتہا ہونے کی تفسیر اچھی طرح سمجھ میں آسکتی ہے۔ پھر فرمایا یہ سب انتظام دنیا کے قیام تک ہے آخر جسنے دنیا کو پیدا کیا ہے اوسی کے حکم سے ساری دنیا فنا ہو جاویگی اور دنیا کی چیزوں پر سے لوگوں کا عارضی قبضہ اوٹھکر سب چیزیں اللہ تعالیٰ کے قبضے میں چلی جاوینگی۔ یہاں مختصر طور پر وانا لنحن نحی ونمیت ونحن الوارثون فرمایا سورہ مریم میں آویگا انا نحن نرث الارض ومن علیہا والینا یرجعون۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا کے فنا ہو جانے اور دنیا کی چیزوں پر سے لوگوں کا عارضی قبضہ اوٹھ جانے کے بعد اون چیزوں کے برتنے والوں کو اللہ تعالیٰ کے روبرو کھڑے ہو کر یہ حساب دینا پڑیگا کہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیزوں کو اِن لوگوں نے کیونکر برتا۔ ترمذی مسند بزار اور طبرانی کے حوالہ سے ابوبرزہؓ اور معاذ بن جبلؓ کی صحیح روایتیں ایک جگہ گزر چکی ہیں کہ قیامت کے دن چار چیزوں کے حساب کے لئے ہر شخص کو اللہ تعالیٰ کے روبرو کھڑا ہونا پڑیگا (۱) تمام عمر کن کاموں میں صرف کی (۲) جوانی میں کیا کیا (۳) دنیا میں مال کیونکر کمایا اور کہاں کہاں خرچ کیا (۴) دین کا کوئی مسئلہ سیکھا تو اُسپر کیا عمل کیا۔ سورہ مریم کی آیۃ اور اِس حدیث سے ونحن الوارثون کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے۔ کہ دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی اختیار کی چیزوں پر جس طرح کسی کا عارضی قبضہ نہ تھا دنیا کے فنا ہو جانے کے بعد وہی حال پھر ہو جاوے گا۔ اور اللہ تعالیٰ اوس عارضی برتاوے کا حساب ہر شخص سے لے ویگا +

منزل ۳

وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَأْخِرِينَ ۝

اور ہم نے جان رکھا ہے جو آگے بڑھے ہیں تم میں اور جان رکھے ہیں پچھاڑی والے

ترمذی نسائی حاکم ابن ماجہ وغیرہ نے حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت سے جو شان نزول اس آیۃ کی بیان کی ہے اوس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت کے وقت میں عورتیں اور مرد جماعت میں آکر بعضی بدرویہ عورتیں اگلی صف میں اور بدرویہ مرد اس صف کی پچھلی صف میں کھڑے ہوکر وہ مرد عورتوں کو گھورتے رہتے تھے اوسپر یہ آیۃ نازل ہوئی ہے لیکن اس شان نزول میں تردد یہ ہے کہ اس شان نزل کی روایۃ صحیح طور پر حضرت عبداللہ بن عباس تک نہیں پہونچتی کس لئے کہ ترمذی میں عمرو بن مالک سے نوح بن قیس اور جعفر بن سلیمان ان دونوں شخصوں نے اس شان نزول کو مختلف طور پر روایۃ کیا ہے جس میں نوح بن قیس نے تو روایۃ کو حضرت عبداللہ بن عباس تک پہونچایا ہے اور جعفر بن سلیمان نے نہیں پہونچایا بلکہ ابوجوزا اوس بن عبداللہ تابعی پر ہی روایۃ کو موقوف رکھا ہے اور ترمذی نے جعفر بن سلیمان کی روایۃ کو بہ نسبت نوح بن قیس کی روایۃ کے زیادہ معتبر کہا ہے اس سبب سے صحیح شان نزول وہی ہے جو معتبر سند سے تفسیر ابن جریر وغیرہ کی دوسری روایۃ میں حضرت عبداللہ بن عباس سے آئی ہے کہ اولاد آدم میں سے جو لوگ آجتک مرچکے ہیں اور جو آیۃ کے نزول کے وقت موجود ہیں اور جو آیندہ پیدا ہوں گے ان سب اگلے پچھلوں کا ایک ایک کا حال اللہ کو معلوم ہے۔ اوپر کی آیۃ میں لوگوں کے مرنے اور اللہ کے انکے وارث ہونے کا ذکر ہے اسلئے اس شان نزول کو سیاقی کلام سے بھی ایک ربط اور لگاؤ اوپر کے کلام سے ہے۔ غرض یہ ہے کہ جب اس شان نزول کو مجاہد ابن جبر نے حضرت عبداللہ بن عباس سے روایۃ کیا ہے جنہوں نے تین دفعہ سارا قرآن حضرت عبداللہ بن عباس سے تفسیر کے آجانے اور روایتوں کے یاد رہنے کی غرض سے پڑھا ہے اسی واسطے سفیان ثوری نے اپنی تفسیر میں کہا ہے کہ تفسیر کے باب میں مجاہد کی روایۃ آجاوے تو پھر دوسرے کسی کی روایۃ کی ضرورت نہیں اور اسی واسطے امام بخاری نے صحیح بخاری کی کتاب التفسیر میں مجاہد کی روایۃ پر زیادہ بھروسہ کیا ہے تو یہی شان نزول زیادہ مقبول ہے۔ مشرکین مکہ کا حشر پر یہ اعتراض تھا کہ انسان کے مرجانے کے بعد جب اسکی خاک روان دوان ہوگئی تو پھر یہ خاک کیونکر جمع ہوجاویگی اور اسکا پتلہ کیونکر بنجاویگا اس آیۃ میں تو اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ کے اس اعتراض کا جواب مختصر طور پر دیا ہے صورت میں آویگا کہ ہوا میں اڑجانے یا پانی کے ریلے میں بہجانے سے انسان کی خاک جہان جہان رواں دواں ہوگی اوسکا سب حال لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے اس لئے آسانی سے وہ سب خاک جمع ہوسکتی ہے۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہ کی حدیث گزر چکی ہے کہ ایک شخص نے اپنے مرنے کے بعد اپنی لاش کو جلانے کی اور آدھی خاک کو ہوا میں اوڑانے اور آدھی کو دریا میں بہادینے کی وصیت کی اور وصیت کے موافق عمل بھی ہوا۔ جنگل اور دریا میں سے اللہ تعالیٰ نے اوس خاک کے جمع ہوجانے کا حکم دیا جب وہ خاک جمع ہوگئی تو اوسکا پتلا بنایا گیا اور اس پتلے میں روح

منزل ۱

پھونکی گئی اور اللہ تعالیٰ نے اُس شخص سے پوچھا کہ تونے یہ وصیت کیوں کی اُسنے جواب دیا کہ یا اللہ مجھکو تیرے روبرو کھڑے ہونے کی دہشت بہت تھی اسپر اللہ تعالیٰ نے اوس شخص کے سب گناہوں کو معاف کردیا۔ رواں دواں خاک کے جمع ہوجانے کا مطلب اس حدیث سے اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے۔

وَاِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۝ ع ۲/۲

اور تیرا رب وہی گیرلاویگا اُنکو بیشک وہی ہے حکمتوں والا خبردار

اِس سے اوپر کی آیۃ میں یہ بات گزر چکی ہے کہ اللہ پاک نے ہر ایک شئی کو پیدا کیا ہے اور پھر وہی ہر شئی کو ناپید بھی کریگا اور جو لوگ مرچکے ہیں اُنکو بھی وہ جانتا ہے اور جو لوگ موجود ہیں یا پیدا ہونے والے ہیں اونکی بھی اوسکو خبر ہے اِسکے جتلانے کے بعد اب یہ فرمایا کہ اُسنے اپنی حکمت اور علم کے موافق حشر کا دن قرار دیا ہے وہ لوگونکو اوس روز اکٹھا کریگا اور نیک عمل کرنے والوں کو نیک جزا دیگا اور بُرے عمل کرنے والونکو بُرائی کی سزا دیگا وہ بڑا حکمت والا ہے سب کام اُسکی حکمت سے ہوا کرتے ہیں اوسکا علم ایسا ہے کہ کوئی شئی اوس سے پوشیدہ نہیں ہے۔ سورۃ القلم میں آویگا فنجعل المسلمین کالمجرمین مالکم کیف تحکمون جسکا مطلب یہ ہے کہ بسکی آنکھوں کے سامنے دنیا کے حاکموں نے قصوروار لوگوں کو سزا دینے اور بے قصور لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا قانون ٹھہرا رکھا ہے پھر یہ منکرین حشر اللہ تعالیٰ کی شان میں ظلم اور ناانصافی کیونکر جائز رکھتے ہیں کہ وہ اپنے نافرمان لوگوں کو اور فرمانبرداروں کو یکساں کردیوے گا یہ اِن منکرین حشر کی نادانی ہے جو یہ لوگ حشر کا انکار کرتے ہیں اور اللہ کے انصاف کو دنیا کے حاکموں کے انصاف سے بھی گھٹانا چاہتے ہیں ورنہ حشر کے دن جو کچھ ہونے والا ہے ان منکرین حشر کی آنکھوں کے سامنے دنیا کے حاکم وہی ہر روز کر رہے ہیں حاصل کلام یہ ہے کہ سورۃ القلم کی آیۃ اور صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوذر کی وہ حدیث قدسی جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ظلم میں نے اپنی ذات پر حرام ٹھہرالیا ہے گویا اِس آیت کی تفسیر ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت اور اپنے علم کے موافق حشر کا دن جو قرار دیا ہے وہ عین انصاف اور دنیا کے انصاف پسند حاکموں کا بھی یہی شیوہ ہے اور جو لوگ حشر کے منکر ہیں وہ بڑے ناداں ہیں کہ اللہ کی شان میں ظلم اور ناانصافی کو جائز کہتے ہیں۔ منزل ۳

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۝ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ۝

اور بنایا ہمنے آدمی کھنکھناتے سنے گارے سے اور جان کو بنایا ہم نے اِس سے پہلے لو کی آگ سے

فرمایا کہ انسان کھنکھناتی ہوئی مٹی سے بنایا اور جنکو آگ کی لو سے حضرت عبداللہ بن عباس و مجاہد و قتادہ کا قول ہے کہ صلصال خشک مٹی کو کہتے ہیں اور حماء مسنون گوندھی ہوئی کیچڑ کو کہتے ہیں اللہ پاک نے جب آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا۔ تو پاک وصاف سوکھی مٹی کو پانی میں گوندھکر خمیر بنایا اور اِس سے آدم علیہ السلام کا پتلا بنا کر اُس میں روح کو پھونکدیا ترمذی اور ابوداؤد وغیرہ کے حوالہ سے ابوموسیٰ اشعری کی روایت ایک جگہ گزر چکی ہے جس میں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدم علیہ السلام کا پتلہ بنانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے تمام زمین کی مٹی لی ہے - اسی واسطے اولاد آدم کی حالت مختلف ہے کوئی گورا ہے کوئی کالا کوئی خوش مزاج ہے - اور کوئی بدمزاج ابن حبان نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے یہ حدیث اس بات کی تفسیر ہے کہ آیہ مین انسان سے مقصود آدم علیہ السلام ہین کیونکہ اس حدیث کے موافق انہی کے پتلہ کیلئے تمام زمین کی مٹی لی گئی ہے پھر اسکے بعد اولاد آدم کی پیدائش کا سلسلہ منی سے جو قرار پایا ہے اُسکا ذکر قرآن شریف اور صحیح حدیثون مین جدا آیا ہے سورہ بقر مین سلف کے قول گزر چکے ہیں کہ حضرت آدمؑ کے پیدا ہونے سے دو ہزار برس پہلے زمین پر جنات رہتے تھے وہی قول اس بات کی تفسیر ہین کہ جنات کی پیدائش انسان سے پہلے ہے سورہ رحمن مین آویگا وخلق الجان من مارج من نار اسکی تفسیر مین صحیح قول حضرت عبداللہ بن عباس کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنات کو خالص آگ کی لو سے پیدا کیا ہے کہ اُس مین دھوین کا کچھ ملاؤ نہیں تھا اگرچہ حضرت عبداللہ بن عباس کا یہی قول نار السموم کی تفسیر ہے لیکن بعض روایتون مین حضرت عبداللہ بن عباس سے السموم کی تفسیر گرم ہوا کی بھی آئی ہے اوپر کی تفسیر سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم کا پتلہ مٹی اور پانی سے اور جنات کا پتلہ آگ کی لو سے بنا ہے لیکن حکما کہتے ہیں کہ انسان مین مٹی کا جزو اور جنات مین آگ کا غالب ہے ورنہ پوری سرشت دونون پتلون کی آگ پانی ہوا خاک ان چار چیزون سے ہے صحیح مسلم مین ابوہریرہ سے روایت ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کا پتلہ بنا کر بغیر روح پھونکنے کے یونہی چھوڑ دیا تھا شیطان اُس پتلے کو اندر سے خالی دیکھکر یہ کہا کرتا تھا کہ جاندار ہونے کے بعد یہ پتلہ کسی بات کی سہار اور برداشت نکر سکے گا - اس حدیث سے حکما کے قول کے پابند لوگ یہ بات نکال سکتے ہیں کہ روح کے پھونکے جانے سے پہلے اُس کھوکھلے پتلے مین ٹھنڈی گرم ہوا گھسی اور حکما کے قول کے موافق آگ پانی ہوا خاک ان چار چیزون سے پتلے کی سرشت قرار پائی مگر حکما کے قول کی تائید مین کوئی صاف دلیل شرعی نہیں ہے -

منزل ۳

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۝ فَاِذَا

اور جب کہا تیرے رب نے فرشتون کو مین بناؤنگا ایک بشر کھنکھناتے سنے گارے سے پھر جب

سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ۝ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ۝

ٹھیک کرون اُسکو اور پھونکدون اُس مین اپنی جان سے تو گر پڑیو اُسکے سجدہ مین تب سجدہ کیا اُن فرشتون نے سارے

اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ۝ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ۝ قَالَ

مگر ابلیس نے نہ مانا کہ ساتھ ہو سجدہ کرنے والون کے فرمایا اے ابلیس کیا ہوا تجھکو کہ ساتھ نہ ہوا سجدے والونکے بولا مین

لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۝

وہ نہین کہ سجدہ کرون ایک بشر کو کہ تو نے بنایا کھنکھناتے سنے گارے سے

اللہ پاک نے انسان کی پیدائش کا ذکر کرنے کے بعد جو باتین اُسکے پیدا کرنے کے وقت پیش آئی تھین اونکا ذکر فرمایا کہ پہلے

فرشتون کو جمع کرکے اللہ تعالیٰ نے یہ بات کہی کہ میرا ارادہ ہی کہ مٹی سے انسان کو پیدا کروں اور جب آدم کا پتلہ بنالون اور اسکے بدن میں روح پھونکدون تو تم سب کے سب اوسے سجدہ کرنا اس حکم کو سنکر فرشتوں نے جو جواب دیا اوسکا قصہ سورہ بقر میں مفصل گزر چکا ہے غرضکہ کل فرشتون نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا مگر ابلیس جو جنات کی قوم میں سے تھا اور خدا کی عبادت کثرت کے ساتھ کرنے سے فرشتون کے زمرہ میں داخل کرلیا گیا تھا اوسنے آدم کے پتلے کو تعظیمی سجدہ کرنے سے انکار کیا اور اپنی عقل لڑائی کہ میں آگ سے پیدا کیا گیا ہون اور آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا ہوئے ہیں اور آگ ایک لطیف شئے ہے اور مٹی ایک کثیف جسم ہے اسلئے میں اُنسے بہتر ہوں اونہیں کیونکر سجدہ کروں اسپر جب اوس سے اللہ جل شانہ نے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ تو آدم کو سجدہ نہیں کرتا تو شیطان نے جواب دیا کہ میں ایسے شخص کو ہرگز سجدہ نکروں گا جسکو تو نے مٹی کا خمیر بناکر پیدا کیا اور شیطان یہ نہیں سمجھا کہ عزت وشرف اُسی کو ہے جسکو خدا نے صرف اپنے گمان سے کوئی کسی سے بہتر نہیں ہوسکتا۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے حضرت عائشہؓ کی حدیث سورہ بقر میں گزر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرشتے نور سے پیدا کئے گئے ہیں اور ابلیس آگ کے شعلہ سے۔ اس حدیث سے اون علمائے سلف کے قول کی پوری تائید ہوتی ہے جو کہتے ہیں کہ ابلیس ملائکہ کی طرح نوری جسم کا نہیں ہے بلکہ جنات کی طرح ناری جسم کا ہے سورہ بقر میں یہ بھی گزر چکا ہی کہ اس طرح کا تعظیمی سجدہ اور شریعتوں میں جائز تھا شرع محمدی میں جائز نہیں ہے۔

منزل ۳ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ ۝ وَإِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ إِلَىٰ يَوْمِ الدِّينِ ۝ قَالَ رَبِّ فَأَنظِرْنِي

فرمایا تو نکل یہاں سے تجھ پر پھٹکار مار اور تجھپر پھٹکار ہے انصاف کے دن تک بولا اے رب تو مجھ کو

إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ۝ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنظَرِينَ ۝ إِلَىٰ يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ۝

ڈھیل دے اُسدن تک کہ مردے جیوں فرمایا تو تجھ کو ڈھیل دی ہی اسی ٹھیرے وقت کے دن تک کہ مردے جیوین

جب شیطان نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کردیا اور تکبر کی راہ سے اپنے کو آدم سے افضل سمجھا تو اللہ پاک کا یہ حکم اُسکے حق میں صادر ہوا کہ تو فرشتون کے زمرہ سے نکل جا اور اگر کبھی ادہر کا قصد کریگا تو تجھپر انگارے برسیں گے اور قیامت تک تجھپر پھٹکار ہوتی رہے گی یہاں مفسرون نے یہ بیان کیا ہے کہ قیامت تک پھٹکار ہونے سے یہ مطلب نہیں ہے کہ قیامت کے بعد پھر اسپر لعنت نہ ہوگی بلکہ مطلب یہ ہے کہ اُسوقت تک صرف لعنت ہی لعنت ہے اور بعد قیامت کے لعنت سے بڑھکر اسپر عذاب بھی ہوگا اُس عذاب کے سامنے وہ اس پھٹکار کو بھول جائے گا بہرحال جب اُسکو یہ معلوم ہوگیا کہ خدا نے قیامت تک عذاب کو اُسکے حق میں موقوف رکھا ہے تو اُسنے خدا سے یہ سوال کیا کہ مجھے اُس وقت مقرر تک ڈھیل دیجائے اور میں اوس روز تک زندہ رہوں اس سے پہلے نہ مرون اللہ جل شانہ نے اسکی بات منظور کی اور فرمایا کہ اُس وقت معلوم تک تجھکو ڈھیل دیگئی اور اس سے پہلے تجھے موت بھی نہیں آئے گی اس نے اس خیال سے قیامت تک زندہ رہنے کا سوال کیا کہ آدم کی اولاد جب تک زندہ رہے گی میں اُسکو بہکا بہکا کر راہ

راست سے علیحدہ رکھونگا اور جس طرح آخرت میں مجھپر عذاب ہوگا اوسی طرح آدمؑ کی اولاد پر بھی عذاب ہوتے دیکھوں گا حضرت عبداللہ بن عباس کا یہ قول ہے کہ اسرافیل علیہ السلام جو پہلی مرتبہ صور پھونکیں گے جس سے کل مخلوق بیہوش ہوجائیگی اُسوقت تک ابلیس کی موت ٹل گئی ہے پہلے صور پر سب لوگون کے ساتھ یہ بھی بیہوش ہوجائے گا پھر دوسرا صور چالیس برس کے بعد پھونکا جائے گا جس سے کل لوگ ہوشیار ہونگے یہان تک کہ قبروں سے مردے بھی جی اُٹھیں گے اوس وقت ابلیس بھی اوٹھے گا اور یہی چالیس برس تک اسکا بیہوش پڑا رہنا گویا اُسکی موت ہے۔ اگرچہ حکم الٰہی کی مخالفت اور گنہ گارون سے بھی ہوجاتی ہے کیونکہ گناہ کا ہر ایک کام حکم الٰہی کے مخالف ہے لیکن شیطان نے یہ نافرمانی تکبر کی راہ سے کی اور سرکشی سے اُسکا اقرار اللہ تعالیٰ کے روبرو کرکے پھر اُسپر اصرار بھی کیا اسلئے اللہ تعالیٰ کی اوسپر بیخفگی ہوئی کہ بغیر توبہ کی توفیق کے اُسکو ہمیشہ کے لئے ملعون ٹھہرادیا برخلاف آدم علیہ السلام کے کہ وہ گیہوں کھاکر نادم اور پشیمان ہوئے اسواسطے اللہ تعالیٰ نے اُنکی توبہ قبول کی۔ معتبر سند سے طبرانی کبیر اور مستدرک حاکم میں عبداللہ بن عمرؓ سے روایۃ ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبر کو اللہ تعالیٰ کے غصہ کا سبب فرمایا ہے یہ حدیث شیطان کے آسمان پر سے اُتارے جانے اور ہمیشہ کے لئے ملعون ٹھہرنے کی گویا تفسیر ہے۔

قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ۝

منزل ۳

بولا اے رب جیسا تو نے مجکو راہ سے کھویا میں ان سب کو بہارین دکھاؤنگا زمین میں اور راہ سے کھوؤنگا ان سبکو مگر جو تیرے چنے بندے ہیں

مسند امام احمد بن حنبل اور مستدرک حاکم مین حضرت ابوسعید خدری کی روایۃ میں شیطان کے اِس قول کی اور اس قول کے جواب کی جو اللہ تعالیٰ نے شیطان کو دیا ہے پوری تفسیر ہے جسکو اِس آیۃ کی تفسیر کہنا چاہیئے حاکم نے اِس حدیث کو صحیح کہا ہے حاصل مطلب اِس حدیث کا یہ ہے کہ شیطان نے اللہ تعالیٰ سے اللہ کی عزت کی قسم کہا کر یہ کہا کہ جب تک ہر انسان میں جان باقی ہے جس طرح اور جہان تک مجھہ سے ہوسکے گا ہر ایک آدمی کو بہکانے میں اور بہکا کر ہر طرح کے بُرے کام اُنسے کرانے میں کوتاہی نکرونگا اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے عزت و جلال کی قسم کھاکر شیطان کو جواب دیا کہ میں بھی جب تک مجھسے وہ تیرے بہکائے ہوئے گنہگار توبہ و استغفار کرین گے اُنکو بخشتا ہی جاؤں گا اِس سے معلوم ہوا کہ شیطان بہکانے سے نہیں تھکتا اور اللہ بخشنے اور مغفرت اور توبہ کے قبول کرنے سے نہیں تھکتا گنہ گار بندہ ہی اپنی بے نصیبی سے توبہ و استغفار کرنے سے تھک جاوے تو تھک جاوے صحیحین میں حضرت انسؓ سے روایۃ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ جس طرح خون آدمی کے سارے جسم میں چکر مارتا ہے اِسی طرح شیطان آدمی کے سارے جسم کو ہر وقت گھیرے رہتا ہے اور مسلم میں حضرت جابرؓ سے روایۃ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ شیطان بادشاہون کی طرح سمندر کے پانی پر اپنا تخت بچھا کر بیٹھتا ہے اور اپنے شیاطینوں کو لوگون کے بہکانے کے لئے بھیجتا ہے کوئی شیاطین میان بی بی میں لڑائی کروادیتا ہے تو اوس سے بہت ہی خوش ہوتا ہے اور اسکو گلے سے لگاتا ہے اور کہتا ہے تو نے بڑا کام کیا صحیح مسلم میں حضرت

عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ ایک شیاطین اور ایک فرشتہ ہر انسان پر تعینات ہے فرشتہ ہر وقت نیک کام کی صلاح دیتا رہتا ہے اور شیطین بد کام کی رغبت ہر وقت دلاتا رہتا ہے آدمی کو چاہیئے کہ نیک کام کی توفیق کی وقت اللہ کا شکر کرے اور بُرے کام کے خیال کیوقت لاحول پڑھے حاصل کلام یہ ہے کہ دنیا نیک و بد کے امتحان کیلئے خدا نے پیدا کی ہے مال اولاد جہان اور امتحان کی چیزین ہین وہان شیطان اور اُسکے شیطین بھی ایک امتحان کی چیز ہے اس امتحان مین پورا اترنے کا اول اور اعلی درجہ تو یہ ہے کہ آدمی شیطان کے بہکاوے مین نہ آوے لیکن یہ درجہ ہر انسان کے لئے مشکل ہے ہان اس درجے کے حاصل کرنیکی ہر انسان کو کوشش کرنی چاہیئے کہ شیطان کے بھکانے سے جب کوئی گناہ کرے تو فوراً صدق دلسے توبہ و استغفار کرلے کیونکہ ترمذی اور ابوداؤد اور صحیح ابن حبان مین حضرت ابوبکر صدیق کی روایت سے یہ آچکا ہے کہ دن مین ستر دفعہ بھی کوئی شخص گناہ کرکے توبہ کرے تو وہ شخص گناہ پر اصرار کرنے والا نہ لکھا جاویگا ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے اور صحیح ابن حبان کی سند بھی صحیح ہے ترمذی ابن ماجہ اور مستدرک حاکم مین حضرت انس سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا ہر انسان گنہ گار ہے مگر وہ گنہ گار خوب ہیں جنکو توبہ نصیب ہو حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے مسند امام احمد ترمذی ابن ماجہ مین حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ ہر گناہ سے دل پر ایک سیاہ دھبہ لگجاتا ہے اگر آدمی فوراً توبہ کرتا رہے تو وہ دھبہ بڑھنے نہین پاتا ورنہ بغیر توبہ کے گناہ پر گناہ کرنے سے سارے دل پر زنگ آجاتا ہے ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

ضرل ۳ ع ۳

قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ ۝ إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ إِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ

فرمایا یہ راہ ہے مجھ تک سیدھی جو میرے بندے ہیں تجکو اُنپر کچھ زور نہیں مگر جو تیری راہ چلا خراب

الْغَاوِينَ ۝ وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ أَجْمَعِينَ ۝ لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِنْهُمْ جُزْءٌ مَقْسُومٌ ۝

لوگون مین اور دوزخ پر وعدہ ہے ان سبکا اُسکے سات دروازے ہیں ہر دروازہ کو اُن مین ایک فرقہ بٹ رہا ہے

جب شیطان نے قیامت تک مہلت چاہی اور اُسکو مہلت ملگئی اور اسنے بنی آدم کے بہکانے کا اور راہ حق سے پھیرنے کا بیڑا اوٹھالیا اور یہ کہا کہ تیرے خالص بندونکو نہین بہکا سکتا ہون تو اُسکا جواب اللہ پاک نے یہ دیا کہ یہی نیت کا خالص ہونا ہی تو سیدہا رستہ ہے جو مجھ تک اون لوگونکو پہونچائے گا اور جو میرے چنے ہوئے بندے ہیں اُنپر تیرا ایسا زور نہیں چلتا جو وہ تیرے بہکانے مین آجائین گے ہان جو لوگ ازلی گمراہ ہیں وہ البتہ تیرے بہکانے مین آجائین گے تو اُنکے واسطے مینے جہنم کو بھی تیار کر رکھا ہے اور جہنم بھی وہ جس کے سات دروازے اور سات طبقے ہیں ہر ایک کے واسطے اون کے عمل کے مطابق یہ ساتون طبقے جہنم کے ہین جس مین یہ لوگ داخل کئے جائین گے اور اپنے کئے کی سزا پائین گے بعض مفسرین نے ان ساتون طبقون کے یہ نام بتلائے ہیں۔ اول کا نام جہنم دوسرے کا نام لظی تیسرے کا نام حطمہ چوتھے کا نام سعیر پانچوین کا نام سقر چھٹے کا نام جحیم ساتوین کا نام ہاویہ ہے ہر طبقہ مین ایک سے بڑھ کر ایک مین سخت عذاب کا ٹھکانا ہے صحیح مسلم مین عمرہ بن جندب سے روایت ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

دوزخ کی آگ کسی کے ٹخنون تک ہوگی اور کسی کی کمر تک اور کسی کے گلے تک۔ آخری آیت اور اس حدیث کے ملانے سے ہر ایک فرقے کے عمل کے موافق دوزخ کے عذاب کی تقسیم اچھی طرح سمجھ مین آسکتی ہے معتبر سند سے ترمذی نسائی مستدرک حاکم میں حارث بن حارث اشعری سے روایت ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص یاد الٰہی میں لگا رہتا ہے شیطان کا کچھ قابو اس پر نہیں چل سکتا مسند امام احمد صحیح بخاری مسلم وغیرہ مین ابو ہریرہؓ کی روایت سے حدیث قدسی ہے جس مین اللہ تعالی نے فرمایا جو شخص میری یاد کرتا رہے مین بھی اس کو اپنی رحمت کی یاد مین رکھتا ہون ان حدیثون کو اور صحیح حدیثون کو ان عبادی لیس لک علیہم سلطان کی تفسیر مین بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ تلاوت قرآن نفل نماز یا اور کلمہ کلام شرعی سے جو شخص اکثر خدا کی یاد مین لگا رہتا ہے وہ اللہ تعالی کی رحمت کی یاد مین رہتا ہے اسلئے شیطان کو ایسے شخص پر قابو پانے کا کوئی موقع نہین ملتا۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ۝ ادْخُلُوهَا بِسَلَامٍ آمِنِينَ ۝ وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ

جو پرہیزگار ہیں باغون میں ہیں اور ندیون میں جاؤ اس مین سلامتی سے خاطر جمع سے اور نکالڈالی ہمنے جو انکے جیون مین تھی

غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ ۝ لَا يَمَسُّهُمْ فِيهَا نَصَبٌ وَمَا هُم مِّنْهَا بِمُخْرَجِينَ ۝

بھائی ہوکے تختو پر بیٹھے سامنے نہ پہونچے گی انکو وہان کچھ تکلیف اور نہ انکو وہان سے کوئی نکالے

نَبِّئْ عِبَادِي أَنِّي أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝ وَأَنَّ عَذَابِي هُوَ الْعَذَابُ الْأَلِيمُ ۝ منزل ۳

خبر سنادے میرے بندونکو کہ میں ہون بخشنے والا مہربان اور یہ بھی کہ میری مار وہی دکھ کی مار ہے

اللہ پاک نے دوزخ والون کا حال بیان کرکے اہل جنت کا ذکر کیا کہ متقی لوگ جنت کے باغ اور نہرون مین ہون گے اور صحیح وسالم وہان رہین گے کوئی رنج کوئی تکلیف کوئی بیماری وہان نہین ہوگی اور دنیا مین جن جنتی دو شخصون کے درمیان شکر رنجی ہوگی وہ رنج وکدورت ان کے دلون سے نکال دی جاوے گی اور جنت مین بھائی بھائی بنکر آمنے سامنے مسندون پر بیٹھے ہون گے بعض مفسرون نے یہ بیان کیا ہے کہ یہ دس صحابہ ہین حضرت ابوبکر حضرت عمر حضرت عثمان حضرت علی طلحہ زبیر عبدالرحمن بن عوف سعد بن ابی وقاص زید عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم ان کے دلون مین آپس مین جو کچھ دنیا مین ملال تھا وہ جنت مین بالکل نہیں رہے گا اور آمنے سامنے کرسیون پر بیٹھے ہون گے اور جنت میں کسی قسم کی مشقت وغیرہ نہ ہوگی اور نہ لوگ وہان سے نکلین گے بلکہ نہایت آرام کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہین گے اس کے بعد حضرت صلعم کو اللہ پاک نے یہ ارشاد فرمایا کہ میرے بندون کو یہ خبر دیدو کہ مین رحمت والا بھی ہون اور میرا عذاب بھی سخت ہوا کرتا ہے تفسیر ابن ابی حاتم مین مصعب بن ثابت کی روایت سے جو حدیث ہے اوس مین نبی عبادی انی انا الغفور الرحیم وان عذابی ھو العذاب الالیم کی شان نزول یہ ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

اپنے چند صحابہ کی طرف ایک روز جا نکلے وہ لوگ ہنس رہے تھے آپ نے فرمایا جنت اور دوزخ کو یاد کرو تو آیت اوتری اور قتادہ نے اس آیت کی تفسیر میں یوں کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر بندہ خدا کی رحمت کی قدر جانے تو کبھی گناہوں سے نہ بچے اور اگر اسکے عذاب کو جان لیوے تو اپنے کو ہلاک کر ڈالے اسکے بعد کی آیتوں میں اللہ پاک نے اپنے اگلے رسولوں کے قصہ کو بیان کیا تاکہ لوگ اسکی عبادت کی رغبت کریں اور گناہوں سے بچیں اور بدبختوں کا انجام سنکر اوس سے عبرت پکڑیں۔ اس جگہ چار قصے بیان کئے ہیں ابراہیم علیہ السلام کا لوط علیہ السلام کا شعیب علیہ السلام کا پھر صالح علیہ السلام کا اور پہلے ابراہیمؑ کے قصہ سے شروع کیا ہے۔ ان قصوں میں نیک فرمانبردار لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے امن میں رکھا اور عذاب سے بچایا ہے اور نافرمان لوگوں کو طرح طرح کے عذاب سے ہلاک کیا ہے اسواسطے یہ قصے اللہ کی رحمت اور اوسکے عذاب کی گویا تفسیر ہیں۔ اوپر دس صحابہ کی آپسمیں رنجش اور ملال ہونے کا جو ذکر گزرا یہ روایۃ تفسیر ابن مردویہ میں حضرت عبداللہ بن عباس کے حوالہ سے ہے۔ بعضے سلف نے اس روایۃ کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اسلام سے پہلے عرب کے قبائل جو آپسمیں لڑتے رہتے تھے اوس زمانہ کی حق العباد کے طور کی کچھ خفگی جو ان لوگوں کے دل میں ہوگی تو جنت میں جانے سے پہلے اللہ تعالیٰ اسکو آپس کی محبت سے بدل دیویگا۔ اس قول کی تائید ابو سعید خدری کی صحیح بخاری کی اس روایۃ سے ہوتی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پلصراط سے اوتر جانے کے بعد دوزخ اور جنت کے درمیان میں ایک پل ہے وہاں اہل جنت کو روکا جاکر اونکی آپس کی رنجش دور کردی جاویگی تذکرہ قرطبی میں حضرت علیؓ کا ایک قول ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ جنت میں داخل ہونے سے پہلے قابل جنت لوگوں کو ایک چشمہ میں نہانے کا حکم ہوگا جس سے اون کی آپس کی رنجش دور ہوجاویگی یہ چشمہ اوسی پل کے پاس ہے جس کا ذکر ابو سعید خدری کی اوپر کی حدیث میں ہے ۔

منزل ۳

وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ إِبْرٰهِيمَ ۝ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلٰمًا ۖ قَالَ إِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُونَ ۝ قَالُوا

اور احوال سنا انکو ابراہیم کے مہمانوں کا جب چلے آئے اسکے گھر میں اور بولے سلام وہ بولا ہمکو تم سے ڈر معلوم ہوتا ہے بولے

لَا تَوْجَلْ إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيمٍ ۝ قَالَ أَبَشَّرْتُمُونِي عَلٰى أَنْ مَسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُونَ ۝

ڈر مت ہم تجکو خوشی سناتے ہیں ایک ہوشیار لڑکے کی بولا تم خوشی سناتے ہو مجکو جب پہونچ چکا مجکو بڑھاپا اب کاہے پر خوشی سناتے ہو

قَالُوا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْقٰنِطِينَ ۝ قَالَ وَمَنْ يَقْنَطُ مِنْ رَحْمَةِ رَبِّهِ إِلَّا الضَّالُّونَ ۝

بولے ہم تجکو خوشی سناتے ہیں تحقیق سو تو مت ہو ناامیدوں میں بولا اور کون آس توڑے اپنے رب کی مہر سے مگر جو راہ بھولے ہیں

ان آیتوں میں فرمایا کہ اے رسول ان لوگوں کو خبر دیدو ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کی کہ اون مہمانوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آکر سلام کیا ابراہیم علیہ السلام نے اون سے کہا کہ مجھے تم لوگوں سے ڈر لگتا ہے یہ قصہ سورہ ہود میں مفصل گزر چکا ہے کہ جب خدا کے فرشتے وہاں آئے اور سلام کیا تو ابراہیم علیہ السلام نے بھی انکے سلام کا جواب

دیا اور گھر سے ایک فربہ بچھڑا تل کر اُنکی ضیافت کے واسطے لائے اُنکے ہاتھ مس کھانے کی طرف جب نہیں بڑھے تو ابراہیم علیہ السلام خوف زدہ ہوئے مہمانوں نے کہا کہ ہم خدا کے بھیجے ہوئے فرشتے قوم لوط پر عذاب لیکر چلے ہیں اور تمہیں اولاد کی خوشی سنانے آئے ہیں تمہارے گھر میں ایک ہوشیار لڑکا اسحٰق پیدا ہوگا اور پھر تمہارا پوتا اسحٰق کا بیٹا یعقوب - اسکے جواب میں ابراہیم علیہ السلام نے یہ کہا کہ میں بوڑھا ہون قریب قریب سو برس کی عمر آن پہونچی اور میری بیوی بھی نوے بانوے برس کی بوڑھی ہے اور بانجھ بھی ہے اس صورت میں اولاد کی کیا خوشی سناتے ہو یہ امر تو تعجبات سے ہے فرشتے بولے کہ یہ حق بات کی خوشی تمکو سنائی جارہی ہے اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے اور یقینی اُسکا ظہور ہوگا کیونکہ اللہ کا وعدہ سچا ہے کبھی اُسکا وعدہ جھوٹا نہیں ہوتا اور سے ہر طرح کی قدرت حاصل ہے اُسکے نزدیک کیا دشوار ہے آپ اس خوشی سے ناامید نہ ہون اللہ پاک تو اس بات پر بھی قادر ہے کہ بے ماں باپ کے بھی لڑکا پیدا کردے آپکا عذر تو صرف بڑھاپا اور بانجھ ہونا ہے ابراہیم علیہ السلام نے یہ بات سنکر جواب دیا کہ بیشک خدا کی رحمت سے ناامید نہیں ہونا چاہیئے اُسکی رحمت سے تو گمراہ لوگ ناامید ہوا کرتے ہیں - اس قصہ میں ایک قسم کا خوف اور اُسکے ساتھ ہی خوشی بھی ہے اسلئے ذکر کیا کہ لوگ جان لیں کہ خدا کی عادت یون ہی جاری ہے اور قصہ میں ایماندار لوگوں کی نجات اور کفار کی ہلاکت کا ذکر ہے جس سے خداوند جل شانہ کا غفور رحیم اور اسکے عذاب کا سخت ہونا قریش کو سمجھایا گیا -

منزل ۴ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ أَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ ۝ قَالُوا إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَىٰ قَوْمٍ مُجْرِمِينَ ۝ إِلَّا آلَ لُوطٍ

بولا پھر کیا مہم ہے تمہاری اے اللہ کے بھیجے ہوؤ بولے ہم بھیجے آئے ہیں ایک قوم گنہگار پر مگر لوط کے گھر والے

إِنَّا لَمُنَجُّوهُمْ أَجْمَعِينَ ۝ إِلَّا امْرَأَتَهُ قَدَّرْنَا إِنَّهَا لَمِنَ الْغَابِرِينَ ۝

انکو بچالیں گے سبکو مگر ایک اُسکی عورت ہمنے ٹھیرالیا وہ ہے رہجانے والون مین

جب فرشتون نے ابراہیم علیہ السلام کو اولاد کی خوشی سنادی اور انکے دلسے خوف جاتا رہا تو انھوں نے فرشتون سے پوچھا کہ اے خدا کے بھیجے ہوئے فرشتو تمہارا ارادہ کس کام کا ہے کیونکہ ابراہیم علیہ السلام نے یہ سمجھ لیا تھا کہ یہ فقط بشارت ہی دینے کو نہیں آئے ہیں انکا آنا کسی اور کام کی غرض سے ہوا ہے اگر خوشی صرف سنانی تھی تو ایک آتا ابراہیم علیہ السلام کے پوچھنے پر انھوں نے کہا کہ ہم لوط علیہ السلام کی مجرم قوم پر عذاب لیکر بھیجے گئے ہیں سوائے لوط علیہ السلام کے گھر والوں کے سب لوگ گانوں کے گانوں ہلاک ہوجائیں گے اسی میں لوط علیہ السلام کی بیوی بھی ہلاک ہونگی یہ دلمین منافق تھیں مگر خداوند تعالی جب تک ظاہر قصور نہیں دیکھتا ہے اُسوقت کسی کو نہیں پکڑتا ہے اسلئے فرشتوں نے لوط سے کہا کہ آپ سب لوگ گھر میں سے باہر چلے جائیں اور پیچھے پھر کر نہ دیکھئے گا لوط علیہ السلام کے ساتھ انکی بیوی بھی جارہی تھیں اور کسی نے تو مڑکر نہیں دیکھا انکی بیوی نے پیچھے پھر کر دیکھا خدا نے انکو پکڑ لیا اور یہ بھی اپنی قوم کے ساتھ ہلاک ہوئیں - سورہ ہود میں گزر چکا ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام کے دلسے خوف جاتا رہا اور انھوں نے فرشتوں

سے قوم لوط کے عذاب کا حال سنا تو وہ اللہ کے فرشتون سے جھگڑنے لگے کہ اُس بستی مین لوط بھی ہین ساری بستی پر عذاب کیونکر آویگا اُسکا جواب اللہ کے فرشتون نے یہ دیا ہے کہ سوائے لوط علیہ السلام کی بی بی کے اور سب اُنکے گھر والے بچ جاوینگے سورہ ہود کا قصہ گویا یہان کے قصے کی تفسیر ہے۔ سورہ توبہ کی آیۃ ان ابراہیم لاوہ کی تفسیر مین حسن بصری اور قتادہ کا قول ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نرم دل بہت تھے صحیح بخاری وغیرہ مین ابو ہریرہؓ سے روایۃ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ قیامت کے دن ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ کی نجات چاہین گے لیکن وہ منظور نہ ہوگی اس حدیث سے حسن بصری اور قتادہ کے قول کی پوری تائید ہوتی ہے اور آخری آیۃ کی تفسیر کا حاصل یہ ٹھہرتا ہے کہ نرم دلی کے سبب سے ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے فرشتونسے قوم لوط کے باب مین جھگڑا کیا اور اللہ کے فرشتون نے یہ جواب دیا جسکا ذکر آیۃ میں ہے۔

فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ۨ الْمُرْسَلُوْنَ ۝ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ۝ قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ

پھر جب پہنچے لوط کے گھر وہ بھیجے ہوئے بولا تم لوگ ہوگے اوپری سے بولے نہیں پر ہم لائے ہین

بِمَا كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ۝ وَاَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۝

تجھ پاس جس میں وہ جھگڑتے تھے اور ہم لائے ہیں تجھ پاس مقرر بات اور ہم سچ کہتے ہیں

اب یہان سے لوط علیہ السلام کا قصہ شروع ہوا فرشتے خدا کے بھیجے ہوئے ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے ہوکر یکبیک لوط علیہ السلام کے یہان پہونچے وہ انکو خوبصورت نوعمر لڑکے دیکھکر ڈرے کہ یہ لوگ کسی اور شہر کے رہنے والے ہیں یہان جو اسطرح آگئے ہیں بڑی قباحت کی بات ہے میری قوم کو لڑکونسے بدفعلی کرنیکی عادت ہے جسوقت اُن لوگونکو اون نوعمر لڑکون کے آنیکی خبر معلوم ہوگی تو فوراً یہان آجائین گے اور مجھسے سخت جھگڑا ہوگا دیکھئے کیونکر اُنسے پیچھا چھوٹتا ہے اسی خیال سے حضرت لوط علیہ السلام نے اون آنے والون سے کہا کہ تم کون لوگ ہو ہم تمہین نہین پہچانتے اُن فرشتون نے کہا کہ ہم خدا کے بھیجے ہوئے ہیں آپ کچھ خوف نکرین ہم اس قوم کی سزا کو بلکیلئے آئے ہیں یہ لوگ آپسے جھگڑتے ہیں کہ عذاب کیا ہی اور عذاب کے آنے مین شبہ کرتے ہیں اسلیئے ہم اللہ کے حکم سے آئے ہیں اور عذاب لے کر آئے ہیں اب اُن لوگون کو عذاب کے آنے کا پورا یقین ہو جائے گا اور ہم جو کچھ کہتے ہیں اس مین ذرا بھی فرق نہیں ہے ہم بالکل سچ کہہ رہے ہیں کہ یہ لوگ ہلاک ہون گے۔ سورہ اعراف میں گزر چکا ہے کہ حضرت لوط کی قوم کے لوگ حضرت لوط کو بستی سے نکال دینے کی دھمکی دیا کرتے تھے اسلیئے اللہ تعالے نے اُس بستی کو اُلٹ دینے کا حکم دیا تھا کہ یہ لوگ اللہ کے رسول کو جس بستی سے نکال دینے کی دھمکی دیتے تھے اُس بستی کا نام بھی دنیا مین باقی نہ رہے۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو موسی اشعری کی حدیث گزر چکی ہے کہ اللہ تعالے جب تک چاہتا ہے اس طرح کے نافرمان لوگون کو مہلت دیتا ہے اور جب پکڑتا ہے تو اون کو بالکل غارت کر دیتا ہے اس حدیث کو آیتون کی تفسیر مین بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب تک مہلت کا زمانہ رہا قوم لوط کے لوگ طرح طرح سے جھگڑتے اور اللہ کے رسول کو بستی سے نکال دینے کی دھمکی دیتے رہے

منزل ۳

جب عذاب کا وقت آگیا تو خود ہی بستی سے ایسے نکلے کہ سیدھے جہنم کو گئے اور بستی بھی اوندھی ہوگئی۔

فَأَسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ اللَّيْلِ وَاتَّبِعْ أَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنكُمْ أَحَدٌ وَامْضُوا حَيْثُ

سو لے نکل پچھلی گھر کو رات رہے سے اور آپ چل اُنکے پیچھے اور مڑکر نہ دیکھے تم میں کوئی اور چلے جاؤ جہاں تمکو

تُؤْمَرُونَ ۝ وَقَضَيْنَا إِلَيْهِ ذَٰلِكَ الْأَمْرَ أَنَّ دَابِرَ هَٰؤُلَاءِ مَقْطُوعٌ مُّصْبِحِينَ ۝

حکم ہے اور جتلادیا ہمنے اُسکو وہ کام کہ اُنکی جڑ کٹی ہے صبح ہوتے

اللہ پاک یہ کلام فرشتوں کی زبان سے فرماتا ہے کہ اونھوں نے لوط علیہ السلام سے یہ بات کہی کہ تم اپنے مال بچوں کو لیکر راتوں رات یہاں سے نکل جاؤ گھر والوں کو آگے رکھو اور آپ اُنکے پیچھے ہو تاکہ تمہیں اطمینان رہے کہ کوئی عزیز پیچھے تو نہیں رہ گیا اور فرشتوں نے یہ بھی کہدیا کہ دیکھنا کبھی تم میں سے کوئی پیچھے پھر کر نہ دیکھے کہ قوم پر کیا عذاب ہو رہا ہے نہیں تو رستہ طے کرنے میں دیر ہو جائیگی اور طبیعت قوم کے عذاب کی طرف مشغول رہے گی پھر فرمایا کہ جہاں تم کو حکم ہوا ہے وہاں چلے جاؤ دیر نکرو جسکا مطلب یہ ہے کہ ملک شام کو چلے جاؤ پھر فرمایا کہ اللہ نے یہ بات ٹھہرادی ہے کہ صبح ہوتے ہی اس قوم کی جڑ بنیاد بالکل سے نابود ہو جائے گی لوط علیہ السلام رات کے دونوں حصّوں میں گھر سے نکلے انکی بیوی بھی چلی تھیں مگر رستے میں پیچھے پھر کر دیکھا وہ اپنی قوم کے حال میں شریک ہوئیں انکو بھی عذاب نے پکڑ لیا اور لوط علیہ السلام ملک شام کی طرف چل نکلے خدا نے زمین کو لپیٹ دیا آپ ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچگئے ابو موسیٰ اشعری کی جو حدیث اوپر گزر چکی ہے وہی حدیث ان آیتوں کی بھی تفسیر ہے مطلب اس تفسیر کا وہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا۔ منزل ۴

وَجَاءَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ يَسْتَبْشِرُونَ ۝ قَالَ إِنَّ هَٰؤُلَاءِ ضَيْفِي فَلَا تَفْضَحُونِ ۝ وَاتَّقُوا

اور آئے شہر کے لوگ خوشیاں کرتے بولا یہ لوگ میرے مہمان ہیں سو مجکو رسوا مت کرو اور ڈرو

اللَّهَ وَلَا تُخْزُونِ ۝ قَالُوا أَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعَالَمِينَ ۝ قَالَ هَٰؤُلَاءِ بَنَاتِي إِن كُنتُمْ

اللہ سے اور میری آبرو مت کھوؤ بولے ہمنے تجکو منع نہیں کیا جہان کی حمایت سے بولا یہ حاضر ہیں میری بیٹیاں اگر تم کو

فَاعِلِينَ ۝ لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ ۝

کرنا ہے قسم ہے تیری جان کی وہ اپنی مستی میں مدہوش ہیں

جب لوط علیہ السلام کی قوم کو یہ خبر ہوگئی کہ حضرت لوط کے گھر میں دو تین مہمان آئے ہیں تو وہ لوگ دوڑے ہوئے لوط علیہ السلام کے مکان پر آئے اور ان مہمانوں کو خوبصورت چودہ پندرہ برس کے سن کا دیکھکر اپنے جی میں بہت خوش ہوئے لوط علیہ السلام نے ان لوگوں سے کہا کہ یہ لوگ میرے عزیز مہمان ہیں اونکی طرف کسی قسم کا برا خیال نکرو اور میری رسوائی نہ چاہو اور خدا سے ڈرو کسی کی آبرو کے پیچھے پڑنے سے کیا حاصل کیوں میری عزت کے درپے ہو رہے ہو ان کی قوم نے جواب دیا کیا ہم نے تم کو منع نہیں کر رکھا ہے کہ تم کسی کی حمایت نہ لو تم کسی کو کیوں اپنا مہمان بناتے ہو ساری دنیا سے

تمہین کیا سر و کار سورہ ہود میں ترتیب کے ساتھ یہ قصہ بیان ہو چکا ہے یہاں قصے میں ترتیب نہیں ہے سورہ ہود میں لوط علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ آج کا روز بڑا سخت ہے اس قوم سے پیچھا چھوڑانا مشکل ہے۔ کیونکہ پہلے سے اون کو یہ نہیں معلوم تھا کہ یہ مہمان دراصل فرشتے ہیں جب قوم نے بے حد اصرار کیا اور کوئی بات نہ مانی تو فرشتوں نے کہا تھا کہ تم اپنے دل میں رنجیدہ نہ ہو یہ ہمارا کیا کر سکتے ہیں ہم آدمی نہیں ہیں خدا کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں۔ اسی قوم کو اس کے بدافعال کی سزا دینے آئے ہیں غرضکہ لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو بہتیرا سمجھایا یہاں تک کہا کہ تمہیں لڑکوں کے ساتھ فعل بد کے مرتکب ہونے سے شرم نہیں آتی لو یہ میری لڑکیاں حاضر ہیں انسے نکاح کر لو خدا نے عورتوں کو مردوں کے واسطے پیدا کیا ہے ان سے نفع اوٹھاؤ۔ اور لڑکوں کی رغبت چھوڑ دو لڑکوں کے ساتھ بدفعلی کرنے کی عادت سے کیوں اپنے کو ہلاک کرنا چاہتے ہو سورہ قمر میں آویگا کہ جب ان لوگوں نے حضرت لوط کی نصیحت نہ سنی اور حضرت لوط کے گھر کا دروازہ توڑ کر گھر کے اندر گھس جانے اور مہمانوں کو چھین لینے کا ارادہ کیا تو حضرت جبرئیل نے اللہ کے حکم سے ایک پر مار کر ان سب کو اندھا کر دیا یہ لوگ صبح کو پھر آنے کی دھمکی دیکر وہاں سے چلے گئے اور صبح کو ہلاک ہو گئے اب آگے اللہ جل شانہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو لوط علیہ السلام کی قوم کی خبر دیتا ہے کہ اے ہمارے رسول ہم تیری حیات اور عمر کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ وہ لوگ اپنی بدمستی میں بیہوش ہو رہے تھے وہ کب کسی کی سنتے مفسرین نے یہاں یہ بات بیان کی ہے کہ حضرت کی عمر کی قسم جو اللہ پاک نے کھائی ہے اس سے آپکا مرتبہ معلوم ہوتا ہے کیونکہ اور کسی رسول و نبی کی حیات کی قسم اللہ تعالیٰ نے نہیں کھائی ابن جریر نے حضرت ابن عباس کی ایک حدیث نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی جان ایسی نہیں پیدا کی جو حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھکر ہو اور اللہ تعالیٰ نے کبھی کسی جان کی قسم نہیں کھائی سوائے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان کے جیسا اس آیۃ میں مذکور ہوا۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو موسیٰ اشعری کی حدیث جو اوپر گزر چکی ہے اوس حدیث کو ان آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ مہلت کے زمانہ تک ان لوگوں کی سرکشی کا یہ حال تھا کہ اللہ کے رسول کے گھر کا دروازہ توڑ کر گھر کے اندر گھس جانے اور مہمانوں کے چھین لینے پر مستعد تھے مہلت کا وقت گزرتے ہی آنکھوں سے اپاہج اور اسی اپاہج کی حالت میں تھوڑی دیر کے بعد ہلاک ہو گئے اور صبح کو پھر اللہ کے رسول کے گھر پر چڑھ کر آنے اور مہمانوں کو زبردستی چھین لینے کی دھمکی جو ان لوگوں نے دی تھی اوس دھمکی کے ظہور کی تمنا ان لوگوں کے دلمیں ہی رہی۔ معتبر سند سے مسند ابو یعلی میں حضرت عبداللہ بن عباس کا قول ہے جس میں اونھوں نے لعمرک کی تفسیر بحیاتک فرمائی ہے۔ معتبر سند سے طبرانی میں حضرت عبداللہ بن عمر سے روایۃ ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں صبح کی اذان کے وقت قوم لوط پر عذاب آیا۔

منزل ۳

فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ ۝ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝

پھر پکڑا انکو چنگھاڑ نے سورج نکلتے پھر کر ڈالی ہم نے وہ بستی اوپر تلے اور برسائے ہم نے اوپر پتھر کنکر کے

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِينَ ۝ وَإِنَّهَا لَبِسَبِيلٍ مُّقِيمٍ ۝ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ ۝

بیشک اس میں پتے ہیں دہیان کرنے والوں کو اور وہ بستی ہے سیدھی راہ پر البتہ اس میں نشانی ہے یقین کرنے والوں کو

وَإِن كَانَ أَصْحَابُ الْأَيْكَةِ لَظَالِمِينَ ۝ فَانتَقَمْنَا مِنْهُمْ وَإِنَّهُمَا لَبِإِمَامٍ مُّبِينٍ ۝ وَلَقَدْ كَذَّبَ ع ۵

اور تحقیق تھے بن کے رہنے والے گنہگار سو ہمنے بدلا لیا انسے اور یہ دونوں شہر راہ پر ہیں نظر آتے اور تحقیق جھٹلایا

أَصْحَابُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِينَ ۝ وَآتَيْنَاهُمْ آيَاتِنَا فَكَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ۝ وَكَانُوا يَنْحِتُونَ مِنَ

حجر والوں نے رسولوں کو اور دیں ہمنے انکو نشانیاں سو رہے انکو ٹالتے اور تھے تراشتے

الْجِبَالِ بُيُوتًا آمِنِينَ ۝ فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِينَ ۝ فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝

پہاڑوں کے گھر خاطر جمع سے پھر پکڑا انکو چنگھاڑنے صبح ہوتے پھر کام نہ آیا انکو جو کماتے تھے

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ ۗ وَإِنَّ السَّاعَةَ لَآتِيَةٌ ۖ

اور رہنے نہیں بنائے ہیں آسمان وزمین اور جو انکے بیچ میں ہے بغیر تدبیر اور قیامت مقرر آنیوالی ہے

جب لوط علیہ السلام کی قوم نے انکی ایک نہ سنی اور اپنی ہٹ دھرمی کئے گئے تو اللہ پاک نے فرشتونکو حکم دیدیا کہ انکو غارت کر ڈالو صبح ہوتے ہی جبرئیل علیہ السلام نے ایک ایسی چیخ ماری کہ لوگون کے کلیجے دہل گئے اور پھر اوس بستی کی تہ میں اپنے پر ڈالکر اوکیڑ لیا اور آسمان کی طرف لیجا کر وہان سے اوندھا گرادیا اور پھر اوپر سے چھوٹے چھوٹے پتھر کے ریزے برسے جس سے ایک متنفس بھی جان بر نہ ہوسکا پھر اللہ پاک نے فرمایا کہ اس قصہ میں عبرت کرنے والوں اور غور و فکر کرنے والون کے لئے بڑی نشانی ہے۔ بعضے مفسرون نے للمتوسمین کی یہ تفسیر بیان کی ہے کہ عقلمندون کے واسطے اس قصہ میں پتے ہیں اور ابو سعید کی حدیث ترمذی نے نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے اگرچہ ترمذی نے ابو سعید خدری کی حدیث کو غریب کہا ہے لیکن مسند بزار میں یہ حدیث انس رضؓ بن مالک کی روا سے جو ہے اوسکی سند معتبر ہے اور اسی مضمون کی حدیث ابن جریر نے بھی ابو سعیدؓ سے اور ثوبانؓ سے روایۃ کی ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی ایسی ہی حدیث نقل کی ہے پھر اللہ پاک نے فرمایا کہ وہ بستی سدوم ملک شام کی طرف بودار پانی کے چشمہ کی صورت میں آجتک باقی ہے پھر فرمایا کہ جو لوگ ایماندار ہیں اس قصے سے خدا کی نشانی پہچانتے ہیں۔ پھر بن کے رہنے والی قوم شعیب کے لوگون کا اور حجر کے رہنے والی قوم ثمود حضرت صالح علیہ السلام کی امت کا قصہ مختصر طور پر ذکر فرماکر قریش کو یہ تنبیہ فرمائی کہ ایک دن قیامت ضرور آنے والی ہے تاکہ نیک و بد کی جزا و سزا ہو کر دنیا کا پیدا کیا جانا ٹھکانے سے لگے کیونکہ آسمان و زمین کو اللہ تعالیٰ نے کھیل تماشے کے طور پر نہیں پیدا کیا ہے اگر انکے پیدا کرنے میں جزا و سزا کی حکمت کا انکار کیا جاوے تو انکا پیدا کیا جانا کھیل تماشے کے طور پر ٹھہرتا ہے جو اللہ کی شان سے بہت بعید ہے۔ سورہ اعراف میں ترتیب وار پہلے ثمود کا اور پھر قوم لوط اور قوم شعیب کا قصہ تفصیل سے گزر چکا ہے یہاں یہ قصے قریش کی تنبیہ کے لئے بلا ترتیب مختصر

منزل ۳

طور پر ذکر فرمائے ہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ سورہ اعراف کے مفصل قصے ان مختصر قصوں کی گویا تفسیر ہیں۔ فما اغنی عنہم ما کانوا یکسبون اس کا مطلب یہ ہے کہ کھیتی اور دودھ کے جن جانوروں کو یہ لوگ اپنی بڑی کمائی جانتے تھے اور اوس کمائی کی حمایت میں انھوں نے معجزہ کی اونٹنی کو ہلاک کر ڈالا آخر کو وہ کمائی ان لوگوں کے کچھ کام نہ آئی۔

فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيلَ ۝

سو کنارہ پکڑ اچھی طرح کنارہ

بعضے مفسروں نے حکم جہاد سے اس آیۃ کو منسوخ کہا ہے لیکن یہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ حسن خلق اور درگزر کی کوئی آیۃ حکم جہاد سے منسوخ نہیں ہے۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوسعید خدری کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی امر خلاف شریعت کو ہاتھ سے مٹانے کی طاقت جب اہل اسلام میں نہ ہو تو ایسے وقت پر زبانی وعظ و نصیحت کافی ہے اس حدیث سے اون علماء کے قول کی پوری تائید ہوتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ ضعف اسلام کے وقت درگزر کا حکم قیامت تک باقی ہے اسی واسطے اللہ کے رسول نے ضعف اسلام کے وقت کسی امر خلاف شریعت کے ہاتھ سے مٹانے کی جگہ زبانی وعظ و نصیحت کو جائز رکھا ہے ورنہ منسوخ حکم کے موافق عمل کرنے کا آپ ہرگز حکم نہ دیتے۔ آیۃ کے اس ٹکڑے کا حاصل مطلب یہ ہے کہ پہلی امتوں کی تباہی کے قصے سنا کر ان مشرکین مکہ کی تنبیہ کر دی گئی ہے اس پر بھی یہ لوگ اپنی شرارت سے باز نہ آویں تو ضعف اسلام کے زمانے تک درگزر کو کام میں لایا جاوے۔ منزل ۳

إِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيمُ ۝

تیرا رب جو ہے وہی ہے بنانے والا خبردار

اس آیۃ میں اللہ پاک نے یہ بات بیان فرمائی ہے کہ قیامت ضرور ہونے والی ہے خدا ہر شے کا پیدا کرنے والا ہے اوس کو قیامت کے قائم کرنے پر کامل قدرت ہے کیونکہ وہ کسی چیز کے پیدا کرنے سے نہ پہلی دفعہ عاجز تھا نہ دوسری دفعہ عاجز ہے اسکا علم بہت وسیع ہے دنیا میں کوئی چیز اوس سے پنہان نہیں ہے اپنے اس علم کے موافق وہ سب کچھ دوبارہ پیدا کریگا۔ صحیح بخاری کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی حدیث قدسی ایک جگہ گزر چکی ہے جسمیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب سبکی آنکھوں کے سامنے اللہ نے اس جہان کو پیدا کر دیا تو جو لوگ دوبارہ پیدا کئے جانے کے منکر ہیں وہ بڑے نادان ہیں اور اپنی نادانی کے سبب سے وہ اس باب میں خلاف عقل کلام الٰہی کو جھٹلاتے ہیں کیونکہ معمولی عقل کا آدمی بھی اس بات کو سمجھ سکتا ہے کہ جو کام ایک دفعہ کیا جا چکا اوسکا پھر دوبارہ کیا جانا کیا مشکل ہے یہ حدیث آیۃ کی گویا تفسیر ہے جس سے منکرین حشر کے قائل کرنے کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے۔

وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ ۝ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ

اور ہم نے دیں ہیں تجکو سات آیتیں وظیفہ اور قرآن بڑے درجے کا مت پسار اپنی آنکھیں ان چیزوں پر

مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝

جو برتنے کو دین ہمنے اُنکو کئی طرح کے لوگونکو اور نہ غم کھا اور نیچا رکھ اپنے بازو ایمان والون کے واسطے

اِن آیتوں میں اللہ پاک نے اون نعمتون کا ذکر کیا جو اُسنے خاص اپنے رسول برحق کو عطا کی ہیں اسلئے فرمایا کہ ہم نے دین تم کو سات آیتین وظیفہ کی اور قرآن بڑے درجہ کا عنایت کیا اکثر مفسرین نے سبعا من المثانی کی تفسیر میں یہ بیان کیا ہے کہ اِس سے سورہ فاتحہ مراد ہے کیونکہ سورہ فاتحہ کی سات آیتین ہیں اور ہر نماز میں یہ دوہرائی جاتی ہے خواہ فرض ہو خواہ نفل اور ہر ختم قرآن میں یہ دو دفعہ پڑہی جاتی ہے ایک ابتدا میں اور پھر ختم کرنے کے بعد۔ اسکے علاوہ اور بھی چند باتیں ہیں جنکو مفسرون نے بیان کیا ہے مثلاً اسکی آیتین دو قسم کی ہیں خدا کی تعریف اور دعا اسلئے بندے اور اُسکے رب کے درمیان میں یہ سورۃ ملی جلی ہے۔ صحیح بخاری میں سعید بن معلی کی ایک حدیث ہے جس میں سعید بن معلی کہتے ہیں کہ میں ایک روز نماز پڑھ رہا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور مجھکو بلایا مگر میں نماز پڑھ رہا تھا اسلئے میں آپ کے پاس نہ جا سکا جب نماز سے فارغ ہو کر حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا تو میرے بلانے سے کیوں نہیں آیا کیوں رُک گیا تھا سعید بن معلی نے کہا کہ میں نماز پڑھ رہا تھا اسلئے نہ آسکا آپ نے فرمایا کہ کیا خدا نے یہ نہیں کہا ہے کہ اے ایمان والو خدا اور اُسکے رسول کا حکم مانو اور کیا میں تجھکو مسجد سے نکلنے کے پہلے ایک بڑے درجے کی سورۃ نہ بتلا دون جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے باہر نکلنے لگے تو سعید بن معلی نے یاد دلایا کہ آپ نے سورۃ بتلانے کو فرمایا تھا آپ نے سورۃ فاتحہ پڑہی اور فرمایا یہ بڑے درجے کا قرآن اور سبع مثانی ہے۔ دوسری حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بخاری میں ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورہ فاتحہ ام القرآن ہے اور سبع مثانی ہے اور بڑے درجے کا قرآن ہے یہ حدیثین سورہ فاتحہ کے سبع مثانی ہونے کی تفسیر ہیں مگر اور سورتون کو بھی سبع مثانی کہا جائے یا پورے قرآن کو سبع مثانی کہا جائے تو بھی کوئی قباحت نہیں ہے چنانچہ بعضے مفسرون نے سبع مثانی قرآن کی سات لمبی سورتون کو بھی کہا ہے۔ یہ سورتین سورہ بقر سے سورہ توبہ کے ختم تک ہیں کیونکہ سورہ توبہ میں بسم اللہ نہیں ہے اور ہر سورۃ کے شروع میں بسم اللہ ہے اسلئے اکثر سلف انفال اور توبہ اِن دونون سورتون کو علیحدہ علیحدہ سورۃ نہیں سمجھتے ہیں حضرت عبداللہ بن عباس بھی اسی کے قائل ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اِن سات سورتون میں سے دو سورتین موسیٰ علیہ السلام کو ملی ہیں باقی اور کسی رسول کو سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں ملیں اور بعضے مفسر ساتون منزلون کو بھی سبع مثانی خیال کرتے ہیں جن لوگون نے سات لانبی لانبی سورتون کو سبع مثانی کہا ہے وہ مثانی ہونے کی یہ وجہ فرماتے ہیں کہ اِن سورتون میں پہلے رسولون کے قصے اور اون سے عبرت کا حاصل کرنا اور پچھلی قومون پر عذاب کا بھیجنا مکرر بیان کیا ہے اور جو لوگ ساتون منزلون کو سبع مثانی کہتے ہیں وہ یہ بیان کرتے ہیں کہ پورے قرآن میں قصے مکرر ذکر کئے گئے ہیں اور دین کے احکام اور نہی چند مرتبہ مذکور ہوئے ہیں۔ بہرحال اِس نعمت کا بیان کرکے اللہ پاک نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرکے فرمایا کہ دنیا میں جو اور لوگون کو مال و دولت حاصل ہے اوسکی طرف آنکھ اوٹھا کر نہ دیکھو شاید تمہیں اُسکی رغبت

منزل ۴

ہو جائے تمہیں جو نعمت کے طور پر قرآن مجید عطا کیا گیا ہے اُسکے سامنے دنیا کی دولت کیا حقیقت رکھتی ہے یہ جلد فنا ہونے والی ہے اور یہ لوگ جو ایمان نہیں لاتے ہیں نہ لائیں تم اسکا کچھ غم نکرو اسلئے کہ جو لوگ علم الٰہی میں گمراہ ٹھہر چکے ہیں وہ کسی طرح راہ راست پر نہ آوینگے صحیح مسلم میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ دنیا کے مال متاع میں جو شخص اپنے سے کم ہو اسے ایمان والو تم اوسکی طرف دیکھو اور جو تم سے بڑے درجے کا ہے اُسکی طرف نہ دیکھو تاکہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تمکو دیا ہے تمہاری نظر میں وہ حقیر نہ ٹھہرے حضرت عوف کہتے ہیں کہ میں مالدار لوگوں کے پاس بیٹھا کرتا تھا مجھے بڑا غم رہتا تھا کہ انکا کپڑا اپنے کپڑے سے اچھا دیکھتا تھا انکے جانور میرے جانوروں سے موٹے تازے نظر آتے تھے جب میں نے یہ حدیث سُنی تو غریبوں کے پاس اُٹھنے بیٹھنے لگا اس وقت سے میں نہایت آرام میں ہوں پھر اللہ پاک نے حضرت کو یہ حکم دیا کہ ایمان والوں سے تواضع کے ساتھ پیش آؤ اور اُنکی دلجوئی کرتے رہو۔ آیتوں اور ابوہریرہ کی حدیث کے ملانے سے یہ مطلب ہوا کہ اہل اسلام کو دین کی نعمت کے طور پر قرآن ہو عطا کیا گیا ہے اوسکے سامنے تمام دنیا کی کچھ حقیقت نہیں کیونکہ قرآن کی نصیحت پر عمل کرنے والوں کو عقبیٰ میں جو جنت ملنے والی ہے اُسکی تھوڑی سی جگہ بھی تمام دنیا سے بہتر ہے چنانچہ صحیح بخاری و مسلم کے حوالے سے ابوہریرہؓ کی حدیث ایک جگہ گزر کی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جتنی جگہ میں سوار اپنا کوڑا رکھ دیتا ہے جنت کی اتنی جگہ تمام دنیا سے بہتر ہے لیکن اگر قرآن کو دنیا میں گزرے قابل جو کچھ اللہ نے دیا ہے اُسکی ناشکری کی نوبت بھی اس طرح نہ آویگی کہ ہر ایماندار شخص ہمیشہ ایسے آدمی پر نظر ڈالا کرے جو اس شخص سے زیادہ تنگدست ہے کیونکہ تنگدست آدمی پر نظر ڈالنے سے اس کو اپنی تھوڑی سی خوشحالی بھی بڑی نعمت نظر آوے گی نافرمان مالداروں سے بے پروائی کرنے کے حکم کے بعد آخر میں تنگدست ایماندلدوں کی دلجوئی کا حکم اس لئے فرمایا کہ اون لوگوں کو معلوم ہو جاوے کہ اللہ تعالیٰ کو ایمان داری پسند ہے مالداری پسند نہیں عربی کے محاورے میں بازو جھکانا دلجوئی کی جگہ بولا جاتا ہے۔

وَقُلْ إِنِّي أَنَا النَّذِيرُ الْمُبِينُ ۝ كَمَا أَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِينَ ۝ الَّذِينَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ

اور کہہ کر میں وہی ہوں ڈرانیوالا کھولکر جیسا میں نے بھیجا ہے ان بانٹے کرنے والوں پر جنہوں نے کیا ہے قرآن کو

عِضِينَ ۝ فَوَرَبِّكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ۝ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

بوٹیاں سو قسم ہے تیرے رب کی ہمکو پوچھنا ہے ان سب سے جو کام کرتے تھے

اس آیت میں اللہ پاک نے اپنے رسول صلعم کو حکم فرمایا کہ تم لوگوں سے کہہ دو کہ میں ویسا ہی ڈرانے والا ہوں جس طرح پہلے رسولوں نے اپنی قوم کو ڈرایا تھا اور قوم نے اون رسولوں کو جھٹلایا اور اونکی مخالفت اور ایذا رسانی پر قسمیں کھا بیٹھے آخر اونپر عذاب نازل ہوا مثلاً جیسے ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام کی مخالفت پر آپسمیں قسما قسمی کی تھی جسکا ذکر سورۃ النحل میں آوے گا کما انزلنا علی المقتسمین کی تفسیر میں مفسرین کا بہت اختلاف ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباس کا یہ قول ہے کہ یہ لوگ وہ اہل کتاب ہیں جنہوں نے قرآن کی اس طرح سے تقسیم کر ڈالی کہ بعض احکام پر اسکے ایمان لائے اور بعض سے بالکل انکا

کرتے ہیں مقدر اصل جو باتیں قرآن مجید کی انکی کتابوں سے ملتی جلتی ہیں انکو مانتے ہیں اور جو باتیں اصل سے مخالف ہیں اون کا انکار کرتے ہیں اور عکرمہ نے یہ بیان کیا ہے کہ یہود نے مسخرا پن سے یہ بات آپس میں مقرر کرلی تھی کہ یہ سورہ قرآن کی میری ہے اور دوسرے نے یہ کہا کہ یہ سورہ میری ہے غرض قرآن کی سورتوں کی تقسیم کر ڈالی تھی اور بعضون نے یہ بیان کیا ہے کہ اہل کتاب نے اپنی کتابون کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اس لئے انکو مقتسمین کہا گیا بعض مفسرون نے یہ بیان کیا ہے کہ مقتسمین کفار قریش ہیں یہ چند آدمی تھے اونھون نے ولید بن مغیرہ کے حکم سے موسم حج کے زمانے میں مکے کے رستون کو روکا کہ مسافر شخص ادھر سے گزرے اسکو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بہکایا جائے اور یہ کہا جائے نعوذ باللہ من ذالک یہ شخص مجنون ہیں ہمارے دین سے نکل گئے ہیں کوئی ایسے دھوکا نہ کھانا اور کبھی جادوگر کہتے تھے اور کبھی شاعر کہدیتے تھے اسی طرح کبھی قرآن کو جادو کہتے تھے کبھی پہلے لوگوں کی کہانیاں - حاصل کلام یہ ہے کہ مقتسمین کے معنے بعضے سلف نے تقسیم کرنے والون کے لئے ہیں اور بعضون نے قسم کھانے والون کے عربی زبان میں مقتسمین کا لفظ تقسیم کرنے والون کے معنون میں زیادہ مشہور ہے اور قرآن شریف عرب کے مشہور لفظوں میں نازل ہوا ہے اس لئے حافظ ابو جعفر ابن جریر نے اپنی تفسیر میں ان ہی معنے کو پسند کیا ہے آگے کی آیت میں آتا ہے کہ مسخرا پن کے طور پر قرآن کے نامون کی تقسیم ٹھہرانے والے لوگ کہ اون میں سے کوئی قرآن کو جادو کہتا تھا کوئی شعر اور کوئی پہلی کہانیاں ان میں کے اکثر لوگ طرح طرح کے مرضون سے فوراً ہلاک ہوگئے اسی واسطے ان آیتون میں فرمایا اے رسول اللہ کے تم ان باقی لوگون کو ڈرادو کہ اگر یہ لوگ قرآن کی نصیحت کے موافق راہ راست پر نہ آویں گے تو وہی انجام انکا ہوگا جو مسخرا پن کے طور پر قرآن کے نامونکی تقسیم ٹھہرانے والونکا ہوا اور پھر ان سبکو اپنے عملوں کے موافق قیامت کے دن اللہ تعالی کے روبرو جوابدہی کرنی پڑے گی - جن علمائے سلف نے مقتسمین کی تفسیر اہل کتاب کو قرار دیا ہے انکا مطلب یہ ہے کہ اہل کتاب کی حالت پر بھی آیۃ کا مضمون ہجرت کے بعد صادق آیا ورنہ اس مکی سورۃ میں اہل کتاب کا ذکر شان نزول کے طور پر نہیں آسکتا کیونکہ قرآن شریف میں اہل کتاب کا ذکر مدینہ کی ہجرت کے بعد شروع ہوا ہے تفسیر نیشاپوری میں شان نزول کے طور پر یہود کے ذکر کو پیشین گوئی قرار دیا ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ ان مکی آیتون میں یہود پر جس عذاب کے آنیکا ذکر تھا اسکا ظہور ہجرت کے بعد اس طرح ہوا کہ یہود کے تین قبیلے بنی قینقاع بنی نضیر بنی قریظہ جو مدینہ کے گردونواح میں رہتے تھے ان میں سے بنی قینقاع اور بنی نضیر جلاوطن ہوئے اور بنی قریظہ کا قتل ہوا - معتبر سند سے مستدرک حاکم میں نعمان بن بشیر سے روایۃ ہے جس میں یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح جوش میں آکر لوگونکو دوزخ کے عذاب سے ڈرایا کرتے تھے کہ آپکی چادر کاندھے پر سے اوتر کر پیرون میں آن پڑا کرتی تھی - ترمذی طبرانی اور مسند بزار کے حوالہ سے ابی برزہ اور معاذ ابن جبل کی صحیح روایتین ایک جگہ گزر چکی ہیں کہ قیامت کے دن ہر شخص سے چار باتونکا سوال کیا جاویگا - (۱) تمام عمر کن کاموں میں گزاری - (۲) جوانی میں کیا کیا (۳) روپیہ پیسہ کیونکر کمایا اور کہان خرچ کیا - (۴) دین کی باتون پر کیا عمل کیا ان حدیثون کو آیتون کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہے

منزل ۴

کہ لوگوں کے ڈرانے کے حکم کی تعمیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بڑی سرگرمی سے کیا کرتے تھے۔ تمام عمر کے کامون کی جو ابتدا کے وقت اون لوگونکو بڑی دقت بھگتنی پڑے گی جنکی تمام عمر اللہ کے رسول کو جادوگر اور کلام الٰہی کو جادو کہتے ہیں گزری۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ۝ إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ ۝ الَّذِينَ

سو بتادے کھولکر جو تجھکو حکم ہوا اور دھیان نکر شرک والوں کا ۔ ہم بس ہیں تیری طرف سے ٹھٹھا کرنے والونکو جو

يَجْعَلُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ۝ وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ

ٹھیراتے ہیں اللہ کے ساتھ اور کسی کی بندگی سو آگے معلوم کرینگے اور ہم جانتے ہیں کہ تیرا جی رکتا ہے انکی باتوں سے

بِمَا يَقُولُونَ ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ ۝

سو تو یاد کر خوبیاں اپنے رب کی اور ہو سجدہ کرنے والون میں

اللہ پاک ان آیتوں میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرماتا ہے کہ ہم نے قرآن پاک جو تجھکو دیکر بھیجا ہے وہ تم لوگون کو پہونچادو اور جو اللہ کا حکم ہے وہ انسے کہدو اور ان مشرکین کے جھٹلانے سے دل تنگ نہ ہو اور انکی ایذا رسانی سے گھبراؤ نہیں تم تو خدا پر بھروسہ کرو وہ تمہین کافی ہے یہ مسخرے تمہارا کیا کرسکتے ہیں مجاہد نے فاصدع بما تومر کی تفسیر میں یہ بیان کیا ہے کہ اس سے قرآن مجید کا پکار کر پڑھنا مراد ہے۔ عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہلے چھپکر نماز پڑھا کرتے تھے جب یہ آیت اتری تو آپ معہ اپنے اصحاب کے کھلم کھلا خدا کی عبادت کرنے لگے بعض مفسرین نے بیان کیا ہے کہ جو لوگ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مسخراپن کرتے تھے وہ پانچ شخص تھے جو قبیلہ قریش میں رئیس شمار کئے جاتے تھے۔ ولید بن مغیرہ۔ عاص بن وائل۔ حارث بن قیس۔ اسود بن عبدالمطلب۔ اسود بن عبد یغوث۔ جب یہ لوگ شرارت اور ایذا رسانی میں حد سے گزرنے لگے تو یہ آیت اتری اور یہ لوگ تھوڑے ہی عرصہ میں طرح طرح کے مرض میں گرفتار ہوکر ہلاک ہوگئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ کفار خدا کے ساتھ اور دون کو بھی شریک کرتے ہیں خدا کے سوا بتون کو پوجتے ہیں اسکا خمیازہ آخرت میں بھگتین گے اور سارے شرک کا نتیجہ وہان انہیں معلوم ہوجائے گا۔ پھر اللہ پاک نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی کہ ان کفار کی باتوں سے تمہیں رنج پہونچتا ہے تم ذرا بھی انکی طرف التفات نکرو تم تو سبحان اللہ سبحان اللہ کہے جاؤ اور نماز پڑھتے رہو چنانچہ جب کبھی حضرت کو کوئی بات غم میں ڈالتی تو آپ نماز پڑھتے تھے۔ جس کا ذکر مسند امام احمد اور ابوداؤد کے حوالہ سے حذیفہ کی معتبر روایت میں ایک جگہ گزر چکا ہے۔ صحیح بخاری مسلم ترمذی اور نسائی میں ابوہریرہؓ سے۔ روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ ہجرت سے پہلے اگرچہ مشرکون کا مکہ میں بڑا زور تھا لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بلاخوف ایک ایک قبیلہ کا نام لیکر قرآن کے موافق لوگون کو نصیحت کیا کرتے تھے اس حدیث سے اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے کہ فاصدع بما تومر کی تعمیل اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کسطرح کی چستی اور بیخوفی سے فرمایا کرتے تھے

منزل ۳

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ ۝ ع

اور بندگی کر اپنے رب کی جب تک پہنچے تجکو یقین

آخرت کی بہت سی چیزیں مثلاً عذاب قبر حشر نامہ اعمال کا تولنا نیک عمل کا پل کی مانند کی صورت بنکر اور بدعملوں کا بدصورت بنکر قبر میں آنا پل صراط پر گزرنا جنت میں باوجود کمال تک کی حاجت بشری ادنیٰ کا نہ ہونا ان سب چیزوں کو مرنے کے بعد ہر آدمی آنکھوں سے دیکھ لیگا اور اُسکو یقین ہو جاویگا اسلئے اس آیت میں اور اس قسم کی اور آیتوں میں علمائے یقین کے معنے موت کے کئے ہیں کیونکہ بغیر موت کے آخرت کی چیزوں کو دیکھ کر یقین کا حاصل کرنا ممکن نہیں ہے اس صورت میں شریعت کا حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور امت کے لئے یہ قرار پایا کہ کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکیں تو بیٹھکر اور بیٹھ کر بھی نہ ہو سکے تو لیٹ کر اشاروں سے بیمار ہو یا سفر کے سبب سے رمضان میں روزے نہ رکھ سکیں تو جب ہو سکے قضا کے روزے رکھیں غرض جب تک تم میں جان ہو عبادت الٰہی کا کرنا شریعت کا ایک لازمی حکم ٹھہرا ہے۔ بعضے صوفیوں نے اس حکم شریعت کے مخالف جو لکھا ہے کہ یقین سے مراد معرفت الٰہی ہے اور آپ کے یہ معنے کئے ہیں کہ جب آدمی نے خدا کو پورا پہچان لیا تو پھر اُسکو عبادت کی ضرورت نہیں یہ بالکل ایک غلط معنی ہیں یہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم دم وفات تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی تو پھر کیا ان لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ خود نبی کو دم وفات تک وہ معرفت الٰہی حاصل نہیں ہوئی جس سے عبادت کی ضرورت باقی نہ رہی لیکن امت میں نبی سے بڑھکر بعضے مشائخ ایسے ہیں جنکو دم رخصت سے پہلے وہ معرفت الٰہی حاصل ہو سکتی ہے جو نبی کو حاصل نہیں ہوئی استغفر اللہ منہ کوئی مسلمان سے بڑھکر ہو سکتا ہے کسی ولی سے عبادت شرعی اٹھ سکتی ہے رہے مجذوب بدحواس لوگ اونکا شریعت اور علمار شریعت نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ حالت بدحواسی میں تو ایسے لوگوں سے عبادت شرعی جو ولایت کی بڑی پوری شرط ہے چھٹی ہوئی ہے اس لئے اس حالت پر تو انکو ولی نہیں کہا جا سکتا ہاں حالت حواس میں اگر یہ لوگ شریعت کے پابند تھے یا اب جب حواس درست ہوتے ہیں تو شریعت کے پابند نظر آتے ہیں تو ایسے لوگوں کی حالت جنون و حواس کی عبادت کو نہ شریعت معاف ٹھہراتی ہے نہ حالت افاقہ میں انکو ولی کہنے کا شریعت کو انکار ہے لیکن جو مدہوش شخص حواس کے وقت بھی شریعت کا پابند نظر آوے یا عمر بھر اسکے حواس ہی قائم نظر آویں تو اسکا حکم شریعت میں ولی کا نہیں بلکہ دیوانہ کا حکم ہے۔

منازل ۳

سُوْرَةُ النَّحْلِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ مِائَةٌ وَثَمَانٌ وَعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَسِتَّةُ رُكُوْعًا

اس سورۃ کی شروع کی آیتیں مکی ہیں اس لئے یہ سورۃ مکی کہلاوے گی کیونکہ یہ اوپر گزر چکا ہے کہ جس سورۃ کی شروع کی آیتیں مکی ہوں وہ مکی کہلاتی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝

پہنچا حکم اللہ کا سو اسکی شتابی مت کرو وہ پاک ہے اور اوپر ہے اُنکے شریک بتلانے سے

معتبر سند سے تفسیر ابن مردویہ میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ جس وقت یہ سورہ نحل کی یہ آیت اتری کہ آیا

حکم اللہ کا تو آنحضرت بھی ڈر گئے اور صحابہ بھی ڈر گئے اور سب نے جانا کہ قیامت آگئی اتنے میں دوسرا یہ ٹکڑا آیۃ کا نازل ہوا کہ جلدی نکرو پھر آپنے اپنی دونوں انگلیاں ملا کر فرمایا کہ میں اور قیامت یوں ملے ہوئے ہیں جس طرح یہ دونوں انگلیاں ملی ہوئی ہیں۔ مطلب آپکا یہ ہے کہ جب نبی آخر الزمان آچکے تو پھر قیامت کے آنے میں اب کیا دیر ہے۔ یہ حدیث مختصر طور پر صحیح بخاری و مسلم میں بھی سہل بن سعد انس رضؓ بن مالک اور ابو ہریرہؓ کی روایۃ سے آئی ہے جسمیں نزول آیۃ کا ذکر نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس فرمایا کرتے تھے کہ جس روز سے حضرت جبرئیل نے آنحضرت کے پاس وحی لانی شروع کی آسمان پر فرشتوں میں اسی وقت سے قیامت کا ایک خوف اور چرچہ پھیل گیا ہے۔ معتبر سند سے مستدرک حاکم طبرانی اور تفسیر ابن ابی حاتم میں حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایۃ ہے کہ صور پھونکنے سے ذرا پہلے آسمان پر ایک کالا ابر اٹھے گا اور اوس ابر میں سے پہلے اِس آیۃ کے پڑھنے کی آواز لوگوں کے کانوں میں آویگی لوگ اِس آواز کا چرچہ کر رہے ہوں گے کہ اتنے میں صور پھونک دیا جاوے گا۔ حاصل مطلب آیۃ کا یہ ہے کہ دنیا کے کسی عذاب کا آنا اگر کسی مصلحت الٰہی سے ٹل گیا تو وقت مقررہ پر آئندہ قیامت کا آنا ایسا یقینی ہے جیسے زمانہ گذشتہ کی بہت سی باتیں اِن لوگوں کی آنکھوں کے سامنے گزر چکی ہیں ان مشرکوں میں کے سرکش لوگ انبوناوانی سے کبھی عذاب اور کبھی قیامت کی جلدی کرتے ہیں لیکن جب اپنے شرک کے وبال میں یہ لوگ پکڑے گئے تو انکو اس جلدی کرنیکی قدر کھل جاویگی صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو موسیٰ اشعری کی حدیث گزر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ جب تک چاہتا ہے ایسے سرکش لوگوں کو مہلت دیتا ہے اور پھر وقت مقررہ پر جب انکو پکڑتا ہے تو بالکل برباد کر دیتا ہے۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے انس بن مالکؓ کی روایتیں بھی گزر چکی ہیں جن میں مشرکین مکہ میں کے بڑے بڑے سرکشوں کا بدر کی لڑائی میں مارے جانے کا ذکر ہے اور یہ بھی ذکر ہے کہ مرتے ہی اون لوگوں پر عقبیٰ کا سخت عذاب شروع ہو گیا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اون لوگوں کی لاشوں پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ اب تو تم لوگوں نے عذاب الٰہی کے وعدہ کو سچا پالیا۔ صحیح بخاری و مسلم میں عبداللہ بن عمرؓ سے روایۃ ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیک شخص کے مردہ کو اوسکا جنت کا ٹھکانا اور بد شخص کے مردہ کو اوسکا دوزخ کا ٹھکانا صبح شام دکھایا جا کر یہ کہا جاتا ہے کہ قیامت کے دن تجھکو اس ٹھکانے میں جانا پڑیگا ان حدیثوں کو آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ مکہ کے مشرکوں میں کے سرکش لوگ وقت مقررہ سے پہلے عذاب اور قیامت کی جو جلدی کرتے تھے وقت مقررہ آنے پر انکا انجام یہ ہوا کہ دنیا میں ذلت سے وہ مارے گئے مرتے ہی عذاب قبر میں گرفتار ہوئے قیامت کے دن دوزخ میں جو ٹھکانا انکے لئے ٹھہرا ہے وہ صبح شام قیامت تک اونکو دکھایا جاتا ہے۔ غرض ان لوگوں کو عذاب اور قیامت دونوں چیزوں کی جلدی کرنے کی قدر کھل گئی۔

منزل ۳

يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ۝

اتارتا ہے فرشتے بھید لیکر اپنے حکم سے جس پر چاہے اپنے بندوں میں کہ خبر پہنچا دو کہ کسی کی بندگی نہیں سوا میرے سو مجھ سے

اس سے اوپر کی آیۃ میں یہ خبر دیگئی تھی کہ قیامت بہت قریب ہے اور لوگ جو جلدی کرتے تھے اونسے کہا گیا تھا کہ جلدی نکرو

اِس آیت میں قیامت کی سختیون سے نجات پانے کا جو انتظام اللہ کی طرف سے فرمایا گیا ہی اُسکا ذکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسکو چاہتا ہے اُسکے پاس فرشتے وحی لیکر بھیجتا ہی تاکہ اللہ کے رسول آسمانی کتاب کے موافق ایماندار لوگونکو یہ جتلادیوین کہ سوا اللہ کے اور کوئی دوسرا معبود لائق عبادت کے نہیں تم لوگ شرک سے ڈرتے رہو حضرت عبداللہ بن عباس کے صحیح قول کے موافق روح کے معنے یہاں وحی کے ہیں کیونکہ جس طرح سارے بدن کو روح سے تروتازگی ہے اور حیات قائم ہے اسی طرح ایماندار شخص کا دل بھی احکام وحی سے تازہ رہتا ہے اور اُسکو دلی حیات اسطرح نصیب ہوتی ہی جسطرح جہالت اور کفر سے دل مردہ رہتا ہے۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے مغیرہ بن شعبہ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو انجانی کے عذر کا رفع کردینا بہت پسند ہے اِسی واسطے اُسنے آسمانی کتابیں دیکر رسولونکو بھیجا اِس حدیث کو آیۃ کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب قرار پایا کہ انجانی کے عذر کا رفع کردینا اللہ تعالیٰ کو پسند تھا اِسلئے شرک کی برائی سے لوگونکا انجان رہنا اور قیامت کے دن اِسکے وبال میں گرفتار ہوجانا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ناپسند ٹھہرا اور وہ انتظام فرمایا گیا جسکا ذکر آیۃ میں ہے۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۝

بنائے آسمان اور زمین ٹھیک وہ اوپر ہے اُنکے شریک بتانے سے بنایا آدمی ایک بوند سے پھر بھی ہوگیا جھگڑتا بول

منزل

اللہ پاک نے اوپر کی آیتون میں قیامت کے برحق ہونے کو شرک کی ممانعت کو اور توحید کو بیان کیا تھا کہ سوائے اللہ کی ذات کے اور کوئی معبود نہیں ہے اِسلئے یہ آیتیں توحید اور حشر کی ثبوت کے طور پر نازل فرمائیں اور فرمایا کہ اللہ نے آسمان و زمین کو پیدا کیا اور یہ آسمان و زمین بالکل بے فائدہ نہیں بنائے گئے ہیں ان سے بڑے بڑے کام دنیا کے اندر نکلتے ہیں جو انسان کی زندگی میں ضروری ہیں پھر فرمایا کہ کفار جن معبودون کو اُسکا شریک ٹھہراتے ہیں اونسے وہ کہیں برتر و بزرگ ہے انہیں کیا خاک قدرت ہے اور جب انمیں کچھ قدرت نہیں تو انکی پوجا سے کچھ حاصل بھی نہیں۔ پھر انسان کی پیدائش کا حال بیان فرمایا کہ یہ اپنی حقیقت کو بھول گیا اللہ نے اِسکو ایک قطرہ ناپاک سے پیدا کیا جون جون وہ سیانا اور بڑا ہوتا گیا خدا سے جھگڑنے لگا اور اُسکا شریک ٹھہرایا اُسکے رسولوں کو اور حشر کو جھٹلایا اتنا نہیں سمجھتا کہ بغیر حشر اور نیک و بد کی جزا سزا کے آسمان و زمین اور تمام دنیا کا پیدا کرنا کیونکر ٹھکانے سے لگتا ہے۔ مسند امام احمد اور ابن ماجہ میں بشیر بن حجاش سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ میں تھوک کر فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے بنی آدم تو مجھے کس طرح دوبارہ پیدا کرنے سے عاجز سمجھتا ہے تیری حقیقت تو یہ ہی کہ میں نے تجھے اِس تھوک جتنی چیز سے پیدا کیا ہے پھر تجھے حد کمال تک پہونچا دیا اور پھر تیرے لئے سوت بھیجدی اور تو اپنی دو چادرون میں لپٹکر چلا آیا اور جو کچھ کما کما کر اکٹھا کیا تھا اُسے کسی اچھے موقع پر خرچ نہیں کیا۔ یہ حدیث مستدرک حاکم میں بھی ہے اور حاکم نے اِسکو صحیح کہا ہے معتبر سند سے بعث النشور بیہقی اور

مستدرک حاکم میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ عاص بن وائل نے ایک بوسیدہ ہڈی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو خوب ملا اور اسکی خاک کو ہوا میں اڑا کر آنحضرت سے بڑی بحث کی کہ ایسی بوسیدہ ہڈیاں پھر دوبارہ کیونکر جاندار ہو جاوینگی اسی انسان کے ایک بے حقیقت چیز سے پیدا ہونے اور پھر اپنی حقیقت کو بھول کر جھگڑالو بن جانے کا جو ذکر آخری آیتوں میں ہے یہ حدیثیں گویا تفسیر ہیں جنکا حاصل یہ ہے کہ جس صاحب قدرت نے ان منکرین حشر کے پتلوں کو پانی جیسی پتلی چیز سے بنا دیا اور ان پتلوں میں روح پھونک دی اسکی قدرت کے آگے ہر جگہ سے روان دواں خاک کا جمع کر لینا اور اسکا پتلا تیار کر کے اس میں روح کا پھونک دینا کیا دشوار ہے یہ امر گزر چکا ہے کہ مرنے کے بعد انسان کی خاک روان دواں ہو کر جہاں جہاں جاوے گی اسکا سب حال پہلے ہی لوح محفوظ میں لکھا جا چکا ہے۔

وَالْأَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ وَمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ۝ وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرِيحُونَ

اور چارپایے بنا دیے تمکو انمیں جاڑا ہے اور کتنے فائدے اور بعضوں کو کھاتے ہو اور تمکو انسے رونق ہے جب شام کو پھیرلاتے

وَحِينَ تَسْرَحُونَ ۝ وَتَحْمِلُ أَثْقَالَكُمْ إِلَىٰ بَلَدٍ لَّمْ تَكُونُوا بَالِغِيهِ إِلَّا بِشِقِّ الْأَنفُسِ ۚ إِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ

ہو اور جب چرانے ہو اور اٹھائے چلتے ہیں بوجھ تمہارے ان شہروں تک کہ تم نہ پہنچتے وہاں مگر جان توڑ کر بیشک تمہارا رب

اللہ پاک نے انسان کی پیدائش کا حال پہلے بیان کر کے اب چوپایوں کا ذکر کیا اونٹ گائے بکریاں جنکی تفسیر سورۃ انعام میں گزر چکی ہے یہ سب تمہارے واسطے پیدا کئے گئے ہیں تم اس کا احسان نہیں مانتے خیال کرو تو ان جانوروں سے تمہیں کیا کیا فائدے پہونچتا ہے بعض جانوروں کی کھال کی پوستین تمہارے بعض جانوروں کے روئیں سے بنائے جاتے ہیں جس سے اونی کپڑے تیار ہوتے ہیں اور جاڑوں میں اسکا استعمال ہوتا ہے سردی سے لوگ بچتے ہیں بعض جانوروں کے دودھ لوگ پیتے ہیں انکے گوشت کھائے جاتے ہیں ان جانوروں کو جب چرا کر لاتے ہیں دودھ کھا کر شکم سیر ہوتے ہیں انکے تھن دودھ سے بھرے ہوتے ہیں تمکو دیکھکر تم خوش ہوتے ہو اور صبح کو چرانے لیجاتے ہو اور وہ الگ الگ ہو کر چرنے لگتے ہیں ادھر ایک کی آواز ایک سنکر لوٹنے لگتا ہے تو کیا مالک شناسائی اور آشنائی وغیرہ سمجھتے ہیں جب کوئی بوجھ کہیں لیجانا چاہتے ہو تو جانوروں کی پیٹھ پر لاد کر لیجاتے ہو اگر تم خود بیٹھ جاتے تو کمر نہ ٹھہرتا اگر تمہیں بھی تھکاوٹ بڑی مشقت کا کام تھا غرض ذرا سمجھو اللہ پاک بندوں پر کیسا مہربان اور رحیم ہے کہ انکی ہر ایک ضرورت کے رفع کرنے کا اتنے سامان پیدا کیا۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن مسعود کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شرک سے بڑھکر دنیا میں کوئی گناہ نہیں اس حدیث کو اس آیت سے یہ مناسبت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو انسان کی ضرورت کی چیزیں پیدا کر دیں اور ان چیزوں کے پیدا کرنے میں اللہ کے سوا کسی کا اس میں کچھ دخل نہیں ہے تو اللہ کی تعظیم اور عبادت میں دوسرے کو شریک کرنا بڑی وبال کی بات ہے۔

منزل ۳

وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً ۚ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝

اور گھوڑے بنائے اور خچر بن اور گدھے کہ اپر سوار ہو اور رونق اور بناتا ہے جو تم نہیں جانتے

بعضے حنفیہ نے اِس آیۃ سے یہ بات نکالی ہے کہ گھوڑے کا گوشت کھانا جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اِس آیت مین فرمایا ہے کہ گھوڑے سواری اور زینت کے لئے ہیں ذبح کرنے اور گوشت کھانے کی ممانعت اِس سے نکلتی ہے اور علماء نے اِس کا جواب یہ دیا ہے کہ اِس آیۃ میں حرام وحلال کا ذکر نہیں ہے یہان تو اللہ تعالیٰ نے فقط اپنی نعمتوں کا ذکر کیا ہے عزت اور زینت کی سواری کے لئے گھوڑا اللہ کی ایک بڑی نعمت ہے اِسلئے سواری کی نعمت جتلاکر گھوڑے کا ذکر فرمایا ہے دونون مذہبون کی تائید میں حدیثین بھی پیش کی گئی ہیں اِن مین اون علما کا قول جو گھوڑے کے گوشت کے جائز ہونے کے قائل ہیں زیادہ مضبوط ہے کیونکہ وہ حدیث جسمین گھوڑے کے گوشت کی اجازت ہے حضرت جابرؓ بن عبداللہ کی روایت سے صحیحین کی ہے اور وہ حدیث جس سے ممانعت نکلتی ہے مسند امام احمد بن حنبل کی خالد بن ولید وغیرہ کی روایت سے ہے اور اِس میں کسی طرح کا شک نہیں ہے کہ صحیحین کی متفق علیہ روایت مسند کی روایت سے مقدم ہے علاوہ اِسکے خالد بن ولید کی روایت مین کسی قدر ضعف بھی ہے اِسی واسطے امام محمد اور ابو یوسف گھوڑے کے گوشت کو جائز کہتے ہیں اور امام ابو حنیفہ رح سے کوئی روایۃ گھوڑے کے گوشت کے ناجائز ہونے میں صاف نہیں ہے کیونکہ ہدایہ کی شرح عنایہ میں امام ابو حنیفہ رح کی روایۃ جو اِس باب مین نقل کی ہے اِسکا حاصل یہی ہے کہ گھوڑے کے گوشت کھانے کو میں تعجب کی نظر سے نہیں دیکھتا اِس روایۃ کا مطلب تو یہی ہے کہ جس طرح اور ناجائز چیزوں کے کھانے کو تعجب کی نظر سے میں دیکھتا ہوں گھوڑے کا گوشت میرے نزدیک ایسا نہیں ہے۔ سواری کے ذکر کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ایسی سواریون کا ذکر جو فرمایا ہے جن کو اُس وقت کے لوگ نہیں جانتے تھے اِس میں ریل دخانی جہاز سب شامل ہیں کیونکہ آدمی نے اپنی ایجاد طبع سے جو چیز نکالی ہے اُسمین اللہ تعالیٰ کی پیدائش کا ضرور دخل ہے کس لئے کہ اللہ نے آدمی کو پیدا کیا آدمی کی عقل پیدا کی جب جاکر آدمی کسی ایجاد کے قابل ہوا اگر اللہ آدمی کو عقل نہ دیتا تو وہ کس ایجاد کے قابل ہو سکتا تھا۔

منزل

وَعَلَى اللَّهِ قَصْدُ السَّبِيلِ وَمِنْهَا جَائِرٌ ۚ وَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ ۝

اور اللہ پر پہونچتی ہے سیدھی راہ اور کوئی راہ کج بھی ہے اور وہ چاہے تو راہ دے تم سب کو

جب اللہ پاک نے اون جانورونکا ذکر کیا جس پر لوگ سوار ہوکر ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے ہیں اور دنیا مین رستہ طے کرتے ہیں تو اب دین کے رستون کا بیان کیا اور فرمایا کہ دو راہیں ہیں۔ ایک تو سیدھی دوسری کج جو سیدھی راہ ہے وہ خدا تک پہنچتی ہے اور جو کج ہے وہ شیطانی راہ ہے انسان کو دوزخ میں لے جاتی ہے سبیل سے مراد دین اسلام ہے اور جائر سے بت پرستی وغیرہ حاصل کلام یہ ہے کہ اللہ چاہتا ہے تو دین اسلام پر چلنے کی توفیق دیتا ہے حضرت عبداللہ بن عباسؓ اِس آیۃ کی تفسیر میں یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے حلال وحرام کا بیان کر دیا اور اپنی مرضی اور نامرضی کے کاموں

کا ذکر کر دینا جسکو اُس نے آسمانی کتابوں کے ذریعہ سے بیان کر دیا اب جسکا جی چاہے جس راہ کو پسند کرے اگر اللہ پاک چاہتا تو سارے جہان کو ایک سیدھی راہ پر کر دیتا اور وہ لوگ حق تک پہونچ جاتے مگر اُسکی مشیت اسکی مقتضی نہیں ہوئی اُسنے راہیں تبلادین جسکی طبیعت نیک پیدا ہوئی ہے وہ آپ راہ حق کو قبول کرتا ہے اور جو بدبخت ازلی ہے وہ راہ راست سے بھٹکتا پھرتا ہے اور گمراہی کے رستوں میں پڑا ہوا ہے حضرت عبداللہ بن عباس کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ آیہ میں بیان کا لفظ محذوف ہے گویا اصل آیہ وعلی اللہ بیان قصد السبیل ہے جو راستہ آدمی کو مقصد تک پہونچا دیوے عرب کے محاورہ میں اُسکو قصد السبیل کہتے ہیں۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے مغیرہ بن شعبہ کی حدیث اوپر گزر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو ایجائی کے عذر کا رفع کر دینا بہت پسند ہے اسی لئے اُسنے اپنے رسولوں کے ذریعہ سے آسمانی کتابیں بھیجکر تفصیل سے احکام دین بیان فرما دیئے حضرت عبداللہ بن عباس کا اوپر کا قول اس صحیح حدیث کے موافق ہے۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے کہ دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے علم ازلی کے موافق لوح محفوظ میں لکھ لیا ہے کہ کون شخص دنیا میں پیدا ہونے کے بعد جنت میں جانے کے قابل کام کریگا اور کون شخص دوزخ میں جانے کے قابل اب دنیا میں پیدا ہونے کے بعد ہر شخص اوسی لکھے کے موافق کام کرتا ہے اس حدیث کو آیہ کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ علم الٰہی میں جو لوگ جنت کے قابل ٹھہر چکے ہیں اللہ تعالیٰ اُنکو سیدھی راہ پر چلنے کی توفیق دیتا ہے اور جو لوگ علم الٰہی میں دوزخ کے قابل ٹھہر چکے ہیں وہ ہمیشہ کجی کی راہ پسند کرتے ہیں اور اُنکو مجبور کر کے اللہ تعالیٰ راہ راست پر لانا نہیں چاہتا کیونکہ انتظام الٰہی کے موافق دنیا نیک و بد کے امتحان کے لئے پیدا کی گئی ہے مجبوری کی حالت میں وہ امتحان کا موقع باقی نہیں رہتا

منزل ۳

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ ۝ يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ

وہی ہے جسنے اتارا آسمان سے پانی تمہارا اس سے پینا ہے اور اسمیں درخت جنمیں چراتے ہو اُگاتا ہے تمہارے

الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝

واسطے اس سے کھیتی اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے میوے اسمیں نشانی ہے ان لوگوں کو جو دھیان کرتے ہیں

اللہ پاک نے انسان اور جانوروں کی پیدائش کا حال بیان کر کے اب اون نعمتوں کا ذکر کیا جو مینہ برسا کر اُسنے اپنے بندوں کو عطا کی ہیں اسلئے فرمایا کہ یہ خدا ہی کا کام ہے کہ اُسنے مینہ برسا کر تمہارے لئے پانی پینے کو ندی نالے اور تالابوں میں جمع کر رکھا ہے اگر وہ چاہتا تو آسمان سے کڑوا اور کھاری پانی اوتارتا جسکے پینے پر انسان مجبور ہوتا یہ بہت ہی بڑا اوسکا احسان ہے جو میٹھا پانی برساتا ہے اور زمین کو تر رکھتا ہے جسمیں کھیتی ہوتی ہے اور طرح طرح کے درخت اور گھاس اوگتے ہیں اور لوگ اپنے اپنے جانوروں کو چراتے ہیں اور کھیتوں میں غلے پیدا ہوتے ہیں جس سے انسان غذا حاصل کرتا اور اپنی زندگی بسر کرتا ہے اور اسی پانی کے سبب سے زیتون کھجوریں انگور اور طرح طرح کے میوے پیدا ہوتے ہیں جسکو لوگ

کھاتے ہیں زیتون کا تیل بھی بنتا ہے جسکو آدمی اور کام میں بھی لاتا ہے غرض اس سے بڑی قدرت اور عظمت خدا
کی سمجھی جاتی ہے کہ مثلاً جب اناج کا ایک دانہ زمین میں ڈالا جاتا ہے تو تھوڑے عرصہ میں وہ دانہ پھٹ پڑتا ہے اور ایک
بامہ یک شاخ پیدا ہوکر اوپر کو چڑھنے لگتی ہے اور زمین میں اُسکی جڑ پھیلنے لگتی ہے پھر رفتہ رفتہ پتے اور ڈالیاں پھیل کر
ایک بہت بڑا درخت ہو جاتا ہے اور اناج پیدا ہونے لگتا ہے یہی حال ہر ایک میوے کی گٹھلی اور ہر ایک ترکاری
اور پھلواری کے بیج کا ہے پھر ایک درخت کا پھل پھول دوسرے درخت کے پھل پھول سے جدا جدا اپنے اپنے
رنگ و بو و ذائقہ میں مختلف ہوتے ہیں جو شخص ان باتوں میں غور و فکر کرتا ہے وہ فوراً سمجھ لیتا ہے کہ اسکا پیدا کرنے والا
بہت بڑی قدرت والا ہے اور اوسکا کوئی شریک نہیں ہے کیونکہ ان چیزوں کے پیدا کرنے میں کسی کا کچھ دخل نہیں
صحیح بخاری کے حوالہ سے عبداللہ بن مسعود کی حدیث گزر چکی ہے کہ قریش کی سرکشی کے سبب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
بددعا کی اور آپکی بددعا سے مکہ میں سخت قحط پڑا۔ صحیح بخاری میں زید بن خالد جہنی اور صحیح مسلم میں ابوہریرہ سے روایتیں
ہیں جنمیں یہ ہے کہ مشرکین مکہ تارہ نکی گردش سے مینہہ برسنے کے قائل تھے ان حدیثوں کو آیتوں کے ساتھ ملانے سے یہہ
مطلب ہوا کہ مینہہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے برستا ہے مستقل طور پر تارہ نکی گردش کا اس میں کچھ دخل نہیں کیونکہ تارہ نکی
گردش تو آخر مکہ کے قحط کے زمانہ میں بھی تھی پھر اوسوقت اوس گردش کی تاثیر کہاں گئی۔ اسی طرح قحط کے قصے سے یہ
بھی نکلا کہ ان مشرکوں کے بتونکو بھی خدا کی خدائی میں کچھ اختیار نہیں کس لئے کہ اوس قحط کے زمانہ میں ان بت پرستوں منزل ۳
نے اپنے بتون سے رفع قحط کی التجا کی مگر کچھ نہ ہوا آخر اللہ کے رسول نے جب رفع قحط کی دعا کی تو مینہہ برسا اور وہ قحط رفع

وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۙ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ
اور کام لگائے تمہارے رات اور دن اور سورج اور چاند اور تارے لگے ہیں اسکے حکم سے اسمیں نشانیاں ہیں ان لوگونکو
لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ۝
جو بوجھہ رکھتے ہیں اور جو بکھیرا ہے تمہارے واسطے زمین میں کئی رنگ کا اس میں نشانی ہے اُن لوگون کو جو سوچتے ہیں

ان آیتون میں اللہ پاک نے رات دن چاند سورج ستارون کے پیدا کرنے میں جو نفع انسان کے لئے رکھا ہے
اُسکا بیان فرمایا کہ اللہ نے تمہارے ہی فائدہ کے لئے یہ رات اور دن بنائے ہیں جہان ایک ان میں سے ختم ہوا اور دوسرا
آن موجود ہوا دن کو لوگ اپنے اپنے کاروبار سے جا لگتے ہیں اور اپنی روزی حاصل کرتے ہیں راتون کو تھکے ماندے
کر آرام کرتے ہیں چاند و سورج سے مہینون اور برسون کا حساب ہوا کرتا ہے چاند اٹھائیس دن میں اپنا دورہ
پورا کرتا ہے اور پھر دوبارہ ایک رات پوشیدہ رہکر ہلال کی صورت میں نکلتا ہے تو ایک مہینہ ہوتا ہے سورج تین سو ساٹھ
دن میں پورا دورہ آسمان کا طے کرتا ہے تو ایک سال ہوتا ہے اِس عرصے میں گرمی جاڑے برسات کی فصلیں ہوتی
ہیں ان فصلون کے سبب سے ایک بڑا تغیر ہوتا ہے پھول لگتے ہیں اور پھر پھل کچے سے پکے ہو جاتے ہیں اور ستارے

جو آسمان پر پیدا کئے ہیں اس سے بھی بڑا نفع حاصل ہوتا ہے اندھیری راتوں میں سفر کرنے والے اس سے پورب پچھم اور تر دکھن پہچانتے ہیں یہ سب خدا کی قدرت کا ادنیٰ نمونہ ہے اور یہ سبکے سب اوسی کے حکم کے تابع ہیں عقلمندان نشانیون سے خدا کی قدرت کا پتہ لگا لیتا ہے پھر اسکے بعد زمین کا حال بیان فرمایا کہ کیسے کیسے مختلف رنگ کے پھل پھول بنکا ذائقہ جدا جدا ہی بوصورت علیحدہ علیحدہ ہے جانور مختلف قسم کے ایک کی صورت ایک سے نہیں ملتی ہر ایک کی طبیعتین الگ الگ ہیں یہ سب کچھ تمہارے ہی کام کے لئے بنایا ہی تاکہ تم انسے طرح طرح کا فائدہ اوٹھاؤ اور جو لوگ خدا کی نعمتون کو سوچتے سمجھتے رہتے ہیں آنکے واسطے یہ بہت بڑی نشانی ہی کہ جو انکا حقیقی پیدا کرنے والا ہے اُسکی ذات ایسی بے مثال ہے جسکا کوئی شریک نہیں اور اوس میں ہر ایک بات کی قدرت ہی۔ فلسفی نجومی اور مشرکین مکہ سورج چاند تارون میں جن تاثیرات مستقل کے قائل ہیں وہ اعتقاد مسخرات بامرہ سے غلط قرار پاتا ہی کیونکہ مسخرات بامرہ کا یہ مطلب ہے کہ سورج چاند تارونکا طلوع غروب اور انکی گردش سب اللہ کے حکم سے ہی ان مین کوئی مستقل تاثیر نہیں ہے صحیح بخاری کے حوالہ سے عبد اللہ بن مسعود اور زید بن خالد جہنی کی اور صحیح مسلم کے حوالہ سے ابو ہریرہؓ کی روایتین جو اوپر گزر چکی ہیں اون روایتون کو ان آیتون کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ سورج چاند تارون میں بغیر حکم الٰہی کے کوئی مستقل تاثیر نہیں ہے جو لوگ اِس مستقل تاثیر کے قائل ہیں وہ بڑی غلطی پر ہیں۔

منزل ۳

وَهُوَ الَّذِي سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَأْكُلُوا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَتَسْتَخْرِجُوا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا ۚ

اور وہی ہے جسنے کام لگایا دریا کو کہ کھاؤ اس مین سے گوشت تازہ اور نکالو اس سے گہنا جو پہنتے ہو اوس کو

وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ○

اور دیکھے تو کشتیان پھاڑتی چلتی اس مین اور اس واسطے کہ تلاش کرو اسکے فضل سے اور شاید احسان مانو

اللہ پاک نے آسمان و زمین کی چیزونکا ذکر کرکے اون فائدون کا بیان کیا جو دریا سے لوگون کو حاصل ہوتے ہیں فرمایا کہ دریا کو تمہارا محکوم کر دیا تم اوس سے مچھلیان پکڑ پکڑ کر کھاتے ہو نہیں تو تمہاری کیا ہستی تھی جو دریا کے کنارہ پر پیر بھی رکھ سکتے ایک موج میں کہیں کے کہیں بہا جاتے یہ اوسی کا حکم ہے کہ دریا اپنی حد سے نہیں بڑھ سکتا جس سے تم ڈوبنے سے محفوظ رہتے ہو اور اس میں غوطے لگا لگا کر بیش بہا موتی نکال لیا کرتے ہو اور طرح طرح کے زیورات بنا لیا کرتے ہو کشتیاں بنا بنا کر دریا کے رستے سے ایک ملک سے دوسرے ملک میں جایا کرتے ہو اور تجارت میں سینکڑون روپیہ کا نفع اوٹھاتے ہو اُسکی شکر گزاری کرنی چاہیئے نہ یہ کہ ان احسانات کو بالکل فراموش کرکے دوسرونکو اللہ کی تعظیم مین شریک کیا جاوے۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے عبد اللہ بن مسعود کی حدیث گزر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک سے بڑھکر دنیا میں کوئی گناہ نہیں فرمایا اس حدیث کو آیت کی تفسیر میں

بڑا دخل ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو انسان کی سب ضرورت کی چیزون کو پیدا کیا ہی تو اُس کی تعظیم میں دوسرے کو شریک کرنا بڑے وبال کی بات ہے۔

وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ وَعَلٰمٰتٍ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝

اور ڈالے زمین میں بوجھ کہ کبھی جھک پڑے تمکو لیکر اور ندیان بنائیں اور راہیں شاید تم راہ پاؤ اور بنائے پتے اور تارے سے لوگ راہ پاتے ہیں

تفسیر عبدالرزاق میں حسن بصری سے اور تفسیر ابن جریر میں قیس بن عباد سے روایت ہی کہ پہلے پہل اللہ نے پانی پر زمین بچھائی تو زمین ہلتی تھی فرشتون نے آپسمیں میں چرچا کیا کہ زمین پانی پر کیونکر ٹھہرے گی جب اللہ نے زمین پر پہاڑ ٹھونک دئے تو پھر زمین کا ہلنا بند ہوگیا اور فرشتون کو معلوم بھی نہ ہوا کہ اللہ نے کب اور کس چیز کے یہ پہاڑ بنادئے۔ ایک جگہ یہ بات اوپر گزر چکی ہے کہ عبدالرزاق بن ہمام نے نابینا ہونے سے پہلے جو کتابین تالیف کی ہیں اُنکو امام بخاری نے صحیح قرار دیا ہے اسلئے تفسیر عبدالرزاق کی یہ حسن بصری کی روایت معتبر ہے یہ قیس بن عباد بھی جلیل القدر تابعیوں میں ہیں اور تفسیر ابن جریر کی سند بھی معتبر ہے ترمذی میں انس بن مالک کی اسی مضمون کی جو ایک روایت ہے اگرچہ سلیمان بن ابی سلیمان حضرت عبداللہ بن عباس کا پردردہ اس روایت کی سند میں نامعلوم الحال ہے لیکن اوپر کی روایتون سے اس انس بن مالک کی روایت کو بھی کسی قدر تقویت ہوجاتی ہے ان روایتون کے موافق ان تمیدبکم کی اصل ان لا تمیدبکم ہے جسکے حاصل معنے وہی ہیں جو حسن بصری رح اور قیس بن عباد رح کے قول کے موافق اوپر بیان کئے گئے ہیں اگرچہ یہ بات بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت سے باہر نہ تھی کہ بغیر پہاڑوں کی میخین ٹھونکنے کے وہ زمین کو پانی پر مضبوط جما دیتا لیکن پہاڑوں کے پیدا کرنے میں طرح طرح کی حکمتین تھین سونا چاندی اور قیمتی چیزین اکثر قسم کی دوائیں پہاڑون میں پیدا ہوتی ہیں ندیاں اور چشمے پہاڑون میں سے نکلتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو پیدا کیا اور فرشتون کے ایک خاص گروہ کو پہاڑون کی چیزوں کے انتظام کے لئے مقرر کیا جس گروہ کے سردار کا لقب ملک الجبال ہے چنانچہ صحیح بخاری کی حضرت عائشہ رضؓ کی روایت میں یہ ذکر تفصیل سے ہے سورۃ الانبیا میں آویگا کہ پہاڑوں کے بیچ میں اللہ تعالیٰ نے گھاٹیاں رکھیں ہیں۔ تاکہ پہاڑوں کے سبب سے راستہ بند نہ ہو سبلًا لعلکم تھتدون کا یہاں بھی یہی مطلب ہے وعلمت وبالنجم ھم یھتدون حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کے موافق آیت کے اس ٹکڑے کی تفسیر یہ ہے کہ دن کو پہاڑ اور رات کو تارے ایسی علامتین ہیں جنکے سبب سے مسافروں کو سیدھا راستہ جنگل اور دریا میں معلوم ہوجاتا ہے صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن مسعود کی حدیث گزر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا شرک سے بڑھکر دنیا میں کوئی گناہ نہیں اس حدیث کو آیت کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہی کہ جب اللہ تعالیٰ نے انسان کی راحت کے لئے یہ سب چیزین پیدا کیں ہیں تو یہ بڑے وبال کی بات ہی کہ اللہ کی تعظیم میں دوسروں کو شریک کیا جاوے

منزل ۳

أَفَمَنْ يَخْلُقُ كَمَنْ لَا يَخْلُقُ ۗ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ۝ وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا

بھلا جو پیدا کرے برابر ہے اُسکے جو کچھ نہ پیدا کرے کیا تم سوچ نہیں کرتے اور اگر گنو نعمتیں اللہ کی نہ پورا کر سکو اُن کو

إِنَّ اللَّهَ لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے

اللہ پاک نے آسمان اور زمین اور دریا کے پیدا کرنے کا ذکر اور اوس سے جو جو نفع انسان کو پہنچتا رہتا ہے اوس کا ذکر کر کے اب مشرکوں کو یوں سمجھایا کہ اب جو تم بتوں کی عبادت کرتے ہو اور اُنہیں خدا کا شریک ٹھہراتے ہو تو تم ہی بتلاؤ کہ ان بتوں نے کونسا آسمان بنایا کون سی زمین پیدا کی کدھر اُنھوں نے دریا بہائے اگر کچھ نہیں کیا تو پھر یہ اوس خدا کے برابر کیونکر ہو سکتے ہیں جسنے ساری چیزیں پیدا کی ہیں تھوڑا سا تو غور کر کے دیکھو تمہارے خدا نے تم پر کیا کیا احسان کئے اور کیسی کیسی نعمتیں تمکو دین کیا تم اُنکا شمار کر سکتے ہو اور اُس کا شکر ادا کر سکتے ہو ہرگز نہیں گن سکتے اگر وہ اپنی ہر نعمت کے مقابل میں تم سے شکر چاہے تو بالکل بجا ہے اور تم سے کوتاہی ہونے پر تمہیں سزا کا مستحق ٹھہرا سکتا ہے مگر اُسنے ان باتوں سے درگزر کی اور تم پر مہربانی کی کہ ہر نعمت پر تم سے شکر کا طلب گار نہیں ہے البتہ بہت سی نعمتوں کے مقابل میں تم سے ایک تھوڑا سا یہ شکریہ ادا کرنے کو کہتا ہے کہ تم خالق اور مخلوق کو برابر ٹھہرا کر اللہ کی تعظیم میں فرق نہ ڈالو اپنے خالق کو یاد رکھو یہ نہیں کہ بالکل ہی اُسکو بھول جاؤ اور اُسکا شریک ٹھہرانے لگو ابن جریر نے ان اللہ لغفور رحیم کی تفسیر میں یہ کہا ہے کہ وہ تمہارے قصور کو معاف کرنے والا ہے جو ان نعمتوں کے شکریہ میں تم سے ہوا ہے اور جب تم شرک سے توبہ کر لو اور اُس کی اطاعت اور اُسکی خوشی کے کام کی طرف رجوع ہو جاؤ تو وہ تم پر از حد مہربان ہے اور توبہ قبول کر لیتا ہے اور توبہ قبول ہونے پر پھر عذاب نہیں کرتا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اوپر کی آیتوں میں انسان کی ضرورت اور راحت کی چیزوں کا ذکر فرما کر اوپر کے ذکر کا یہ نتیجہ اس آیۃ میں ذکر فرمایا ہے کہ یہ سب چیزیں تو اللہ کی پیدا کی ہوئی ہیں اس میں کوئی اُسکا شریک نہیں ہے اس لئے اب یہ بات ان مشرکوں کو سوچنی چاہئے کہ اللہ کی تعظیم میں دوسروں کو شریک کئے جانے کا کیا حق ہے صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے معاذ بن جبل کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ وہ اُسکی عبادت میں کسی کو شریک نکریں اگر بندے اس حق کو ادا کریں گے تو اُنکا اللہ پر یہ حق ہوگا کہ اللہ اُنکو عقبیٰ کے عذاب سے بچاوے اس حدیث کو آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ جو شخص شرک سے بچا تو اُسنے حق بندگی ادا کر کے اُس معبود حقیقی کی تعظیم میں فرق نہیں ڈالا اسلئے سوا شرک کے کچھ اور گناہ ہوں گے تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور جو شخص جیتے جی شرک میں گرفتار رہا اور اسی حالت میں بغیر توبہ کے مر گیا تو اُسنے اللہ کی تعظیم میں فرق ڈالکر خالق اور مخلوق کا رتبہ ایک کر دیا اسلئے ایسا شخص اس بات کا مستحق نہیں ہے کہ اللہ اُسپر مہربان ہو اور اُسکے گناہوں کو بخشے غرض حافظ ابو جعفر ابن جریر نے ان اللہ لغفور رحیم کا جو مطلب بیان کیا ہے

منزل ۳

وہ معاذ بن جبل کی حدیث کے موافق ہے۔

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ

اور اللہ جانتا ہے جو چھپاتے ہو اور جو کھولتے ہو اور جنکو پکارتے ہیں اللہ کے سوا کچھ پیدا نہیں کرتے

شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ۝ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۝ ع ۱۲

اور آپ پیدا ہوتے ہیں مردے ہیں جیتے جی نہیں اور خبر نہیں رکھتے کب اٹھائے جاوینگے

مشرکوں کے جھوٹے معبودوں کی یہ دوسری مذمت ہی کیونکہ پہلے اس سے یہ فرمایا تھا کہ زمین و آسمان اور دریا اور انکے اندر جو جو چیزیں ہیں سب خدائے وحدہ لاشریک نے پیدا کیں ان مشرکوں کا اگر یہ اعتقاد ہی کہ جن بتوں کی یہ پوجا کرتے ہیں اون میں ان چیزوں کے پیدا کرنے کی قدرت ہی یا کوئی شئے اونھوں نے پیدا کی ہی تو اوس شئے کی نشاندہی کیجاوے ورنہ پھر اونکو اوس خالق کے برابر کیوں سمجھتے ہیں اب دوسری بات یہ فرمائی کہ اللہ پاک ہر شخص کے ظاہر اور باطن کو یکساں جانتا ہی جو کام چھپکر کیا جاتا ہے اوس سے بھی وہ واقف ہے اور جو کھلم کھلا کیا جاتا ہے اوسے بھی وہ دیکھتا ہی تو کیا اون بتوں کو بھی ایسا علم ہے کہ ہر ظاہر اور باطن کو جان لیں اگر یہ بات نہیں ہی تو ان بتوں سے مراد کا مانگنا بے فائدہ ہی کیونکہ جب یہ بت مراد مند کی مراد سے ہی بے خبر ہیں تو پھر کسی کی مراد کو یہ کیا پورا کر سکتے ہیں۔ منزل ۳

پھر فرمایا کہ یہ مشرک جو خدا کے سوا ان بتوں کی عبادت کرتے ہیں ان میں خاک کسی شئے کے پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں ہے یہ تو خود مخلوق ہیں اور بالکل بے جان ہیں ان میں حس و حرکت تک نہیں زندہ ہونا تو درکنار نرے پتھر ہی پتھر ہیں انسے تو لاکھ درجہ یہ مشرکین خود بہتر ہیں کیونکہ زندہ تو ہیں چلتے پھرتے ہیں آنکھوں سے دیکھتے کانوں سے سنتے ہیں انکے بتوں کو کیا خبر ہے کہ انکے پوجاری اور یہ خود مرنے کے بعد کب زندہ ہونگے اور زندہ ہونے کے بعد ایک دوسرے سے کیونکر بیزاری ظاہر کریں گے۔ صحیح بخاری کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن عباس کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی کہ قوم نوح میں کے کچھ لوگ مرگئے تھے جنکے مرجانے کا رنج اور صدمہ انکے رشتہ داروں اور معتقدوں کو بہت تھا۔ شیطان نے موقع پاکر ان لوگوں کے دلمیں یہ وسوسہ ڈالا کہ اگر اون مرے ہوئے نیک لوگوں کی مورتیں بنا کر انکھوں کے سامنے رکھ لی جاوین تو انکے انکھوں کے سامنے سے اوٹھ جانے کا رنج اور صدمہ کم ہوجاویگا ان لوگوں نے شیطان کے وسوسہ کے موافق وہ مورتیں بنالیں اور پھر رفتہ رفتہ انکی پوجا ہونے لگی سورہ یونس میں گزر چکا ہی کہ قیامت کے دن جب ان مورت پرستوں کا اور اون نیک لوگوں کا اور پتھر کی مورتوں میں جان ڈالی جاکر انکا غرض ان سب کا آمنا سامنا ہوگا تو وہ نیک لوگ اللہ تعالی کو گواہ قرار دیکر اس پوجا سے اپنی بے خبری جتلادینگے اسی کو فرمایا کہ ابھی تو اصلی نیک لوگوں اور اونکی مورتوں کے پتھروں کو قیامت کا حال کچھ معلوم نہیں لیکن قیامت کے دن جب ان سب کو جمع کیا جاکر بت پرستی کی دریافت کی جاویگی تو ان بت پرستوں

کو اپنی حالت پر پچتانا پڑیگا چنانچہ اس پچتاوے کا ذکر سورہ بقر میں گزر چکا ہی۔

اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۝ لَا جَرَمَ

معبود تمہارا معبود ہے اکیلا سو جو یقین نہیں رکھتے پچھلی زندگی کا اُنکے دل نہیں مانتے اور وہ مغرور ہیں ٹھیک بات ہے

اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ۝

کہ اللہ جانتا ہے جو چھپاتے ہیں اور جو جتاتے ہیں بیشک وہ نہیں چاہتا غرور کرنے والوں کو

اللہ پاک نے اِس سے پہلے کی آیتوں میں تبوں کے معبود ہونے میں طرح طرح کی خرابی بیان فرما کر اب یہ فرمایا کہ تم لوگوں کا معبود وہی اکیلا خدا ہے جسنے ساری چیزیں دنیا میں پیدا کی ہیں دنیا میں تو چاہے تم لوگ جسکو معبود ٹھہرالو مگر آخرت میں کوئی جھوٹا معبود نظر نہیں آئے گا اکیلا خدا ہی خدا ہوگا اور سارے جہان کا حساب کتاب اُسی کے ہاتھ میں ہوگا پھر اللہ سبحانہ تعالیٰ نے اِس بات کی خبر دی کہ کفار جو اپنے عقیدہ پر جمے ہوئے ہیں اور تبوں کی عبادت نہیں چھوڑتے ہیں اِسکی وجہ یہ ہی کہ آخرت کے دن کا یقین اُنکے دلوں میں نہیں ہے آخرت کا یہ لوگ انکار کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ قیامت وغیرہ کچھ بھی نہیں ہے جو کچھ ہے دنیا کی زندگی اور مالداری ہے پھر جب مرگئے تو مرنے کے بعد زندہ ہونا کیسا اِسی خیال نے ان کو گمراہ کر رکھا ہے اور حق بات کے قبول کرنے سے یہ لوگ منہ موڑتے ہیں اگر آخرت کا خوف اُنکے دلمیں ہوتا اور یہ اسبات کو سمجھ لیتے کہ آخرت میں اکیلے اللہ سے کام پڑنے والا ہے دنیا کی مالداری اور یہ بت وہاں کچھ کام نہ آوینگے تو پھر آخرت کی درستی کی کسی بات کے ماننے میں اُنکی مکڑائی باقی نہ رہتی لیکن اُنکے آخرت کے انکار سے اللہ تعالیٰ کے انتظام میں کچھ فرق نہیں آتا اُنکے دلکی چھپی ہوئی مکڑائیاں اور اُنکے ہاتھ پیر کے ظاہری سب کام اُسکو معلوم ہیں اور اِس طرح کی مکڑائی کرنے والے لوگ اُسکو بالکل ناپسند ہیں اِسلئے عقبیٰ میں یہ لوگ اپنے کئے کی پوری سزا پاوینگے مشرکین مکہ اپنی مالداری کے غرور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ کے مسلمانوں کو حقیر جانتے تھے چنانچہ سورۃ الزخرف میں آویگا کہ ولید بن مغیرہ اور عروۃ بن مسعود ان دو مالدار شخصوں کا حوالہ دیکر کہا کرتے تھے کہ اگر نبوت سچی ہوتی تو ان مالدار دونوں شخصوں میں سے کسی کو ہوتی اور تنگدست مسلمانوں کو دیکھکر یہ کہا کرتے تھے کہ اگر دین اسلام سچا ہوتا تو ان تنگدست لوگوں کے اسلام لانے سے پہلے ہم مالدار لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوتے کیونکہ اللہ نے اپنی مہربانی سے جس طرح ہمکو دنیا میں خوشحال کیا ہی عقبیٰ میں بھی ہم اُسکی مہربانی کے زیادہ مستحق ہیں چنانچہ اِسکا تفصیلی ذکر سورۃ الاحقاف میں آویگا مشرکوں کی اِس بات کا جواب تو اللہ تعالیٰ نے سورۃ الزخرف میں یہ دیا ہی کہ دنیا فانی کا مال و متاع اللہ کے نزدیک کچھ قابل قدر چیز نہیں ہی اِسلئے اُسکو اللہ کی مہربانی کا نتیجہ خیال کرنا بڑی غلطی ہے اور یہاں اتنا ہی فرمایا کہ ان لوگوں کی مالداری کے غرور نے اِنکو عقبیٰ کی باتوں کے انکار پر آمادہ کیا ہی۔ پہلے صاحب شریعت نبی نوح علیہ السلام سے لیکر فرعون تک جو پہلی امتیں اِسی طرح کے غرور کی باتوں کے سبب سے غارت ہوئیں جنکے قصے پہلے

منزل ۳

گزر چکے ہیں وہ سب قصے ان اللہ لا یحب المتکبرین کی گویا تفسیر ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے مغرور لوگوں کو پسند نہیں کرتا اسلئے اسنے ایسی بہت سی پہلی امتوں کو طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک کردیا۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے انس بن مالک کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کے مالدار گنہگار لوگوں کو قیامت کے دن جب دوزخ میں ڈالا جاویگا تو دوزخ میں ڈلتے ہی فرشتے اونسے پوچھیں گے کہ دنیا کی جس مالداری کے غرور نے تمکو عقبیٰ کے اس عذاب سے غافل رکھا آج اس عذاب کے آگے اوس مالداری کی راحت تمہیں کچھ یاد ہے یہ لوگ قسم کھاکر جواب دینگے کہ نہیں۔ اسی طرح نیک تنگدست لوگ جب جنت میں جاوینگے تو انسے بھی فرشتے پوچھیں گے کہ جنت کی ان نعمتوں کے آگے دنیا کی تنگدستی تمہیں کچھ یاد ہے کہ نہیں تو وہ لوگ بھی قسم کھاکر جواب دینگے کہ نہیں اس حدیث کو آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ ان مشرکوں کو جس مالداری کے غرور نے عقبیٰ کی باتوں سے غافل رکھا عقبیٰ کے عذاب کے آگے وہ مالداری اونکو یاد بھی نرہے گی اور جن تنگدست مسلمانوں کو یہ مشرک حقیر جانتے تھے اور وہ مسلمان اپنی تنگدستی پر صبر کرتے تھے اللہ تعالیٰ عقبیٰ میں اون کو جنت کی وہ نعمتیں دیوے گا کہ اونکو بھی دنیا کی وہ تنگدستی بالکل خواب وخیال ہوجاوے گی۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۙ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝

منزل ۳

اور جب کہے انکو کیا اتارا ہے تمھارے رب نے کہیں نقلیں ہیں پہلوں کی

معتبر سند سے تفسیر ابن ابی حاتم میں قتادہ کے قول کے موافق جو شان نزول اس آیۃ کی بیان کی گئی ہے اسکا حاصل یہ ہے کہ حج کے موسم میں دور دور کے لوگ مکہ میں آتے تھے جس سے قریش کو ڈر ہوا کہ باہر کے لوگ آنحضرت کی باتیں اور قرآن شریف کی نصیحت کو سنکر بت پرستی چھوڑ دینگے اسلئے قریش نے مکہ کے چاروں طرف لوگ بٹھلا دئے تھے اور اونسے کہہ دیا تھا کہ جو کوئی قرآن شریف کا حال پوچھے تو کہہ دینا کہ پہلے لوگوں کی ایک کہانی ہے وہ یہی کہہ دیتے تھے اور جب وہ باہر کے لوگ مکہ کے اندر آتے تو جو لوگ مسلمان ہوگئے تھے وہ قرآن شریف کی بہت تعریف کرتے تھے اوسی ذکر میں اللہ تعالیٰ نے آیۃ کا یہ ٹکڑا اور اگلا ٹکڑا نازل فرمایا جس میں قرآن شریف کی تعریف کرنے والوں کا ذکر ہے۔ اس آیۃ کے دوسرے ٹکڑے میں اللہ تعالیٰ نے یہ جو فرمایا ہے کہ جو لوگ اوروں کو بہکاتے ہیں آخر قیامت میں دوگنا عذاب ہوگا اونکے گناہوں کا جدا ہوگا اور بہکانے کا جدا ہوگا اس کی صراحت اس حدیث میں بھی ہے جو حضرت ابوہریرہؓ کی روایت سے آگے آتی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ جس شخص نے کوئی ہدایت کا کام لوگوں میں پھیلایا اسکو اسکی نیکی کا اجر بھی خدا دیویگا اور اسکے ہدایت کے سبب سے جتنے لوگ نیک راہ لگیں گے اور اجر پاوینگے اوسی قدر اجر اوسکو بھی خدا اپنے پاس سے دیویگا نیک راہ پر آنے والوں کا ثواب کچھ نہیں گھٹنے کا یہی حال بدی کے پھیلانے والے شخص کی سزا کا ہے غرض اس حدیث میں صاحب وحی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب آیۃ کے معنے کی صراحت فرمادی ہے تو اب یہ شبہ باقی نہ رہا کہ یہ آیت اور

تزر وازرۃ وزر اخریٰ کے مطلب کے ساتھ کیونکر موافق ہے کس لئے کہ بدی پھیلانے والے نے دو کام کئے تھے ایک خود بدی کی دوسرے اوروں کو بدی کی راہ سے لگایا اسلئے اوسکو دونوں طرح کے عملوں کی سزا ملی کسی دوسرے کا بوجھ اُسپر نہیں ڈالا گیا اسلئے یہ آیۃ سورہ والنجم کی آیۃ لا تزر وازرۃ وزر اخریٰ کے مخالف نہیں ہے کیونکہ اوپر کی حدیث میں صاف یہ آچکا ہے کہ بہکنے والوں کے گناہ جون کے تون رہوینگے۔

لِيَحْمِلُوا أَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۙ وَمِنْ أَوْزَارِ الَّذِينَ يُضِلُّونَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ أَلَا سَاءَ مَا يَزِرُونَ ۝ ع ۳

کہ اٹھاوین بوجھ اپنے پورے دن قیامت کے اور کچھ بوجھ اُنکے جنکو بہکاتے ہیں بے تحقیق سنتا ہے بُرا بوجھ ہے جو اُٹھاتے ہیں

اِس سے پہلے کی آیۃ میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ مشرکین مکہ اجنبی لوگون کے بہکانے کی غرض سے قرآن شریف کو کہتے تھے کہ یہ پہلے اہل کتاب کی کتابون سے چن چن کر پہلے لوگون کی کہانیان بنالی ہیں اسلئے فرمایا جو لوگ ایسی باتین کہہ رہے ہیں اسکا بدلہ انکو آخرت میں ملیگا اپنے گناہ کا بوجھ بھی بھرپور اوٹھائیں گے اور جن لوگونکو بہکا رکھا ہے اُنکے گناہ کا بوجھ بھی اِنکے کاندہے پر ہوگا اور یہ بہت ہی بُرا بوجھ ہوگا کہ انکو اپنے بُرے کامون کی بھی سزا ہوگی اور انکے پیروی کرنے والون کے بداعمال کی بھی۔ صحیح مسلم میں ابوہریرہؓ کی ایک حدیث ہے جسمین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص لوگون کو ہدایت کی طرف بلاتا ہے اُسکو اسی قدر اجر ملے گا جتنا اُسکی پیروی کرنے والون کو ملے گا اور پیروی کرنے والون کے اجرمین سے کچھ بھی کمی نہ ہوگی اور جسنے گمراہی کی طرف لوگونکو بلایا اُسپر اتنا ہی گناہ ہے جتنا اِس کے تابعدارون پر ہوگا اور اسکے تابعداروں سے بھی کوئی گناہ کم نہیں کیا جائے گا۔ صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہؓ اور ابوسعید خدری سے روایتین ہیں جنمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایماندار شخص کو کسی بیماری کی یا اور کسی طرح کی دنیا میں تکلیف پہونچے تو اوس سے اوس شخص کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں آیۃ کے ٹکڑے لیحملوا اوزارہم کاملۃ یوم القیامۃ کو اور اِس حدیث کو ملانے سے یہ مطلب ہوا کہ مشرکون کے نامہ اعمال مین قیامت کے دن وہ معافی کہیں نظر نہ آویگی جسکا ذکر حدیث میں ہے بلکہ مشرکون کو ہر قسم کے گناہون کی پوری سزا ملے گی۔

قَدْ مَكَرَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَأَتَى اللَّهُ بُنْيَانَهُمْ مِنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ

وفا کرچکے ہیں اُنسے اگلے پھر پہنچا اللہ اُنکی چنائی پر نیوسے پھر گر پڑی اُنپر چھت

مِنْ فَوْقِهِمْ وَأَتَاهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ

اوپر سے اور آیا اُنپر عذاب جہان سے خبر نہ رکھتے تھے

تفسیر مقاتل بن حیان تفسیر عبدالرزاق اور تفسیر ابن ابی حاتم میں حضرت عبداللہؓ بن عباس اور زید بن اسلم سے روایۃ ہے کہ یہ نمرود کی عمارت کا حال ہے۔ پانچ ہزار گز اونچی ایک عمارت بابل میں نمرود نے اِس ارادہ سے بنائی تھی کہ آسمان پر چڑھکر خدا سے مقابلہ اور لڑائی کرے آخر سخت آندہی اور زلزلہ سے وہ عمارت گرگئی اور ہزارون آدمی

نمرود کے لشکر کے دبکر مرگئے چار سو برس تک نمرود زمین میں بڑے بڑے ظلم اور ستم کرتا رہا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا طرح طرح کے جبر کرکے لوگونکو ملتہ ابراہیمی سے روکتا رہا آخر اس ذلت سے ہلاک ہوا کہ حکم الٰہی سے مچھر اُس کی ناک کے نتھنے سے دماغ میں گھس گیا ہر وقت وہ مچھر اُسکے دماغ میں کاٹتا تھا اور وہ لوگون سے تسکین کے لئے اپنے سر پر جوتیاں اور دو ہتڑ پٹواتا تھا جتنے عرصہ تک اُسنے دنیا مین ظلم کیا تھا وہی چار سو برس کے عرصہ تک جوتیان کھاتا اور ذلت سے جیتا رہا پھر ہلاک ہوگیا اس قصہ کے ذکر فرمانے میں قریش کو یہ تنبیہ ہے کہ یہ لوگ اپنے دعوے میں جس ملتہ ابراہیمی پر اپنے آپکو بتلاتے ہیں جس زمانہ مین اللہ تعالیٰ کو اُس ملتہ ابراہیمی کا دنیا میں پھیلانا منظور تھا اتنے بڑے جابر صاحب حکومت بادشاہ نمرود نے ملتہ ابراہیمی کا پھیلنا روکا آخر کو ذلت پائی اور ملتہ ابراہیمی ایسی پھیلی کہ آج تک موجود ہے اب دین محمدی کا پھیلانا اللہ کو منظور ہے تم جو موسم حج میں مکہ کے ناکو پر آدمی بٹھا کر باہر سے جو لوگ مکہ مین آتے ہیں اُنکو بہکاتے ہو اور دین محمدی کے اختیار کرنے والوں کو روکتے ہو دیکھو نمرود کی طرح ذلت اوٹھاؤگے اور آخر ہوگا وہی جو اللہ کے ارادہ میں ہے اللہ سچا ہے اور اللہ کا وعدہ سچا ہے آخر وہی ہوا کہ مکہ میں دین محمدی کے روکنے والے جتنے شخص تھے ابوجہل ولید بن مغیرہ وغیرہ یہ سب ذلت کی موت سے مارے گئے اور آخرت کا عذاب اپنے سر لے گئے اور دین محمدی کو جو عروج ہوا وہ سبکی آنکھون کے سامنے ہے - اور جن بتون کی حمایت کے جوش میں یہ مشرک لوگ دین محمدی کا پھیلنا نہیں چاہتے تھے فتح مکہ کے دن اون کی جو ذلت ہوئی اوسکا قصہ صحیح بخاری کی عبداللہ بن مسعود کی اور صحیح مسلم کی ابوہریرہ کی روایتوں سے گزر چکا ہے صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے ابوموسیٰ اشعری کی روایت اوپر گزر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ جب تک چاہتا ہے ظالم لوگوں کو ظلم سے باز آنے کے لئے مہلت دیتا ہے پھر جب پکڑ لیتا ہے تو بالکل ہلاک کردیتا ہے اس حدیث کو آیہ کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ چار سو برس تک اللہ تعالیٰ نے نمرود کو مہلت دی لیکن جب وہ اس مہلت میں اپنے ظلم وستم سے باز نہ آیا تو اوسکو اس ذلت سے ہلاک کردیا جسکا ذکر اوپر گزرا - واتاہم العذاب من حیث لا یشعرون - اس کا مطلب یہ ہے کہ جو عمارت نمرود نے بڑی مضبوطی سے بنائی تھی اوسکا ایسی جلدی گر جانا اور نمرود جیسے صاحب حکومت صاحب لشکر بادشاہ کا اس طرح کی ذلت وخواری سے ہلاک ہونا اُسوقت کے لوگون کی سمجھ سے باہر ایک بات تھی -

منزل ۳

ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيهِمْ وَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَاءِيَ الَّذِينَ كُنتُمْ تُشَاقُّونَ فِيهِمْ

پھر قیامت کے دن رسوا کریگا اُنکو اور کہے گا کہان ہیں میرے شریک جنپر تم ضد کرتے تھے لوبیں گے

قَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ إِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوءَ عَلَى الْكَافِرِينَ ۝

جنکو خبر ملی تھی بیشک رسوائی آجکے دن اور برائی منکرون پر ہے

اللہ پاک نے فریب سے دین الٰہی کے روکنے والوں کا نتیجہ جو کچھ دنیا میں ہوا اُسکو بیان کرکے اوہیں مکاروں کا

آخرت کا حال یہ بیان کیا کہ یہ لوگ قیامت کے دن بہت ذلیل و رسوا ہونگے اللہ پاک انکی مکر کی باتوں کو اور اُن بھیدوں کو جو اُنکے دلمین پوشیدہ ہونگے اپنی ساری مخلوق کے سامنے ظاہر کردیگا صحیحین میں ابن عمرؓ کی ایک حدیث ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن ہر ایک دغاباز کا جھنڈا اُس کے ساتھ ہوگا اور اُسکے فریب کے بموجب کہا جائے گا یہ فلان شخص کا فریب ہی پھر اللہ تعالیٰ اِن دغابازوں سے یہ کہے گا کہ وہ کہان ہیں جنہین تم نے اللہ کا شریک ٹھہرایا تھا اور اونکی حمایت میں اللہ کے رسولوں کے ساتھ جھگڑا کرتے تھے اور جنکی وجہ سے تم مسلمانوں سے لڑا کرتے تھے اب اونہیں بلاؤ وہ کہاں گئے تمہاری مصیبت کیوقت مدد کرنے نہیں آتے پھر جب آپنہ حجت تمام ہوچکے گی تو نیک لوگ بطور طعن و تشنیع کے کہیں گے بیشک آج کی رسوائی اور ذلت کفارون ہی کے واسطے ہے۔ مفسرون نے اختلاف کیا ہے کہ اس بات کے کہنے والے کون لوگ ہونگے بعضون نے یہ بیان کیا ہے کہ علما ہونگے جو اپنی قوم کو وعظ و نصیحت کرکے سمجھایا کرتے تھے اور قوم کے لوگ نہیں مانتے تھے اوس روز انکی رسوائی اور ذلت دیکھکر وہ علما کہیں گے کہ ہماری نصیحت نہ مانی کفر پر جمے رہے آج دیکھہ لیا کہ کیسی ذلت ہو رہی ہے اور بعضے مفسرن نے یہ بیان کیا ہے کہ اس کلام کے کہنے والے انبیاء علیہ السلام ہونگے وہان کہیں گے کہ ہماری باتین تم نے نہیں مانیں خدا کے ساتھ بتون کو شریک ٹھہرایا اور کفر کیا اب دیکھہ لیا کیسی رسوائی ہو رہی ہے اور بعضون نے یہ کہا ہے کہ کہنے والے اِس قول کے فرشتے ہون گے اونہیں طعنہ دیکر غصہ دلانے کو یہ بات کہیں گے۔ صحیح قول یہ معلوم ہوتا ہے کہ ملائکہ انبیاء عام ایماندارسب کے منہہ سے یہ بات نکلے گی۔ صحیح بخاری مسلم ترمذی اور ابو داؤد میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو جن لوگون پر عذاب کرنا منظور ہوگا اُنکا حساب بڑی کرید سے لیا جاوے گا اِس حدیث کو آیۃ کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب ہوا کہ کفر و شرک ریاکاری اور بدعت کے حساب کی کرید میں اسی طرح کے سوالات کئے جاوینگے جس طرح مثلاً اِس آیۃ میں مشرکوں سے سوال کیا گیا کہ وہ جھوٹے معبود کہاں ہیں تمہاری مصیبت کے وقت تم کو مدد کیوں نہیں دیتے۔ منزل ۳

الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۠ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ

جنکی جان لیتے ہیں فرشتے اور وہ بُرا کر رہے ہیں اپنے حق میں تب آکر دینگے اطاعت کہ ہم تو کرتے نہ تھے

مِنْ سُوْٓءٍ ۭ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

کچھہ بُرائی کیون نہیں اللہ خوب جانتا ہے جو تم کرتے تھے

اِس آیۃ کے ٹکڑے میں بد لوگوں کی اور اُس سے آگے جو ٹکڑا ہے اُس مین نیک لوگون کی قبض روح کا حال ہے دونون طرح کی روحون کے قبض ہونے کے حال مین معتبر سند سے ابو داؤد نسائی ابن ماجہ اور مسند امام احمد بن حنبل

میں برابن عازب وغیرہ سے جو روایتیں آئی ہیں انکا حاصل یہ ہے کہ بدلوگوں کی قبض روح کے لئے خوفناک صورت کے فرشتے آتے ہیں اور عذاب قبر اور عذاب قیامت کا حال اِس قریب المرگ شخص کی روح کو سناتے ہیں اِس حال کو سنکر وہ روح ڈرتی ہے اور جگہ جگہ بدن میں چھپتی ہے وہ فرشتے روح کو بدن سے نکالنے کی غرض سے اِس بدشخص کے منہ اور آسکی پیٹھ پر بُری بُری طرح سے مارتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خبیث جان اب بدن سے نکل اللہ کا غضب اور عذاب تیرے لئے تیار ہے آخری قبض روح کے وقت کی سختی کی مثال حدیث میں یہ ہے کہ جس طرح بھیگی ہوئی اون میں گرم سینخچا چلا کر نکالا جاوے اور نمی کے سبب سے اون کے سب بال سینخچہ کو لپیٹ جاتے ہیں اور سوکھی اون کے بالون کی طرح اوڈکر کوئی بال جلنے سے نہیں بچ سکتا اسی طرح بدن کے رونگٹے رونگٹے کو تکلیف پہنچ کر بدآدمی کی روح نکلتی ہے روح کے نکلتے ہی زمین پر ایک طرح کی بدبو پھیلتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس بدبو کا ذکر فرماتے وقت ناک کو کپڑا لگا لیا تھا کہ گویا بدبو آہی رہی ہے اسی طرح حضرت ابوہریرہؓ جب اِس حدیث میں بدبو کا ذکر کی روایت کرتے تھے تو ناک کو کپڑا لگا لیا کرتے تھے اِسی طرح اِس بدبو کے پھیلنے سے آسمان کے فرشتوں کو ایک طرح کی اذیت ہوتی ہے اور آسمان کے فرشتے اوس روح کو بہت بُرا کہتے ہیں اور یہ قبض روح والے فرشتے اِس روح کو ایک ٹاٹ کے ٹکڑے میں لپیٹ کر خدا تعالیٰ کے روبرو لیجانا چاہتے ہیں مگر آسمان کے دروازے کھلنے کا حکم نہیں ہوتا اور اِس روح کو پھر جسم میں لایا جا کر منکر نکیر کا سوال ہوتا ہے اور جواب پورا نہ ہونے سے سجین مقام میں جو ساتوین زمین کے نیچے ہے اِس روح کا نام لکھ لیا جاتا ہے اور طرح طرح کا عذاب قبر شروع ہو جاتا ہے جس سے اللہ ہر ایک مسلمان کو محفوظ رکھے ایک بدصورت شخص قبر میں آن کر مردے سے کہتا ہے کہ آج وعدے کا دن ہے مردہ کہتا ہے۔ تجھکو خدا کی مار تو کون ہے وہ کہتا ہے میں تیرا بدعمل ہوں غرض یہ مردہ ہمیشہ عذاب قبر میں مبتلا رہتا ہے اور دعا مانگتا رہتا ہے کہ قیامت دیر میں قائم ہوتا کہ اِس سے زیادہ عذاب میں نہ پھنسوں نیک لوگوں کی قبض روح کے وقت خوبصورت فرشتے آتے ہیں اور جنت کی خوشبو کا بسا ہوا ایک ریشمی کپڑے کا ٹکڑا لاتے ہیں اور روح کو اللہ کی رضامندی اور جنت کی نعمتوں کی خوشخبری سناتے ہیں مثال کے طور پر حدیث میں فرمایا ہے کہ جس طرح پانی کی بھری ہوئی مشک میں سے پانی کے قطرے جلدی جلدی مشک کے دہانے سے ٹپک کر نکل جاتے ہیں اللہ کی رضامندی اور جنت کی نعمتوں کا حال سنکر اِس طرح پھرتی اور آسانی سے تمام جسم کی نیک روح اکٹھی ہو کر جھٹ بدن سے نکل جاتی ہے۔ اور اوس کے نکلتے ہی ایک خوشبو آسمان کے فرشتے تک پہنچتی ہے جس کو سونگھ کر آسمان کے فرشتے آپسمیں کہتے ہیں آج کوئی نیک روح بدن سے الگ ہوئی ہے اوسی کی یہ خوشبو ہے اور آسمان کے ہر دروازے کے فرشتے یہ آرزو کرتے ہیں کہ ہماری طرف سے یہ روح اوسے تو اچھا ہے قبض روح کرنے والے فرشتے اِس روح کو اُس ریشمی خوشبودار کپڑے میں لپیٹ کر جب آسمان پر لیجاتے ہیں تو ہر ایک آسمان کے فرشتے اپنے علاقے تک اوس روح کے ساتھ جاتے ہیں بڑی عزت سے اوس شخص کا نام لیتے ہیں جسکی یہ روح ہے

منزل ۳

یہانتک کہ اللہ کے روبرو اُس روح کو لیجاتے ہیں وہ روح اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِس روح کو علیین میں لکھو علیین ساتوین آسمان پر ایک مقام ہے پھر وہ روح جسم مین لائی جاتی ہے اور منکر نکیر کے سوال وجواب کے وقت وہ ثابت قدمی اللہ کی طرف سے عنایت ہوتی ہے جسکا ذکر اوپر گزرا اور منکر نکیر کا جواب پورا ادا ہوجاتا ہے تو بڑا خوبصورت ایک شخص قبر میں اوس نیک مردہ کے پاس آتا ہے یہ نیک مردہ اُس شخص سے پوچھتا ہے تو کون ہے وہ کہتا ہے میں تیرا نیک عمل ہون حاصل کلام یہ ہے کہ تمام اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ آدمی کے مرجانے کے بعد روح فنا نہیں ہوتی بلکہ اچھی روحین طرح طرح کے جانورون کی شکل میں جنت مین چرتی پھرتی ہیں اور بُری روحین عذاب میں گرفتار رہتی ہیں لیکن اچھی روحیں قیامت کے قائم ہونے کی دعا مانگتی رہتی ہیں کیونکہ آدمی کے بھیس مین آن کر خاص مکان اور ہر طرح کا عیش تو اُنکو قیامت کے قائم ہونے کے بعد ملے گا بالفعل تو وہ جنت میں اِس طرح ہیں جس طرح کوئی اوپری جانور کسی باغ میں ہوتا ہے اگرچہ بعضے علمانے یہ کہا ہے کہ قیامت سے پہلے سوا شہیدون کے اور کوئی روح جنت میں نہ جاویگی لیکن حدیث شریف میں عام مسلمانون کی روحوں کے جنت میں رہنے کا ذکر قیامت سے پہلے آچکا ہے۔ چنانچہ معتبر سند سے نسائی موطا اور بیہقی کی کتاب بعث ونشور مین کعب بن مالک کی روایت میں اِس کا ذکر صراحت سے ہے۔ شہیدون کی روحون اور عام ایمانداروں کی روحوں میں فرق اِسی قدر ہے کہ عام ایمانداروں کی روحیں پیدل شخص کی طرح جانورون کی شکل سے جنت میں جاوینگی اور شہیدونکی روحیں سوار شخص کی طرح سبز جانورون کے پوٹے میں ہونگی جسکا ذکر مسند امام احمد وغیرہ کی حضرت عبداللہ ابن عباس کی صحیح روایت میں ہے فالقوا السلم ماکنا نعمل من سوء اِس کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ آخر وقت پر عذاب کے فرشتون کو دیکھکر اپنے آپکو فرمانبردار ٹھہراکر نافرمانی کا انکار کرینگے مگر اللہ تعالیٰ اپنے علم سے اُنکے اِس انکار کو جھٹلا دیگا۔

منزل ۳

فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝

سو پیٹھو دروازون میں دوزخ کے رہا کرو اُسمین سو کیا بُرا ٹھکانا غرور کرنے والون کا

جب کفار قیامت کے دن یہ سمجھکر کہ یہ بات کہیں گے کہ ہمیں تو کچھ بھی خبر نہیں کہ ہم بُرے عمل کرتے تھے اور اللہ پاک اُنکے جواب میں کہے گا کہ ہان تم بُرے عمل جو کرتے تھے اُنکا حال اللہ کو خوب معلوم ہے پھر اِس جواب سوال کے بعد اونہیں حکم ہوگا کہ جہنم کے دروازون میں تم داخل ہوجاؤ اور ہمیشہ ہمیشہ کو بس اسی مین رہو اور یہی بُرا ٹھکانا تکبر اور غرور کرنے والون کا ہے جو خدا اور رسول کی باتون کو جھٹلایا کرتے تھے اور اپنی مالداری کے گھمنڈ میں ہے دردست پرستی سے باز نہ آئے کفار جسوقت مرتے ہیں اوسی وقت سے اُنکو عذاب قبر کی سختی صبح شام دوزخ میں اُنکا ٹھکانا دکھائے جانے کی سختی ہے اور پھر قیامت کے دن وہ دوزخ میں ڈالدیئے جائیں گے جسکے بعد کوئی تخفیف اُنکے عذاب میں نہ ہوگی اور نہ کسی تکلیف سے اُنکی جان نکلے گی سختی ایسی ایسی اُنپر کیجائے گی

کر گیا اب مرے اور اب مرے مگر مرنے کے نہیں کیونکہ اُس روز موت ذبح کر دیجاویگی چنانچہ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن عمر کی روایت سے موت کے ذبح کئے جانے کا ذکر ایک جگہ گزر چکا ہے۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن عباس کی حدیث بھی ایک جگہ گزر چکی ہے کہ کم سے عذاب والے شخص کے پیروں میں دوزخی آگ کی جوتیاں پہنا دی جاوینگی جس سے اُس شخص کا بھیجا پگل کر نکل پڑیگا زیادہ عذاب والے دوزخی کی تکلیف کا حال اِس حدیث کی مثال سے سمجھ میں آسکتا ہے۔

وَقِيلَ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا مَاذَا أَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۚ قَالُوا خَيْرًا ۗ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا

اور کہا پرہیزگاروں کو کیا اُتارا تمہارے رب نے بولے نیک بات جنہوں نے بھلائی کی اس دنیا میں

حَسَنَةٌ ۚ وَلَدَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ ۚ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِينَ ۝ جَنَّاتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا

اُنکو بھلائی ہے اور پچھلا گھر بہتر ہے اور کیا خوب گھر ہے پرہیزگاروں کا باغ ہیں رہنے کے جن میں وہ جاوینگے

تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَاءُونَ ۚ كَذَٰلِكَ يَجْزِي اللَّهُ الْمُتَّقِينَ ۝ الَّذِينَ

بہتی ہیں اُنکے نیچے نہریں اُنکو وہاں ہیں جو چاہیں ایسا بدلا دیگا اللہ پرہیزگاروں کو جنکی

تَتَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ طَيِّبِينَ ۙ يَقُولُونَ سَلَامٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝

جان لیتے ہیں فرشتے اور وہ ستھرے ہیں اُنکو کہتے ہیں سلامتی ہے تمہیں جاؤ بہشت میں بدلا اُسکا جو تم کرتے تھے

منزل ۳

نافرمان لوگ اللہ کے رسول اور قرآن کی شان میں جو کہتے تھے اُسکے ذکر کے بعد اِن آیتوں میں اللہ پاک نے متقی اور ایمان والوں کا حال بیان فرمایا کہ جب اُن سے پوچھا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا چیز اُتاری ہے تو جواب دیتے ہیں کہ نیک باتیں۔ پھر اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ جس نے بھلائی کی اُسکے لئے اِس دنیا میں بھی بھلائی ہے ایک نیکی کا بدلہ دس دس سے سات سات سو یا اِس سے بھی دوگونہ جتنا خدا چاہے دیگا پھر فرمایا کہ اِس سے بھی بہتر آخرت کا گھر اُنکے واسطے تیار ہے۔ پھر فرمایا کہ متقیوں کا انجام کیا ہی اچھا ہے کہ وہ لوگ دنیا میں آخرت کی پونجی جمع کرتے ہیں اور آخرت کا گھر جسمیں یہ لوگ داخل ہونگے اُس میں ہر ہر جگہ موقع و محل سے نہریں جاری ہیں اور اس سے بڑھکر کیا نعمت ہو سکتی ہے کہ جنت والے جس چیز کی خواہش کریں گے وہاں موجود پائیں گے بخلاف دنیا کے کہ یہاں جس چیز کی خواہش انسان کرتا ہے اور جن جن باتوں کا ارادہ کرتا ہے وہ کل کی کل نہیں پوری ہوتیں اکثر اوقات انسان کی دلی تمنا کے خلاف ظہور میں آتا ہے یہ باتیں وہاں نہیں ہونے کی وہاں تو جس بات کا انسان ارادہ کریگا وہ فوراً ظہور میں آجاوے گی ذرا [illegible] اللہ پاک نے موت کے وقت کو بیان فرمایا کہ جب فرشتے مومن کی روح قبض کرنے آتے ہیں [illegible] شرک کے میل کچیل سے بالکل پاک صاف ہوتے ہیں اس لئے وہ موت کا کچھ بھی خوف دلیل نہیں لاتے بلکہ خوش ہوتے ہیں اللہ فرشتے آتے ہی اُنکو سلام کہتے ہیں اور خدا کی طرف سے بھی سلام پہونچاتے ہیں اور جنت کی بشارت دیتے ہیں کہ دنیا میں تم نے جو کچھ اچھے اچھے کام کئے ہیں اُسکے عوض میں اب جنت میں تم داخل ہوگے ابرار

بن العاص کی پوری حدیث کا مطلب جو اوپر بیان ہو چکا ہے اوس میں سے نیک لوگوں کے حال کا ٹکڑا آیت کے اِس ٹکڑے کی گویا تفسیر ہے۔

هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ أَمْرُ رَبِّكَ ۚ كَذَٰلِكَ فَعَلَ الَّذِينَ

اب کچھ راہ نہیں دیکھتے ہیں مگر یہی کہ آویں اُنپر فرشتے یا پہنچے حکم تیرے رب کا اسی طرح کیا اُنسے

مِن قَبْلِهِمْ ۚ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَلَٰكِن كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ۝ فَأَصَابَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا عَمِلُوا

اگلوں نے اور اللہ نے ظلم نہ کیا اُنپر لیکن وہ اپنا بُرا کرتے رہے پہر پڑے اُنپر اُنکے بُرے کام

وَحَاقَ بِهِم مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ۝

اور اُلٹ پڑا اُنپر جو ٹھٹھا کرتے تھے

ع ۹

یہ جواب ہے منکرین نبوت کے دوسرے اعتراض کا فرمایا کہ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ چاہتے ہیں کہ کوئی فرشتہ آسمان سے آکر اُنکی نبوت کی تصدیق کرے تو یہ لوگ ایمان لائیں۔ حالانکہ فرشتوں کو اصلی صورت میں دیکھنا انسان کی طاقت سے باہر ہے اور ایک مطلب یہ بھی ہے کہ جب کفار نے قرآن کی نسبت یہ کہا کہ یہ تو پہلوں کی نقل ہے کوئی نئی بات نہیں ہے تو اللہ پاک نے انہیں ڈرایا کہ یہ لوگ فرشتوں کے آنے کی راہ دیکھتے ہیں کہ وہ آکر انکی ارواح قبض کریں یا اِس بات کے منتظر ہیں کہ خدا کا عذاب اُنپر آجائے۔ پہر فرمایا کہ اسی طرح اِنسے پہلے بھی لوگوں نے رسولوں کو جھٹلایا اور خدا نے اُنہیں ہلاک کیا اور اُنکا ہلاک کر دینا کوئی خدا کی طرف سے ظلم نہیں ہوا بلکہ اِن لوگوں نے آپ اپنی جانوں پر ظلم کیا کہ انبیاء علیہ السلام اور کلام الٰہی کو جھٹلایا۔ پہر فرمایا کہ اون پہلے لوگوں پر جس طرح عذاب آچکا ہے وہی انجام اِن کا ہونے والا ہے۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوذرؓ کی حدیث قدسی ایک جگہ گزر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ظلم اپنی ذات پر حرام کر لیا ہے یہ حدیث وما ظلمھم اللہ کی گویا تفسیر ہے۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو موسیٰ اشعری کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ اِس طرح کے ظالم نافرمان لوگوں کو جب تک چاہتا ہے مہلت دیتا ہے پہر جب پکڑ لیتا ہے تو بالکل نہیں چھوڑتا ہلاک کر دیتا ہے۔ اِس حدیث کو آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ پہلی امتوں کی طرح اگر یہ مشرکین مکہ بھی مہلت کے زمانہ میں اپنی شرارتوں سے باز نہ آئے تو پہلی امتوں کی طرح ان پر بھی کوئی آفت آجاوے گی اللہ سچا ہے اور اُسکا کلام سچا ہے۔ تھوڑی دنوں کے بعد بدر کی شکست کی آفت ہوا پر آئی صحیح روایتوں کے حوالہ سے اس کا ذکر اوپر گزر چکا ہے۔

وَقَالَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا عَبَدْنَا مِن دُونِهِ مِن شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا

اور بولے شریک پکڑنے والے اگر چاہتا اللہ نہ پوجتے ہم اُسکے سوائے کوئی چیز اور نہ ہمارے باپ اور حرام ٹھیراتے ہم اُس کے

منزل ۳

مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَیْءٍ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ۝ وَلَقَدْ

سوا کوئی چیز ایسی طرح کیا انسے سو رسولوں پر ذمہ نہیں مگر پہنچا دینا کھولکر اور بیشک

بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ

اٹھائے ہیں ہر امت میں رسول کہ بندگی کرو اللہ کی اور بچو ٹھہرنگے سے سو کسی کو راہ دی اللہ نے اور کسی پر

مَّنْ حَقَّتْ عَلَیْهِ الضَّلٰلَةُ ؕ فَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِیْنَ ۝ اِنْ تَحْرِصْ

ثابت ہوئی گمراہی سو پھرو بیچ زمین کے پس دیکھو کیسا ہوا آخر جھٹلانے والوں کا اور اگر تو للچاوے انکو

عَلٰى هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ مَنْ یُّضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ۝

راہ پر لانے کو تو اللہ راہ نہیں دیتا جسکو بچلاتا ہے اور کوئی نہیں اُن کا مددگار

منزل ۳

یہ کلام مشرکین مکہ کا مسخراپن کے طور پر تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے کہ آپ جو بیان کرتے ہیں کہ ہر ایک بات خدا کی جانب سے ہوا کرتی ہے تو پھر آپ کی رسالت کی کیا ضرورت ہی آپ آتے یا نہ آتے اگر خدا کو منظور ہوتا تو ہم اُسکے سوا کسی بت وغیرہ کی عبادت نکرتے اور جس چیز کو اللہ نے ہم پر حلال کیا ہے اپنے اوپر اُسکو ہم حرام نہ ٹھہراتے حاصل اس کا یہ ہے کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں بالکل ٹھیک کر رہے ہیں ہم گمراہ نہیں ہیں بتوں کی پرستش جو ہم کر رہے ہیں یہ سب خدا کی مشیت سے ہے اگر وہ نہ چاہتا تو ہرگز ہرگز یہ کام ہم نہیں کر سکتے۔ پھر اللہ پاک نے کفار مکہ کا یہ کلام نقل کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی کہ آپ اپنے دل میں اُنکی باتوں کا کچھ خیال نہ کریں اُنسے جو لوگ پہلے گزرے ہیں وہ بھی ایسی ہی باتیں کہا کرتے تھے آپ پر فرض یہی ہے کہ اللہ کا پیغام اِن لوگوں تک پہونچا دیں کہ سوائے خدا کے اور کسی کی بندگی نہ کرو باقی رہی ہدایت وہ خدا کے ہاتھ ہے جسے اوس کی مشیت مقتضی ہوتی ہے اُسکو وہ راہ راست پر لاتا ہے اور جسے چاہتا ہے اُسکے حال پر چھوڑ دیتا ہے۔ پھر اللہ جل شانہ نے ان کفار کو یہ بات جتلائی کہ اللہ نے ہر امت اور ہر گروہ میں اپنے رسول بھیجے تاکہ اُنکی ہدایت کریں اور یہ بات کہہ دیں کہ تم خدا ہی کی عبادت کرو اور بتوں کی پرستش سے باز رہو اسپر بہتیرے بندے خدا کے ایسے تھے جو ایمان لائے اور اللہ نے اونہیں ہدایت کی اور اکثر لوگ گمراہی میں پڑے رہے رسول کی ایک نہ سُنی پھر کفار مکہ کو خطاب کر کے فرمایا کہ تم دنیا میں چل پھر کر رسولوں کے جھٹلانے والوں کی حقیقت دریافت کرو کہ کیا نتیجہ اُنکا ہوا کس طرح خدا نے اونہیں ہلاک کیا اور کیسے کیسے عذاب اُنپر نازل کئے قوم نوح سے لیکر فرعون تک رسولوں کے جھٹلانے والوں کی ایک ہی گت ہوئی۔ شرک اللہ کو ناپسند تھا اسلئے اون لوگوں کا انجام اچھا نہیں ہوا اگر ایسا نہ ہوتا تو اُنپر طرح طرح کے عذاب کیوں آئے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا کہ آپ اس بات کی حرص نکریں کہ سب کے سب راہ راست پر آجائیں بات یہ ہے کہ علم الٰہی کے موافق یہ لوگ پرلے سرے کے گمراہ ہیں جانتے ہیں کہ اللہ پاک خالق کل کائنات کا ہے اوس میں ہر طرح کی

قدرت ہی جسے چاہے ایک گھڑی میں ہلاک کردے پھر جان بوجھ کر یہ لوگ اپنے باپ دادا کے قدم بقدم ہیں اس لئے پرانی رسم کے چھوڑنے کو گوارا نہیں کرتے۔ سبب اسکا یہ ہے کہ علم الٰہی میں دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے یہ بات قرار پاچکی ہے کہ دنیا میں پیدا ہونے کے بعد بہت سے لوگ دوزخ میں جانے کے قابل کام کریں گے اور شیطان کے بہکانے سے وہی کام انکو اچھے نظر آویں گے اسواسطے ایسے لوگوں کی راہ راست پر آجانے کی حرص بے فائدہ ہے صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے کہ دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے موافق لوح محفوظ میں لکھ لیا ہے کہ دنیا میں پیدا ہونے کے بعد کتنے آدمی جنت میں جانے کے قابل کام کریں گے اور کتنے دوزخ میں جانے کے قابل اس حدیث کو آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ان آیتوں کے نازل ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے رسول یہ چاہتے تھے کہ قوم کے سب لوگ راہ راست پر آجاویں لیکن بعد اس کے آپنے فرمایا کہ دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے علم ازلی کے موافق جنتی اور دوزخی کی تفصیل قرار پاچکی ہے اس لئے جو لوگ علم ازلی میں دوزخ کے قابل ٹھہر چکے ہیں وہ راہ راست پر نہیں آسکتے۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے مغیرہؓ بن شعبہ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انجانی کے عذر کا رفع کردینا اللہ کو بہت پسند ہے اسلئے اوسنے ہر زمانہ میں رسول بھیجے یہ حدیث ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولا کی اور حضرت علیؓ کی حدیث فمنہم من ہدی اللہ ومنہم من حقت علیہ الضلالۃ کی گویا تفسیر ہے اللہ تعالیٰ کے سوا جس چیز کی پوجا کیجاوے اسکو طاغوت کہتے ہیں۔

منزل ۳

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ۭ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

اور قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی تاکیدی قسمیں کہ نہ اٹھاویگا اللہ جو کوئی مرجاوے کیوں نہیں وعدہ ہوچکا ہے اوسپر ثابت لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے

تفسیر ابن جریر تفسیر ابن ابی حاتم اور تفسیر ابن جوزی میں ابی العالیہ سے روایت ہے کہ ایک شخص مسلمان کا ایک شخص مشرک پر کچھ قرضہ آتا تھا وہ مسلمان شخص اس مشرک سے جب اپنا قرضہ مانگنے گیا تو باتوں باتوں میں کچھ حشر اور قیامت کا ذکر آگیا اس مشرک نے کہا کہ تم مسلمانوں کو وہم ہوگیا ہے کہ مٹی ہوجانے کے بعد پھر جینا بھی ہے میں قسم کھاتا ہوں کہ مرنے کے بعد پھر جینا نہیں ہے یہ کہکر اسنے بڑی گہری قسم کھائی اوسپر اللہ تعالیٰ نے یہ آیۃ نازل فرمائی حاصل اسکے آیۃ کے یہ ہیں کہ جو لوگ حشر کے منکر ہیں وہ بے وقوف ہیں دنیا میں نیک و بد کی جزا و سزا کا انتظام یہ لوگ آنکھوں سے دیکھتے ہیں پھر انکے خیال میں یہ بات کیونکر جم گئی ہے کہ خدا کی بادشاہت میں جزا اور سزا کا دن نہیں ٹھہرا ہے یہ خیال کہ شاید دنیا میں ہی نیک و بد کی جزا اور سزا ہوجاتی ہو یہ خیال غلط ہے آنکھوں کے سامنے بہت سے بدعمر بھر خوشی خوشی سے گزارتے ہیں اور نیک طرح طرح کی تکلیف سے اسی سے خود معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں جزا سزا ختم نہیں ہے اور یہ شبہ کہ مٹی ہوکر کیونکر پھر پیدا ہونگے اسکا جواب اللہ تعالیٰ نے یہ دیا کہ اللہ کے حکم میں سب کچھ ہے اسکے حکم سے جس طرح خلاف عقل پہلے یہ لوگ پیدا ہوگئے دوسری دفعہ پیدا ہونا کیا مشکل ہے دوسری دفعہ کی پیدائش میں

لوگ عقل لڑاتے ہیں اپنی پہلی پیدائش کو تو ذرا غور کریں کہ اُس میں کون کون سی بات عقل کے موافق ہی بخاری میں حضرت ابوہریرہؓ سے حدیث قدسی کی روایت ہی جس کا ٹکڑا یہ ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے انسان مجھکو جھٹلاتا ہی میں کہتا ہوں کہ جزا سزا کے لئے مرکر پھر جینا اوپہلے کی دفعہ کی طرح پھر ایک دفعہ نیست سے ہست سبکو کرنا ہی انسان اسکا منکر ہے مسند امام احمد بن حنبل ابن ماجہ اور مستدرک حاکم میں معتبر سند سے بشیرؓ بن خصاش سے حدیث قدسی کی روایت ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اپنی ہتیلی پر تھوک کر لوگوں کو دکھایا اور فرمایا خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس طرح کی ذلیل چیز سے انسان کو میں نے پیدا کیا ہی اور اب انسان کو یہ غرور ہی کہ طرح طرح کی انڑانے کی باتیں بناتا ہی اور عمر بھر مال جوڑ جوڑ کر رکھتا ہے مرتے وقت جب خیرات کا وقت ہاتھ سے نکل جاتا ہے تو خیرات کے حصے لگاتا ہے آگے کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کی قسم کھا کر فرمایا ہی کہ قیامت کے دن اس طرح کی سب باتوں کی پرسش ہر انسان سے کی جاوے گی اور یہ بھی فرمایا ہے کہ زمین پر جیسے جیسے قول اور فعل لوگ کرتے ہیں اگر اُسکا مواخذہ دنیا میں ہی کیا جاوے تو کوئی جاندار زمین پر پھر تا نظر نہ آوے پہلی امتوں کی طرح ایک دم سے سب ہلاک ہو جاویں لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی بردباری سے لوگوں کو چھوڑ رکھا ہی چنانچہ بخاری کی ابو موسیٰ اشعری کی حدیث گزر چکی ہی کہ اللہ تعالیٰ سے بڑھکر کوئی بردبار نہیں ہی لوگ اللہ کا بیٹا ٹھہراتے ہیں اور اللہ اُنکو رزق اور تندرستی دیتا ہے مگر سزا جزا کے لئے ایک دن مقرر ہی اُسکی فکر ہر مسلمان کو لازم ہی۔

منزل ۴

لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي يَخْتَلِفُونَ فِيهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّهُمْ كَانُوا كَاذِبِينَ ۝ إِنَّمَا

اسواسطے کہ کھولدے آپنر جس بات میں جھگڑتے ہیں اور تا معلوم کریں منکر کہ وہ جھوٹے تھے ہمارا کہنا

قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْنَاهُ أَنْ نَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۝

کسی چیز کو جب ہمنے چاہا یہی ہے کہ کہیں اُسکو ہو تو وہ ہو جاوے

ع ۱۶

اوپر کی آیت میں یہ بات بیان ہو چکی ہی کہ کفار اس بات پر قسمیں کھاتے تھے کہ مرکر پھر جینا کوئی چیز نہیں ہے جسکا جواب اللہ پاک نے یہ دیا کہ کیا وجہ ہے جو ایسا نہیں ہو سکتا ضرور ضرور قیامت ہوگی اللہ پاک نے وعدہ کر لیا ہے اور اُسکا وعدہ بالکل حق اور سچا ہوتا ہے اس دنیا کے فنا ہو جانے کے بعد پھر اللہ جل شانہ اپنی ساری مخلوق کو زندہ کریگا یہ مشرک یہ نہیں سمجھتے کہ اللہ تعالیٰ نے قیامت کا دن ہی واسطے مقرر کیا ہی کہ دنیا میں لوگ جن باتوں میں اختلاف کیا کرتے ہیں کوئی رسول کی تصدیق کرتا ہی اور کوئی جھٹلاتا ہے کوئی بتوں کو پوجتا ہے کوئی خالص اللہ جل شانہ کو یہ سب حال لوگوں پر اُس روز کھل جائے گا اور کفار اچھی طرح اپنے کفر کو جان لینگے کہ دنیا میں یہ لوگ جو اعتقاد رکھتے تھے وہ محض غلط تھا اور بالکل گمراہ ہو رہے تھے پھر یہ ارشاد فرمایا کہ کفار کا یہ اعتراض کہ مرنے کے بعد پھر دوبارہ زندہ کرنا ممکن نہیں ہے بالکل غلط ہے کیونکہ جس نے پہلے بغیر نمونہ کے ہر شئی کی ایجاد کی اُسمیں

کیا قدرت نہیں ہے کہ اُس شے کے فنا ہو جانے کے بعد پھر اُسکو دوبارہ وجود میں لائے یہ بات تو بالکل آسان ہے کہ ایک شئی جسکا وجود ہو چکا ہے پھر اُسکو فنا کے بعد ویسا ہی بنا دیا جائے۔ بہت مشکل تو وہ کام ہے کہ جب سرے سے کوئی شئی موجود ہی نہ ہو اور اُسکا ڈھانچہ تیار کیا جائے پھر فرمایا کہ اُسکی قدرت اور اُسکے اختیار کچھ ایسے ویسے نہیں ہیں اُسکا تو ارادہ کرنا ہی کافی ہوتا ہے جب وہ کسی شے کے بنانے کا ارادہ کرتا ہے تو صرف ایک کن کے حکم سے وہ شئی ظہور میں آجاتی ہے۔ صحیح بخاری کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی روایت سے حدیث قدسی اوپر گزر چکی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر انسان سوچے تو پانی جیسی پتلی چیز سے اللہ تعالیٰ نے ماں کے پیٹ میں پتلا بنا کر اُس میں روح پھونکی پھر دوسری دفعہ انسان کی روان دوان خاک سے اُسکے پتلے کے بنانے اور اُس میں روح کے پھونکے جانے کی خبر جو اپنے کلام پاک میں دی تو انسان نے اُسکو جھٹلایا یہ ہٹ دھرمی انسان کو زیبا نہیں تھی بعث ونشور بیہقی اور مستدرک حاکم کے حوالہ سے حضرت عبداللہؓ بن عباس کی معتبر روایۃ اوپر گزر چکی ہے کہ ایک شخص عاص بن وائل نے ایک بوسیدہ ہڈی کو ملکر وہ خاک ہوا میں اڑا دی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی بحث کی کہ یہ روان دوان خاک کہاں سے آویگی اور اسکا پتلہ پھر کیونکر بنے گا۔ مسند امام احمد ابن ماجہ اور مستدرک حاکم کے حوالہ سے بشیرؓ بن حجاش کی معتبر روایۃ گزر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہتیلی پر تھوک کر کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انسان اس تھوک جیسی حقیر چیز سے پیدا ہوا لیکن وہ اپنی حقیقت کو بھول گیا اور حشر کو جھٹلانے لگا اتنا نہیں سمجھتا کہ بغیر حشر کے قائم ہونے اور نیک وبد کی جزا وسزا کے تمام دنیا کا پیدا کرنا بالکل بے ٹھکانے رہتا ہے اور اس طرح کا بے ٹھکانے پیدا کرنا خدا کی شان سے بہت بعید ہے یہ بھی اوپر گزر چکا ہے کہ مرنے کے بعد انسان کی خاک روان دوان ہو کر جہان جہان جاویگی اُسکا سب پتہ اور نشان لوح محفوظ میں لکھا جا چکا ہے۔ ان سب روایتوں کو آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حشر کا انکار انسان کے حوصلہ سے باہر اور بڑی ہٹ دھرمی اور تمام دنیا کو بلا نتیجہ پیدا کرنے کا الزام اللہ تعالیٰ کے ذمہ لگانا ہے۔

منزل ۳

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۭ وَلَاَجْرُ

اور جنہوں نے گھر چھوڑا اللہ کے واسطے بعد اسکے کہ ظلم اُٹھایا البتہ انکو ہم ٹھکانا دینگے دنیا میں اچھا اور ثواب

الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰي رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝

آخرت کا تو بہت بڑا ہے اگر ان کو معلوم ہوتا جو ثابت رہے اور اپنے رب پر بھروسا کیا

رکوع ۱۶

اس آیۃ میں اللہ پاک نے اون لوگوں کی جزا کی خبر دی جنہوں نے محض خدا کے واسطے اپنے گھر بار خویش اقارب سبکو چھوڑا اسلئے فرمایا کہ ان ہجرت کرنے والوں کو ہم دنیا ہی میں بہت اچھا بدلہ دینگے اور بہت ہی اطمینان کی جگہ انکے رہنے کو عطا کرینگے قتادہ کے قول کے موافق یہ آیۃ اُن مہاجرون کی شان میں اوتری ہے جو

اول اول مکہ سے ہجرت کرکے ملک حبش میں جارہے تھے جنکی تعداد کل مرد و عورت ملاکر اسّی نفر کے تھی انکے حق میں اللہ پاک نے ارشاد فرمایا کہ انہیں اچھی جگہ بسنے کو دین گے لنبوئنھم فی الدنیا حسنۃ کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس کا قول یہ ہے کہ اس سے مراد مدینہ ہی جس کا مطلب یہ ہی کہ مشرکوں کی ایذارسانی سے گھبراکر ابھی تو یہ لوگ حبش کو چلے گئے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ انکے ہمیشہ کے لئے رہنے کا انتظام اُس بستی میں فرمادیگا جسکا نام مدینہ ہے جہاں خوشحالی عزت حکومت سب چیزیں انکو ملجاوین گی۔ پھر اللہ پاک نے اِس دنیا کی جزا کو عقبیٰ کی جزا کے مقابل میں ہیچ ٹھہراکر فرمایا کہ آخرت میں ان لوگون کے لئے جو بدلہ جنت میں ہے وہ اِس دنیا کی جزا سے کہیں بڑھکر ہے۔ صحیح بخاری مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہ کی حدیث قدسی ایک جگہ گزرچکی ہے جسمیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا جنت میں نیک بندوں کے لئے جو کچھ ساماں کیا گیا ہے وہ نہ کسی نے آنکھ سے دیکھا نہ کانون سے سنا نہ کسی کے دلمیں اُسکا تصور گزر سکتا ہے۔ یہ حدیث لو کانوا یعلمون کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جس ثواب آخرت کو اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا فرمایا ہے اگر اِن ہجرت کرنے والوں کو اُس کا تفصیلی حال معلوم ہوجاتا تو مخالفوں کی ایذارسانی پہ صبر کرنے کی انکو زیادہ ہمت ہوجاتی لیکن حکمت الٰہی اسی کی مقتضی ہے کہ جنت کی نعمتیں قیامت کے دن ایک ہی دفعہ نیک بندون کی نظر سے گزریں تاکہ امید سے زیادہ نعمتیں پانے سے انکا دل حد سے زیادہ خوش ہوجاوے ابن ماجہ اور صحیح ابن حبان میں عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ بلال عمار صہیب مقداد غرض اِس طرح کے غریب مسلمانوں کو مشرکین مکہ طرح طرح سے ایذا دیتے تھے تاکہ یہ لوگ اسلام سے پھرجاوین لیکن یہ لوگ اسلام پر قائم رہے یہ حدیث انذرہم صبرا وعلیٰ ربہم یتوکلون کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اِن لوگون نے اللہ کی راہ میں مخالفون کی ایذارسانی اور گھربار چھوڑنے کی تکلیف پر صبر کیا اور اُس صبر کے اجر کا بھروسہ اللہ پر رکھا اسلئے اللہ تعالیٰ نے انکو دین و دنیا کی وہ خوبیاں عنایت فرمائیں جنکا ذکر شروع آیۃ میں ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۙ

اور تجھسے پہلے بھی ہم نے یہی مرد بھیجے تھے کہ حکم بھیجتے تھے انکی طرف سو پوچھو یاد رکھنے والون سے اگر تمکو معلوم نہین

بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ۭ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝

بھیجے نشانیان دیکر اور ورق اور تجکو اتاری ہم نے یہ یادداشت کہ تو کھولدے لوگون پاس جو اترا انکی طرف اور شاید وہ دھیان کرین

حضرت عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ جب اللہ پاک نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بناکر بھیجا تو اہل عرب نے آپکی نبوت کا انکار کیا اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں ہے کہ اُس کا رسول آدمی ہو فرشتے کو کیون نہیں ہمارے پاس رسول بناکر بھیجا اُس وقت یہ آیۃ نازل ہوئی اور فرمایا کہ یہ تو اللہ کی ہمیشہ سے عادت ہے کہ جتنے رسول اُسنے بھیجے ہیں وہ سب آدمی تھے کوئی فرشتہ نہ تھا پھر اسکے بعد مشرکوں کو مخاطب ٹھہراکر فرمایا کہ اہل کتاب سے دریافت کرو کہ پہلے رسول بھی آدمی تھے یا فرشتے اگر وہ کہیں کہ فرشتے تھے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت تمہارا اعتراض بجا ہے

اور اگر وہ کہہ دیں کہ نہیں وہ رسول بھی بشر تھے تو تمہارا انکار آنحضرت کی رسالت کے متعلق بالکل بے جا ہے اللہ پاک نے کفار کو خطاب کر کے اہل کتاب سے سوال کرنے کا حکم اسلئے فرمایا کہ مشرکین مکہ اہل کتاب کو صاحب علم جانتے تھے پھر اللہ پاک نے پہلے رسولوں کے متعلق فرمایا کہ انکو ہمنے معجزے اور کتابیں دیکر بھیجا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا کہ ہم تمہاری طرف بھی کتاب اوتارتے ہیں تم اوسے کھول کر انہیں سمجھاؤ شاید یہ لوگ کچھ فکر کریں اور گمراہی سے نکل کر راہ حق کی طرف آنے کی کوشش کریں۔ صحیح بخاری و مسلم میں عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظلم کی تفسیر شرک کے لفظ سے کی ہے۔ صحیح بخاری میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس میں السبع المثانی والقرآن العظیم کی تفسیر سورہ فاتحہ ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت عائشہ سے روایت ہے جسمیں یوم تبدل الارض کی تفسیر میں اللہ کے رسول نے فرمایا ہے کہ زمین جب بدلی جاویگی تو اسوقت سب لوگ پلصراط پر ہونگے یہ حدیثیں اور اس قسم کی اور صحیح حدیثیں لتبین للناس مانزل الیہم کی گویا تفسیر ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن شریف کے جو لفظ دوسرے لفظوں کے ذریعہ سے تفسیر کر دینے کے قابل تھے حکم لتبین للناس مانزل الیہم کی تعمیل میں اللہ کے رسول نے انکی تفسیر بخوبی فرمادی۔ اقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ اتموا الصیام واللہ علی الناس حج البیت اور ایسے اور موقع میں سو تفسیر لفظی کے جہاں حمل کر کے سمجھانے کی ضرورت تھی لتبین للناس مانزل الیہم کی ویسی ہی تعمیل کر دی۔ مشرکین مکہ جب تک قرآن شریف کی نصیحت کے سننے سے بے رغبتی کرتے رہے وہ تو الگ بات ہے۔ سنہ ۶ مین صلح حدیبیہ ہوکر جب مشرکین اور اہل اسلام کے مابین ہیں پھلے کا سا روکا ڈونہیں رہا تو دعلیم تیفکرون کی پیشین گوئی کا ظہور بھی خوب ہوا چنانچہ صلح حدیبیہ پر اہل اسلام کی تعداد چودہ سو تھی اور پھر دو برس کے بعد مکہ کی فتح کے وقت دس ہزار تک پہونچ گئی

منزل ۳

أَفَأَمِنَ الَّذِينَ مَكَرُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ يَخْسِفَ اللَّهُ بِهِمُ الْأَرْضَ أَوْ يَأْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ

سو کیا نڈر ہوئے ہیں جو برے داؤں کرتے ہیں کہ دھسادیوے انکو اللہ زمین میں یا آپہونچے انکو عذاب جہانسے خبر نہ رکھتے ہوں

أَوْ يَأْخُذَهُمْ فِي تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِينَ أَوْ يَأْخُذَهُمْ عَلَىٰ تَخَوُّفٍ فَإِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ

یا پکڑے انکو چلتے پھرتے سو وہ نہیں تھکانے والے یا پکڑے اونکو ڈرانے کر سو تمہارا رب بڑا نرم ہے مہربان

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ اپنی بردباری اور حلم کا حال بیان کرتا ہے کہ یہ لوگ جو برے داؤں کر رہے ہیں کیا اپنے گمان میں بے خوف ہیں جو طرح طرح کے مکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کر رہے ہیں اور قرآن کے ساتھ مسخراپن کرتے ہیں مسلمانوں کو اذیتیں پہونچا رہے ہیں انکو کچھ بھی خدا کا خوف نہیں یہ اس بات سے نہیں ڈرتے کہ خدا انپر اس طرح عذاب نازل کرے کہ زمین میں انکو دھنسادے جس طرح قارون کو غرق زمین کر دیا یا ایسا عذاب انپر بھیجدے کہ انکو خبر بھی نہ ہو جس طرح لوط علیہ السلام کی قوم پر اچانک عذاب بھیجکر ہلاک کر دیا یا اس طرح عذاب انپر اوتارے کہ یہ چلتے پھرتے ہوں سفر میں ہوں یا بازاروں میں آتے جاتے ہوں اور یک بیک انپر عذاب نازل کر دے وہ ہر طرح سے قادر ہے کوئی اسکو عاجز

نہیں کرسکتا ہی نہ یہ کفار کہیں بھاگ کر جاسکتے ہیں او یاخذہم علی تخوف کی تفسیر میں دو قول ہیں ایک یہ ہی کہ اللہ پاک پہلے ہی پہل اپنے عذاب نہ بھیجے بلکہ پہلے انکو خوف دلاوے پھر اپنے عذاب بھیجدے اور دوسرا قول یہ ہی کہ اللہ پاک اِن کے جان ومال کو گھٹا گھٹا کر عذاب بھیجے اِنکے پھل کم ہونے لگے پیداواریں کمی ہوجائے اور مال و دولت اِنسے علیحدہ ہونے لگے اور وہ اِس خوف سے ہلاک ہوجائیں عذاب دنیوی کے طور پر مکہ میں قحط جو پڑا جس کا ذکر صحیح بخاری وغیرہ میں عبداللہ بن مسعود کی حدیث میں ہی اُس سے آخر کے قول کی بڑی تائید ہوتی ہے پھر اللہ پاک نے اپنی بردباری اور رحمت کو بیان کیا کہ باوجود اِن باتوں کے کہ کفار کفر و شرک سے باز نہیں آتے اور رسول کو جھٹلاتے ہیں اور طرح طرح کی تکلیف دیتے ہیں مگر خدا اپنے عذاب نہیں بھیجتا اور نہ انکی روزی میں کمی کرتا ہی وہ بڑا رؤف و رحیم ہے۔ صحیحین کے حوالہ سے ابوموسیٰ اشعری کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے کہ اللہ سے بڑھکر کوئی بھی بردبار نہیں ہے لوگ خدا کا بیٹا ٹھہراتے ہیں اور وہ اسپر بھی اُن کو روزی پہونچاتا ہے اور آرام سے رکھتا ہی۔ دوسری حدیث صحیحین میں ابوموسیٰ اشعری کی یون ہی کہ اللہ پاک ظالم کو مہلت دیتا ہی پھر جب پکڑ لیتا ہی تو نہیں چھوڑتا۔ اِن حدیثوں کو آیتوں کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب قرار پایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی بردباری سے اِن مشرکین مکہ کو مہلت دے رکھی ہے جس مہلت کے زمانے میں یہ لوگ اپنی مالداری کے نشہ میں مغرور اور تندرست مسلمانوں کو حقیر جانتے ہیں اور اُنکو طرح طرح کے مکر و فریب اور ایذا رسانی سے تنگ کرتے ہیں لیکن مہلت کے زمانے میں اگر یہ مشرک اپنی شرارت سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ انکو ایسا پکڑیگا جس سے انکا چھٹکارہ مشکل ہوگا۔ منزل ۲ اللہ سچا ہے اللہ کا کلام سچا ہے ان مشرکون کی پہلی پکڑ تو ہجرت سے پیشتر مکہ کے قحط سے ہوئی جسکا ذکر صحیح بخاری کی عبداللہ بن مسعود کی روایۃ کے حوالہ سے ایک جگہ گزر چکا ہی پھر ہجرت کے بعد بدر کی لڑائی میں اِن کے بڑے بڑے سرکش مارے گئے اور مرتے ہی آخرت کے عذاب میں گرفتار ہوگئے جس عذاب کے جتلانے کے لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن لوگوں کی لاشون پر کھڑے ہوکر فرمایا کہ اب تو تم لوگون نے اللہ تعالے کے وعدے کو سچا پالیا چنانچہ اس کا ذکر بھی صحیح بخاری و مسلم کی انس بن مالک کی روایت کے حوالہ سے گزرا ہے۔

أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَىٰ مَا خَلَقَ اللَّهُ مِن شَيْءٍ يَتَفَيَّأُ ظِلَالُهُ عَنِ الْيَمِينِ وَالشَّمَائِلِ سُجَّدًا لِّلَّهِ وَهُمْ دَاخِرُونَ

کیا نہیں دیکھتے جو اللہ نے بنائی ہے کوئی چیز ڈھلتی ہیں چھانو ئین اُنکے داہنے سے اور بائین سے سجدہ کرتے اللہ کو اور وہ عاجزی میں ہیں

اللہ پاک اِس آیت میں اپنی عظمت و دبدبہ کی خبر دیتا ہے کہ باوجود اِس بات کے کہ وہ ایسا صاحب عظمت ہے کہ کل چیزیں اوس کے حکم کی فرمانبردار ہیں کیا حیوان اور کیا بے جان اسی طرح خواہ فرشتے ہوں خواہ جن ہوں سب اُسکے قہر و غلبہ کے سامنے مجبور و لاچار ہیں کل وہ چیزیں جن کا سایہ ہے جاندار ہوں یا بے جان صبح و شام داہنے بائین خدا برتر کے سامنے سجدہ کرتی ہیں مجاہد کا قول ہی کہ جب سورج ڈھلتا ہے تو ہر چیز اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتی ہے اور کل مخلوق خدا کے سامنے حقیر ہے کسی کی حقیقت و ہستی اُس کے آگے نہیں ہے وہ سب سے بڑا صاحب شوکت ہے ترمذی کے حوالہ سے حضرت

عمر کی حدیث جو آگے آتی ہے وہ بھی گویا اس کی تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ سب چیزون کا سایہ زوال سے پہلے سیدھے ہاتھ کی طرف اور سورج کے ڈھلنے کے بعد الٹے ہاتھ کی طرف جو آتا ہے یہی سب چیزون کے سایہ کے لئے اللہ تعالی نے سجدہ مقرر کیا ہے آیۃ و للہ یسجد من فی السموات والارض طوعاً وکرہاً وظلالہم بالغدو والاصال جو سورہ الرعد میں گزر چکی ہے حضرت عبداللہ بن عباس کے شاگردوں میں سے مجاہد نے اوس سورۃ الرعد کی آیت کو اس آیت کی تفسیر قرار دیا ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ زمین کے ایماندار جن وانس اور آسمان کے سارے فرشتے خوشی سے اللہ کو سجدہ کرتے ہیں اور ایمان دار جن وانس کی پرچھائیاں بھی سجدہ کرتی ہیں اور مشرک لوگ خود تو بتون کو سجدہ کرتے ہیں مگر ان کی پرچھائیاں اللہ تعالی کو سجدہ کرتی ہیں۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوذر کی حدیث قدسی ایک جگہ گزر چکی ہے جس میں اللہ تعالی نے فرمایا تمام دنیا کے جنات اور انسان اللہ کی عبادت میں مشغول اور پرہیزگار ہوجاوین تو اس سے اللہ کی بادشاہت مین کچھ بڑھ نہ جاویگا اسی طرح اگر یہ سب اللہ کی عبادت چھوڑ دیوین تو اس سے اسکی بادشاہت میں سے کچھ گھٹ نہ جاویگا اس حدیث کو بھی آیت کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ مشرک لوگ خالص اللہ کو جو سجدہ نہیں کرتے اللہ تعالی کو نہ اس کی کچھ پرواہ ہے نہ اون کے سجدہ نہ کرنے کے سبب سے اس کی بادشاہت میں سے کچھ گھٹ جاوے گا لیکن اللہ کی عظمت اور بڑائی کا اثر ان کی پرچھایون پر ایسا ہے کہ وہ بے اختیار اللہ کو سجدہ کرتے ہیں معتبر سند سے مسند امام احمد ترمذی ابن ماجہ اور مستدرک حاکم میں ابوذر سے روایت ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آسمان پر چار انگل بھی جگہ ایسی نہیں ہے جہان ایک فرشتہ سجدہ میں نہ پڑا ہو فرشتون کے سجدہ کرنے کا اس آیت میں مختصر طور پر اور آگے کی آیۃ میں صاف طور پر جو ذکر ہے یہ حدیث اوس کی گویا تفسیر ہے۔

متوں ۳

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝

اور اللہ کو سجدہ کرتا ہے جو آسمان میں اور جو زمین میں ہے جاندارون سے اور فرشتے اور وہ بڑائی نہیں کرتے

السجدۃ ع ۶ ۱۲

يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝

ڈرتے ہیں اپنے رب کا اوپر سے اور کرتے ہیں جو حکم پاتے ہیں

ترمذی میں حضرت عمرؓ سے روایت ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا ظہر کی چار سنتین بڑے ثواب کی چیز ہیں ان چار رکعتون کا ثواب گویا تہجد کا سا ثواب ہے اسی ذکر کے سلسلہ مین آپ نے فرمایا کہ زوال کے بعد سب چیزین اللہ پاک کے نام کی تسبیح پڑھتی ہیں یہ فرماکر پھر آپ نے اوپر کی آیۃ پڑھی غرض فرشتے انسان جن پہاڑ درخت دیوار سب کے اوپر اللہ کی عظمت اور بڑائی کا اثر ہے پہاڑ درخت اور سب چیزونکا سایہ زوال سے پہلے سیدھے ہاتھ کی طرف اور سورج ڈھلنے کے بعد الٹے ہاتھ کی طرف جو آجاتا ہے یہ اللہ تعالی نے سایہ کے لیئے سجدہ مقرر کیا ہے اور یہی اسکی عبادت ہے اس حدیث کی روایت میں علی بن عاصم منفرد ہے لیکن تقریب میں اسکو صدوق کہا ہے

اور امام احمد ابن حنبل نے اسکو ناقابل اعتراض ٹھرایا ہی اس حدیث میں دوپہر کے وقت اصل چیزون کی تسبیح کا بھی ذکر ہے اگرچہ معتبر سند سے مسند بزار اور مستدرک حاکم میں عبداللہ بن عمرو بن العاص کی جو حدیث ہی اوس سے معلوم ہوتا ہی کہ ان چیزون کی تسبیح سبحان اللہ وبحمدہ ہی لیکن عام لوگونکی سمجھ میں وہ تسبیح نہیں آسکتی چنانچہ تفصیل سے یہ ذکر سورہ بنی اسرائیل میں آویگا مسند امام احمد ترمذی ابن ماجہ اور مستدرک حاکم کے حوالہ سے ابوذر کی معتبر روایت اوپر گزر چکی ہی اور یہ بھی گزر چکا ہی کہ آیت میں فرشتون کے سجدہ کا جو ذکر ہے وہ حدیث اسکی گویا تفسیر ہے اس آیت سے آگے اللہ تعالی نے مشرکون کا ذکر فرمایا ہے ان آیتون کا اور آگے کی آیتون کا حاصل مطلب یہ ہی کہ بے جان چیزون کو اپنے خالق کے پہچاننے کی سمجھ ہے جو انسان اپنے آپ کو جاندار سمجھدار سمجھتے ہیں اور پھر اپنے خالق کو چھوڑ کر دوسری چیزون کی پرستش کرتے ہیں وہ بے جان چیزون سے بھی بدتر ہیں۔

وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ۝ وَلَهٗ مَا فِي

اور کہا ہے اللہ نے نہ پکڑو معبود دو وہ معبود ایک ہی ہے سو مجھی سے ڈرو اور اوسی کا ہے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا ۭ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ۝ وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ

جو کچھ ہے آسمانون میں اور زمین میں اور اوسی کا انصاف ہے ہمیشہ سو کیا سوا اللہ کے کسی سے خطرہ رکھتے ہو اور جو تمہارے پاس کوئی نعمت

اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْــَٔرُوْنَ ۝ ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ

سوا اللہ کی طرف سے پہر جب لگتی ہے تمکو سختی سو اسی کے طرف چلاتے ہو پہر جب کھولدی تم سے سختی تب ہی ایک فرقہ تم میں

بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ۝ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۭ فَتَمَتَّعُوْا ۣ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝

اپنے رب کے ساتھ لگنا ہی شریک بتانے تا منکر ہوجاویں اسچیز سے جو ہم نے دی سو برت لو آخر معلوم کروگے

اوپر ذکر تھا کہ مشرکونکی پرچھائیاں بے اختیار اللہ تعالی کو سجدہ کرتی ہیں اس ذکر کے بعد خود مشرکون کو یہ ہدایت ہی کہ تم بھی اللہ کے ساتھ اور کسی کو شریک نہ کرو کیونکہ عبادت اور کسی کو لائق نہیں ہے اگر ہے تو اوسی خدائے وحدہ لاشریک کو زیبا ہے اور پھر یہ فرمایا کہ سوائے اللہ کے اور کسی سے نہ ڈرو یہ بت اس قابل نہیں ہیں جو ان کا خوف مانا جائے انہیں کوئی قدرت نہیں ہے کہ کسی کو کچھ نقصان پہنچا سکین البتہ اللہ کے قہر و غضب سے ڈرو کیونکہ اسکی وہ پکڑ ہے جس کی کوئی پناہ نہیں ہے آسمان و زمین میں جس قدر مخلوق ہے وہ سب اللہ ہی کے تحت حکومت میں ہے ان میں کسی کی ذرہ برابر بھی شراکت نہیں ہے اسی لئے خالص اسی کی عبادت سزاوار ہے اور ہمیشہ اوسی کی اطاعت و فرمانبرداری زیبا ہی کسی غیر سے کیون ڈرتے ہو کسی کا خوف کیون کرتے ہو کیونکہ عظمت اور قدرت تو صرف خداوند جل جلالہ کو ہے اور کل اشیا اوسکی محتاج ہیں۔ اور فنا ہونے والی ہیں کوئی ذات اگر ہمیشہ باقی رہیگی تو وہ خدا ہی کی ذات ہے پہر اوس کے بعد اپنی نعمتون پر شکر کرنے کا ارشاد کیا ہے۔ جتنی نعمتیں تمہین دنیا مین

منزل ۴

حاصل ہیں وہ سب خدا کی عنایت ہی مال و دولت اہل و اولاد رزق کی فراخی سب اوسی کی دی ہوئی چیزیں ہیں اس لئے بندوں پر واجب ہے کہ اوسکا شکر ادا کریں۔ کیونکہ جب کسی کو کسی سے کچھ فائدہ پہنچتا ہے تو اوسکی شکر گزاری بھی ضرور کرنی ہوتی ہی پھر اسکے بعد انسان کی غفلت کو بیان فرمایا کہ جس وقت انسان کو خوشحالی اور فارغ البالی ہوتی ہے اُسوقت اللہ کو بھولا رہتا ہی مگر جب کوئی مصیبت کا سامنا ہوتا ہے بیماری یا کوئی اور سختی درپیش ہوتی ہی تو خدا سے چلا چلا کر فریاد کرنے لگتا ہے پھر جب خدا اُسکی فریاد کو سُن لیتا ہے اور اوسکی مصیبت دور کر دیتا ہے تو جو لوگ گمراہ ہیں اوس خدائے برتر کا غیروں کو شریک ٹھہرانے لگتے ہیں اور اللہ کو بالکل بھول جاتے ہیں گویا کوئی وقت سختی کا اُنپر آیا ہی نہ تھا پھر یہ فرمایا کہ یہ شرک کرنا انکا اِسلئے ہوتا ہے کہ جو کچھ اللہ نے انکو دیا ہے اسکو بالکل بھول جائیں پھر فرمایا خیر تم دنیا میں جس طرح چاہو کفران نعمت کرو جیسے چاہو خدا کی نعمتوں کا انکار کرو آگے آگے معلوم کروگے کہ تمہارا کیا حال ہوگا اور کیا وقت تمہیں پیش آوے گا اور کیا انجام ہوگا دنیا میں تمپر کیا بلا آنے والی ہے اور آخرت میں کیا گت تمہاری ہوگی مشرکین مکہ اپنے مطلب کے وقت اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے قائل ہو جاتے تھے اور جب مطلب نکل جاتا تھا تو پھر شرک کرنے لگتے تھے چنانچہ سورۃ العنکبوت میں آویگا کہ جب یہ لوگ کشتی میں سوار ہوتے اور ناموافق ہوا سے ڈرتے تو اکیلے اللہ کو پکارتے اور جب خشکی میں آکر وہ ڈر جاتا رہتا تو پھر مشرک بنجاتے اِسی واسطے فرمایا اللہ کا دین ہمیشہ [illegible] کہ ان لوگوں کو چاہیئے کہ مطلب اور بے مطلب کے وقت اُسی کو اپنا معبود جانیں اور دو معبود ٹھہرانے چھوڑ دیں۔ صحیح بخاری کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت ایک جگہ گزر چکی ہی کہ قوم نوح میں کے کچھ نیک لوگ مر گئے تھے جنکے مرنے کا رنج اُنکے رشتہ داروں اور معتقدوں کو بہت تھا شیطان نے موقع پاکر ان لوگوں کے دلمیں یہ وسوسہ ڈالا کہ اُن نیک لوگوں کی شکل کی مورتیں بناکر اُنکھوں کے سامنے رکھ لی جاویں تو اُن مورتوں کے ہر وقت دیکھ لینے سے اُنکے آنکھوں کے سامنے سے اوٹھ جانے کا رنج کسی قدر کم ہو جاویگا۔ اِس وسوسہ کے موافق اُن لوگوں نے وہ مورتیں بنائیں اور کچھ عرصہ کے بعد اون مورتوں کی پوجا ہونے لگی جو آجتک چلی آتی ہے یہ مورتیں اُن لوگوں کے مرنے کے بعد بنائی جاکر اون مورتوں کی پوجا شروع ہوئی ہے اِسلئے وہ نیک لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو اپنا گواہ قرار دیکر اس معاملہ سے اپنی بیزاری ظاہر کرینگے چنانچہ اِس کا ذکر سورہ یونس میں گزر چکا ہے حاصل کلام یہ ہے کہ مورتیں تو بالکل پتھر ہیں اور مورتوں والے پوجا سے بیزار اسی واسطے ان بتوں سے ڈرنے کو اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی شکر گزاری میں ان بتوں کو شریک ٹھہرانے کو ان آیتوں میں لاحاصل قرار دیا گیا ہے۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے انس بن مالک کی روایت ایک جگہ گزر چکی ہی کہ بدر کی لڑائی میں مشرکین مکہ میں کے بڑے بڑے سرکش مارے گئے اور مرتے ہی عذاب آخرت میں گرفتار ہو گئے جس عذاب کے جتلانے کے لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی لاشوں پر کھڑے ہو کر یہ فرمایا تھا تو تم لوگوں نے اللہ کا وعدہ سچا پایا ان آیتوں میں فتمتعوا فسوف تعلمون

کا جو وعدہ تھا اُسکے ظہور کی یہ حدیث گویا تفسیر ہے۔

وَيَجْعَلُونَ لِمَا لَا يَعْلَمُونَ نَصِيبًا مِّمَّا رَزَقْنَاهُمْ ۗ تَاللَّهِ لَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنتُمْ تَفْتَرُونَ ۝

اور ٹھہراتے ہیں ایسونکو جنکی خبر نہیں رکھتے ایک حصہ ہماری دی روزی میں سے قسم اللہ کی تم سے پوچھنا ہے جو جھوٹھ باندھتے تھے

اوپر ذکر تھا کہ جو بلائیں اور بیماریاں ان لوگون کو پہونچتی ہیں اور یہ خدا سے گڑگڑانے لگتے ہیں اور خداوند عالم محض اپنی شان رحیمی سے فضل کرتا ہے اور وہ ضرر انسے دفعہ کر دیتا ہے تو بجائے اُسکے شکریہ کے طرح طرح کی ناشکریان انسے سرزد ہونے لگتی ہیں۔ اس آیۃ میں فرمایا یہ بت جو بالکل بیخبر پتھر ہیں اُنکے واسطے اللہ کی دی ہوئی روزی میں سے یہ لوگ حصہ مقرر کرتے ہیں اور اُن بتون کو اسکی مطلق خبر بھی نہیں ہے نہ جاندار ہیں نہ اونہیں آنکھیں ہیں نہ کان۔ حاصل اسکا یہ ہے کہ یہ بت جنکو کسی شئی کے سمجھنے بوجھنے کی قوت نہیں کفار اپنے مال میں سے انکا حصہ ٹھہراتے ہیں مجاہد کا یہ قول ہے کہ کفار جانتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے انکو پیدا کیا ہے اور ہر طرح کا فائدہ و نقصان وہی انہیں پہونچاتا رہتا ہے یہ بت جنکو فائدہ اور نقصان کا علم نہیں ہے یہ مشرک اللہ کی دی ہوئی روزی میں سے اُنکا حصہ ٹھہراتے ہیں۔ سدی کا قول یہ ہے کہ یہ آیت اُس آیت کی طرح ہے جو سورہ انعام میں گزر چکی۔ ہذا للہ بزعمہم وہذا لشرکائنا۔ جسکا مطلب یہ ہے کہ یہ مشرک اپنے مال و دولت و چارپایون میں خدا کا حصہ مقرر کرتے تھے اور اپنے بتون کے واسطے بھی حصہ مقرر کرتے تھے اور جو مال خدا کے نام کا اچھا دیکھتے تھے تو اُسکو بتون کے حصہ میں بدل دیتے تھے اور جو چیز بتون کے واسطے مقرر کرتے تھے اگر وہ اچھی ہوتی تھی تو خدا کے واسطے اُسکو نہیں بدلتے تھے۔ غرضکہ اس بات پر اللہ پاک نے اپنی ذات کی قسم کھائی کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ضرور ان لوگوں سے پوچھے گا کہ یہ لوگ دنیا میں کیا جھوٹھ اللہ پر باندھا کرتے تھے۔ ترمذی مسند بزار اور طبرانی کے حوالہ سے ابو برزہ اور معاذ بن جبل کی معتبر روایتیں گزر چکی ہیں کہ قیامت کے دن ہر شخص کو چار باتون کی جوابدہی کے لئے اللہ تعالیٰ کے روبرو کھڑا ہونا پڑے گا۔ (۱) تمام عمر کن کامون میں گزاری (۲) جوانی میں کیا کیا (۳) روپیہ پیسہ کیونکر کمایا اور کہان خرچ کیا (۴) علم دین کی نصیحت پر کیا عمل کیا۔ ان روایتون کو آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ مشرکون نے جو کچھ عمر بھر اللہ تعالیٰ پر جھوٹھ باندھا ہے ان چار باتون کی جوابدہی میں وہ سب کھل جاویگا صحیح مسلم کے حوالہ سے ابو ہریرہ کی حدیث گزر چکی ہے کہ جو شخص ان باتون کے جواب کے وقت جھوٹ بولیگا تو اُسکے منہ پر خاموشی کی مہر لگائی جاکر اُسکے ہاتھ پیرونکو اصل حال بیان کرنے کا حکم ہوگا۔

وَيَجْعَلُونَ لِلَّهِ الْبَنَاتِ سُبْحَانَهُ ۙ وَلَهُم مَّا يَشْتَهُونَ ۝ وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمَٰنِ

اور ٹھیراتے ہیں اللہ کی بیٹیان وہ اس لائق نہیں اور آپ کو جو دل چاہے اور جب خوشخبری ملی ایسی کسی کو بیٹی کی

مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ۝ يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ مِن سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ ۚ أَيُمْسِكُهُ

سارے دن سے اُسکا منہ سیاہ اور جی میں گھٹ رہا چھپے لوگون سے ارے برائی اُس خوشخبری کی جو سنے اُسکو رہنے دے

عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝

ذلت قبول کرکر یا اسکو داب دے مٹی میں سنتا ہے بری چکوتی کرتے ہیں

اوپر کی آیتون میں اللہ تعالی نے مشرکون کی بیوقوفی اور انکا بے جان چیزون سے بھی بدتر ہونا فرماکر اس آیۃ مین ایک اور بیوقوفی اونکی بیان فرمائی ہے اس بیوقوفی کی دو شاخین ہیں ایک تو یہ ہے کہ مشرک لوگ فرشتون کو اللہ کی بیٹیان کہتے تھے دوسرے یہ کہ اپنی اولاد میں لڑکی کے پیدا ہونے سے بہت چڑتے تھے یہان تک کہ انھون نے یہ ایک رسم ٹھہرا رکھی تھی کہ لڑکی پیدا ہوکر چھ برس کے اندر اپنی موت سے مرگئی تو خیر ورنہ جنگل مین ایک گڑھا کھود کر اچھے کپڑے پہنا کر اوس لڑکی کو جنگل میں لیجاتے تھے اور اوسے گڑھے میں جھانکنے کو کہتے جب وہ جھانکتی تو اسکو گڑھے میں دھکا دیتے تھے اور اوپر سے مٹی ڈالکر اسکو جیتا دبا دیتے تھے اللہ تعالی نے فرمایا کہ یہ دونون باتین انکی بیوقوفی کی ہیں اللہ اولاد۔ شریک سب سے پاک ہی اسکو اولاد سے کیا تعلق علاوہ اسکے جس اولاد کو خود یہ لوگ نہیں پسند کرتے اوسکو اللہ کی طرف منسوب کرنا یہ اور بیوقوفی در بیوقوفی ہے اسلام نے مشرکون کی اس لڑکی کے پیدا ہونے سے چڑنے کی رسم کو مٹایا اور لڑکی پیدا ہو تو اسکو محبت سے پالنے پر اجر کا وعدہ اسلام میں آیا ہے چنانچہ صحیح بخاری مین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ دنیا میں جو شخص لڑکی کے پالنے اور اوسکے شادی بیاہ کرنے کا بوجھ اوٹھاوے گا تو عاقبت میں وہ لڑکی دوزخ کی آگ کی ڈھال بن جاویگی۔ منزل ۳

صحیح مسلم کے حوالہ سے عمرو بن العاصؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے کہ جو مشرک شخص دائرہ اسلام مین داخل ہو اسکے زمانہ شرک کے سب گناہ معاف ہوجاتے ہیں معتبر سند سے مسند بزار میں قیس بن عاصم سے روایت ہے جس مین قیس بن عاصم نے آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حضرت مین نے اسلام سے پہلے چند زندہ لڑکیون کو گاڑ دیا ہے اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر لڑکی کے معاوضہ میں ایک غلام آزاد کرنا چاہیئے۔ یا ایک اونٹ کی قربانی کرنی چاہیئے ان حدیثون کو آیتون کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ عمرو بن العاص کی حدیث میں سنوا جیتی لڑکیون کے زمین میں دبا دینے کے اسلام سے پہلے کے اور گناہون کا ذکر ہے اور جیتی لڑکیون کے زمین میں دبا دینے کا حکم وہ ہے جس کا ذکر قیس بن عاصم کی حدیث میں ہے کہ اسلام کے بعد بھی اس جرم کی سزا فدیہ سے بدل جاتی ہے۔ جو فدیہ ایک غلام کے آزاد کرنے یا ایک اونٹ کی قربانی سے پورا ہوسکتا ہے۔

لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ۚ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ ع ۱۳

جو نہیں مانتے پچھلے دن کو انہین پر بری کہاوت ہے اور اللہ کی کہاوت سب سے اوپر اور وہی ہے زبردست حکمت والا

اس سے اوپر کی آیتون میں اللہ پاک نے یہ بیان کیا تھا کہ مشرکین مکہ لڑکیون کے پیدا ہونے سے ناک

چڑہاتے ہیں اور ان بیچاریوں کو اپنے لیئے ننگ و عار سمجھتے ہیں اور ان غریب معصوموں کو زندہ زمین میں دفن کر دیتے ہیں اور باوجود اس بات کے اپنی زبان سے یہ کہا کرتے ہیں کہ خدا کی لڑکیاں ہیں اور فرشتون کو خدا کی بیٹیان جانتے ہیں اپنے واسطے تو لڑکیاں پسند نہیں کرتے اور اس خدائے پاک کو جسکے نہ بیوی ہو نہ بچہ بیٹیوں کا ہونا بتلاتے ہیں وہ ان باتون سے بالکل پاک ہو وہ نہ اولاد کا محتاج اور کسی رشتے کنبے والوں کا پھر اب یہ فرمایا اصل بات یہ ہو کہ یہ لوگ آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے ہیں انہیں اس حساب و کتاب کے دن کا بالکل خوف نہیں ہے انہیں لوگوں کے واسطے بری مثالیں ہیں جاہل ہیں تو یہی ہیں کافر ہیں تو یہ ہیں - خدا کے ساتھ شریک ٹھہرانا انہیں کا کام ہو خدا کو آل و اولاد کا محتاج بتلانا انہیں کا قول ہو خدا تو ان باتوں سے بالکل پاک وصاف ہو اسکے واسطے نہایت ہی اعلیٰ درجہ کی مثالیں ہیں وہ بری باتون کو بندون کے حق میں بھی نہیں پسند کرتا ہے اپنی ذات کے واسطے کیونکر گوارا کریگا وہ تو بڑا ہی غالب ہے کوئی اس پر غالب نہیں ہو سکتا اسکی حکمت سب سے بلند ہو وہ بڑا ہی حکمت والا ہے صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو موسیٰ اشعری کی حدیث گزر چکی ہو جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے بڑھکر کوئی بردبار نہیں ہے کہ لوگ اسکو صاحب اولاد قرار دیتے ہیں اور وہ ان لوگوں کے رزق اور انکی صحت کے انتظام کو برقرار رکھتا ہے - اس حدیث کو آیہ کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہو کہ حشر کے منکر لوگ اللہ کی قدرت میں بٹہ لگاتے ہیں حشر کو اسکی قدرت سے باہر گنتے ہیں اسکو اولاد کا محتاج بتلاتے ہیں مخلوق کو اس خالق کا شریک ٹھہراتے ہیں لیکن اسنے اپنی بردباری سے ایسے لوگونکی راحت کا انتظام برقرار رکھا ہو۔

منزل ۳

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ

اور اگر پکڑے اللہ لوگون کو انکی بے انصافی پر نہ چھوڑے زمین پر ایک چلنے والا لیکن ڈھیل دیتا ہے انکو ایک وعدے تک

فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ۝ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ

پھر جب پہنچا انکا وعدہ نہ دیر کرینگے ایک گھڑی اور نہ جلدی اور کرتے ہیں اللہ کا جو اپنا جی نہ چاہے

وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى ۭ لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ

اور بناتے ہیں زبانیں انکی جھوٹ کہ انکو خوبی ہے ایسی ثابت ہوا کہ انکو آگ ہے اور وہ بھلائے جاتے ہیں

اللہ پاک اس آیہ میں اپنے درگزر کا حال بیان فرماتا ہو کہ یہ مشرک لوگ جیسے جیسے فتنہ و فساد برپا کرتے ہیں اگر خدا کو اس فتنہ و فساد کا مواخذہ منظور ہو تو انکے ساتھ انکی بدبختی کی وجہ سے ساری دنیا کو ہلاک کر دے اور کوئی جاندار روئے زمین پر باقی نہ چھوڑے - صحیح مسلم میں ابن عمرؓ سے ایک روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی پر عذاب کا ارادہ کرتا ہو تو اس عذاب میں اس قوم کے سارے آدمیون کو شریک کرتا ہے پھر یہ لوگ اپنی اپنی نیت کے مطابق اٹھائے جائیں گے جس کا مطلب یہ ہو کہ جیسی جسکی نیت اور جیسے جسکے اعتقاد ہونگے ویسا ہی اسکا حشر ہوگا چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں ایسا ہو چکا ہے کہ سوا اہل کشتی کے سارا جہان اس طوفان میں ہلاک ہو گیا کوئی ملک کوئی گانون کوئی فرد باقی

نہیں رہا۔ پھر اللہ پاک نے یہ ارشاد فرمایا کہ ہم نے ان لوگون کو ڈھیل دیر کھی ہے اور ایک وعدہ مقررہ تک انکا ہلاک کرنا منظور نہیں ہے جب وہ وقت آجاویگا تو پھر گھڑی بھر کی بھی مہلت نہیں ملے گی اور اس میں بھی خدا کی بہت بڑی مصلحت ہے کہ انکو ایک زمانہ تک زندہ باقی رکھا ہے اور عذاب بھیجکر ہلاک نہیں کیا کیونکہ خداوند جل شانہ عالم الغیب ہے اسنے انہین اس بات کا موقع دیا کہ شاید یہ عذر کریں اور اپنے کفر اور سرکشی سے شرمسار ہوکر دین اسلام میں داخل ہوجائیں اور انکی نسل سے جو اولاد پیدا ہو وہ اہل ایمان ہو پھر اللہ پاک نے اسبات کا ذکر کیا کہ جن باتون سے کفار کو عار ہے اور جو بات یہ لوگ اپنے واسطے پسند نہیں کرتے مثلاً لڑکیون کا ہونا وہ خداوند جل جلالہ کے حق میں یون کہتے ہیں کہ فرشتے خدا کی بیٹیان ہیں اور خدا کے ساتھ بتون کو شریک ٹھہراتے ہیں حالانکہ خود انکو یہ گوارا نہیں ہے کہ کوئی شخص انکی ملکیت مین قبضہ کرے اور انکے مال میں تصرف کرے پھر خدائے غالب و قہار کے ساتھ اسکے صفات میں کیونکر کسی کو شریک سمجھتے ہیں۔ آسمان زمین کے انتظام میں کوئی اسکا شریک نہیں اور باوجود ان باتون کے پھر وہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ انہیں آخرت میں فلاحیت ہوگی یہ کیونکر ممکن ہے کہ دنیا میں تو تم ایسے ایسے ظلم و فساد کرو رسولون کو جھٹلاؤ کفر کرو خدا کے شریک ٹھہراؤ خدا کی ذات میں عیب لگاؤ کہ اسکی بیٹیان ہیں اور پھر آخرت میں بھلائی کی امید رکھو ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا ہے وہان تو ان لوگون کے واسطے دوزخ ہے اور پہلے پہل یہی دوزخ میں ڈالے جائیں گے اور جس طرح دنیا میں یہ لوگ خدا کو بھولے ہوئے بیٹھے تھے اسی طرح یہ لوگ وہان اللہ کی رحمت سے ایسے بھلائے جائیں گے پھر انکی کوئی خبر بھی نہیں لے گا صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو موسیٰ اشعری کی حدیث گزر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک وقت مقررہ تک اللہ تعالیٰ نافرمان لوگون کو مہلت دیتا ہے اور جب یہ لوگ مہلت کے زمانہ میں اپنی سرکشی سے باز نہیں آتے تو پھر انکو برباد کردیتا ہے۔ اس حدیث کو آیتون کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ مشرکین مکہ کو اللہ تعالیٰ نے وقت مقررہ تک مہلت دی لیکن مہلت کے زمانہ میں جب یہ لوگ اپنی سرکشی سے باز نہ آئے تو انکی بربادی شروع ہوئی پہلے مکہ میں سخت قحط پڑا جسمین یہ لوگ مردار جانور دن کی کھالین تک کھا گئے۔ پھر بدر کی لڑائی میں ان کے بڑے بڑے سرکش مارے گئے اور پھر فتح مکہ کے بعد انمین کوئی سرکش دنیا پر باقی نہ رہا چنانچہ فتح مکہ کے وقت اللہ کے رسول نے انکے بتون کو لکڑیان مار مار کر زمین پر گرادیا اور کوئی شخص اون کی حمایت کو کھڑا نہیں ہوا۔ سورہ احقاف مین فرمایا۔ وقال الذین کفروا للذین آمنوا لو کان خیرا ما سبقونا الیہ۔ مطلب یہ ہے کہ مشرکین مکہ مین کے مالدار لوگ غریب مسلمانون سے یہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے جسطرح اپنی مہربانی سے دنیا میں ہمکو خوشحال کر رکھا ہے جسکے سبب سے ہمان غریب مسلمانون سے ہر حال میں بہتر ہیں اگر حشر کا قائم ہونا سچ ہوتا اور اسلام حشر کی بہبودی کا سبب ہوتا تو دنیا کی بہبودی کے قیاس سے ہم ان غریب مسلمانون سے پہلے دائرہ اسلام میں داخل ہوجاتے سورہ احقاف کی آیت وتصف السنتہم الکذب ان لہم الحسنی کی تفسیر ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ یہ لوگ دنیا مین اللہ تعالیٰ

منزل ۳

اکی قدرت میں بتون کو شریک قرار دیتے ہیں اور اللہ تعالی کی شان میں صاحب اولاد ہونے کا بٹہ لگاتے ہیں اور بٹہ بھی ایسا کہ خود تو لڑکیوں سے گھبراتے ہیں اور راضی نہیں لڑکیون کو اللہ کی اولاد قرار دیتے ہیں لڑکون کو اپنے لئے پسند کرتے ہیں اور پھر دنیا کی چند روزہ خوشحالی کے قیاس پر عقبیٰ کی خوشحالی کی توقع رکھتے ہیں ان لوگون کا اللہ پر یہ جھوٹ باندھنا ہے۔ نمرود فرعون اور قارون دنیا میں ان لوگوں سے زیادہ خوشحال تھے لیکن انکی بداعمالی نے جو نتیجہ دنیا میں دکھایا وہ ان لوگوں نے سنا ہوگا اسلئے انکو ہوشیار کر دیا جائے کہ ایسے حد سے بڑھ جانے والے سرکش لوگون کو عقبیٰ کی بہبودی کا میسر آنا تو درکنار بلکہ ایسے لوگون کا انجام دوزخ ہے کیونکہ یہ بات اللہ تعالی کے انصاف کے بالکل برخلاف ہے کہ وہ نیک و بد کا عقبیٰ میں ایک انجام کر دیوے۔ ترمذی اور ابن ماجہ کے حوالہ سے شداد بن اوس کی معتبر روایۃ ایک جگہ گزر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عقلمند وہ شخص ہے جو موت سے پہلے موت کے بعد کا کچھ سامان کر لیوے اور نادان وہ شخص ہے جو عمر بھر اللہ تعالی کی نافرمانی میں لگا رہے اور عقبیٰ کی بہبودی کی توقع رکھے اس حدیث کو بھی آیتون کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ مشرکین مکہ طرح طرح کی نافرمانیون میں گرفتار رہکر دونون جہان کی بہبودی کی توقع جو اللہ تعالی سے رکھتے تھے یہ اون لوگون کی بڑی نادانی اور ایک شیطانی وسوسہ تھا۔ مفرطون کو بعضے سلف نے افراط سے لیا ہے جسکے معنے حد سے بڑھ جانے کے ہیں شاہ صاحب نے ترجمہ میں یہی قول لیا ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ وسوسہ شیطانی نے ان لوگون کو نافرمانی میں حد سے بڑھا دیا ہے اسلئے انکا ٹھکانا دوزخ ہے قتادہ نے مفرطون کو فرط سے لیا ہے جسکے معنے پیشرو کے ہیں مطلب یہ ہے کہ ایسے سرکش لوگ پیشرو کی طرح عام دوزخیون سے پہلے دوزخ میں جاوینگے لیکن حافظ ابن جریر نے اس معنے کو محاورہ عرب کے خلاف قرار دیا ہے۔

تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ

قسم اللہ کی بھیجے رسول کتنے فرقون میں تجھ سے پہلے پھر سنوارے انکے آگے شیطان نے انکے کام سو وہی رفیق انکا ہے آج اور انکو

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ

دکھ کی مار ہے ہمنے اوتاری تجھپر کتاب اسی واسطے کہ کھول سناوے انکو جسمیں جھگڑ رہے ہیں وہ سے جہا کو اور مہر کو ان لوگو پر

يُّؤْمِنُوْنَ ۝ وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ۝

جو مانتے ہیں اور اللہ نے اوتارا آسمان سے پانی پھر اس سے جلایا زمین کو اسکے مرنے پیچھے اسمیں پتے ہیں ان لوگون کو جو سنتے ہین

اللہ پاک نے اپنی ذات مقدس کی قسم کھا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی دینے کو یہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرمایا کہ تم ان مشرکون کی باتون سے دل تنگ نہ ہو تمہ سے پہلے پہلی امتون میں بھی رسول بھیجے ہیں جنہین اون لوگون نے اسی طرح جھٹلایا ہے جس طرح کفار مکہ تم کو جھٹلاتے ہین اور شیطان نے انکے کامون کو ایسی زیبا زینت دی کہ وہ لوگ شیطان کے وسوسہ سے گمراہی میں پڑے رہے اور اپنی عقل و سمجھ سے اونھون نے کچھ کام نہ لیا اسواسطے

دنیا میں بھی اُنکا ساتھی یہی شیطان ہے جسکے بہکانے میں وہ پڑے رہے اور آخرت میں بھی اُسی کے ساتھ بہت سخت عذاب کے سزاوار ہوں گے اللہ پاک نے اپنے کلام پاک کی نسبت فرمایا کہ جو کچھ ہم اُتارتے ہیں وہ اسواسطے ہے کہ تم اِن لوگوں کے اختلاف کی حقیقت کھول کر بتلا دو کہ توحید اور قیامت کا قائم ہونا اور احکام دین جس کے یہ لوگ منکر ہیں اور جو لوگ اِسپر ایمان رکھتے ہیں ان کا فیصلہ ظاہر ہو جاوے کہ کون ان میں حق پر ہے اور کون جہالت میں پڑا ہوا ہے پھر فرمایا کہ یہ قرآن پاک اوس ایماندار بندے کے لئے ہدایت اور رحمت ہے جو اُس کو پڑھتا ہے اور غور کرتا ہے۔ پھر فرمایا کہ اگر یہ کفار و مشرکین اِس بات سے بے خوف ہیں کہ کیسی قیامت اور کیسا دوزخ اور بہشت اور پھر مرنے کے بعد زندہ ہونا کیسا تو اِن لوگوں کو یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ خدا میں ہر طرح کی قدرت ہے ایک ذراسی بات یہ ہے کہ زمین میں جب خشکی کی انتہا ہو جاتی ہے اور سارے درخت خشک ہو ہو کر مردہ ہو جاتے ہیں تو وہ آسمان سے مینہہ برسا کر زمین کو نو تازہ کر دیتا ہے۔ اور پھر زمین گویا زندہ ہو جاتی ہے اور سارے درخت ہرے بھرے ہو جاتے ہیں اِسی طرح اوسے یہ بھی قدرت ہے کہ ہر جاندار کے فنا ہو جانے کے بعد اوسے زندہ کر دیگا جو لوگ دل کے کان رکھتے ہیں اور اوس کی مدد سے ہر ایک طرح کی باتوں کو سنتے ہیں اور غور کرتے ہیں اُنکے واسطے یہ بہت بڑی دلیل ہے اور جو لوگ دل کے اندھے ہیں اونہیں کسی دلیل سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا صحیح بخاری کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت ایک جگہ گزر چکی ہے۔ کہ قوم نوح میں کے کچھ نیک لوگ مر گئے تھے جنکے مرجانے کا رنج اون کے رشتے داروں اور معتقدوں کو بہت تھا شیطان نے موقع پاکر پہلے تو اون لوگوں کے دل میں یہ وسوسہ ڈالا کہ اون نیک لوگوں کی شکل کی مورتیں بنا کر آنکھوں کے سامنے رکھ لیجاویں تو اون مورتوں کے ہر وقت دیکھ لینے سے وہ اصل نیک لوگ گویا آنکھوں کے سامنے آجاویں گے۔ اور اُنکی جدائی کا رنج کسی قدر کم ہو جاوے گا اور پھر کچھ عرصہ کے بعد اون مورتوں کی پوجا دنیا میں پھیلا دی یہ حدیث قرین لہم الشیطان اعمالہم کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ شیطان بُرے کاموں کو برے دلفریب طریقہ پر ایسا کر دیتا ہے کہ اون بُرے کاموں کی برائی لوگوں کو نظر نہیں آتی صحیح مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن مسعود کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے کہ ہر ایک شخص کے ساتھ ایک فرشتہ اور ایک شیطان رہتا ہے فرشتہ اُس شخص کو نیک کاموں کی نصیحت کرتا ہے اور شیطان اُس شخص کے دل میں بُرے کاموں کا وسوسہ ڈالتا رہتا ہے یہ حدیث فھو ولیہم الیوم کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مشرکین مکہ ہر وقت شیطانی وسوسہ کے موافق بُرے کاموں میں لگے رہتے تھے اِس لئے شیطان کو اُنکا رفیق فرمایا صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابوسعید خدری کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قرآن کی نصیحت کی مثال مینہہ کے پانی کی اور اچھے بُرے لوگوں کی مثال اچھی بُری زمین کی فرمائی ہے یہ حدیث وھدی ورحمۃ لقوم یومنون کی گویا تفسیر ہے۔ کا حاصل یہ ہے کہ مینہہ کے پانی کی طرح اگرچہ قرآن کی نصیحت کام فائدہ کے لئے ہے مگر اِس سے فائدہ وہی لوگ اوٹھا سکتے ہیں جو اچھی زمین کی طرح علم الٰہی میں فرمانبردار قرار پا چکے ہیں۔ اور جو لوگ علم الٰہی میں نافرمان ٹھہر چکے ہیں اُنکے حق میں قرآن کی

منزل ۳

نصیحت ایسی رائیگان ہے جس طرح بُری زمین میں مینہہ کا پانی رائیگان جاتا ہے ان آیتون مین مختصر طور پر مینہہ کے پانی سے کھیتی کی پیداوار کا ذکر فرمایا گیا ہے لیکن سورہ الاعراف میں کھیتی کے ذکر کے بعد یہ بھی فرمایا ہے کذالک نخرج الموتی لعلکم تذکرون جس کا مطلب یہ ہی کہ جس طرح اب مینہہ کے پانی کے اثر سے کھیتی کی پیداوار ہوتی ہے اسی طرح دوسرے صور سے پہلے ایک مینہہ برسے گا جس کے اثر سے سب جسم تیار ہوجاویگا پھر اون مین روحین پھونک دی جاوین گی اور منکرین حشر اپنی آنکھوں کے سامنے حشر کو دیکھہ لیوین گے۔ صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے ابوہریرہ کی روایت ایک جگہ گزر چکی ہے جسمین دوسرے صور سے پہلے اس مینہہ کا اور اُس سے جسموں کے تیار ہوجانے کا ذکر تفصیل سے ہے۔

وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسْقِيكُمْ مِمَّا فِي بُطُونِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ۝

اور تمکو چوپایون میں بوجہ کی جگہہ ہے پلاتے ہیں تمکو اُسکے پیٹ کی چیزون میں سے گوبر اور لہو کے بیچ میں سے دودہ ستھرا پیتا پینے والونکو

جانورون اور دودہ والی عورتون کے پیٹ میں غذا جاکر نجاست پیشاب خون دودہ سب کچھہ اوسی غذا سے بنتا ہے قدرت آلہی سے ایک چیز کا رنگ بو اثر دوسری چیز میں ہرگز کچھہ باقی نہیں رہتا اگر آدمی غور کرے تو قدرت الہی کا یہ بڑا ایک نمونہ ہے اسی نمونہ قدرت کو یاد دلانے کی غرض سے اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی ہے تاکہ غافل لوگ ہر روز کے کھانے پینے میں اپنی اولاد کے پلانے میں دودہ کا استعمال جو کرتے ہیں اس استعمال کے وقت دودہ کی پیدائش میں جو قدرت آلہی ہے اوسے وہ ذرا غور کرین اور قدرت کے ذریعہ سے اوس قادر مطلق کو پہچان لین دنیا مین نوکری تجارت زراعت اللہ کے پیدا کئے ہوئے اسباب ہیں ان اسباب سے روزی حاصل کرنے سے بچہ عاجز ہوتا ہے اس لئے اللہ تعالے نے اون دنون کا اُسکا یہ رزق پیدا کیا ہے اور جانورون کے بچون کے ساتھہ انسان کا ساجھا بھی لگا دیا ہے غرض بچون کے اس طرح بے خلش رزق کے پیدا ہونے سے انسان کو یقین کر لینا چاہیئے کہ رزق سب کا اللہ کی طرف سے ہے یہی غذا بغیر دودہ کے دنون میں عورت گائے بھینس وغیرہ کہاتے ہیں لیکن دودہ کی ایک بوند پیدا نہیں ہوتی جن دنون میں آدمی اور جانورون کے بچون کو رزق کا پہنچانا اوس قادر مطلق کو منظور ہوتا ہے اوسی ہمیشہ کی غذا سے دودہ پیدا ہونے لگتا ہے صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی روایت کی حدیث قدسی ایک جگہ گزر چکی ہے جس میں اللہ تعالی نے فرمایا جنتی لوگون کے لئے جنت میں وہ چیزین پیدا کی گئی ہیں کہ نہ کسی نے وہ چیزین آنکھون سے دیکھین نہ کانون سے سنین نہ کسی کے دل پر انکا تصور گزر سکتا ہے اس حدیث کی بنا پر عبداللہؓ بن مسعود اور عبداللہؓ بن عباس کا صحیح قول یہ ہے کہ دنیا کی جن چیزون کے نام جنت کی چیزون سے ملتے جلتے ہیں وہ فقط نام میں ہی ملتے جلتے ہیں ورنہ جنت کی چیزون کی تاثیر اور مزہ دنیا کی چیزون سے بالکل الگ ہے۔ اس حدیث اور اوپر کے دونون قولون کو آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ دنیا کا دودہ جس کا ذکر اس آیۃ مین ہے وہ اور جنت کے دودہ کی نہر جسکا ذکر سورہ محمد مین آوے گا وہ دونون بالکل الگ الگ چیزین ہیں دنیا کا دودہ کچھہ دیر کے بعد کھٹا ہوجاتا ہے اور جنت کا دودہ سالہا سال اپنے

منزل ۳

اصل معجزہ پر رہے گا اب یہ ظاہر بات ہے کہ دنیا میں اس طرح کا دودھ نہ کسی نے آنکھوں سے دیکھا نہ کانوں سے سنا نہ کسی کے دل پر ایسے دودھ کا تصور گزر سکتا ہے جو سالہا سال تک نہ بگڑے۔ صحیح بخاری کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت ایک جگہ گزر چکی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گہن کی نماز میں جنت اور دوزخ کو دیکھا اور صحابہ سے فرمایا کہ اگر جنت کے انگور کی بیل میں سے ایک خوشہ میں توڑ لیتا تو قیامت تک اُسکے انگور باقی رہتے اس حدیث سے بھی وہی بات ثابت ہوتی ہے کہ جنت کے دودھ کی طرح جنت کے میوے بھی دنیا کے میووں سے بالکل مالگ ہیں کیونکہ دنیا کا کوئی انگور کا خوشہ قیامت تک رہنے کے قابل نہ کسی نے آنکھوں سے دیکھا نہ کانوں سے سنا نہ کسی کے دل میں ایسے خوشہ کا تصور گزر سکتا ہے۔

وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝

اور میووں سے کھجور کے اور انگور کے بناتے ہیں اُس سے نشا اور روزی خاصی اس میں پتا ہے اُن لوگوں کو جو سمجھتے ہیں

اوپر دودھ کا ذکر فرما کر اللہ تعالیٰ نے یہ دوسرا احسان اپنے بندوں پر جتلایا کہ کھجور اور انگور کے پھلوں سے تم اپنے واسطے نشہ کی چیز تیار کرتے ہو اور اس سے دوسری حلال روزی بناتے ہو جیسے سرکہ وغیرہ۔ اگرچہ اکثر مفسروں کا قول ہے کہ آیۃ خمر کے حرام ہونے کے حکم انما الخمر والمیسر سے منسوخ ہے لیکن اس تفسیر میں یہ بات ایک جگہ گزر چکی ہے کہ ناسخ منسوخ امر ونہی کی آیتوں میں ہوتا ہے خبر کی آیتوں میں نہیں ہوتا کیونکہ ایک کام کے کرنے یا نہ کرنے کو کہا جا کر پھر اوسکو ملتوی کیا جا سکتا ہے برخلاف خبر کے کہ اس میں ایک خبر کے بعد پھر دوسری خبر دیجاوے تو پہلی خبر جھوٹی ٹھہرتی ہے اسی واسطے حافظ ابوجعفر ابن جریر نے اپنی تفسیر میں تتخذون منہ سکرا ورزقا حسنا کی تفسیر انگور دن کو میوے کی طرح کھانے اور انگوری سرکہ بنانے کی کی ہے اور سکرا کے معنے شراب کے لیکر سورۂ مائدہ کی آیۃ انما الخمر سے اس آیۃ کو منسوخ نہیں قرار دیا شاہ صاحب نے ترجمہ میں اونہی مفسروں کا قول لیا ہے جو سکرا کے معنے شراب کے لیتے ہیں لیکن اس قول پر وہی اعتراض باقی رہتا ہے جسکا اوپر گزرا۔ آخر آیت میں فرمایا کہ کھجور اور انگور سے طرح طرح سے نفع اوٹھا کر اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ان چیزوں سے اللہ تعالیٰ کو وہی لوگ پہچانتے ہیں جنکو کچھ عقل ہے ورنہ نادان لوگ تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو کام میں لاتے ہیں اور اسکی تعظیم اور عبادت میں دوسروں کو شریک کرتے ہیں ترمذی اور ابن ماجہ کے حوالہ سے شداد بن اوس کی روایت اوپر گزر چکی ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عقلمند وہ شخص ہے جو موت سے پہلے موت کے بعد کا کچھ سامان کر لیوے اور نادان عقل سے عاجز وہ شخص ہے جو عمر بھر اس سامان سے غافل رہے اور موت کے بعد اللہ تعالیٰ سے بہبودی کی توقع رکھے یہ حدیث ان فی ذلک لاٰیۃ لقوم یعقلون کی گویا تفسیر ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں پر دھیان کر کے عقبیٰ کی بہبودی کے خیال سے احکام الٰہی کے پابند وہی لوگ ہوتے ہیں جنکو کچھ عقل ہے اور نادان وہ لوگ ہیں جو اسکے برخلاف ہیں۔

منزل ۳

وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ ۝ ثُمَّ

اور حکم بھیجا تیرے رب نے شہد کی مکھی کو کہ بنائے پہاڑوں میں گھر اور درختوں میں اور جہاں چھتریاں ڈلتی ہیں۔ پھر

كُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ۭ يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ

کہا ہر طرح کے میوہ سے پھر چل راہوں اپنے رب کی صاف پٹے ہوئے۔ نکلتے ہیں اسکے پیٹ میں سے پینے کی چیز جسکے کئی رنگ ہیں

اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَاۗءٌ لِّلنَّاسِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝

اسمیں آرام ہے لوگوں کے واسطے اس میں نشانی ہے ان لوگوں کو جو دھیان کرتے ہیں۔

اللہ پاک نے اس آیۃ میں اپنی ایک اور عجائب قدرت کا حال بیان فرمایا کہ یہ شہد کی مکھیاں جو کچھ بھی جان نہیں رکھتیں اللہ تعالیٰ نے انکے دلوں میں یہ بات ڈالدی ہے کہ پہاڑوں اور درختوں میں جہاں جہاں مناسب سمجھیں اپنے قیام کے لئے گھر بنالیں یہ مکھی اپنے گھر بنانے میں نہایت ہی سمجھ رکھتی ہے اور اس مضبوطی اور حکمت کے ساتھ اپنا گھر بناتی ہے کہ کیا مجال کہ ذرا بھی سوراخ رہجائے۔ پھر اللہ پاک نے اسکو طرح طرح کے میوے اور پھلوں سے جنگل اور باغوں میں چل پھر کر کھانے پینے کا حکم دیا اور ارادے سے یہ بھی سمجھ دی کہ اپنے گھر کا رستہ نہ بھولے دور دور از مسافت طے کرنے پر بھی سیدھے اپنے گھر ہی کی طرف واپس آئے پھر یہ بیان فرمایا کہ اسکے پیٹ میں سے رنگ برنگ کا شہد نکلتا ہے جس کا رنگ لال بھی ہوتا ہے زرد بھی ہوتا ہے سبحان اللہ کیا اسکی حکمت ہے کہ ایسی بے حقیقت مکھی سے اتنا بڑا کام لیا شہد کی مکھیاں جب پھلوں اور پھولوں میوہ مکو جو رس چوس کر آتی ہیں تو اپنے گھر میں اوس چوسے ہوئے رس کو خزانہ کی طرح جمع کرتی جاتی ہیں اور اسی کا نام شہد ہے اور اسکے پروں سے موم بنتا جاتا ہے۔ پھر اللہ پاک نے یہ بیان کیا کہ یہ شہد جو ان مکھیوں سے حاصل ہوتا ہے اس میں انسان کے ہر مرض کی شفا ہے سارے امراض اسکے استعمال سے دفع ہوتے ہیں صحیحین میں ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے بھائی کو دست آتے ہیں آپ نے فرمایا اسکو شہد پلا اسنے جاکر شہد پلایا اور پھر آکر بیان کیا کہ یا رسول اللہ میں نے اسکو شہد پلایا مگر اسکو تو اور زیادہ دست آنے لگے آپ نے فرمایا جا شہد پلا اسنے پھر جاکر شہد پلایا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نے شہد پلایا مگر دست اور زیادہ آنے لگے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سچا ہے اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے جا جاکر شہد پلا وہ گیا اور بھاگ کر شہد پلایا اسکا بھائی اچھا ہوگیا دست آنے بند ہوگئے شہد کے متعلق ہر مرض میں مفید ہونے کی اکثر حدیثیں ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عباس کی ایک روایت یوں ہے کہ شفا تین چیزوں میں ہے پچھنے لگانا اور شہد کا پینا اور جس جگہ داغنا ہو اسکا داغ دینا۔ دوسری حدیث بخاری میں جریر رضی اللہ عنہ سے بعینہ یوں ہی ہے مگر اوس میں اتنا اور زیادہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں داغ دینے کو دوست نہیں رکھتا ابن ماجہ میں بسند جید ابن مسعود سے روایت ہے کہ تم دو شفاؤں کو لازم پکڑو وہ ہر مرض کے لئے کامل شفا ہیں شہد اور قرآن حاصل کلام یہ ہے کہ طب کی تمام معجونوں میں شہد پڑتا ہے جسمانی

منزل ۳

مرضون کو اسی طرح رفع کرتا ہے جسطرح قرآن کی نصیحت دل کے امراض شرک کفر اور نفاق کو رفع کرتی ہے۔

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰكُمْ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ

اور اللہ نے تم کو پیدا کیا پھر تم کو موت دیتا ہے اور کوئی تم میں پہنچتا ہے آنکی عمر کو کہ سمجھ کے پیچھے کچھ

بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ

نہ سمجھنے لگے اللہ سب خبر رکھتا ہے قدرت والا

صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ساٹھ برس کی عمر کا ہو کر جو شخص دنیا کی مکروہات میں پھنسا رہے اس طرح کا شخص اگر اللہ کے روبرو توبہ کرنے اور نیک کام کے کرنے کا موقع پانے کا عذر کرے گا تو اسکا عذر مقبول نہ ہوگا کیونکہ اتنی بڑی عمر پانے سے اسکو اللہ کی طرف جھک جانے کا اچھا موقع مل چکا ہے۔ اسی طرح کی روایتوں سے علماء نے انسان کی عمر کے چار درجے ٹھہرائے ہیں اول درجہ تو دن بدن بڑھنے کا ہے اسکی مدت تینتیس ۳۳ برس تک ہے پھر چالیس تک ایک ہی حالت پر آدمی رہتا ہے اسی کو سن وقوف کہتے ہیں پھر چالیس سے ساٹھ تک اندرونی گھٹاؤ انسان کی حالت میں شروع ہو جاتا ہے ایسی ہی عمر کو ادھیڑ کہتے ہیں اسکے بعد سے طرح طرح کے اندرونی مرض پیدا ہو کر وہ ادھیڑ پنے کی حالت بھی باقی نہیں رہتی اور بات کہکر بھول جانا اور خرابیاں اوس ناکارہ عمر کی شروع ہو جاتی ہیں جس ناکارہ عمر کا ذکر آیت میں ہے حضرت علیؓ نے فرمایا ہے کہ اس امت کے لوگوں کے لئے پچھتر ۷۵ برس کی عمر وہی ناکارہ عمر ہے جس کا ذکر آیت میں ہے بخاری اور مسلم میں انسؓ بن مالک سے روایت ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کی عمر سے اللہ کی پناہ چاہی ہے بعضے علما نے یہاں یہ ایک شبہ کیا ہے کہ مسند امام احمد ترمذی دارمی طبرانی اور مستدرک حاکم میں ابی بکرہؓ اور عبداللہ بن بسر کی صحیح روایتیں ہیں جنکا حاصل یہ ہے کہ جس شخص کی عمر بڑی ہو اور عمل نیک ہوں وہ اچھا شخص ہے۔ پھر آپ نے بڑی عمر سے اللہ کی پناہ جو چاہی ہے اسکا کیا مطلب ہے۔ جواب اس شبہہ کا یہ ہے کہ جس عمر تک آدمی سے نیک کام ہو سکے نہ اسکا آیت میں ذکر ہے نہ آپ نے اس سے پناہ چاہی ہے بلکہ آپ نے ناکارہ عمر سے پناہ چاہی ہے اور اسی کا ذکر آیت میں ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آدمی کی عمر کا انقلاب یاد دلا کر یہ تنبیہ فرمائی ہے کہ ان انقلابوں پر جو قادر ہے اسنے ایک اس انقلاب کا بھی مضبوط وعدہ کیا ہے کہ ہر ایک انسان کو مرکر پھر جینا ہے اسپر ایمان لانا اور عقبیٰ کی فکر کا کرنا ہر مسلمان کا جز ایمان ہے۔ ان اللہ علیم قدیر اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس اپنے علم اور قدرت کے موافق پہلی دفعہ انسان کو پیدا کیا ہے اسی کے موافق وہ انسان کو پھر دوبارہ پیدا کرے گا جو لوگ اس کے منکر ہیں وہ گویا اپنی پہلی پیدائش کے منکر ہیں +۔

منزل ۳

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا

اور اللہ نے بڑائی دی تم میں ایک کو ایک سے روزی کی سو جنکو بڑائی دی نہیں پہنچاتے اپنی روزی انکو

مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ۭ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝

جنکے مالک اُنکے ہاتھ ہیں وہ سب اُس میں برابر نہیں کیا اللہ کی نعمت کے منکر ہیں

اللہ پاک نے مشرکوں کے غلط عقیدہ کے متعلق ایک دوسری دلیل بیان فرمائی کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں بعضونکو بعضہ پر فضیلت دیرکھی ہے کسی کو غنی و تونگر پیدا کیا ہے اور کسی کو فقیر و محتاج بنایا ہے اور جس طرح مال و دولت میں ایک کو ایک پر فضیلت دی ہے اسی طرح عقل و فہم ناتوانی کمزوری حسن بدصورتی صحت مرض میں بھی ایک کو ایک پر فضیلت دی ہے ایک کی عقل زیادہ ہی ایک کا علم دوسرے سے بڑھکر ہے ایک بیمار و کمزور ہی تو دوسرا صحیح اور صاحب قوت۔ سورۃ الزخرف میں آویگا ورفعنا بعضہم فوق بعض درجات لیتخذ بعضہم سخریا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں بعضونکو خوشحال اور بعضونکو تنگدست پیدا کرنے میں اتنی بڑی مصلحت ہی کہ اُسپر تمام دنیا کا انتظام منحصر ہے کیونکہ خوشحال لوگون کو تنگدست لوگوں سے طرح طرح کے کام لینے کی ضرورت ہے اور تنگدست لوگون کو خوشحال لوگون کے طرح طرح کے کام کرکے اُنسے اُجرت کے پانے کی ضرورت ہے اور یہ ایسی ضرورتیں ہیں کہ اپر تمام دنیا کا انتظام منحصر ہے دنیا کے سب لوگ مالدار یا سب لوگ تنگدست ہوتے تو دنیا کا یہ انتظام کبھی نہ چل سکتا معتبر سند سے مسند امام احمد میں ابی بن کعب سے منازل ۳
اور ترمذی میں ابو ہریرہ سے جو روایتیں ہیں انکا حاصل یہ ہے کہ توحید کا عہد لینے کے لئے عالم ارواح میں جب اللہ تعالیٰ نے سب روحون کو آدم علیہ السلام کی پشت سے نکالا تو آدم علیہ السلام کو یہ بھی جتلادیا کہ دنیا میں مثلاً اتنے آدمی مالدار ہونگے اور اتنے غریب اور اسی طرح اور حالتون کو بھی جتلادیا اسپر آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ یا اللہ ان سبکو ایک حالت پر کیون نہیں پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا اسمیں یہ مصلحت ہی کہ اچھی حالت کے لوگ اپنے سے کم درجے کی حالت والون کو دیکھکر اللہ کا شکر ادا کرین صحیح مسلم ترمذی اور ابن ماجہ میں عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایتہ ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس تنگدست آدمی نے تنگدستی پر صبر و قناعت کو اختیار کیا اُس نے بڑی مراد پائی مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن ایسے شخص کو صبر و قناعت کا بڑا اجر ملیگا سورہ الزخرف کی آیۃ اور ان حدیثون کو اس آیۃ کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے سب بندون کو ایک حالت پر کیون نہیں پیدا کیا حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کے موافق آیۃ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مصلحت کے موافق ان مشرکین مکہ کو مالدار پیدا کرکے ان کے غلام لونڈی کو انکا محتاج بنا دیا اور یہ ظاہر بات ہے کہ یہ لوگ اپنے لونڈی غلامون کو اپنی عزت اپنی مالداری کی حالت میں شریک نہیں کرنا چاہتے تو پھر وہ اللہ جو آسمان و زمین کا بادشاہ ہے اُسکی تعظیم اور بادشاہت میں یہ لوگ دوسرونکو کیون اور کس سند سے شریک ٹھہراتے ہیں

اللہ تعالیٰ نے جوان کو پیدا کیا ہے اور ان کو دنیا کی طرح طرح کی نعمتیں جو دی ہیں کیا اُس کی شکر گزاری کے یہی ڈھنگ ہیں جو ان لوگوں نے اختیار کئے ہیں صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن مسعود کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا اب اپنے پیدا کرنے والے کی تعظیم میں جو دوسروں کو شریک کرے تو اُس سے بڑھکر کوئی بات ناشکری اور وبال کی دنیا میں نہیں ہے اس حدیث کو آیت کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل وہی ہے جو حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کے موافق اوپر بیان کیا گیا۔

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّ

اور اللہ نے بنا دین تمکو تمہاری قسم سے عورتین اور دئے تمکو تمہاری عورتون سے بیٹے اور پوتے اور

رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۭ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ۝

کھانے کو دین تمکو ستھری چیزین سو کیا جھوٹی باتین مانتے ہیں اور اللہ کے فضل کو نہیں مانتے

اللہ پاک نے یہ اور ایک نعمت کا احسان جتلایا کہ تمہارے واسطے تمہاری جنس کی عورتین پیدا کین حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے حضرت حوا علیہ السلام کو پیدا کیا چنانچہ صحیح بخاری و مسلم میں اور علیحدہ صحیح مسلم میں ابوہریرہ کی جو روایتیں ہیں اون میں اسکا ذکر تفصیل سے ہے اور اُس میں مصلحت یہ ہے کہ اگر غیر جنس کی بیویان انسان کے لئے پیدا کی جاتین تو انسان کو اُنسے وحشت ہوتی یہ محبت اور انسیت میان بیوی میں ہرگز نہ ہوتی غرضکہ یہ کمال مہربانی اللہ جل شانہ کی ہے کہ اُسنے انسان کیلئے انسان ہی کا جوڑا بنایا پھر اُس سے آل و اولاد کا سلسلہ چلایا حضرت عبداللہ بن عباس حفدۃ کی تفسیر میں یہ کہتے ہیں کہ اِس سے مراد پوتے پوتیان ہیں اور نواسے نواسیان پھر اللہ پاک نے یہ فرمایا کہ تمہاری زندگی کے لئے یہ سامان بھی مہیا کر دیا کہ تمہارا رزق پاک صاف چیزون میں مقرر کیا تاکہ ایک وقت مقررہ تک تم زندگی بسر کرو پھر ان نعمتون کا بھی کچھ خیال نہیں کرتے بت پرستی کئے چلے جاتے ہو اور بت جنمین کسی ایک بات کی بھی قدرت نہیں اُنکو اپنا معبود ٹھہراتے ہو اور انہیں پر تمہارا ایمان ہے اور خدا کی ان سب نعمتون کا شکر نہیں بجا لاتے کفر کرتے ہو اوپر کی آیت کی تفسیر میں صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن مسعود کی حدیث گزر چکی ہے اُسی حدیث کو اِس آیت کی تفسیر میں بھی بڑا دخل ہے جسکا حاصل وہی ہے جو عبداللہ بن عباس کے قول کے موافق اوپر کی آیت کی تفسیر میں بیان کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے جو ان کو ان کی جنس کی بیویون کو پیدا کیا اور ان کو اور دنیا کی نعمتین دین اب ان نعمتون کے پیدا کرنے والے کی تعظیم میں دوسرون کو شریک ٹھہرانا بڑے وبال کی بات ہے۔

صلوا ۲

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْـًٔا وَّلَا

اور پوجتے ہیں اللہ کے سوا اوسکو جو مختار نہیں اُنکی روزی کے آسمان و زمین میں سے کچھ اور نہ

يَسْتَطِيعُونَ ۝ فَلَا تَضْرِبُوا لِلَّهِ الْأَمْثَالَ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝

مقدور رکھتے ہیں سو مت ٹھہراؤ اللہ پر کہاوتیں اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے

اوپر وحدانیت الٰہی کا ذکر فرما کر اب مشرکون کو یون قائل کیا کہ تم لوگ جو سوا اللہ کے غیرون کی عبادت کرتے ہو جنمین اتنی بھی قدرت نہیں کہ تمہارے رزق کا کچھ انتظام کریں نہ آسمان مین اِن کا اختیار کہ وہان سے منہہ برسا سکین نہ زمین میں ان کا کچھ تصرف ہے کہ اُس میں غلہ پیدا کرین اور درخت اُگا ئین عالم بالا اور عالم پستی میں کہیں بھی انکا ذرہ برابر عمل دخل نہیں بلکہ خود انہی میں کوئی قدرت نہیں دوسرے کے محتاج ہیں خدا کی مخلوق ہیں اِس لیئے یہ عبادت کے ہرگز سزاوار نہیں اطاعت اور بندگی تو خدائے وحدہ لاشریک کو زیبا ہے جو کل شی کا خالق اور رازق ہے پھر فرمایا کہ اللہ کی مخلوق کو اُسکا شبیہ نہ قرار دو کیونکہ وہ سب خدا کے بندے ہیں اور اُس کی ملکیت اور اختیار میں ہیں صرف وہی اکیلا ہے جو کسی کے اختیار میں نہیں اِس واسطے اُسکا کوئی مثل نہیں مشرکین مکہ جاہلیت میں اعتقاد رکھتے تھے کہ اللہ جل جلالہ کا مرتبہ ایسا عالی ہے کہ ہم میں سے کسی کو اُس کی عبادت کی مجال نہیں ہے اِسی واسطے وہ لوگ بتونکی پوجا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جن لوگون کی یہ بت مورتین ہیں وہ اللہ کے خالص بندے ہیں اُنکو خدا کے دربار میں تقرب حاصل ہے بارگاہ الٰہی مین یہ ہماری شفاعت کرین گے جس طرح چھوٹے آدمی دنیا مین بادشاہون کے مصاحبون کی خدمت کرتے ہیں اور وہ لوگ بادشاہون کی خدمت بجا لاتے ہیں ہر شخص کا مقدور نہیں کہ بادشاہون تک اُسکی رسائی ہو جاوے تو انہی مصاحبون کے وسیلے سے اللہ پاک نے اِس عقیدے کو یون غلط قرار دیا کہ تمہین اِس کا علم نہیں ہم جانتے ہیں خدا کے ہان بھلا اُنکو کیا تقرب حاصل ہو سکتا ہے اگر ایسا ہوتا تو اِس بت پرستی کے جرم میں پہلی امتون پر طرح طرح کی آفتین کیون آئین مکہ کے قحط کے وقت تمہیں ان بتون سے کچھ مدد کیون نہ ملی صحیح بخاری کے حوالہ سے عبد اللہ بن عباس کی روایت گزر چکی ہے کہ اِن بت پرستون نے مرے ہوئے نیک لوگون کی مورتین بنالی ہیں اونہین مورتون کی پوجا کرتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ نیک لوگ ان بت پرستون کی سفارش کرین گے سورہ یونس میں یہ بھی گزر چکا ہے کہ قیامت کے دن جب اِن بت پرستون کا ان نیک لوگون سے آمنا سامنا ہوگا تو وہ نیک لوگ اِن بت پرستون سے اپنی بیزاری ظاہر کرین گے حاصل کلام یہ ہے کہ سورہ یونس کی آیۃ وقال شرکاؤہم ما کنتم ایانا تعبدون اور سورہ الانبیا کی آیۃ یا ویلنا قد کنا فی غفلۃ من ہذا اور حضرت عبد اللہ بن عباس کی حدیث یہ سب آیۃ ان اللہ یعلم وانتم لا تعلمون کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اب تو ان لوگون کا یہ اعتقاد ہے کہ جن نیک لوگون کی مورتون کی یہ پوجا کرتے ہیں وہ نیک لوگ اللہ سے ان بت پرستون کی سفارش کرین گے لیکن جس قیامت کے یہ لوگ منکر ہیں اُس دن کا حال ان کو معلوم نہیں اللہ کو خوب معلوم ہے کہ اُس دن وہ نیک لوگ بجائے سفارش کے ان بت پرستون سے بیزار ہو جاوین گے جس بیزاری کے بعد یہ بت پرست اپنے اِس غلط اعتقاد پر بہت پچتاوین گے اور اُس وقت کا پچتانا

منزل ۳

ان کے کچھ کام نہ آوے گا۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا

اللہ نے بتائی ایک کہاوت ایک بندہ پرایا مال نہیں مقدور رکھتا کسی چیز پر اور ایک جسکو ہمنے روزی دی اپنی طرف سے

فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ؕ هَلْ يَسْتَوٗنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

خاصی روزی سو وہ خرچ کرتا ہے اس میں سے چھپے اور کھلے کہیں برابر ہوتے ہیں سب تعریف اللہ کو ہی پر وہ بہت لوگ نہیں جانتے

اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ کو اللہ کا شریک اور مثل ٹھہرانے سے منع فرما کر دو مثالیں بیان فرمائیں جن میں سے ایک کو اس آیۃ میں یوں ذکر فرمایا کہ تم دنیا میں دیکھو کہ ایک شخص ہے جو کسی کا غلام ہو اور اس میں کسی بات کی قدرت نہ ہو بالکل مفلس ہو اپنے آقا کا دست نگر ہو دوسرا شخص جو آزاد ہو اور اللہ پاک نے اسے آسودہ حال کیا ہو ہر طرح کی جاہ و ثروت اسے دے رکھی ہو وہ اپنے مال میں سے اپنی خواہش کے موافق کھلے چھپے خرچ کر رہا ہو کسی بات کا محتاج نہ ہو تو فرمایا کہ کیا یہ دونوں شخص کبھی برابر ہو سکتے ہیں انمیں آسمان و زمین کا فرق ہے باوجود اس بات کے پھر یہ دونوں خدا کی مخلوق ہیں اوسی کے بندے ہیں صرف فرق ہے تو یہ ہے کہ ایک غلام و محتاج ہے دوسرا آزاد صاحب دولت ہے غرض کہ اللہ پاک کی بھی یہی مثال ہے کہ وہ سارے جہان میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف کرتا رہتا ہے کوئی اسکا ہاتھ نہیں روک سکتا اور ماسوا خدا کے جنکی عبادت یہ مشرکین کرتے ہیں جنمیں کسی بات کی قدرت نہیں خود وہ اپنے نفع اور ضرر کے مالک نہیں ہیں پھر وہ دوسروں کی کیا دستگیری کرینگے بہرحال جب ان میں کسی قسم کی قدرت نہیں ہے تو ہرگز یہ لائق اسکے نہیں ہیں کہ انکی عبادت کیجائے اور انکو معبود ٹھہرایا جائے عبادت کے قابل اوسی کی ذات ہے جس کا کوئی مثل نہیں اور جسکو ہر شئے پر پوری پوری قدرت حاصل ہے سارے جہان میں وہ جس طرح چاہتا ہے تصرف کرتا ہے۔ پھر اللہ پاک نے یہ بیان فرمایا کہ ساری خوبیاں اور کل بڑائیاں اللہ جل جلالہ کو سزاوار ہیں اور کوئی اس کا استحقاق ذرہ برابر نہیں رکھتا پھر فرمایا کہ اکثر لوگ جو گمراہ ہیں اور خدا و رسول کے منکر ہیں اور اللہ جل شانہ کا شریک ٹھہراتے ہیں اس بات کو نہیں جانتے کہ عبادت کے لائق کون ہے اور جن موتوں کی یہ پوجا کرتے ہیں انکو یا جنکی شکل کی یہ موتیں ہیں انکو اللہ تعالیٰ کی کارخانوں میں کہاں تک دخل ہے اور اگر کچھ دخل نہیں ہے تو پھر انکو لائق عبادت اور اللہ کا شریک کیوں ٹھہرایا جاتا ہے اور دنیا کی بادشاہی مصاحبوں کی مثال انکے حق میں کیونکر صادق کیجاتی ہے۔ صحیح بخاری کے حوالہ سے عبداللہ بن مسعود کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے کہ جب قریش نے اپنی سرکشی نہیں چھوڑی تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں قحط کی بد دعا کی اور مکہ میں ایسا سخت قحط پڑا کہ مشرک لوگ مردار جانوروں کی کھالیں کھا کھا کر زندگی بسر کرتے تھے اور اس سختی کے زمانے میں مشرکوں نے اپنے تئیں سے مینہ کے برسنے کی بہت کچھ التجا کی مگر کچھ نہ ہوا آخر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے مینہ برسا۔ اس حدیث کو آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ جن موتوں کی مشرک لوگ پوجا کرتے ہیں

منزل ۳

اونکو یا جنکی شکل کی یہ مورتین ہیں اُنکو اللہ تعالی کے کارخانوں میں کچھ دخل نہیں ہے اس لئے یہ مورتین اور موتون والے اللہ تعالی کے شریک نہیں ٹھرائے جا سکتے۔

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ اَيْنَمَا

اور بتائی اللہ نے ایک مثال دو مردوں ایک گونگا کچھ کام نہیں کر سکتا اور وہ بوجھ ہے اپنے صاحب پر

يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ۭ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ ۙ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَهُوَ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

جس طرف اسکو بھیجے نہ کر لاوے کچھ بھلا کہیں برابر ہے وہ اور ایک شخص جو حکم کرتا ہے انصاف پر اور ہے سیدھی راہ پر

یہ دوسری مثال اللہ پاک نے بیان فرمائی کہ اللہ تعالی کے رسول کی اور اپنے جھوٹے معبودوں کی یہ مشرکون کی مثال سمجھین کہ دنیا میں دو شخص ہون ایک تو نا سمجھ اور گونگا ہو کہ کسی کی بات نہ سمجھے اور نہ کسی کی بات کا کچھ جواب دیسکے کسی کام کے کرنے کی اُسکو قدرت نہ ہو اور وہ اس وجہ سے اپنے مالک کو گران گزرتا ہو کہ اُسکا آقا اُسے کسی کام کے انجام دینے کو بھیجے تو وہ زبان اور سمجھ بوجھ نہ ہونے کی وجہ سے اُسکو بخوبی اور عمدگی سے انجام نہ دیسکے اور ایک وہ شخص ہو جو لوگون کو اچھی اچھی باتون اور نیک کامون کی ہدایت کرے اور خود بھی راہ راست پر ہو تو فرمایا کہ کیا یہ دونون شخص یکسان ہو سکتے ہیں اسی طرح ان بتون اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال ہے کہ بت اندھے بہرے لنگڑے بے دست و پا ہیں ایک پتھر کو تراش خراش کر کے اوسے کسی جاندار کی شکل پر بنا رکھا ہے نہ اوسے کسی بات کے سمجھنے کی طاقت ہے اور نہ کہین آنیکی اور نہ کہین جانے کی تو وہ کسی کی سن سکتا ہے اور نہ کسی کی بات کا جواب دیسکتا ہے اور حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم جنہین اللہ پاک نے اپنا رسول بنا کر لوگونکی طرف بھیجا ہے وہ خود بھی راہ حق کے پیرو ہیں اور دوسرونکو بھی اسکی ہدایت کرتے ہیں تو اللہ کے رسول اور ان بتون میں ظاہر ظاہر فرق ہے حاصل اسکا یہ ہے کہ خدا اور مشرکون کے جھوٹے معبود ہرگز مساوی نہیں ہیں خدا میں ہر ایک بات کی قدرت ہے جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے اور جسکی چاہتا ہے سنتا ہے اپنے رسول کی معرفت وہ جسکو چاہے نجات کا راستہ بتا سکتا ہے برخلاف ان بتون کے کہ اِن میں کوئی بات ان باتونمین کی نہیں پائی جاتی بعضے مفسرون نے اِس آیۃ کی شان نزول میں یہ بیان کیا ہے کہ یہ آیۃ حضرت عثمانؓ اور اون کے ایک غلام کے حق میں جو گونگا تھا اوتری ہے۔ اُس غلام کا نام اسید بن ابی العیص تھا حضرت عثمان اُسکے نان و نفقہ کے کفیل تھے اور اگرچہ حضرت عثمان دین اسلام کے ایک زبردست رکن تھے مگر اُنکا غلام دین اسلام کو مکروہ جانتا تھا مگر آیۃ عام ہے ایکم سے ہر کافر مراد ہے اور آمر بالعدل سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ہر مومن دیندار مراد ہے۔ صحیح بخاری کے حوالہ سے عبد اللہ بن مسعود کی حدیث جو اوپر کی آیۃ کی تفسیر میں گزری وہی حدیث اِس آیۃ کی بھی تفسیر ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ اللہ کے رسول راہ حق پر ہیں اسلئے اُنکی بددعا سے پہلے مکہ مین قحط پڑا اور پھر اونکی ہی دعا سے وہ قحط رفع ہوا اور مشرکون کے جھوٹے معبود کسی قابل نہین اسواسطے قحط کے زمانے میں اپنے پوجاریون کی کچھ مدد نہ کر سکے اور جب ان

ان جھوٹے معبودوں میں ایک قحط کے رفع کرنے کی قدرت نہیں تو اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور عبادت میں انکو شریک کرنا بڑی نادانی ہے۔ سورہ الشعرا میں مشرکون کی اس نادانی کا ذکر تفصیل سے آویگا۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ قیامت کے دن جب ان مشرکون کو اور انکے جھوٹے معبودونکو دوزخ میں ڈالے جانے کا حکم ہوگا تو اوس وقت یہ مشرک لوگ نادانی سے شرک میں گرفتار رہنے کا اقرار کرکے دنیا میں دوبارہ آنے اور شرک سے بچے رہنے کی تمنا کرین گے مگر یہ بے وقت کا اقرار اور بے وقت کی تمنا سب رائگان جاوے گا۔

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

اور اللہ پاس ہی ہے آسمان وزمین کے

آیۃ کے اس ٹکڑے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے کمال علم کو ذکر فرمایا کہ غیب کا علم سوائے خدا کے اور کسی کو نہیں ہے انبیا اور رسول کوئی بھی غیب دان نہین ہیں اللہ پاک نے جسکو جتنا وحی یا الہام کے ذریعہ سے خبردار کردیا وہ اتنا ہی جانتا ہے اور ماسوا اسکے آسمان وزمین مین جو جو باتین غیب کی ہیں اسکا علم کسی کو نہیں خدا ہی جانتا ہے اور غیب کا علم اسی کے ساتھ خاص ہے چنانچہ صحیح مسلم مین حضرت عمرؓ سے روایۃ ہے کہ جب حضرت جبریل علیہ السلام نے انسان کی شکل مین آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ قیامت کب ہے تو آپنے جواب مین اپنی لاعلمی ظاہر کی کہ پوچھنے والے سے مین زیادہ نہیں جانتا ہون جسکا مطلب ہے کہ جسطرح پوچھنے والے کو اسکا علم نہین ہے کیونکہ اگر وہ جانتا ہوتا تو پھر پوچھتا کیون اسی طرح مجھے بھی اسکا علم نہیں ہے۔ جو چیز مخلوقات کی نظرون سے غائب ہے اسکو غیب کہتے ہیں مثلاً دنیا مین یہ کہ قیامت کب آوے گی یا کل کیا ہوگا یا مینہ کب برسے گا یا حاملہ عورت کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی یا عقبیٰ میں عذاب قبر جنت دوزخ کا حال یہ سب غیب کی باتین ہیں سورۃ الجن میں آویگا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولون میں سے جسکو چاہتا ہے بذریعہ وحی کے ان غیب کی باتون مین سے کچھ باتین بتلا دیتا ہے تاکہ اس غیب کی بات کا ظاہر کردینا نبوت کی نشانی ٹھہرے مثلاً بدر کی لڑائی میں جو سرکش مشرک لوگ مارے جانے والے تھے انکے مارے جانے سے ایک رات پہلے ان لوگونکے نام اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بتلا دئے۔ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حال صحابہ سے کہدیا چنانچہ صحیح مسلم کی انسؓ بن مالک کی یہ روایۃ ایک جگہ گزر چکی ہے صحیح بخاری ومسلم میں ابوذرؓ سے جو روایتین ہیں انکا حاصل یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا دوزخ کا حال جو کچھ مجھکو معلوم ہے اگر وہ تفصیل سے تم لوگون کو معلوم ہوجاوے تو تم ہنسنا بالکل کم کردو ہر وقت روتے رہو بستی چھوڑ کر جنگل کو نکل جاؤ اور وہان ہر دم اللہ سے لو لگائے رہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ دنیا کا انتظام قائم رہنے کے لئے بعض غیب کی باتین اللہ کے رسول نے بقدر ضرورت مختصر طور پر امت کو بتلائی ہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ان جھوٹے معبودون کو جب بھلا برا حال ہی کسی کا معلوم نہیں کہ آیندہ انکے پوجنے والون کے حق میں کیا ہونے والا ہے تو پھر یہ اپنے پوجنے والون کے آیندہ کے نہ کسی ضرر کو دفع کرسکتے ہیں نہ کوئی نفع پہونچا سکتے ہیں چنانچہ

منزل ۳

مکہ کے قحط میں ان مشرکون کو اس کا تجربہ ہو چکا ہے کہ ان جھوٹے معبودون سے کچھ مدد رفع قحط میں ان مشرکون کو نہ ملی آخر اللہ کے رسول کی دعا سے وہ قحط رفع ہوا جس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ بارگاہ الٰہی میں اللہ کے رسولون کا کیا مرتبہ ہے اور ان جھوٹے معبودون کی رسائی اُس بارگاہ میں کہان تک ہے۔

وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

اور قیامت کا کام ویسا ہے جیسے ایک نگاہ کی یا اُس سے قریب اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے

حدیث شریف میں قیامت کا لفظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو معنے میں فرمایا ہے ایک تو کسی زمانہ کے سارے موجودہ لوگون کا رفتہ رفتہ اپنی عمر پاکر مرجانا اور دوسرے زمانہ کے لوگون کا اُن پہلے لوگون کی جگہ پیدا ہوجانا مثلاً رفتہ رفتہ سارے صحابہ کا وفات پاکر تابعیون کے زمانہ کا آجانا یہ گویا ایک زمانے کے لوگون کے مرجانے کے حساب سے ایک درمیانی قیامت ہے اسی زمانہ کو قرن صحابہ اور قرن تابعین کہتے ہیں۔ دوسرے تمام دنیا کی عمر پوری ہوکر صور کا پھونکا جانا غرض یہ دونون صورتین اس طرح کی ناگہانی اور اچانک آنے والی ہیں کہ جب انکا وقت آویگا تو آنکھ جھپکانے مین آجاویگا کیونکہ ہر شخص کو اپنی عمر کا حال معلوم نہیں کہ آنکھ جھپکانے مین کب مرجاوے اسی طرح یہ بھی معلوم نہیں کہ جس قدر روحونکا دنیا میں پیدا کرنا اللہ تعالیٰ نے ازل میں ٹھہرایا ہے اُنکی گنتی کب پوری ہوجاوے اور اوس آخری قرن کے ختم پر دنیا کی عمر ختم ہوکر پلک جھپکانے مین صور پھونک دیا جاوے۔ اور تمام عالم تباہ ہوجاوے اسواسطے ہر انسان کی عمر کا بھروسہ نہ ایک پل کا ہے نہ دنیا کی عمر کا کچھ بھروسہ ہے۔ اس مطلب کے ذہن نشین کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیۃ نازل فرمائی ہے۔ حاصل معنے آیۃ کے یہ ہیں کہ غفلت سے لوگ اپنی عمر اور دنیا کی عمر کے بھروسہ پر بڑے بڑے دیرطلب کام کرتے ہیں اللہ کے نزدیک وعدہ آجانے کی دیر ہے پھر اُسکی قدرت کے روبرو درمیانی اور آخری قیامت کا قائم ہوجانا پلک کے جھپکنے سے بھی نزدیک ہے کیونکہ اُسکی درگاہ میں ہر کام کے لئے فقط حکم کی دیر ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ بُرے کام سے توبہ اچھے کام کا سرانجام جو کچھ انسان کو کرنا ہے وہ آج کرے آج کے کام کو کل پر نہ رکھے کس لئے کہ جب انسان کی عمر اور دنیا کی عمر کو قیام ہی نہیں تو نہیں معلوم کہ کل کیا ہو۔ صحیح بخاری و مسلم مین حضرت عائشہؓ سے روایۃ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ لوگ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے آنے کا حال پوچھا کرتے تھے تو آپ ایک نوعمر لڑکے کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کرتے تھے کہ یہ لڑکا بوڑھا نہ ہونے پاوے گا کہ اتنے مین تم لوگون کی قیامت قائم ہوجاویگی مطلب یہ ہے کہ اُس لڑکے کے بوڑھا ہونے سے پہلے اُس قرن کے سب عمر رسیدہ لوگ مرجاوین گے یہ حدیث قیامت کے پہلے معنے کی تفسیر ہے۔ صحیح مسلم مین عبداللہ بن عمرؓ سے روایۃ ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب عیسےٰ علیہ السلام دجال کو ہلاک کرچکین گے تو ملک شام کی طرف سے ایک ٹھنڈی ہوا آویگی جس سے اس طرح کے سب لوگ مرجاوین گے جنکے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان

منزل ۳

ہوگا اب دنیا میں پھر شرک پھیل جاویگا - اسی حالت میں پہلا صور پھونکا جاویگا اور تمام دنیا برباد ہوجاویگی - یہ حدیث قیامت کے دوسرے معنے کی تفسیر ہے - صحیح بخاری کے حوالہ سے عبداللہ بن عمر کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے کہ مرنے کے بعد جو شخص قیامت کے دن جنت میں جانے والا ہے اسکو اسکا جنت کا ٹھکانہ اور جو دوزخ میں جانیوالا ہے اسکو اسکا دوزخ کا ٹھکانا صبح شام اللہ کے فرشتے دکھا کر یہ کہتے ہیں کہ قیامت کے دن اس ٹھکانے میں جانے کے لئے تجھکو دوبارہ زندہ کیا جاویگا حضرت عائشہ رضؓ کی روایت میں ہر قرن کی موت کو قیامت جو فرمایا ہے اسکی یہ تفصیل عبداللہ بن عمر کی روایت سے اچھی طرح سمجھ میں آسکتی ہے کہ مرنے کے ساتھ ہی ہر شخص کو قیامت کے دن کا اپنا انجام معلوم ہوجاتا ہے اس لئے ہر قرن کے لوگوں کے حق میں انکی موت بھی گویا قیامت ہے ان اللہ علی کل شئی قدیر اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی کام اللہ کی قدرت سے باہر نہیں ہے اس لئے وقت مقررہ پر ایک قرن کے لوگوں کی موت اور تمام دنیا کی بربادی اور پھر جزا و سزا کے لئے حشر کا قائم ہونا ان سب چیزوں کی اوس کو قدرت ہے جو لوگ اس کے منکر ہیں وہ نادان ہیں - کیونکہ دنیا کا کارخانہ دیکھ کر یہ ہر سمجھدار سمجھ سکتا ہے کہ یہ اتنا بڑا کارخانہ بغیر جزا و سزا کے بے ٹھکانے رہ جاتا ہے -

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ

اور اللہ نے تمکو نکالا تمہاری ماں کے پیٹ سے نہ جانتے تھے کچھ اور دیئے تمکو کان اور آنکھیں اور دل شاید تم

منزل ۳

تَشْكُرُوْنَ ۝ اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَآءِ ۭ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ

احسان انو کیا نہیں دیکھے اڑتے جانور حکم کے باندھے آسمان کے ہوا میں کوئی نہیں تھام رہا انکو سوا اللہ کے اسمیں پتے ہیں ان لوگوں کو جو

اوپر ذکر تھا کہ جب وقت آئے گا تو پلک جھپکنے میں درمیانی یا آخری قیامت آجائے گی کیونکہ اوسے ہر شے پر پوری قدرت ہے وہ کسی چیز سے عاجز نہیں ہے منکر حشر یہ نہ سمجھیں کہ قیامت نہ ہوگی اور پھر انسان دوبارہ زندہ نہ ہونگے اب فرمایا کہ اللہ پاک نے تمہیں اس حالت میں پیدا کیا کہ تمہارا کچھ وجود نہ تھا باپ کی پیٹھ سے ماں کے شکم میں نطفہ کو ٹھہرایا اور رفتہ رفتہ اس نطفہ سے پتلا بنایا پھر روح پھونکی اور تمہیں ماں کے پیٹ سے جب روئے زمین پر ظاہر کیا اوسوقت بھی تمہاری حالت یہ تھی کہ تم دنیا میں کسی چیز کو نہیں جانتے تھے نہ نفع کی چیزوں کا تمہیں علم تھا نہ ضرر دینے والی اشیا کو تم جانتے تھے نہ دوست کو پہچانتے تھے نہ دشمن کی شناخت تھی یہاں تک کہ اپنے ماں باپ کو بھی نہیں پہچانتے تھے مگر اللہ پاک نے تمہیں کان دیئے کہ تم لوگوں کی باتوں کو سنو کہ وہ کیا کہتے ہیں اور آنکھیں بھی دیں کہ اچھے برے کو دیکھکر تمیز کرو اور اپنی زندگی میں ان آنکھوں کے ذریعہ سے مناسب کام لو نفع و ضرر کو دیکھو دوست دشمن کو پہچانو غرضکہ آنکھیں عجب نعمت ہیں ان کی حقیقت اور قدر وہی جانتا ہے جو کسی مانے میں آنکھیں رکھتا ہو اور پھر بحکم قضا و قدر اس نعمت عظمیٰ سے محروم ہوگیا ہو پھر اسی پر اللہ پاک نے اکتفا نہیں کیا

انسان کو دل بھی دیا تاکہ ہر شے کو سمجھے بوجھے اطبا کے قول کے موافق دل مرکز حیات ہی اگر دل میں کچھ فتور پڑجاوے تو انسان کی زندگی کے لالے پڑجاتے ہیں۔ بہرحال یہ نعمتیں ایسی نہیں ہیں جنکو انسان بھولجاوے اور آنپر منعم حقیقی کا شکر نہ بجالائے انسان جس جس طرح اپنے کمال پر پہنچتا جاتا ہے اُسی اُسی طرح اُس کے کان اور دل کی قوت میں ترقی ہوتی جاتی ہے اور اُسکی عقل رفتار زمانہ کو دیکھ دیکھ کر تازہ تازہ سبق حاصل کرتی ہی اور ہونہار اور سلیم الطبع شخص اِسی عقل کے ذریعہ سے اپنے حقیقی مالک کی ہستی پر دلیل قائم کرتا ہے اور اِس بات کو پائے ثبوت تک پہنچا دیتا ہے کہ انسان جیسے کل پرزے کے پتلے کی پیدا کرنے والی ضرور کوئی نہ کوئی ذات ہے جسکا کوئی مثل نہیں پھر اللہ پاک نے اپنی ہستی پر دوسری دلیل قائم کی کہ آسمان و زمین کے درمیان میں تم سینکڑوں جانورون کو اُڑتے ہوئے دیکھتے ہو جنکو نہ آسمان سے کوئی تعلق نہ زمین سے کوئی علاقہ جسطرح انسان دریا میں تیرتا ہے اسی طرح یہ ہوا میں سیر کرتے پھرتے ہیں کیا اِن کا تھامنے والا اور روکنے والا سوائے خدا کے اور کوئی ہے ہرگز نہیں یہ بھی اُس کی ادنا قدرت ہی ورنہ یہ خاکی جانور اپنے اجسام کے بوجھ کے سبب سے فوراً زمین پر آن پڑتے پھر فرمایا کہ یہہ باتیں ایسی ہیں جن پر سلیم عقلین ایمان لاتی ہیں اور ایمان دار بندے جو خدا کے دین کے تابعدار ہیں ان باتون سے خدا کی وحدانیت اور اُس کے عجائب قدرت پر دلیل پکڑتے ہیں۔ صحیح بخاری و مسلم میں عبداللہ بن مسعود سے اور صحیح مسلم میں حذیفہ بن اسید سے جو روایتیں ہیں۔ اُنکا حاصل یہ ہے کہ حمل کے دوسرے چلے میں بچے کے آنکھ کان اور دل کی بناوٹ شروع ہوجاتی ہی اور چار مہینے میں بچہ کا پتلا بالکل تیار ہوکر اُس میں روح پھونکدی جاتی ہے ان حدیثون کو آیت کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب قرار پایا کہ آنکھ کان اور دل کی بناوٹ تو ماں کے پیٹ میں ہوتی ہے اور ان اعضا سے نفع اوٹھانے کا موقع ماں کے پیٹ سے پیدا ہوجانے کے بعد حاصل ہوتا ہے اور آیتون میں ان اعضا سے نفع اوٹھانے کا اور اُس کی شکرگزاری کا ذکر ہے اِس لئے آیتون میں بچہ کی پیدائش کے بعد ان اعضا کا ذکر فرمایا اور حدیثون میں ان اعضا کی ساخت اور بناوٹ کے وقت کا ذکر فرمایا گیا ہے حاصل کلام یہ ہے کہ آیتون اور حدیثون میں کچھ مخالفت نہیں ہے بلکہ ایک دوسرے کی تفسیر ہے اُدھر اُڑتے ہوئے جانور آنکھوں سے نظر آتے ہین اور آنکھون سے دیکھی ہوئی چیز پر آدمی کو پورا یقین ہوجاتا ہے اِس لئے آنکھون کے ذکر کے بعد اُڑتے ہوئے جانورون کا ذکر فرمایا تاکہ آنکھون والا شخص اِس قدرت الٰہی کو دیکھے اور اُس صاحب قدرت کو پہچانے اور اُسکی تعظیم میں کسی کو شریک نہ کرے۔

منزل ۴

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ

اور اللہ نے بنادئے تم کو تمہارے گھر بسنے کی جگہ اور بنادئے تم کو چوپایون کی کھال سے ڈیرے جو ہلکے لگتے ہیں تمکو سفر

ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَآ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ۝

گھر میں آوے اور نکلے۔ بھیڑوں سے اور بالون سے کتنے اسباب اور برتنے کی چیز ایک وقت تک

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ

اور اللہ نے بنادئے تمکو اپنی بنائی چیزوں کی چھاؤنیں اور بنادیں تم کو پہاڑوں میں چھپنے کی جگہ اور بنادئے تمکو کرتے جو بچاؤ ہیں

الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ۝ فَاِنْ تَوَلَّوْا

گرمی کے اور کرتے جو بچاؤ ہیں لڑائی کی اسی طرح پورا کرتا ہے اپنا احسان تمپر شاید تم حکم میں آؤ پھر اگر پھر جاویں

فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝ يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝ ع ۱۴

تو تیرا کام یہی ہے کھولکر سنا دینا پہچانتے ہیں اللہ کا احسان پھر منکر ہو جاتے ہیں اور بہت اُن میں ناشکر ہیں

اللہ تعالیٰ نے یہ ایک اور دلیل اپنی توحید کی بیان کی کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے آرام و آسائش کے لئے گھر بنادئے کہ جب چل پھر کر تھک جاؤ تو وہاں آکر آرام کرو راتوں کو اطمینان سے اوس میں سو جاؤ تمہارے بال بچے ادھر ادھر مارے مارے نہ پھریں دھوپ کی گرمی سے امن پاؤ برسات میں مینہ کے بھیگنے سے بچو جاڑے کی سردی سے نجات پاؤ پھر اسی پر اکتفا نہیں کیا اس حکمت سے تم اگر سفر میں جاؤ گے تو کہاں قیام کروگے تمہارے واسطے چارپایوں کے کھال کے خیمے چھولداریاں وغیرہ بنادئے جسکو تم اپنے ساتھ لیجایا کرو اور آسانی سے اُسکو نصب کرلیا کرو اور سونے بیٹھنے میں اوس سے بہت بڑا نفع حاصل کرو پھر فرمایا کہ جانوروں کی کھال ہی تک نفع محدود نہیں رکھا بلکہ اُسکے اون اور بال تمہارے واسطے بنائے ہیں شال دوشالے پشمینے وغیرہ کپڑے اسی جانور کے اون سے لوگ بناتے ہیں اور بھی طرح طرح کی اشیاء اس سے تیار ہوتی ہیں پھر فرمایا کہ جب تک یہ دنیا قائم ہے اور جب تک تمہاری زندگی دنیا میں ہوگی تم اس سے عجیب و غریب نفع اوٹھاؤ گے بہرحال یہ نعمتیں جو اللہ پاک نے بیان فرمائیں کہ خیمے وغیرہ تمہاری آسائش کے لئے بنائے گئے یہ درحقیقت اُسکے لئے نعمت تھی مگر بیچارے غریب جو سفر میں آتے جاتے رہتے ہیں اُنکی رفع تکلیف کے لئے یہ سامان راحت مہیا کردیا کہ جا بجا ستونوں میں درخت پیدا کردیئے ہیں تاکہ آنے جانے والے مسافر دھوپ میں اُسکے سایہ میں آرام حاصل کریں اور مینہ میں بھی قدرے اُسکے نیچے بچاؤ کرلیں اور پہاڑ اور پہاڑ کی گھاٹیاں تمہارے سایہ میں ٹھہرنے کے واسطے ایک عمدہ جگہ تیار کی ہے۔ پھر اللہ پاک نے اپنی عام نعمت کا ذکر فرمایا جو امیروں اور غریبوں پر یکساں ہے فرمایا کہ تمہارے لئے پہننے کے کپڑے اسلئے بنائے کہ گرمی میں آسکو پہنو تولو وغیرہ سے بچو اور جاڑے میں اُسے استعمال کرکے سردی سے نجات پاؤ اللہ پاک نے اس آیت میں صرف گرمی کا ذکر کیا ہے کیونکہ قرآن مجید زبان عرب میں نازل ہوا ہے اور عرب میں گرمی زیادہ پڑتی ہے سردی مطلق نہیں ہوتی اسی لئے صرف گرمی کے بچاؤ کا ذکر کیا مگر مراد اس سے یہی ہے کہ گرمی اور سردی دونوں موسموں میں انسان کے واسطے کپڑے آرام کی چیز ہیں۔ پھر اللہ پاک نے اُس کرتے کا ذکر کیا جسکو زرع کہتے ہیں اسے لڑائی میں پہنا کرتے ہیں فرمایا کہ تمہارے واسطے وہ کرتے بھی تیار کرادئے جسے پہنکر لڑائی کے وقت دشمنوں کی تلوار کی ضرب سے امن میں رہو غرضکہ اللہ پاک اپنی نعمتیں لوگوں پر اسی طرح پوری کرتا ہے تاکہ لوگ اُسکو پہچانیں پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرماکر

منزل ۳

کہا کہ اگر باوجود ان نعمتوں کے معلوم کرنے کے یہ لوگ اسلام سے بے بہرہ رہیں اور ایمان نہ لاویں تو اسکا تمپر کوئی الزام نہیں ہے تمہیں تو کھولکر اللہ کا پیغام پہونچا دینا ہے پھر تم بری الذمہ ہو ماننا نہ ماننا انکا اختیار ہے یہ لوگ خدا کی نعمتوں کو خوب اچھی طرح جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں اور پھر بھی خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں تمہاری رسالت کا انکار کرتے ہیں کفر کرتے ہیں تو اسکا وبال اپنپر پڑے گا مجاہد کا قول ہے کہ ایک گنوار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا آپ نے یہ آیت پڑہی واللہ جعل لکم من بیوتکم سکنا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے رہنے کے لئے گھر بنا دئے اس اعرابی نے کہا کہ ہاں پھر آپنے کہا وجعل لکم من جلود الانعام بیوتا آخر تک اس گنوار نے کہا ہاں پھر آپ نے ساری آیۃ پڑھ کر سنائی وہ ہاں ہاں کرتا رہا جب آپ نے یہ آیۃ پڑہی کذلک یتم نعمتہ علیکم لعلکم تسلمون جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ پاک تمپر اپنی نعمتیں پوری کرتا ہے تاکہ تم اسلام لاؤ وہ اعرابی اس آیۃ کو سنکر اوٹھ کر چلا گیا اسپر یہ آیۃ نازل ہوئی یعرفون نعمۃ اللہ ثم ینکرونہا واکثرہم الکفرون کہ خدا کی نعمتوں کو یہ کفار پہچانتے ہیں اور پھر بھی انکار کرتے ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ انمیں اکثر ازلی کافر ہیں صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے کہ دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے علم ازلی کے موافق لوح محفوظ میں یہ لکھ لیا ہے کہ دنیا میں پیدا ہونے کے بعد کتنے آدمی جنت میں جانے کے قابل کام کرینگے اور کتنے آدمی دوزخ میں جانے کے قابل اب دنیا میں پیدا ہونے کے بعد ہر شخص ویسے ہی کام کرتا ہے اور وہی کام اسکو اچھے اور آسان معلوم ہوتے ہیں اس حدیث کو ان آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ ان مشرکین مکہ میں کے جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو پہچانکر نہیں انمانتے ہیں اور اپنے کفر پر اڑے ہوئے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کا انجام علم الٰہی میں دوزخ قرار پا چکا ہے اس لئے اے رسول اللہ کے انکی گمراہی کا کچھ الزام تمپر نہیں ہے تم فقط اللہ کا پیغام سب کو پونہچا دو جنکی قسمت میں راہ راست پر آنا لکھا گیا ہے وہ راہ راست پر آجاوینگے ہاں بدبخت ازلی اپنے ارادہ سے تو راہ راست پر آنے والے نہیں اور انکو مجبور کرکے راہ راست پر لانا انتظام الٰہی کے برخلاف ہے کیونکہ دنیا ہی تک بندے آزمانے کے لئے پیدا کی گئی ہے مجبوری میں وہ آزمائش باقی نہیں رہتی۔

منزل ۱۳

وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ○

اور جسدن کھڑا کرینگے ہم ہر فرقہ میں ایک بتانے والا پھر حکم نہ ملے منکرون کو اور نہ انسے توبہ مانگے

وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ○ وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ أَشْرَكُوا

اور جب دیکھیں بے انصاف مار پھر ہلکے نہ ہوں اسسے اور نہ انکو ڈھیل ملے اور جب دیکھیں شریک بنانیوالے

شُرَكَاءَهُمْ قَالُوا رَبَّنَا هَٰؤُلَاءِ شُرَكَاؤُنَا الَّذِينَ كُنَّا نَدْعُو مِنْ دُونِكَ فَأَلْقَوْا إِلَيْهِمُ الْقَوْلَ

اپنے شریکوں کو بولینگے اے رب یہ ہمارے شریک ہیں جنکو ہم پکارتے تھے تیرے سوا تب وہ اپنپر ڈالینگے بات

إِنَّكُمْ لَكٰذِبُونَ ۝ وَأَلْقَوْا إِلَى اللّٰهِ يَوْمَئِذِ السَّلَمَ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۝

کہ تم جھوٹے ہو اور آپڑیں اللہ کے آگے اُسدن عاجز ہوکر اور بھو بجاوے انکو جو جھوٹ باندھتے تھے

اللہ پاک نے مشرکون کے نتیجے جو قیامت کے دن ہونگے انکوان آیتون میں بیان فرمایا کہ ہرایک امت کا گواہ اوسپر وہیں امت کا پیغمبر کھڑا ہوکر اس بات کی گواہی دیگا کہ جو پیغام خدا کی طرف سے انکے پاس پہونچایا گیا اُسکا کیا جواب ان لوگون نے دیا کس کس نے انکی رسالت کی تصدیق کی اور کس کس نے اللہ کے رسولون کو جھٹلایا اگرچہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے لیکن اُسنے مخلوق کے حساب کتاب کا دارومدار اپنے علم پر نہیں رکھا ہی جسطرح دنیا مین انسان کی عادت جاری ہے کہ ہرایک مقدمہ میں گواہ پیش ہوکر فیصلہ ہوا کرتا ہے اسی طرح آخرت میں بھی گواہون کی شہادت سنکر فیصلہ کیا جائے گا۔ غرضکہ جسوقت انبیاء ورسول ہر ہر امت کے خدا کے روبرو انکی گواہی دین گے اور مشرک لوگ جب اس گواہی کو نہ مانین گے تو مشرکون کے اعضا سے گواہی دلوائی جاویگی پہران مشرکون کا کوئی عذر نہیں سنا جائے گا اور نہ انکو زبان کھولنے کی اجازت ملے گی۔ پہر مشرکین اور کفار جنہون نے خدا کی نافرمانی کرکر کے دنیا مین اپنی جان پر ظلم کیا تھا جہنم کے عذاب کو دیکھین گے اور انپر عذاب ہونے لگے گا تو پہر اُس میں کمی نہیں کیجائے گی دم لینے کی بھی مہلت نہیں ملیگی اور جس وقت مشرکین اپنے اون معبودون کو دیکھینگے جنہین دنیا مین وہ پوجتے تھے اور خدا کا شریک ٹہراتے تھے تو کہنے لگین گے کہ اے رب یہی ہمارے وہ شریک ہین جنہین ہم تیرے سوا دنیا میں پوجتے تھے اور پکارتے تھے انہیں کی نسبت ہمارا یہ خیال تھا کہ انکے سبب سے ہمین تیری قربت حاصل ہوگی اور انہین کی نسبت ہمارا یہ اعتقاد تھا کہ تیرے دربار مین یہ ہماری شفاعت کرین گے مشرکون کی یہ باتین سنکر انکے وہ معبود جلدی سے انکے قول کو جھٹلا دین گے کہ تم محض جھوٹے ہو تم نے ہرگز ہماری عبادت نہیں کی تم تو اپنی خواہش نفسانی کے پیرو تھے تمہارا نفس جو کچھ تمہیں سکھلاتا تھا وہی کرتے تھے۔ یہان شہید کے معنے گواہ کے ہین تفسیر ابن ابی حاتم میں قتادہ کا قول ہے کہ ہرایک امت کی حالت پر یہ رسولون کی گواہی اللہ تعالیٰ کے روبرو پیش ہوگی کہ انھون نے اللہ تعالیٰ کا پیغام اپنی امتون کو پہونچا دیا۔ مسند امام احمد صحیح بخاری نسائی اور ابن ماجہ کے حوالہ سے سورۃ الاعراف میں ابو سعید خدری کی حدیث گزر چکی ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ جن امتون نے دنیا میں اپنے رسولون کی نافرمانی کی ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان امتون کے رسولون سے پوچھے گا کہ تم نے اللہ تعالیٰ کے احکام اپنی امتون کو پہونچا دئے تھے اللہ تعالیٰ کے رسول جواب دیوین گے یا اللہ تجھے خوب معلوم ہی کہ ہمنے ان لوگونکو تیرے سب احکام پہونچا دئے تھے۔ اسی حدیث سے قتادہ کے قول کی پوری تائید ہوتی ہے اسلئے قتادہ کا قول اور یہ حدیث آیۃ کے ٹکڑے ویوم نبعث من کل امۃ شہیدا کی تفسیر ہے صحیح بخاری میں سعید بن جبیر سے روایت ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ نافع بن ازرق نے حضرت عبداللہ بن عباس سے پوچھا تھا کہ قرآن شریف میں کہیں تو یہ ہے کہ مشرکون کو قیامت کے دن بات کرنے اور کسی عذر کے پیش کرنے کا حکم نہ ہوگا اور کہیں یہ ہی کہ مشرک لوگ قسمین کھا کھا کر اللہ تعالیٰ کے روبرو شرک کا انکار کرین گے اس اختلاف کا کیا سبب ہی حضرت

منزل ۳

عبداللہ بن عباس نے اسکا جو جواب دیا اُسکا حاصل یہ ہے کہ قیامت پچاس ہزار برس کا دن ہے اُس میں یہ مشرک لوگ پہلے پہل شرک سے انکار رسولوں کا جھٹلانا سب کچھ کریں گے پھر آخر کو انکے منہ پر خاموشی کی مہر لگائی جاکر انکے ہاتھ پیروں سے گواہی لیجاویگی اسکے بعد انکو جھوٹ بولنے اور کسی جھوٹے عذر کے پیش کرنے کا موقع باقی نہ رہے گا۔ معتبر سند سے مسند امام احمد صحیح ابن حبان اور مسند ابی یعلی میں ابو سعید خدری سے روایت ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کا دن پچاس ہزار برس کا ہوگا صحیح مسلم کے حوالہ سے ابو ہریرہ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے کہ جب مشرک لوگ اپنے اسلام کا جھوٹا دعوی کریں گے تو انکے منہ پر خاموشی کی مہر لگائی جاکر انکے اعضا سے اصل حال کی گواہی ادا کرائی جاویگی تاکہ انکا جھوٹ اچھی طرح کھل جاوے اور یہ لوگ پورے قائل ہوجاویں۔ ان حدیثوں سے عبداللہ بن عباس کے قول کی پوری تائید ہوتی ہے اور حضرت عبداللہ بن عباس کا قول اور یہ حدیثیں آیۃ کے ٹکڑے ثم لا یؤذن للذین کفروا ولا ہم یستعتبون کی تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آیۃ کے اس ٹکڑے میں مشرکون کی ایک خاص حالت کا ذکر ہے دوزخیوں کی جلی ہوئی کھال کے گٹھری گٹھری بدلے جانے کا ذکر مشرکون کے جھوٹے معبودوں کا اپنے پوجنے والوں سے بیزار ہونے کا ذکر۔ مشرکون کے شرک سے پچھانے کا ذکر یہ سب اوپر گزر چکا ہے وہی باقی آیتوں کی تفسیر ہے ۔

الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ زِدْنَاهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يُفْسِدُونَ ۝

منزل ۳

جو منکر ہوئے ہیں اور روکتے رہے ہیں اللہ کی راہ سے انکو ہم نے بڑھائی ملہ پر مار بدلا اسکا جو شرارت کرتے تھے

علماء مفسرین نے اس میں بڑا اختلاف کیا ہے کہ وہ عذاب جو زیادہ دیا جاویگا جس کا ذکر اس آیۃ میں ہے وہ کس قسم کا عذاب ہوگا لیکن اوپر حضرت ابو ہریرہ کی حدیث صحیح مسلم کی روایت سے بیان ہوچکی ہے کہ جو کوئی شخص کوئی راستہ نیک نکالے تو اُس نیک راستہ پر جتنے لوگ دنیا میں عمل کریں گے جس قدر اجران عمل کرنے والوں کو ملے گا اتنا ہی اجر نیک راستہ نکالنے والوں کو ملے گا اسی طرح جو کوئی شخص دنیا میں کوئی بُرا طریقہ ایجاد کریگا تو جس قدر لوگ اُس بُرے طریقہ پر چلیں گے جتنا عذاب اُنکو ہوگا اُتنا ہی عذاب بُرا رستہ نکالنے والے پر ہوگا۔ اس حدیث سے صاف معلوم ہوگیا کہ ہر نیکی اور بدی کا ثواب و عذاب اللہ کی بارگاہ میں مقرر ہے اس صورت میں آیۃ کی تفسیر میں اختلاف کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے بلکہ اُس صحیح مسلم کی حدیث کی بنا پر معنے و تفسیر آیۃ کے یہ ہیں کہ جو کوئی خود بُرا کام کریگا اُسکو جو سزا اُس بُرے کام کی مقرر ہے وہ ملیگی اور جو کوئی بُرا کام کرکے دوسرے شخص کو کسی نیک کام سے روکے گا اور باز رکھے گا اُس باز رہنے والے شخص کو جو سزا ہوگی اُسی قدر اس باز رکھنے والے کو بھی ہوگی مثلاً زید نے فرض نماز ترک کردی تو تارک الصلوۃ کی سزا زید کو ہوگی اور خالد نے خود فرض نماز چھوڑ دی اور حامد کو بہکا کر اوسکا روزہ چھوڑوا دیا تو خالد کو تارک الصلوۃ اور تارک صوم دونوں شخصوں کی سزا ہوگی اور حامد کو فقط تارک صوم کی جو سزا ہے وہی ہوگی صحیح مسلم میں سمرہ بن جندب سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخ کی آگ بعضے لوگوں کو ٹخنوں تک جلاویگی اور بعضوں کو گھٹنوں تک اور

بعضون کو کمر تک اور بعضون کو گردن تک سوا اسکے اور صحیح حدیثون میں ہی جنکا حاصل یہ ہی کہ اہل جنت اور اہل دوزخ کے درجے ہیں اور یہ درجہ ہر نیکی اور بدی کی جزا و سزا ہے - حاصل کلام یہ ہے کہ خود بہکنا اور دوسرونکو بہکانا یہ دو گناہ ہیں دونون گناہ ہونگے گنہگارونکو دوہری سزا دیجاویگی اور اس دوہری سزا کے مناسب حال دوزخ کے درجہ میں ایسے لوگونکو رکھا جاویگا۔

وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِمْ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ ۚ

اور جسدن کھڑا کردین گے ہر فرقے میں ایک بتانے والا انہیں مین کا اور تجکو لاوین بتانے کو ان لوگو پر

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ○ ع ۱۸

اور اتاری ہمنے تجپر کتاب بیو ما ہر چیز کا اور راہ کی سوجھ اور مہر اور خوشخبری حکم برداروں کو

اللہ پاک نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آیۃ میں خطاب کرکے فرمایا کہ قیامت کے دن ہر امت کے رسول اُس امت کی حالت کی گواہی دینگے اور جسدن امتین اپنے رسولون کو جھٹلاوینگی تو اے رسول اللہ کے تم سے اون رسولون کے بیان کی صداقت کرائی جاویگی کیونکہ قرآن میں یہ سب صداقت موجود ہے - صحیح بخاری وغیرہ کے حوالہ سے ابو سعید خدری کی حدیث جو اوپر گزری اوس میں یہ ہے کہ قیامت کے دن نوح علیہ السلام سے پوچھا جائے گا کہ آپ نے رسالت کی تبلیغ کی تھی نوح علیہ السلام کہیں گے کہ ہان اے رب ہمنے تبلیغ کی تھی پھر انکی امت سے سوال کیا جائے گا کہ تمہارے پاس نوح علیہ السلام نے پیغام پہونچایا تھا وہ لوگ کہیں گے ہمارے پاس تو کوئی پیغمبر ڈرانیوالا نہیں پہونچا پھر نوح علیہ السلام سے پوچھا جائے گا کہ تمہارا کوئی گواہ ہی وہ فرماوینگے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور انکی امت گواہ ہے غرضکہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بلائی جائے گی اور وہ انکی صداقت کی گواہی دیگی کہ نوح علیہ السلام نے انکے پاس پیغام پہونچایا تھا جس کا قرآن میں ذکر ہے - غرضکہ اسی طرح ہر ایک رسول سے سوال کیا جائے گا اور وہ اپنی امت کے گواہ ہون گے اور حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور انکی امت عام لوگون کے گواہ ہون گے کسی فرقہ اور کسی قوم اور کسی شہر والون کے ساتھ یہ بات خاص نہ ہوگی - پھر اللہ پاک نے یہ فرمایا کہ اللہ نے وہ کتاب اوتاری ہے جو ساری باتین کھول کھول کر بیان کرتی ہے اسی واسطے اس میں پہلے رسولون کے بیان کی صداقت موجود ہے اور جو لوگ فرمانبردار ہیں اُن کو یہ کتاب نجات کا رستہ بتاتی ہے اور جو اسپر عمل کرتے ہیں اُنکے لئے یہ کتاب اللہ کی رحمت اور جنت کی خوشخبری ہے۔ منزل ۳

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَ

اللہ حکم کرتا ہے انصاف کو اور بھلائی کو اور دینے کو ناتے والے کے اور منع کرتا ہی بیحیائی کو اور

الْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ○

نامعقول کام کو اور سرکشی کو تم کو سمجھاتا ہی شاید تم یاد رکھو

مفسرون کے قول عدل و احسان کے متعلق مختلف ہیں بعضون نے کہا ہی کہ عدل کلمہ طیبہ یعنے لا الہ الا اللہ کی شہادت

ہے اور احسان فرائض کا ادا کرنا ہی۔ حضرت عبداللہ بن عباس سے بھی ایک روایت میں یون ہی ہے۔ اور دوسری روایت میں یون ہی کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا یہ عدل ہی اور خدا کی عبادت یون کرنا کہ عبادت کرنے والا گویا خدا کو دیکھ رہا ہی یہ حسن عبادت ہی اسی کو احسان فرمایا ہی عدل کے معنے انصاف کے ہیں اللہ تعالیٰ نے انسان کو اور انسان کی سب ضرورت کی چیزون کو پیدا کیا اس لئے اللہ کی تعظیم میں کسی کو شریک نہ کرنا عین انصاف اور شریک کرنا بڑی ناانصافی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس کے صحیح قول کے موافق یہان عدل کے یہ معنے مناسب ہیں صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن مسعود کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا میں شرک سے بڑھکر کوئی گناہ نہیں اس حدیث سے عبداللہ بن عباس کے قول کی پوری تائید ہوتی ہے صحیح مسلم مین حضرت عمر بن خطاب کی روایت سے ایک حدیث ہے جسکا ایک ٹکڑا یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کی عبادت اس طرح کرو گویا تم خدا کو دیکھ رہے ہو اور اگر ایسا ممکن نہ ہو تو یہ سمجھو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہی اس حدیث سے احسان کی صحیح تفسیر وہی ہی جو حضرت عبداللہ بن عباس کے ایک قول کے موافق اوپر گزری پھر اللہ پاک نے عدل و احسان کے بعد قرابت دارون کے ساتھ صلہ رحمی کا حکم فرمایا کہ اون کو دیتے لیتے رہو اگر خدا کا فضل تمہارے شامل حال ہو اور تمہین مقدور ہو تو روپے پیسے سے اُنکی مدد کرو اگر تم آپ بھوکے محتاج ہو تو میل ملاپ محبت مروت کی ہمدردی اُنکے ساتھ کرتے رہو پھر اللہ پاک نے نیک خصلتون کے اختیار کرنے کا حکم فرماکر بُرے اخلاق سے منع فرمایا کہ فحش باتون سے بچتے رہو حضرت عبداللہ بن عباس نے فحشاء کی تفسیر میں بیان فرمایا ہی کہ مراد اس سے زنا ہے کیونکہ انسان میں جو جو بُری خصلتین ہوتی ہیں اون سب میں زیادہ قبیح یہی زنا ہی اور بعضون نے اسکی تفسیر عام رکھی ہے کہ ہر فعل و قول جو انسان کے نزدیک مذموم ہو خواہ زنا ہو خواہ کچھ ہی ہو یہی فحشا ہی معتبر روایتون میں اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ نے شرم و حیا کے مقابلہ مین فحشا کا لفظ استعمال فرمایا ہے جس سے پچھلے معنے کی پوری تائید ہوتی ہے منکر کی تفسیر بعضون نے یہ بیان کی ہے کہ جو بات شریعت خدا اور سنت رسول اللہ میں نہ پائی جاوے وہ منکر ہے اور حضرت عبداللہ بن عباس شرک و کفر کو منکر فرماتے ہیں تیسری چیز جس سے بچنے کو اللہ پاک نے فرمادیا وہ سرکشی ہے معتبر سند سے ترمذی اور ابن ماجہ نے ابی بکرہ سے روایت کی ہے کہ سرکشی اور قطع رحم بڑا گناہ ہے جس کے گناہ گار کو دنیا میں جلدی عذاب کیا جاتا ہے عبداللہ بن مسعود اس آیت کے متعلق یہ بیان فرماتے تھے کہ قرآن مجید میں اس سے زیادہ جامع کوئی آیت نہیں ہے معتبر سند سے مسند بزار اور مستدرک حاکم میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قرابتدارون کے ساتھ سلوک کرنے سے آدمی کے رزق و عمر میں ترقی ہوتی ہے صلہ رحمی کی فضیلت کی یہ حدیث گویا تفسیر ہے یعظکم لعلکم تذکرون اس کا مطلب یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں جو نصیحت فرمائی ہے وہ ہر ایمان دار شخص کو یاد رکھنی چاہیئے بغی سے مطلب احکام الٰہی سے سرکشی کرنے کے ہیں جس طرح مشرکین مکہ اللہ کے رسول کی مخالفت اور احکام الٰہی کی تعمیل میں سرکشی کرتے تھے۔

منزل ۳

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ

اور پورا کرو قرار اللہ کا جب آپسمیں قرار دو اور نہ توڑو قسمیں پکی کے پیچھے اور کرے اللہ کو

عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ

اپنا ضامن اللہ جانتا ہے جو کرتے ہو اور نہ ہو جیسی وہ عورت کہ توڑا اسنے اپنا سوت کاتا

قُوَّةٍ اَنْكَاثًا ۭ تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَيْنَكُمْ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِىَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ ۭ

محنت کے پیچھے ٹکڑے ٹکڑے کہ ٹھیراؤ اپنی قسمیں بیٹھنے کا بہانہ ایک دوسرے میں اسواسطے کہ ایک فرقہ ہو کہ زیادہ چڑھ رہا ہو

اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ۭ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝

دوسرے سے یہ تو اللہ پرکھتا ہے تمکو اس سے اور آگے کھولے گا اللہ تمکو قیامت کے دن جس بات میں تم پھوٹ رہے تھے

اوپر کی آیت میں جن احکام کا ذکر تھا اوس میں سے ایفائے عہد کو اللہ جل شانہ نے خاص طور پر علیحدہ بیان فرمایا اور یہ عہد علم ہے خواہ بیعت کا عہد ہو خواہ کوئی اور عہد ہو غرض انسان رات دن اپنے معاملات دینی یا دنیاوی میں جو قول و قرار کیا کرتا ہے اُس کے خلاف کرنے کو منع فرمایا کہ جب تم کسی بات کا عہد کرو تو اُسکو پورا کرو اور اگر کسی بات پر قسم کھاؤ تو اُسکو توڑو نہیں اور خاصکر اُس صورت میں جب کئی بار قسمیں کھائی ہوں کیونکہ تاکیدی قسم کے توڑنے کا گناہ معمولی قسم کے توڑنے سے بڑھکر ہے۔ صحیح مسلم میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی بات پر قسم کھائی اور پھر دوسری بات کو اُس سے بہتر دیکھا تو وہ کام کرے جو پہلے کام سے بہتر ہو اور اپنی قسم کا کفارہ دیدے کیونکہ اللہ جل شانہ دوسری جگہ بیان فرماتا ہے لا یؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم جسکا مطلب یہ ہے کہ اللہ تمہیں ناکارہ قسموں پر نہیں پکڑتا پھر اللہ پاک نے یہ بیان فرمایا کہ عہد کرکے تم نے خدا کو اپنا ضامن بنایا ہے تو اوسے تمہارے افعال کی پوری خبر ہے وہ تمہارے قول و قرار کے انجام کو خوب جانتا ہے کہ تم نے اپنے قول و قرار پورے کئے ہیں یا عہد شکنی کی ہے رات دن تم جو جو کام کیا کرتے ہو اوسے سب معلوم ہیں اُسکے موافق وہ تم کو جزا و سزا دیگا اِسکے بعد اللہ پاک نے اُس عورت کی مثال بیان فرمائی جو سوت کات کات کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا کرتی تھی فرمایا کہ اون لوگوں کی مثال جو عہد مضبوط کر لیتے ہیں اور پھر اُسپر قائم نہیں رہتے۔ یعنی اُس عورت کی مثال ہے کہ سوت کات کات کر جمع کرتی اور جب اوس سے نفع اُٹھانے کا وقت آیا تو اُس کو ٹکڑے کر دیا حضرت عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ سعیدہ اسمیہ سوت بال اور چھال جمع کیا کرتی تھی اور اُسکو کتوا تی اور پھر ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھینکدیتی یہ آیت اُسکی شان میں اتری ہے۔ امت سے مراد جماعت ہے اور ربی سے مراد اکثر ہے مطلب یہ ہے عرب آپسمیں دوستی کا عہد کرتے ہیں اور پھر صاحب عہد قبیلہ کے علاوہ کسی اور قبیلہ کو زور اور دیکھتے ہیں تو پہلے قبیلہ کے عہد کو توڑ کر دوسرے زور آور قبیلہ کے طرفدار بن جاتے ہیں اِسی کو اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ اللہ کو سب چیزیں معلوم ہیں وہ عہد کے پورا کرنے کا حکم دیکر اُسکی تعمیل کو آزماتا ہے اور قیامت کے دن بدعہدی کے گناہ تمہیں جتلائے جاوینگے اور حق و ناحق علیحدہ علیحدہ

منزل ۳

کردیا جاویگا اور اُسی کے موافق جزا و سزا کی جاویگی۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے عبداللہؓ بن عمر کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا ہر طرحکی بدعہدی کرنے والون کے نام کا ایک جھنڈا قیامت کے دن کھڑا کیا جاویگا اور بدعہد لوگونکو اُس جھنڈے کے نیچے جمع کیا جاکر تمام مخلوق کے روبرو رسوا کرنے کے لئے کہا جاویگا کہ یہ لوگ طرح طرح کی بدعہدی کرنے والے ہیں۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے عبداللہؓ بن عمرو بن العاص کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدعہدی کو منافق کی نشانی فرمایا ہی۔ صحیح بخاری ترمذی اور نسائی میں عبداللہؓ بن عمرو بن العاص سے ایک روایۃ ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹی قسم کو کبیرہ گناہ فرمایا ہی۔ معتبر سند سے مستدرک حاکم صحیح ابن حبان اور طبرانی کبیر میں عبداللہؓ بن مسعود اور حارث بن البرصاء سے جو روایتین ہیں اُنکا حاصل یہ ہی کہ جھوٹی قسم کا کفارہ نہیں ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جھوٹی قسم کا گناہ بغیر توبہ کے فقط کفارہ سے معاف نہیں ہوتا۔ بدعہدی اور جھوٹی قسم کا جو خمیازہ آدمی کو بھگتنا پڑے گا اُسکا حال اِن حدیثون سے اچھی طرح معلوم ہوسکتا ہے اسواسطے یہ حدیثین اِن دونو آیتون کی گویا تفسیر ہیں۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَلَتُسْـَٔـلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ

اور اللہ چاہتا تو تم سبکو ایک ہی فرقہ کرتا لیکن بہکاتا ہے جسکو چاہے اور سوجھاتا ہے جسکو چاہے اور تم سے پوچھ ہوگی

تَعْمَلُوْنَ ۝ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَتَذُوْقُوا السُّوْۗءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ

جو کام تم کرتے تھے اور نہ ٹھیراؤ اپنی قسمین رکنے کا بہانہ ایک دوسرے سے کہ ڈگ نہ جاوے کسی کا پاؤن جمے پیچھے اور تم چکھو سزا اِسپر کہ تم روکا منزل ۳

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ

اللہ کی راہ سے اور تم کو بڑی مار ہو اور نہ لو اللہ کے قرار پر مول تھوڑا بیشک اللہ کے یہان ہے وہی

خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ ۭ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۭ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ

بہتر ہے تمکو اگر تم جانتے ہو جو تم پاس ہے نبڑ جاویگا اور اللہ پاس ہے سو رہتا ہے اور ہم بدلے میں

صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

دیوینگے ٹہرنیوالونکو اُنکا حق اُنکا بہتر کامون پر جو کرتے تھے

اِس آیۃ میں اللہ پاک نے یہ بیان فرمایا کہ اگر اللہ جل شانہ چاہتا تو سارے جہان کے لوگون کو ایک ہی فرقہ بنا دیتا کوئی کسی کا مخالف نہ ہوتا اور بدعہدی اور جھوٹی قسم کھانے کا موقع پیش نہ آتا مگر اُسکی مشیت اسکو مقتضی نہ ہوئی اسی بات مین اُسکی حکمت تھی کہ متعدد طریقے قائم ہون اور وہ جسکو چاہے راہ راست پر آنیکی توفیق دے اور جسے چاہے ہدایت دے اور پھر قیامت کے دن سارے لوگون سے اُنکے اعمال کی پرسش کرے کہ تم نے کیا بھلائی کی اور کیا برائی کی پھر اِس کے بعد اللہ پاک نے اِس بات کا ذکر کیا اور تاکید کی کہ تم قسم کھاکر اور قول و قرار کرکے پھرو نہیں اِس میں بہت بڑی خرابی تمہارے لئے بھی ہی اور خدا کے دین میں بھی خلل آتا ہی تمہاری عہد شکنی اور وعدہ خلافی سے اور لوگ جو دین اسلام میں آنا چاہتے

ہیں وہ بدظن ہوجائین گے اور تمہارے قدم جمے ہوئے بھی اوکھڑ جائین گے اور جب تمہارے قدم اوکھڑے اور دوسرے لوگ تمہارے دین میں نہ داخل ہوئے تو بے شبہ تمہاری قوت گھٹ جائے گی اور تمہین ذلت نصیب ہوگی علاوہ اس کے آخرت میں تمہین اس کردار کی سزا مین عذاب کا سامنا ہوگا یہان قسم سے مطلب وہ بیعت اسلام ہے جو اسلام لانے کے وقت لوگون سے لیجاتی تھی - اس بیعت میں اسلام پر قائم رہنے کا مضبوط عہد لیا جاتا تھا اسلئے اسکو قسم کھانا فرمایا پھر اللہ پاک نے یہ بیان فرمایا اور جتلایا کہ لالچ میں آکر دنیا کے مال فانی کی حرص میں اگر خدا کے عہد کو توڑ ڈالوگے تو تمہارے حق میں بہتر نہ ہوگا دنیا کا مال اگرچہ کتنا ہی کثیر ہو اور کتنا ہی بیش بہا ہو مگر دنیا ہمیشہ کے لئے نہیں ہے اور نہ ہمیشہ اس کو بقا ہے اس لیے جو چیزین اسکی ہیں وہ بھی پائدار نہیں اور اگر خدا کے عہد پر جمے رہوگے تو اس کا بدلہ آخرت میں جو کچھ تمہین ملیگا وہ تمام دنیا کی دولت سے بدرجہا بہتر اور برتر ہے کیونکہ ہمیشہ کے لئے اسکو قیام ہے اور دائمی چیز اگر قلیل بھی ہو تو اوس فانی چیز سے جو کثیر ہو کہیں بہتر سمجھی جاتی ہے تم اسبات کو جانتے نہیں ہو اگر تمہیں اتنا علم ہو جائے تو آخرت کے انعام پر دنیا کی فانی دولت کو ہرگز ترجیح نہ دو - پھر یہ فرمایا کہ تم جس طرح ناپید ہونے والے ہو اسی طرح تمہارے پاس کی چیزین بھی ناپید ہونیوالی ہیں اور خداوند عالم جس طرح ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہیگا اسیطرح اسکے پاس کی چیزین بھی دائم البقا ہیں پھر صبر کرنے والونکو بشارت دی کہ صابرین کو ایسا اچھا بدلہ ملیگا جس طرح انھون نے اپنے نفسو پر جبر کرکے صبر کیا ہے اسی طرح اللہ پاک انہین جزا بھی دیگا ایک عمل کا دس گنا سے لیکر سات سو تک بلکہ اس سے بھی زیادہ بدلہ ملیگا - صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اپنے علم ازلی کے نتیجہ کے طور پر اللہ تعالی نے لوح محفوظ میں یہ لکھ لیا ہے کہ دنیا میں پیدا ہونے کے بعد کتنے آدمی جنت مین جانے کے قابل کام کرین گے اور کتنے دوزخ میں جانے کے قابل اب ہر شخص کو وہی کام اچھے اور آسان معلوم ہوتے ہیں جو دنیا میں پیدا ہونے کے بعد علم الٰہی کے موافق وہ شخص کرنے والا تھا - یہ حدیث یفضل من یشاء ویہدی من یشاء کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جو لوگ علم الٰہی میں نیک قرار پا چکے ہیں وہ نیک کامون کا ارادہ بھی کرتے ہیں اور نیک کام انکو اچھے اور آسان بھی نظر آتے ہیں اور انکے ارادہ کے پورے ہوجانے کی توفیق بھی اللہ تعالی کی طرف سے ہوجاتی ہے اور جو لوگ علم الٰہی مین بدقرار پا چکے ہیں وہ خود تو نیک کام کا ارادہ نہین کرتے اور زبردستی انکے دل میں نیک کام کے ارادہ کا پیدا کردینا انتظام الٰہی کے برخلاف ہے کیونکہ دنیا نیک و بد کے امتحان کے لئے پیدا کی گئی ہے کسی کو زبردستی راہ راست پر لانے کے لئے نہیں پیدا کی گئی معتبر سند سے ابی برزہؓ اور معاذؓ بن جبل کی روایتین ترمذی مسند بزار اور طبرانی کے حوالہ سے ایک جگہ گزر چکی ہیں کہ قیامت کے دن چار باتون کی جوابدہی کے لئے ہر شخص کو اللہ تعالی کے روبرو کھڑا ہونا پڑیگا (۱) تمام عمر دنیا میں کیا کیا (۲) جوانی کن کامون میں گزاری (۳) روپیہ پیسہ کیونکر کمایا اور کہان خرچ کیا (۴) دین کی نصیحت پر کیا عمل کیا یہ روایتین وتسئلن عما کنتم تعلمون کی گویا تفسیر ہیں جسکا حاصل یہ ہے کہ عہد شکنی قسم کا توڑنا جھوٹی قسم کا کھانا غرض عمر بھر جو کچھ

المنزل ۳

آدمی نے کیا ہے ان چار سوالون کے جواب میں وہ سب کہل جاویگا اور پھر اُسی کے موافق منزا ہوگی - اچھی حالت سے کوئی شخص بُری حالت میں آجاوے تو ایسے موقع پر عرب لوگ زلت قدمہ بولتے ہیں - آیۃ میں اس محاورہ کا مطلب یہ ہی کہ اسلام پر قائم رہنے کا عہد کرکے جو شخص اُس عہد سے پھر گیا تو گویا ایک اچھے موقع سے اُسکے پاؤن اکھڑ گئے - پاؤن ڈگ جانے اور پاؤن اکھڑ جانے کا ایک مطلب ہی - صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی جسکے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہی کہ دنیا میں جو شخص کوئی ایسا برا طریقہ نکالے گا جس سے لوگ بہکیں گے تو ایسے لوگون کو بہکنے کا جدا عذاب ہوگا اور انھون نے برا طریقہ نکالکر اور لوگون کو جو بہکایا اُسکا عذاب اُنپر جدا ہوگا یہ حدیث ولکم عذاب عظیم کی گویا تفسیر ہے جسکا حاصل یہ ہی کہ ان لوگون نے اسلام پر قائم رہنے کے عہد کو جو توڑا اُسکا عذاب اُنپر جدا ہوگا اور انکی بدعہدی کے دیکھا دیکھی جو لوگ اسلام کی طرف سے بدگمان ہونگے اور اُس بدگمانی کے سبب سے دائرہ اسلام میں داخل ہونے سے رُک جاوینگے اُسکا عذاب ان لوگو نپر جدا ہوگا صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے انس بن مالکؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جتنی جگہ میں گھوڑے کا سوار اپنا کوڑا رکھتا ہی جنت میں کی اتنی سی جگہ تمام دنیا سے بہتر ہے یہ حدیث انما عند اللہ ہو خیر لکم ان کنتم تعلمون کی گویا تفسیر ہے جسکا حاصل یہ ہی کہ جس شخص نے دنیا کے کسی لالچ کے سبب سے اپنی عقبیٰ کو بگاڑا اگر وہ سمجھے تو ایسا شخص بڑے ٹوٹے میں رہا - صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابوسعید خدری کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی کہ موت کو ذبح کیا جاکر جنتی اور دوزخیون کو ہمیشہ کے لئے جنت اور دوزخ میں رہنے کا حکم سنایا جاویگا - یہ حدیث ماعندکم ینفد وما عند اللہ باق کی گویا تفسیر ہے جسکا حاصل یہ ہی کہ دنیا مین جو کچھ ہے سبکی آنکھون کے سامنے اُسکو قیام نہیں اور عقبی مین جو کچھ ہوگا اُسکو ہمیشگی ہے - طبرانی کبیر میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایۃ ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن جب شرع کی تکلیفون اور تنگدستی پر صبر کرنے والون کو بے حساب بدلہ دیا جائے گا تو اور لوگ یہ کہوینگے کہ دنیا میں اُنکی بوٹیان کوئی قینچی سے کاٹتا اور وہ صبر کرتے تو آج اُنکو بھی بڑا بدلہ ملتا - آخر آیۃ میں صبر کے اجر کا جو ذکر مختصر طور پر ہے یہ حدیث گویا اوس کی تفسیر ہے - اِس حدیث کی سند میں ایک راوی مجاعۃ بن الزبیر ہے جسکو بعضے علما نے ضعیف قرار دیا ہے لیکن امام احمد نے اُسکو ناقابل اعتراض کہا ہے -

منزل ۳

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ

جسنے کیا نیک کام مرد ہو یا عورت ہو اور وہ یقین پر ہی تو اُسکو ہم جلا دینگے ایک اچھی زندگی اور بدلے میں دینگے اُنکو حق اُنکا بہتر کامونپر جو کرتے

اِس آیۃ میں اللہ پاک نے یہ فرمایا کہ جو شخص اسلام کے عہد پر قائم رہے گا اور نیک عمل کریگا خواہ وہ عمل کرنے والا مرد ہو یا عورت تو اُسکو دنیا میں بھی بھلائی ہے اور آخرت میں بھی دنیا میں اُسکی چین سے کٹے گی اور آخرت میں اُسکے عمل کا بہتر سے بہتر بدلہ ملیگا - مطلب یہ ہی کہ جو شخص مطابق شریعت کے عمل کریگا اُسکے لئے دنیا اور دین کا یہ اجر ہے - حیات طیبہ میں مفسرین کا اختلاف ہے - حضرت عبداللہؓ بن عباس نے اِسکی تفسیر میں یون کہا ہے کہ مراد حیات طیبہ سے رزق حلال

ہے جو دنیا میں نیک عمل کرنے والے مومن کو عطا ہوتا رہے گا اور حضرت علیؓ بن ابی طالب نے اسکی تفسیر قناعت کے ساتھ کی ہے۔ مسند امام احمد اور صحیح مسلم میں عبداللہؓ بن عمر کی ایک حدیث ہے کہ وہ شخص بامراد ہے جو مسلمان ہوگیا اور جو حلال روزی اسے ملیگا اسپر اسنے قناعت کی اس حدیث سے حضرت عبداللہؓ بن عباس اور حضرت علیؓ کے قول کی تائید ہوتی ہے۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے صہیبؓ رومی کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایماندار شخص کی زندگی ہر حالت میں اچھی ہے کیونکہ اسکو اللہ تعالیٰ نے اگر کچھ خوش حالی دی تو وہ اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اور اگر کچھ تنگدستی ہوئی تو صبر کرتا ہے صحیح مسلم میں انسؓ بن مالک سے روایت ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایماندار شخص کے نیک عملوں کا بدلہ اسکو دنیا میں بھی دیا جاتا ہے اور آخرت میں بھی اسکو اجر ملے گا ہاں نافرمان لوگوں کے نیک عملوں کا بدلہ دنیا میں ہی ملجاتا ہے۔ اجر کے قابل انکی کوئی نیکی آخرت میں باقی نہیں رکھی جاتی۔ صحیح بخاری و مسلم میں چند صحابہ سے جو روایتیں ہیں انکا حاصل یہ ہے کہ ایماندار شخص کے نیک عمل کا اجر آخرت میں دس گونہ سے لیکر سات سو تک اور بعض نیکیوں کا اس سے بھی زیادہ ملے گا۔ آیت میں ایماندار شخص کی دنیا کی اچھی زندگی اور عقبیٰ کے بہتر بدلہ کا جو ذکر ہے ان حدیثوں کو اسکی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ ایماندار شخص کی زندگی ہر حال میں اچھی ہے کیونکہ اسکی خوشحالی کی زندگی شکرگزاری کی ہے اور تنگدستی کی زندگی صبر و قناعت کی اور عقبیٰ میں اسکی شکرگزاری اور صبر و قناعت کا اور اسی طرح باقی کی نیکیوں کا اجر دس گونہ سے لیکر سات سو تک اور بعضی نیکیوں کا اس سے بھی زیادہ ملے گا آیت میں وہو مومن جو فرمایا اس کی یہ تفسیر انسؓ بن مالک کی اوپر کی حدیث سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ عقبیٰ کے اجر کے لئے ایمانداری کی شرط ضروری ہے ✦۔

منزل ۳

فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۝ إِنَّهُ لَيْسَ لَهُ سُلْطَانٌ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَى

سو جب تو پڑھنے لگے قرآن تو پناہ لے اللہ کی شیطان مردود سے اسکا زور نہیں چلتا انپر جو یقین رکھتے ہیں اور اپنے

رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝ إِنَّمَا سُلْطَانُهُ عَلَى الَّذِينَ يَتَوَلَّوْنَهُ وَالَّذِينَ هُم بِهِ مُشْرِكُونَ ۝

رب پر بھروسا کرتے ہیں اسکا زور انہیں پر ہے جو اسکو رفیق سمجھتے ہیں اور جو اس کو شریک ٹھیراتے ہیں

اس آیت میں اللہ پاک نے یہ حکم فرمایا کہ جب قرآن پڑھنے لگو تو پہلے خدا کے نام کے ساتھ شیطان سے پناہ مانگ لو علماء کے نزدیک یہ حکم واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے۔ پھر فرمایا کہ جو لوگ خدا و رسول پر ایمان رکھتے ہیں اور خدا ہی پر ہر ایک کام میں اپنا بھروسہ اور تکیہ لگائے ہوئے ہیں شیطان کا انپر کوئی قابو نہیں چلتا اور جن لوگوں نے شیطان کو اپنا رفیق ٹھہرا لیا ہے اور ہر ایک کام میں اسکو شریک ٹھہراتے ہیں انہیں پر شیطان کا زور بھی چلتا ہے اور وہ انہیں کے دلوں میں وسوسہ ڈال ڈالکر گمراہ کرتا رہتا ہے یہاں اس بات کا اختلاف ہے کہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم قرأت کے پہلے ہونا چاہیے یا بعد میں اکثر صحابہ و تابعین و تبع تابعین اور ائمہ و فقہا کا مذہب یہ ہے کہ قرأت سے پہلے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

کہنا چاہیئے اور یہی مذہب صحیح ہے۔ تلاوت قرآن سے پہلے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کا کہنا اسی بنا پر مستحب معلوم ہوتا ہے کہ شیطان تلاوت کے وقت دل میں وسوسہ نہ ڈالے۔ صحیح مسلم میں عثمانؓ بن ابی العاص سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ نماز اور تلاوت قرآن کے وقت شیطان اُن کے دل میں طرح طرح کے وسوسے ڈالکر پریشان کرتا ہے نہ دل لگاکر نماز پڑھنے دیتا ہے نہ قرآن کی تلاوت کرنے دیتا ہے آپ نے فرمایا نماز اور تلاوت قرآن سے پہلے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھ لیا کرو۔ عثمانؓ بن ابی العاص فرماتے ہیں اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کے کہہ لینے سے پھر نماز اور تلاوت قرآن کے وقت میری وہ شکایت جاتی رہی اس حدیث کو پہلی دونوں آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ ذکر الٰہی سے پہلے جو ایمان دار لوگ اللہ پر بھروسہ رکھکر شیطانی وسوسہ سے بچنے کے لئے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیدیتے ہیں اُنپر شیطان کا قابو نہیں چلتا۔ معتبر سند سے حارثؓ اشعری کی حدیث ایک جگہ ترمذی وغیرہ کے حوالہ سے گزر چکی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ شیطان کے قابو سے بچنے کے لئے ذکر الٰہی بہت بڑی چیز ہے اس حدیث کو آخری آیتہ کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ مشرک لوگ خالص لکے ذکر الٰہی کے منکر ہوتے ہیں اس لئے وہ ہر وقت شیطان کے پھندے میں گرفتار رہتے ہیں اور شیطان اُن کا ہر وقت کا رفیق بنا رہتا ہے۔

منزل ۳ وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

اور جب ہم بدلتے ہیں ایک آیت کی جگہ دوسری اور اللہ بہتر جانتا ہے جو اُتارتا ہے تو کہتے ہیں تو تو بنا لاتا ہے یونہی پر اُن بہتوں کو خبر نہیں

قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ۝

تو کہہ اسکو اُتارا ہے پاک فرشتے نے تیرے رب کی طرف سے تحقیق تا ثابت کرے ایمان والوں کو اور راہ کی سوجھ اور خوشخبری مسلمانوں کو

جب اللہ پاک کسی آیتہ کو منسوخ فرما دیتا اور اسکی جگہ دوسری آیتہ نازل فرماتا تو مشرکین مکہ کہتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قرآن اپنے جی سے بنا لیا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ جواب دیا کہ یہ لوگ قرآن کے نازل ہونے کی حقیقت سے بالکل ناواقف ہیں قرآن مجید کی ایک ایک آیتہ معجزہ ہے اللہ پاک ہی کو اُسکا علم ہے وہی جانتا ہے کہ کونسا حکم اسوقت کے لئے مناسب ہے اور پھر دوسرے وقت کی مصلحت کے لحاظ سے کونسا حکم ہونا چاہیئے پھر فرمایا کہ ان کافرون سے کہدو کہ ساری آیتیں قرآن پاک کی جبریل علیہ السلام اللہ جل شانہ کے پاس سے لاتے ہیں اس میں کوئی ناسخ ہو خواہ کوئی منسوخ سب اسی پاک پروردگار عالم کی طرف سے ہیں جو لوگ صاحب ایمان ہیں خدا و رسول پر اُنکا پکا عقیدہ ہے وہ ہر ایک آیتہ پر ثابت قدم ہیں اور جانتے ہیں کہ قرآن شریف اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے پیغمبر ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جیسا پیغام آتا ہے یہ اُسکو پہونچا دیتے ہیں اگر قرآن انکا کلام ہوتا تو اپنے قول کا اعتبار بڑھانے کے لئے پہلے قول کو دوسرے قول سے خود یہ کبھی نہ بدلتے اس ثابت قدمی کے سبب سے یہ صاحب ایمان لوگ روز بروز

ہدایت پاتے رہتے ہیں اور نئی آیتوں سے نئی نئی بشارت اُنکو آخرت کے واسطے پہونچتی رہتی ہے - پہلا حکم دوسرے حکم سے بدل جاوے تو پہلے حکم منسوخ اور دوسرے کو ناسخ کہتے ہیں - تمام قرآن شریف میں پانچ آیتیں منسوخ ہیں جنکی تفصیل اِس تفسیر کے مقدمہ میں بیان کردی گئی ہے - ناسخ منسوخ کی زیادہ تفصیل سورۃ البقر میں گزر چکی ہے - صحیح مسلم کے حوالہ سے ابو موسیٰ اشعری کی حدیث بھی سورہ البقر میں گزر چکی ہے - جس کا حاصل یہ ہے کہ یہاں مدینہ میں ہم صحابا لوگ سورہ براۃ کی برابر ایک سورۃ پڑھا کرتے تھے مگر اب وہ یاد نہیں رہی - اِس حدیث کو آیتوں کی تفسیر میں دخل ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ قرآن شریف کے مکی حصہ میں ناسخ منسوخ کی فقط یہی ایک صورت تھی کہ پہلے حکم سے دوسرا حکم بدل گیا - مثلاً سورۃ مزمل کی اول کی آیتوں میں تہجد کی نماز کا فرضیت کا حکم ہوکر اس سورہ کی آخر کی آیتیں نازل ہوئیں جن سے پہلا حکم جاتا رہا - ہاں اسطے اِن مکی آیتوں میں ناسخ منسوخ کی اور بھی ایک سورۃ کا ذکر فرمایا ہے یہاں قرآن شریف کے مدنی حصہ میں منسوخ آیتوں کی یہ صورت بھی پیش آئی ہے جس کا ذکر ابو موسیٰ اشعری کی حدیث میں ہے اِس لئے سورہ بقر مدنی سورۃ میں اونسیھا فرماکر اوسکا ذکر بھی کردیا جسکا مطلب یہ ہے کہ بعض آیتیں بغیر کسی بدلہ کے لوگوں کے دل سے اُٹھ جاتی ہیں یہ بھی منسوخ کی ایک صورت ہے -

وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّهُمْ يَقُولُونَ إِنَّمَا يُعَلِّمُهُ بَشَرٌ ۗ لِّسَانُ الَّذِي يُلْحِدُونَ إِلَيْهِ أَعْجَمِيٌّ

منزل ۳

اور ہم کو معلوم ہے کہ وہ کہتے ہیں اُسکو تو سکھاتا ہے آدمی جسپر تعریض کرتے ہیں اُسکی زبان ہے اوپری

وَهَٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِينٌ

اور یہ زبان عربی ہے صاف

یہاں مشرکین مکہ کا دوسرا اعتراض قرآن کی نسبت اللہ پاک نے بیان فرمایا کہ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہیں کہ قرآن کچھ اللہ کا کلام نہیں بلکہ ایک آدمی محمد کو یہ قرآن سکھا جاتا ہے - معتبر سند سے مستدرک حاکم میں حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ کا قول ہے کہ اِس آدمی کا نام عبدۃ بن حضرمی ہے یہ شخص توراۃ اور انجیل جانتا تھا اور اسکی زبان رومی تھی بعضے مفسرین نے یہاں سلمان فارسی کا نام ذکر کیا ہے مگر یہ غلط ہے کیونکہ یہ آیت مکی ہے اور سلمان فارسی مدینہ میں اسلام لائے ہیں غرضکہ اللہ پاک نے اس اعتراض کا یہ جواب دیا کہ ان کافروں کی عقلیں کہاں گئیں جس شخص کی زبان عربی نہیں ہے اوس شخص کو اللہ کے رسول کا اُستاد قرار دیتے ہیں یہ تو ظاہر بات ہے کہ قرآن مجید فصیح بلیغ زبان عربی میں نازل ہوا ہے پھر یہ کس طرح عجمی شخص کی تعلیم قرار دیجا سکتی ہے - یہ مشرکین مکہ خود عربی زبان کے بڑے ماہر اور نہایت فصیح و بلیغ ہیں پھر بھی ایک سورۃ اِس قرآن کی سورۃ جیسی نہیں بنا سکتے اور غیر زبان والے کو بتلاتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُس سے قرآن کی آیتیں سیکھتے ہیں اِس سے ثابت ہوگیا کہ اللہ کے رسول جو کلام لائے ہیں نہ تو وہ خود اُنکا بنایا ہوا ہے اور نہ کسی بشر عجمی یا عربی کی تعلیم ہے بلکہ حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ وحی کے نازل ہوا ہے - معتبر سند سے صحیح ابن

حبان اور مستدرک حاکم میں حضرت عبداللہ بن عباس نے خود سلمان فارسی کے حوالہ سے جو روایۃ کی ہے اُسکا حاصل یہ ہے کہ سلمان فارسی فارس کے شہزادوں میں سے ہیں دین کی تلاش میں اپنے وطن سے نکلے اور نوعمری کے سبب سے غلامی کے پھندے میں پھنس گئے پھر اسی حالت میں مدینہ میں پہونچکر اسلام سے مشرف ہوئے اسکے بعد آزادی کے حاصل کرنے کے لئے جو رقم آخری آقا کو ادا کرنی تھی وہ ادا کرکے آزاد ہو گئے اس روایۃ کو آیۃ کے ساتھ ملانے سے جو مطلب قرار پایا اوسکا حاصل یہ ہے کہ اس مکی آیۃ کی شان نزول میں سلمان فارسی کا نام جن مفسرین نے لکھا ہے وہ خود سلمان فارسی کے قول کے برخلاف ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ لَا يَهْدِيهِمُ اللَّهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ إِنَّمَا يَفْتَرِي

جنکو اللہ کی باتیں یقین نہیں آتیں اُنکو اللہ راہ نہیں دیتا اور اُنکو دکھ کی مار ہے جھوٹ بناتے وہ ہیں

الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَاذِبُونَ ۝

جنکو یقین نہیں اللہ کی باتو پر اور وہی لوگ جھوٹے ہیں

جو لوگ خدا کی نشانیوں پر ایمان نہیں لاتے اور خدا کے ذکر سے منہ پھیرتے ہیں اور اُسکے کلام کی تصدیق نہیں کرتے وہ ہرگز ہدایت نہیں پاسکتے اور نہ زبردستی خدا اونہیں راہ راست پر لائے گا کیونکہ انکی بدبختی پہلے ہی خداوند عالم کے علم ازلی میں ظاہر ہو چکی ہے اسلئے آخرت میں انکے واسطے بہت ہی دردناک عذاب مقرر کیا گیا ہے یہ لوگ جو کہتے ہیں کہ قرآن محمد نے آپ جی سے گھڑ کر بنایا ہے یا کسی بشر نے انہیں سکھلایا ہے یہ ان لوگونکا جھوٹ ہے کہ ایسے شخص کو جو نہایت راست گو مشہور ہیں اونہیں جھٹلاتے ہیں۔ جسوقت ابوسفیان سے روم کے بادشاہ ہرقل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چال چلن اور صفات کو دریافت کیا اور پوچھا کہ کیا تم اونہیں جھوٹ کی تہمت لگا سکتے ہو تو ابوسفیان نے جواب دیا نہیں کیونکہ کبھی انکو جھوٹ بولتے نہیں سنا اسپر ہرقل نے کہا کہ پھر بھلا یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ دنیا داری کے معاملہ میں جو شخص لوگون کے سامنے جھوٹ بولنا چھوڑ دے اور اللہ پاک پر جھوٹ بولے اپنے کلام کو اُسکا کلام بتلادی۔ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباس کی روایۃ جو ابوسفیان کے حوالہ سے ہے اُسمیں یہ ہرقل کا قصہ تفصیل سے ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مشرکین مکہ ازلی بدبختی کے سبب سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلاتے تھے ورنہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سچ ان لوگون میں ایسا مشہور تھا کہ ان میں کوئی شخص اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ کی تہمت نہیں لگا سکتا تھا اسی واسطے فرمایا کہ اللہ کے رسول کی صداقت کی شہرت کے بعد پھر جو لوگ اُنکو جھٹلاتے ہیں تو یہی لوگ جھوٹے ہیں صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اپنے علم ازلی کے نتیجہ کے طور پر اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں یہ لکھ لیا ہے کہ دنیا میں پیدا ہونے کے بعد کتنے آدمی جنت میں جانے کے قابل کام کرین گے اور کتنے دوزخ میں جانے

منزل ۳

کے قابل اب دنیا میں ہر شخص کو وہی کام اچھے اور آسان معلوم ہوتے ہیں جنکو علم الٰہی کے موافق وہ کرنے والا ہے اس حدیث کو آیتو نکی تفسیر مین بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ اگرچہ مشرکین مکہ اللہ کے رسول کی صداقت کے قائل تھے مگر بدبختی ازلی کے سبب سے پھر بھی اللہ کے رسول کا جھٹلانا انکو اچھا نظر آتا تھا اور دنیا نیک و بد کے امتحان کے لیے پیدا ہوئی ہے اسلیے اِن لوگون کو مجبور کرکے راہ راست پر لانا اللہ تعالی کو منظور نہ تھا۔

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ

جو کوئی منکر ہو اللہ سے یقین لائے پیچھے مگر وہ نہیں جسپر زبردستی کی گئی اور اسکا دل برقرار ہے ایمان پر لیکن جو کوئی دل کھولکر

صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا

منکر ہو سو اوپر غضب ہے اللہ کا اور انکو بڑی مار ہے یہ اسواسطے کہ انھون نے عزیز رکھی دنیا کی

عَلَى الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ

زندگی آخرت سے اور اللہ راہ نہیں دیتا منکر لوگون کو وہی ہیں کہ مہر کردی ہے اللہ نے انکے دلون پر اور

سَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ۝ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝

کانو پر اور آنکھو پر اور وہی ہیں بیہوش آپ ہی ثابت ہوا کہ آخرت میں وہی خراب ہیں

منزل ۳

اللہ پاک نے اِس آیۃ میں اُن لوگونکا حال بیان فرمایا جو ایمان لانے کے بعد پھر اسلام سے پھر جاتے ہیں اور انکے دلمین کفر کی باتین سما جاتی ہیں ایسے لوگونکے حقمین فرمایا کہ ان لوگونپر خدا کا غضب ہے اور آخرت میں بہت بڑا عذاب ہوگا۔ کیونکہ انھوں نے ایمان کو پہلے جان لیا تھا اور پھر کفر کیا ان لوگون نے دنیا کی زندگی اور اُس کے اسباب کو دوست رکھا اور آخرت کی کچھ پروا نہیں کی کہ وہان کیا ہوگا ایسے لوگونکو خدا کبھی ہدایت نہیں کرتا بلکہ انکے دل کان اور آنکھ پر مہر لگا دیتا ہے کہ نہ تو کسی بات کو سمجھتے ہیں اور نہ حق بات کو سنتے ہیں اور نہ اچھے بُرے کے دیکھنے کی انہیں تمیز ہوتی ہے یہ لوگ سراسر غفلت مین رہتے ہیں اور انجام کار انکا آخرت میں یہی ہونے والا ہے کہ ہر طرح سے یہ نقصان میں ہین گے مگر بعض لوگ اِن مین وہ بھی ہیں جو بسبب اسلام لانے کے ایذا دئے جاتے ہیں اور اُنپر کفر کرنے کو بڑے بڑے جور و ستم ہوتے ہیں۔ اگر یہ لوگ جان بچانے کی خاطر سے کفر کا کلمہ فقط منہ سے کہدین اور دل سے ایماندار رہیں تو چندان مضائقہ نہیں معتبر سند سے تفسیر ابن ابی حاتم میں حضرت عبداللہ بن عباس کا قول ہے کہ عمار بن یاسر پر کفار طرح طرح کا ظلم کرتے تھے اور سخت عذاب اُنپر ہوا کرتا تھا اور یہ سب کچھ اسبات کے واسطے تھا کہ وہ حضرت سرور کائنات صلعم کی رسالت کا انکار کرین مجبور ہوکر انھون نے کفار کی کلام کی تائید کی اور آنحضرت صلعم کے پاس اکر عذرخواہی کی کہ یا رسول اللہ میں نے اِس طرح آپ کی شان میں کہا اسپر اللہ پاک نے آیت نازل فرمائی معتبر سند سے دلائل النبوت بیہقی اور مستدرک حاکم میں محمد بن عمار بن یاسر کی ایک روایت ہے کہ مشرکون نے ایک روز عمار بن یاسر کو پکڑ لیا اور اُنپر بہت ہی سختی کی جب انھون نے اون مشرکون کے بعض ارادہ اور گفتگو مین شبہ اکت کی پھر یہ

شکایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہونچی آپ نے عمار بن یاسر سے دریافت فرمایا کہ تو اپنے دل کی کیا کیفیت پاتا ہی آیا کفر کے کلمے فقط زبان ہی سے کہے یا دل مین بھی اُسکا خطرہ گزرا عمار بن یاسر نے عرض کیا یا رسول اللہ صلعم میرا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہے دل میں ایک شبہہ بھی کفر کا نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا اگر مشرک پھر تجھسے اسبات کو چاہیں تو بھی ویسا ہی کرنسائی میں معتبر سند سے روایتین ہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمار نے اگرچہ زبان سے کلمہ کفر کہا لیکن اُسکا دل ایمان سے بھرا ہوا ہے غرض جسکے دل میں ایمان ہو اور اُسپر کفر کا کلمہ کہنے کے لئے ظلم کیا جائے اور اُسکی جان اُسوقت معرض خطر میں ہو تو اُس کو جائز ہے کہ جان بچانے کے لئے زبان سے کلمہ کفر کا اگر چاہے تو کہدے اور نہیں کہتا تو بہرحال اولی ہی کیونکہ جو شخص اِس حالت میں قتل کیا جاتا ہی وہ درجہ شہادت پاتا ہے چنانچہ عمار کے باپ یاسر اور اُنکی مان سمیہ کو مشرکین مکہ نے طرح طرح کی تکلیفین دیکر شہید کر ڈالا عمار کی مان سمیہ مشرکون کی پروردہ تھین عمار کے باپ یاسر نے سمیہ سے نکاح کر لیا تھا ہی واسطے مشرکین مکہ ان تینون کو اسلام سے پھر جانے کے لئے غلامون کی طرح تکلیفین دیتے تھے معتبر سند سے ترمذی ابوداؤد نسائی اور ابن ماجہ میں سعید بن زید رضی سے روایت ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے دین کی حفاظت میں مارا جاوے وہ شہید ہے اِس حدیث سے یاسر اور سمیہ کی شہادت اچھی طرح سمجھ مین اسکتی ہے یہ سعید بن زید عشرہ مبشرہ میں سے مشہور صحابی ہیں اِن کی کنیت ابو الاعور ہے سوائے بدر کے اور سب لڑائیوں میں یہ شریک تھے بدر کی لڑائی کے وقت یہ ابوسفیان کے قافلہ کی تلاش میں گئے ہوئے تھے اسواسطے بدر کی لوٹ کے مال میں سے انھون نے بھی حصہ پایا ہے یہ سعید بن زید حضرت عمر کے بھنوئی ہیں حضرت عمر کی بھن فاطمہ سعید بن زید کی بیوی وہی ہیں جنکے سبب سے حضرت عمر اسلام لائے حدیث کی سب کتابوں میں ان سعید بن زید سے روایتین ہیں معتبر سند سے مستدرک حاکم میں حضرت عبداللہ رضی بن عباس سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کاتب وحی نے جب ناسخ منسوخ آیتیں لکھیں تو اُسکے دل میں یہ شبہ پیدا ہو گیا کہ قرآن اگر کلام الٰہی ہوتا تو ہمیشہ اُس میں ایک ہی حکم قائم رہتا دوسرے حکم سے پہلا حکم کبھی نہ بدلتا اِسی شبہ کے سبب سے عبداللہ بن سعد اسلام سے پھر گیا اور فتح مکہ تک اسی حال پر رہا حاصل کلام یہ ہی کہ جس طرح عمار بن یاسر کا قصہ من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان کی تفسیر ہے اِسی طرح عبداللہ بن سعد کا قصہ من شرح بالکفر صدرا کی تفسیر ہے معتبر سند سے ابوہریرہ رضی کی حدیث ایک جگہ ترمذی اور نسائی کے حوالہ سے گزر چکی ہے جسکا حاصل یہ ہی کہ کثرت گناہون سے آدمی کے دل پر مہر کی طرح زنگ چھا جاتا ہے جس کے سبب سے ایسے لوگوں کے دل میں حق بات کے سمجھنے کی آنکھون اور کانون میں حق بات کے دیکھنے اور سننے کی صلاحیت باقی نہیں رہتی ایتون میں عبداللہ بن سعد جیسے لوگون کے دل آنکھ کان پر مہر کر دینے کا جو ذکر ہے یہ حدیث گویا اُسکی تفسیر ہے صحیح بخاری و مسلم میں انس رضی بن مالک سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہی کہ قیامت کے دن بعض لوگون کو حوض کوثر پر سے فرشتے گھسیٹ کر لیجانے لگین گے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماوین گے یہ تو میری جان پہچان کے مسلمان لوگ ہیں فرشتے جواب

منزل ۳

دیویں گے آپ کے بعد یہ لوگ اسلام سے پھر گئے یہ حدیث بھی من شرح بالکفر صدرا کی گویا تفسیر ہے۔

ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ هَاجَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا فُتِنُوا ثُمَّ جَاهَدُوا وَصَبَرُوا إِنَّ رَبَّكَ

پھر یوں ہے کہ تیرا رب اُن لوگوں پر کہ وطن چھوڑا ہے بعد اسکے کہ پھانسے گئے پھر لڑتے رہے اور ٹھیرے رہے تیرا رب

مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ يَوْمَ تَأْتِي كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَفْسِهَا وَتُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ ع ۱۴ ۲۰

ان باتوں کے بعد بخشنے والا مہربان ہے جسدن آویگا ہر جی جواب سوال کرتا اپنی طرف سے اور پورا پائیگا ہر کسی کو

مَا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝

جو اُسنے کمایا اور اُنپر ظلم نہ ہوگا

جو لوگ دل کھول کر اسلام سے پھر گئے اوپر انکا ذکر تھا ان آیتوں میں اُن لوگوں کا ذکر فرمایا جو مکہ میں خوار و ذلیل ہو رہے تھے اور کفار مکہ کے فتنے میں پڑ گئے تھے اور پھر قابو موقع پاکر وہاں سے نکل کھڑے ہوئے اور خدا کی رضامندی کے لئے اپنے سائے کنبے اور رشتے کے لوگوں کو چھوڑ کر ہجرت کی اور پھر جب کفار اور مسلمانوں میں جنگ کا سامان ہوا تو خوب لڑے اللہ پاک نے انکی شان میں یہ فرمایا کہ جب اتنے کام اُنسے دیکھ لئے تو اُنپر خدا کی بخشش ہوئی کیونکہ اللہ جل شانہ غفور رحیم ہے اُنپر روز رحم فرمائے گا جس روز نہ باپ بیٹے کو اور نہ بیٹا باپ کو پوچھے گا بھائی کو بھائی کی پروا نہ ہوگی۔ بی بی شوہر سے شوہر بیوی سے گھبرائیں گے غرض کوئی کسی سے فائدہ نہیں حاصل کر سکتا فرمایا کہ وہ روز ایسا ہے کہ اُس دن ہر ایک نفس کے کردار کا بدلہ بھرپور دیا جائے گا جس نے جیسا کیا ہوگا اُسکو ویسی جزا ملیگی اُنپر کسی قسم کا ظلم نہ ہوگا بلکہ نیکی کرنے والوں کو ایک نیکی کا ثواب دس گونہ سے لیکر سات سو تک اور بعض نیکیوں کا اس سے بھی زیادہ ملے گا اور گناہ کی سزا میں کچھ زیادتی نہ ہوگی چنانچہ صحیح بخاری و مسلم میں چند صحابہ کی روایتیں اس باب میں آئی ہیں یہ روایتیں وہم لا یظلمون کی گویا تفسیر ہیں۔ منزل ۳

وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً مُطْمَئِنَّةً يَأْتِيهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ

اور بتائی اللہ نے کہاوت ایک بستی تھی چین امن سے چلی آتی تھی اُسکو روزی فراغت کی ہر جگہ سے پھر ناشکری

بِأَنْعُمِ اللَّهِ فَأَذَاقَهَا اللَّهُ لِبَاسَ الْجُوعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ۝ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُولٌ

کی اللہ کے احسانوں کی پھر چکھایا اُسکو اللہ نے مزہ کہ اُسکے تنکے کپڑے ہوئے بھوک اور ڈر بدلا اُسکا جو کرتے تھے اور اُنکو پہنچ چکا رسول

مِنْهُمْ فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظَالِمُونَ ۝

انہی میں کا پھر اُسکو جھٹلایا پھر پکڑا اُنکو عذاب نے اور وہ گنہگار تھے

اللہ پاک نے اس آیۃ میں اُس بستی کی مثال بیان فرمائی جہاں کے رہنے والے لوگ ہر طرح کی راحت و آرام میں اپنی زندگی بسر کرتے تھے کھانے پینے کا اور نہیں آرام تھا طرح طرح کی روزی اور معاش بے خوف و خطر اور بے مشقت اور نہیں

طلحاتی تھی اپنے ملک میں کسی دشمن کا ڈر نہیں رکھتے تھے مگر انھون نے بیٹھے بٹھائے خدا کی نعمتون کی ناشکری کی اس لئے
اللہ تعالیٰ نے انکی حالت کو بدل ڈالا نہ تو وہ امن وامان قائم رہا اور نہ وہ کھانے پینے کا آرام رہا بھوکے مرنے لگے اور
چارون طرف سے خوف وخطر نے انکو آگھیرا بڑی ناشکری ان لوگون کی یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے جب اپنا
پیغمبر انکی ہدایت کو بھیجا تو انھون نے اسکو جھٹلایا جسکے سبب سے اللہ پاک نے اُنپر عذاب نازل کیا وہ اُنکے ظلم کا نتیجہ تھا ورنہ
خدا ناحق کسی پر جور وتعدی نہیں کرتا ظلم اُسنے اپنی ذات پاک پر حرام ٹھرالیا ہی چنانچہ صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوذرؓ کی حدیث
اس باب میں ایک جگہ گزر چکی ہے۔ مفسرین کا اس جگہ لفظ قریہ میں اختلاف ہی لیکن حضرت عبداللہؓ بن عباس کے صحیح
قول کے موافق قریہ سے مطلب خاص مکہ معظمہ ہے یہان کے باشندے ہر طرح امن وامان مین تھے کسی طرح کی انکو تشویش
نہیں تھی ہر شہر اور ہر ملک سے انکی روزی گھر بیٹھے آجاتی تھی کسی دشمن کا خوف انہیں نہیں تھا اللہ پاک نے انپر ایک
اور عنایت کی کہ اونہین کی قوم میں سے انکی ہدایت کے لئے اپنا رسول مقرر فرمایا مگر کفار مکہ نے اُنکو جھٹلایا اور خدا کی اس نعمت
عظمیٰ کی کچھہ قدر نہ کی اس لئے لاچار ہوکر اللہ کے رسول نے اُنپر بد دعا کی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سات برس تک مکہ مین قحط پڑا
یہ لوگ قحط میں کھانے پینے کو محتاج ہوگئے ایک دانہ بھی میسر نہیں آتا تھا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم معہ دیگر مومنین کے جب
مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرگئے تو ان مشرکین مکہ کے دلمین ہر وقت خوف لگا رہتا تھا کہ خبر نہیں مسلمان لوگ کس وقت
آمادہ جنگ ہوجائیں اور ہمین قتل وغارت کرین یہان تک مکہ کو جناب سرور کائنات نے فتح کرلیا غرضکہ یہ حالت اور منزل ۳
وقت مکہ والون پر انھیں کے کرتوت سے پہونچا نہ خدا کی نعمتون کا کفر کرتے اور نہ اس منزا کو پہنچتے جس طرح ان کفار مکہ کا
حال خدا نے بدل دیا کہ غنی سے محتاج ہوگئے اسی طرح اللہ پاک نے اہل اسلام کی حالت کو بھی تبدیل کردیا ابتدائے اسلام
میں یہ لوگ کفار کے ہاتھون میں خوار تھے اور روز نئی تکلیف اُٹھاتے رہتے تھے اور بالکل محتاج ومفلس ہوگئے تھے
پھر اللہ پاک نے انپر جو اپنا فضل کیا تو چارون سمت میں انہیں کا ڈنکا بجنے لگا اور ایسے مالامال ہوئے کہ تاریخ خلفا جس کی
گواہ ہی پھر جون جون اسلام کی باتین اہل اسلام چھوڑتے گئے ویسا ہی ضعف انکی حالت میں آتا گیا۔ ان آیتون میں مبہم
طور پر ایک بستی کا ذکر فرماکر اسکے بعد یہ جو فرمایا کہ انہی بستی والون میں سے اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول بھیجا اور جب ان لوگون
نے اللہ کے رسول کو جھٹلایا تو ان لوگو پر قحط اور بستی کی بربادی کے خوف کی آفت آئی اس سے حضرت عبداللہؓ بن عباس
کے اس قول کی پوری تائید ہوتی ہی کہ آیتون میں بستی سے مطلب مکہ ہے کیونکہ صحیح بخاری کے حوالہ سے عبداللہؓ بن مسعود
کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی کہ جب مشرکین مکہ نے حد سے زیادہ سرکشی شروع کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
بد دعا کی اور اس بد دعا کے اثر سے مکہ میں ایسا سخت قحط پڑا کہ مکہ کے لوگ مردار جانورون کی کھالین تک کھاگئے۔ سورہ
بقرہ مین عبداللہ بن جحش کا قصہ گزر چکا ہی کہ مدینہ سے مکہ اور طائف کے درمیان میں بطن نخلہ مقام پر جاکر عبداللہ
بن جحش اور اُنکے ساتھ کے مسلمانون نے مشرکون کا قافلہ لوٹ لیا۔ یہ قصہ بدر کی لڑائی سے دو مہینے پہلے کا ہی اس

قصہ کے دو مہینے کے بعد بدر کی لڑائی میں مشرکون کے بڑے بڑے سرکش سردار جو مارے گئے اُسکا ذکر صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی انس بن مالک کی حدیث کے حوالہ سے اوپر ایک جگہ گزر چکا ہی اسی کو فرمایا کہ ہر طرح کے امن وامان کے بعد مشرکین مکہ کی بداعمالی کے سبب سے ان لوگونکو بھوک اور بربادی کے ڈنے تن بدن کے کپڑون کی طرح چارون طرف سے گھیر لیا تھا اور آخر کو انکا یہ ڈرانکے سامنے آیا کہ مکہ فتح ہوگیا اور جن اللہ کے رسول کی صداقت ان لوگون میں مشہور تھی زبردستی اُن اللہ کے رسولون کو ان لوگون نے جھٹلایا اسواسطے اُسکے وبال میں پکڑے گئے صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوذر کی حدیث اوپر گزر چکی ہی کہ اللہ تعالیٰ نے ظلم اپنی ذات پاک پر حرام کرلیا ہی یہ حدیث وہم ظالمون کی گویا تفسیر ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ ابراہیم خلیل اللہ کی دعا کی برکت سے مکہ میں امن وامان اور رزق کی بحالی کی جو حالت تھی اُسکو ان لوگون نے اپنی بداعمالی سے خود کھویا اللہ تعالیٰ نے ان پر کچھ ظلم نہیں کیا کیونکہ اُسنے اپنی رحمت سے ظلم کو اپنی ذات پاک پر حرام ٹھہرا رکھا ہے

فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝

سو کھاؤ جو روزی دی تمکو اللہ نے حلال اور پاک اور شکر کرو اللہ کے احسان کا اگر تم اُسی کو پوجتے ہو

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ

یہی حرام کیا ہے تمپر مردہ اور لوہو اور سور کا گوشت اور جسپر نام پکارا اللہ کے سوائے کسی کا پھر جو

اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ منزل ۳

کوئی ناچار ہوجاوے نہ زور کرتا ہو نہ زیادتی تو اللہ بخشنے والا مہربان ہی

اس آیۃ میں اللہ پاک نے اپنے مومن بندوں کو خطاب کرکے فرمایا کہ جو جو چیزین اللہ پاک نے تمہارے لئے حلال اور تمہاری روزی اُس میں مقرر کی ہے بخوشی ورغبت وہ چیزین کھاؤ اور اپنے خالق اور منعم کا شکر بجالاؤ اور ایسا نکرو کہ خدا کی حلال کی ہوئی چیزین حرام اور حرام کو حلال بنالو جس طرح مشرکون کا قاعدہ ہی۔ مشرکون کے اس قاعدہ کی تفصیل سورہ انعام میں گزر چکی ہی۔ پھر فرمایا کہ خدا نے تمپر چند چیزین حرام کی ہیں اور باقی اشیاء تمہارے لئے حلال طیب ہیں اپنی قوت بازو سے حاصل کرو اور کھاؤ جو چیزین خداوند جل شانہ نے حرام ٹھہرادی ہیں وہ یہ ہیں۔ مردار۔ اور خون سور کا گوشت۔ اور جو جانور خدا کے سوا اور کسی کے نام پر چھوڑا جائے یا ذبح کیا جائے وہ دونون بھی حرام ہیں مگر وقت ضرورت کے اگر اُسوقت جب جان پر آن بنے اور سوائے ان حرام اشیاء کے اور کوئی چیز کھانے کو میسر نہ آتی ہو تو باندازہ سدرمق کھا لینا جائز ہی اور خداوند جل شانہ تمہیں اسپر نہیں پکڑے گا وہ بڑا غفور رحیم ہے کہ اُسنے جان بچانے کے وقت حرام چیزون کو تمپر حلال کردیا غیر باغ ولا عاد کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا حلال چیزون کے ملتے ہوئے ایماندار آدمی حرام چیز کی طرف مائل نہ ہو اور بے بسی میں حرام چیز کو حلال چیز کی طرح پیٹ بھر کر نہ کھاوے۔ مطلب یہ ہی کہ بے بس آدمی کو حرام چیز کے کھانے کی اجازت ہی۔ حلال چیز کے ملتے یا حرام چیز کے بقدر جان بچانے

کے کھانے نے کے بعد پھر آدمی بے بس نہیں رہتا۔ معتبر سند سے طبرانی میں ابی واقد لیثی سے روایۃ ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو دو وقت کا فاقہ ہو اور اسکے بعد بھی جنگل کے کسی ساگ وغیرہ کے ملنے کی امید بھی اُس شخص کو نہ ہو تو ایسا شخص حرام چیز کھاکر اپنی جان بچا سکتا ہے۔ یہ حدیث بے بسی کی گویا تفسیر ہے ان ابی واقد کا نام حارث بن عوف ہی مدنی صحابہ میں قدیم الاسلام صحابی ہیں حدیث کی سب کتابون میں انسے روایۃ ہی۔ مالکی مذہب میں تین دن کے فاقہ کو بے بس قرار دیا ہی۔ زیادہ تفصیل اِس مسئلہ کی فقہ کی کتابون میں ہے۔ معتبر سند سے مسند بزار اور مستدرک حاکم کے حوالہ سے ابودرداکی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی چیز کے حلال یا حرام ٹھہرانے کا حق سوا اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں ہے۔ شریعت کے اس قاعدہ کے برخلاف مشرکین مکہ نے اپنی طرف سے حرام حلال کا قاعدہ ٹھہرا رکھا تھا اسلئے اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں کئی جگہ مشرکین کے اُس قاعدہ کو توڑا ہے۔

وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَٰذَا حَلَالٌ وَهَٰذَا حَرَامٌ لِتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ

اور مت کہو اپنے زبانو سے جھوٹ بنانے سے کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو

الْكَذِبَ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ۝

بیشک جو جھوٹ باندھتے ہیں اللہ پر بھلا نہیں پاتے

منزل ۳

حضرت عبداللہ بن عباس اور اور سلف نے اس آیۃ کی تفسیر میں کہا ہی کہ مشرکین مکہ نے سانڈ اور جانور اپنی طرف سے حرام جو ٹھہرا رکھے تھے جسکا ذکر سورہ انعام میں گزر چکا ہی اصل آیۃ اس حکم میں نازل ہوئی ہی حاصل معنے آیۃ کے یہ ہیں کہ شریعت اللہ کے حکم کا نام ہی اسلئے جب تک اللہ یا رسول وقت جو اللہ کی طرف سے پیغام ہدایت لیکر آتے ہیں کسی چیز کو حلال یا حرام یا جائز نا جائز بیان نکریں امت میں سے کسی شخص کو اللہ تعالیٰ نے یہ حق نہیں دیا ہے کہ اپنی طرف سے کسی چیز کو حرام یا حلال ٹھہرادے۔ چنانچہ مسند بزار اور مستدرک حاکم کے حوالہ سے ابودرداکی معتبر روایۃ اس باب میں اوپر گزر چکی ہے اس صورت میں یہ اللہ پر بہتان ہی کہ ایک بات اللہ نے فرمائی ہی نہیں اور خواہ مخواہ آدمی اپنے منصوبہ سے اسکو اللہ کا حکم ٹھہرادے یہ منصب تو اللہ تعالیٰ نے رسولون کو ہی دیا ہی کہ بذریعہ وحی کے اللہ کی مرضی یا نامرضی پہچان کر یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ چیز اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز ہے یا جائز نہیں ہی آیۃ کے اِس حکم میں تمام بدعتین قولی وفعلی واعتقادی داخل ہیں کیونکہ بدعت وہی چیز ہے جسکا پتہ شریعت کے حکم سے نو لگتا نہیں اور لوگ اُسکو شریعت کا حکم جانکر کرتے ہیں چنانچہ صحیحین کی حضرت عائشہ کی حدیث میں آنحضرت نے بدعت کی تعریف جو فرمائی ہی اسکا حاصل یہی ہے کہ دین میں ایسی بات کا نکالنا جسکا پتہ قرآن اور حدیث میں نہ ہو اور فقہ کے اون مفتیون کے فتوے جنکی تائید کسی حکم شریعت سے نہیں ہوتی یا کوئی حکم شریعت کسی فتوے کے مخالف ہے سب کے سب اِس حکم میں داخل ہیں کیونکہ جب حکم شریعت ٹھہرانے کا حق خاص اللہ اور رسول ہی کو حاصل ہے تو جس عالم کے فتوے کی تائید حکم شریعت سے نہ

اِس طرح کے فتوے کو کس سند سے حکم شریعت کہا جا سکتا ہے اسی واسطے ترمذی نسائی ابوداؤد اور ابن ماجہ میں بریدہ
سے جو روایت ہی اِس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شریعت میں فتویٰ دینے والون عالمون کی تین قسمین ٹھیرا کر ایک
قسم کے لوگون کو جنتی اور دو قسم کے لوگون کو جہنمی فرمایا ہے یہ حدیث مستدرک حاکم میں بھی ہی اور حاکم نے اسکو صحیح کہا ہی
حاصل مطلب اِس حدیث کا یہ ہی کہ شریعت کے قاضی تین طرح کے شخص ہیں ایک وہ کہ جو شریعت میں کوئی حکم یا فتویٰ
دیوے وہ اٹکل سے نہ ہو بلکہ خوب تلاش کے بعد شریعت کے حکم کے موافق حق حق فتویٰ اور حکم دیوے دوسرا وہ کہ
شریعت کا حکم اسکو معلوم تو ہو مگر کسی دنیا کے لالچ یا رعایت کے سبب سے خلاف حکم شریعت کے فتویٰ یا حکم دیوے
تیسرا وہ کہ اصل حکم شریعت کا تو اسکو معلوم نہیں مگر اپنی رائے سے ایک بات کو شریعت کا حکم ٹھیرا کر فتویٰ یا حکم دیوے
پہلی قسم کا قاضی اور مفتی جنتی ہی اور پچھلی دونون قسمون کے قاضی اور مفتی جہنمی ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عباس
سے روایت ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ جسنے قرآن شریف کی تفسیر بغیر سند شرعی کے اپنی عقل سے کی یا حدیث کی روایت اٹکل سے بغیر
خوب یاد کے کردی اسکا ٹھکانا دوزخ میں تیار ہے اِس حدیث کی سند میں ایک راوی سہل بن عبداللہ کو بعضے علما نے
ضعیف قرار دیا ہی لیکن ابن معین نے اسکو معتبر کہا ہی۔ ترمذی کی دوسری سند میں سہل بن عبداللہ نہیں ہی اِس سند کو
ترمذی نے حسن کہا ہی۔ ابوداؤد میں ابوہریرہؓ سے روایت ہی جسکے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہی کہ ایک شخص ایک عالم سے
شرعی کوئی مسئلہ پوچھے اور وہ عالم اِس شخص کو غلط مسئلہ بتلا دیوے اور ان پڑھ شخص اِس غلط مسئلہ پر عمل کر لیوے
تو اِس غلط عمل کا وبال اِس غلط مسئلہ بتلانیوالے عالم پر رہے گا ابوداؤد نے اِس حدیث کی سند پر کچھ اعتراض نہیں
کیا علاوہ اسکے یہ حدیث مسند امام احمد میں بھی ہی جسکی سند معتبر ہے صحیح مسلم میں ابن سیرین سے روایت ہی کہ مسلمان
شخص کو دین کا مسئلہ کسی عالم سے حاصل ہو تو اسکو ذرا جانچ لینا چاہیئے کہ اِس عالم نے مسئلہ کے بتلانے میں کوئی غلطی تو نہیں
کی ہی غرض حاصل بہت سی احادیث اور آثار کا یہ ہی کہ عالم کو شریعت کا مسئلہ بتلانے میں اِس بات کی بڑی احتیاط چاہیئے
کہ حکم شریعت میں کوئی غلطی نہ ہو جائے اور ان پڑھ لوگون کو ذرا اِس بات کی احتیاط چاہیئے کہ شریعت کے مسئلہ کو
ایک دو جگہ دو کی جگہ چار عالمون سے پوچھ لیا کرین تاکہ حکم شریعت میں کچھ غلطی ہو تو نکل جاوے ان پڑھ سے ان پڑھ
لوگون کو معاملات دنیا مین دیکھا جاتا ہے کہ ایک سودا وہ لیتے ہیں تو دس دوکانین پھر کر لیتے ہیں پھر دین میں ایسی کاہلی
کیونکر جائز ہو سکتی ہے کہ اوڑتے اوڑاتے ٹھکانے اور بے ٹھکانے جس سے جو بات سن لی اوسی کو اپنا دین قرار دے لیا
کیا دین و دنیا سے بھی گھٹکی چیز ہے۔ حدیث اور تفسیر کی کتابون کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود کے عالم
دگوپر تو اللہ کی خفگی اِس سبب سے ہوئی کہ توریت مین جو جو تبدیلیان اُنھون نے کر لین تھین آنحضرت کے تشریف
لانے اور قرآن شریف کے نازل ہونیکے بعد بھی وہ ان تبدیلیون پر جمے رہے اور عام ان پڑھ یہود پر اِس سبب سے
بلا آئی کہ باوجود حق بات کے معلوم ہو جانے کے وہ اپنے عالمون کے غلط قول پر اڑے رہے علما نے اِس بحث

کی ذیل میں یہ بھی لکھا ہے کہ صحیح حدیث میں آنحضرت نے یہ جو فرمایا ہے کہ یہود نے جو کچھ کیا ہی وہ سب میری امت میں ہوگا بلکہ یہود سے بہتر فرقے تھے میری امت کے تہتر فرقے ہونگے اس حدیث کی رو سے یہ بھی خدا اور رسول کی نافرمانی کے قابل ایک فرقہ ہے جو یہود میں بھی تھا اور اس امت میں بھی ہے کہ شریعت کی ایک حق بات معلوم ہوجانے کے بعد کسی عالم یا اوستاد یا پیر کے غلط قول پر اڑے رہتے ہیں نجات عاقبت کے چاہنے والے مسلمان کو لازم ہی کہ اللہ رسول کی اطاعت پر کسی عالم اوستاد پیر کی اطاعت کو نہ مقدم گنے کیونکہ عاقبت کی نجات اللہ کی مرضی کے موافق کام کرنے پر منحصر ہے اور اللہ کی مرضی کا تبلانا خاص صاحب وحی کا منصب ہے۔

مَتَاعٌ قَلِيلٌ ص وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيمٌ ۝

تھوڑا سا برت لین اور آنکو دکھہ کی مار ہے

اوپر ذکر تھا کہ حرام حلال میں خاص اللہ تعالیٰ کا حکم درکار ہی بغیر اللہ تعالیٰ کے حکم کے کسی چیز کو حرام یا حلال ٹہیرانا اللہ پر جھوٹ باندہنا ہی اور اللہ پر جھوٹ باندہنے والے لوگ کبھی فلاح اور بہبودی کو نہیں پہونچ سکتے۔ اب فرمایا ایسے لوگ اپنی حلال حرام ٹہیرائی ہوئی چیزونکی چند روز تائید کرلین مگر آخرت میں عذاب الیم سے انہیں رہائی نہیں ہوگی وہان انکے کردار کی سخت باز پرس ہوکر اسکی سزا پائیں گے اور سزا بھی ایسی جو نہایت ہی دردناک ہوگی۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے مستورد بن شداد کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخرت کی ہمیشہ کی زندگی مانند ایک دریا کے ہی اور اسکے مقابلہ میں دنیا کی چند روزہ زندگی ایسی ہے جیسے دریا میں کوئی شخص اپنی انگلی ڈبوئے اور اسکی انگلی پر پانی کی کچھہ نمی آجاوے یہ حدیث متاع قلیل کی گویا تفسیر ہے۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن عباس کی حدیث بھی ایک جگہ گزر چکی ہی جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن کم سے کم دوزخ کا عذاب یہ ہوگا کہ دوزخی شخص کے پاؤن میں آگ کی جوتیان پہنادی جاوین گی جس سے اس کا بھیجا پگھل کر نکل پڑے گا اس سے سمجھہ میں آسکتا ہے کہ جب کم سے کم عذاب کا یہ حال ہی تو آیۃ میں سخت عذاب کا جو ذکر ہے اوس عذاب کا کیا حال ہوگا +۔

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ

اور جو لوگ یہودی ہیں اوپر ہمنے حرام کیا تھا جو تجکو سنا چکے پہلے اور ہمنے آپنر ظلم نہیں کیا پر اپنے اوپر آپ

يَظْلِمُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ

ظلم کرتے تھے پہر یون ہے کہ تیرا رب آن لوگو نپر جنہون نے برائی کی نادانی سے پہر توبہ کی اسکے پیچھے اور

اَصْلَحُوْٓا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

سنوار پکڑی تیرا رب ان باتون کے پیچھے بخشنے والا مہربان ہے

ع ۱۵ ۱۶

اس آیۃ میں اللہ پاک نے یہود کے حال کا بیان فرمایا کہ ان پر جو جو چیزیں حرام اور جو جو چیزیں حلال کی گئیں تھیں اُن کا ذکر پہلے سورہ انعام کی آیۃ وعلی الذین ہادوا حرمنا کل ذی ظفر ومن البقر والغنم حرمنا علیہم شحومہما الا ما حملت ظہورہما میں گزر چکا ہی پھر فرمایا کہ یہ بات اللہ کی طرف سے بطور ظلم کے نہیں تھی بلکہ اُن ہی یہود کی بغاوت اور ظلم کا نتیجہ تھا کہ بطور عذاب کے بہت سی چیزوں اُنپر حرام کردی گئیں تھیں کیونکہ خدا ظالم نہیں ہی جو ناحق کسی پر حلال شے کو حرام کرتا صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوذر کی حدیث گزر چکی ہی کہ ظلم اللہ تعالی نے اپنی ذات پاک پر حرام ٹہرالیا ہی یہ حدیث وما ظلمناہم کی گویا تفسیر ہے پھر یہ فرمایا کہ جو لوگ بسبب جہالت اور نادانی کے بُرے کام کے مرتکب ہو جاتے ہیں اور پھر جب انہیں سمجھ بوجھ آگئی اور خدا کے خوف سے ڈر کر توبہ کی تو خدا اُنسے درگزر بھی کردیتا ہی۔ کیونکہ اللہ پاک غفور الرحیم ہی۔ مشرکین مکہ نے جس طرح اپنی طرف سے حرام حلال کا قاعدہ ٹہرا رکھا تھا اسی طرح یہود نے بھی اپنی طرف سے حرام حلال ٹہرا رکھا تھا مثلاً سور کو یہود اور مشرکین مکہ دونوں حلال سمجھتے تھے حالانکہ ملت ابراہیمی اور شریعت موسوی میں سور کے حلال ہونے کا کہیں حکم نہیں ہی غرض سورہ انعام میں بھی اس عقلی حرام وحلال کے تذکرے میں مشرکین مکہ اور یہود دونوں کا ذکر تھا یہاں بھی مختصر طور پر اُسی سلسلہ سے ذکر فرمایا یہود کی شرارت کی سزا میں جو چیزیں اُنپر حرام ہوئیں اُن میں مردار جانوروں کی چربی بھی تھی لیکن یہود لوگ اس سزا کے بعد بھی اپنی شرارت سے باز نہیں آئے چربی کو پگلا کر بیچا کرتے تھے۔ چنانچہ صحیح بخاری ومسلم میں جابر بن عبداللہ سے جو روایت ہے۔ کے اس شرارت کا ذکر اسمیں تفصیل سے ہی آخر نتیجہ یہود کی شرارتوں کا یہ ہوا کہ مدینے کے گرد ونواح میں یہود کے تین قبیلے رہتے تھے اُن میں سے دو کو تو جلا وطنی نصیب ہوئی اور ایک قبیلہ کو قتل کردیا گیا اس تفسیر میں ان تینوں قبیلوں کا حال تفصیل سے ایک جگہ گزر چکا ہی حاصل کلام یہ ہی کہ یہود کے ذکر سے مشرکین مکہ کی یہ تنبیہ منظور ہے کہ شرارت کی وجہ سے جو حال یہود کا ہوا وہی حال انکا ہوگا اللہ سچا ہی اللہ کا کلام سچا ہی۔ مشرکین مکہ اس تنبیہ کے بعد بھی جب اپنی شرارتوں سے باز نہ آئے تو ان شرارتوں کی سزا بدر کی لڑائی اور فتح مکہ کے وقت جو کچھ ہوئی اُسکا ذکر کئی جگہ گزر چکا ہے صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے ابوسعید خدری کی شفاعت کی بڑی حدیث کا ذکر ایک جگہ گزر چکا ہی کہ سب شفاعتوں کے بعد خود اللہ تعالی ایسے کلمہ گو دوزخیوں کو جنت میں داخل کرے گا جنہوں نے دنیا میں عمر بھر کوئی نیک کام نہیں کیا۔ یہ حدیث احد تعالی کے غفور الرحیم ہونے کی گویا تفسیر ہے۔

منزل ۳

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ۭ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ۭ

اصل ابراہیم تھا راہ ڈالنے والا حکم بردار اللہ کا ایک طرف کا ہو کر اور نہ تھا شریک والوں میں حق ماننے والا اُسکے

اِجْتَبٰىهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ وَاٰتَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۭ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ

احسانوں کا اُسکو اللہ نے چن لیا اور چلا سیدھی راہ پر اور دی دنیا میں ہم نے اُسکو خوبی اور وہ آخرت میں

لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝

اچھے لوگون میں ہی پھر حکم بھیجا ہمنے تجکو کہ چل دین ابراہیم پر جو ایک طرف کا تھا اور نہ تھا وہ شریک والون میں

عرب اپنے کو ملت ابراہیمی پر کہتے تھے اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی نو صفتین بیان فرمائیں تاکہ مشرکین مکہ قائل ہون کہ آن مین ابراہیم علیہ السلام کی کوئی بھی صفت نہیں ہے پہلی صفت ابراہیم علیہ السلام کی یہ ہے کہ ابراہیم اپنے اکیلے دم سے بجائے ایک امت کے تھے ان کے زمانہ میں سارے لوگ کافر تھے صرف ابراہیم علیہ السلام حق پرست تھے مجاہد کہتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام اپنے وقت میں اکیلے آپ ہی مومن تھے اس لئے اللہ پاک نے ان کے حق میں یہ فرمایا کہ ابراہیم اپنے دم سے خود ایک امت تھے دوسری صفت ابراہیم علیہ السلام کی اللہ پاک نے یہ بیان کی کہ قانت تھے جسکا مطلب یہ ہی کہ خدا کے آگے فرمان بردار تھے خدا کے ہر ایک امر کے مطیع اور ہر نہی سے باز رہنے والے تیسری صفت یہ بیان کی کہ حنیف تھے جسکا مطلب یہ ہی کہ آنکی ذات میں کوٹ کوٹ کر توحید بھری ہوئی تھی چوتھی صفت یہ بیان کی کہ وہ اپنی عمر کے کسی حصہ مین بھی شرک کرنے والون مین نہین تھے بچپن اور کم سنی میں اپنی فطری عقل سے یہ اقرار کیا کہ بت یا دوسرے معبودات جسکو مشرکین معبود مانتے ہیں وہ ادنیٰ دوست نہیں رکھتے اور صاف کہہ دیا کہ لا احب الافلین پھر اسپر اکتفا نہیں کیا بلکہ بت خانہ میں گھس کر تبون کو توڑ ڈالا جسکے سبب سے آگ میں ڈالے گئے پانچوین صفت یہ بیان کی کہ خدا کی نعمتون کے نہایت شکر گزار بندے تھے آپکا قاعدہ تھا کہ بغیر مہمان کے کسی روز کھانا نہیں کھاتے تھے ایک روز کا ذکر ہے کہ کوئی مہمان آپکے یہان نہین آیا آپ نے کھانے کے وقت سے زیادہ دیر تک انتظار کیا کہ شاید کوئی مہمان آجائے اتنے میں چند فرشتے انسان کی صورت میں آپکے یہان وارد ہوئے آپ نے انہیں کھانے کو بلایا انھون نے ایک بہانا آپ کے سامنے پیش کیا کہ ہمین جذام ہے یہ سنکر ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اب تو ہمپر واجب ہو گیا کہ ہم تمہارے ساتھ کھانا کھائین کیونکہ خدا کا یہ نہایت شکر ہے کہ اسنے ہمیں اس مرض سے محفوظ رکھا اور تم اس بلا مین گرفتار ہو چھٹی صفت یہ بیان کی کہ ابراہیم علیہ السلام کو اللہ پاک نے اپنی مخلوق کی ہدایت کے لئے منتخب کیا ساتوین صفت یہ بیان فرمائی کہ ابراہیم علیہ السلام کو اللہ جل شانہ نے دین اسلام کے سیدھے رستہ کی ہدایت کی آٹھوین صفت یہ بیان کی کہ اللہ پاک نے ابراہیم علیہ السلام کو دنیا میں بہتری بخشی کہ سارے مذاہب و ملت کے لوگ آپ کو اچھے نام سے یاد کرتے ہیں کیا یہود کیا نصاریٰ اور عرب کو تو خاصکر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وجہ سے فخر حاصل ہی نوین صفت یہ بیان فرمائی کہ جس طرح دنیا میں ابراہیم علیہ السلام پر خدا کا فضل تھا ویسے ہی آخرت میں بھی خدا آپپر مہربان ہی اور جنت میں ابراہیم علیہ السلام کو بڑا درجہ عطا کیا جاویگا یہ صفات حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیان فرماکر اللہ جل شانہ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خطاب کیا کہ اسی لیئے اللہ نے تمپر وحی کے ذریعہ سے یہ حکم نازل کیا کہ ابراہیم علیہ السلام کی ملت اور طریقے کو اختیار کرو وہ طریقہ شرک سے بالکل الگ ہی صحیح مسلم کے حوالے سے ابو ہریرہؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی جسکے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہی کہ دنیا میں جو شخص نیک رسمیں نکالتا ہی وہ نیک رسمیں نکالنے

منزل ۳

کا اجر جدا دیا جاویگا اور جتنے آدمی اُس نیک راہ پر چلین گے اون سب کے برابر جو اِس نیک راہ نکالنے والے کو جدا دیا جاویگا
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد میں سے نبی آخر الزمان کے پیدا ہونے کی جو دعا کی تھی اوس کا ذکر سورۃ بقر میں اور
اونھون نے اپنی اولاد کے حق میں بت پرستی سے بچنے کی جو دعا کی تھی اُسکا ذکر سورہ ابراہیم میں گزر چکا ہی مسند امام احمد کے
حوالہ سے عرباض بن ساریہ کی معتبر حدیث ایک ایک جگہ گزر چکی ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی پیدائش
کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا اثر فرمایا ہی صحیح مسلم کے حوالہ سے جابر کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی جسمین آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد فرمایا کہ جزیرہ عرب کی بت پرستی سے شیطان اب مایوس ہوگیا - حاصل کلام یہ ہے کہ حضرت
ابراہیم علیہ السلام کی ایک دعا کے اثر سے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا پیدا ہونا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہی دوسری
دعا کے اثر سے بنی اسمعیل کی بت پرستی سے شیطان کا مایوس ہوجانا اِس سب کا اجر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ملنے والا ہے
جو بت پرستی سے بچنے والی ایک امت کے اجر کے برابر ہے اسی واسطے اجر کے حساب سے اکیلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک
امت فرمایا - حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد براہیمی گھرانہ سے کہیں نبوت کے باہر نہ جانے کا وعدہ جو اللہ تعالیٰ نے حضرت
ابراہیم علیہ السلام سے کیا اُسکا ذکر سورہ بقر میں گزر چکا اور اُس وعدہ کا ظہور سبکی آنکھون کے سامنے ہے کہ ایک مدت
تک اسحاق بن ابراہیم کی اولاد میں نبوت رہی اور پھر اسمعیل بن ابراہیم کی اولاد میں نبوت کا خاتمہ ہوا - یہ حالت وآتیناہ
فی الدنیا حسنۃ کی گویا تفسیر ہے - معراج کی صحیح حدیثون میں ہی کہ معراج کی رات حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابراہیم
علیہ السلام کو سب نبیا سے اوپر ساتوین آسمان پر دیکھا - یہ حالت وانہ فی الاخرۃ لمن الصالحین کی گویا تفسیر ہے -
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دین ابراہیمی پر چلنے کا جو حکم ہے اُسکا مطلب ہی کہ قرآن شریف سے دین ابراہیمی کے جو
مسئلے منسوخ نہیں ہوئے اُنپر چلنا چاہیئے -

إِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ ۚ وَإِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿١٢٤﴾

ہفتے کا دن جو ٹھیرایا سو انھی پر جو اُس میں پھوٹ کئے اور تیرا رب حکم کریگا انمین قیامت کے دن جس بات میں پھوٹ رہی تھے

اوپر کی آیۃ میں اللہ پاک نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملت ابراہیمی کی اتباع کا حکم دیا تھا کہ ابراہیم کے طریقہ کی آپ پیروی
کرین کیونکہ اُنکا طریقہ خالص توحید کا ہی اُس میں شرک کا ذرا بھی لگاؤ نہیں - اب یہود کو ہفتہ کے دن کی تعظیم کرتے ہوئے
دیکھکر مشرکین مکہ کہتے تھے کہ یہود بھی اپنے آپکو ملت ابراہیمی کا پابند بتلاتے ہین اور شرع محمدی کو بھی ملت ابراہیمی کے
موافق کہا جاتا ہے پھر شرع محمدی میں ہفتہ کی تعظیم کی جگہ جمعہ کی تعظیم کیون ہی اسی کو فرمایا کہ ہفتہ کا دن یہود نے آپ اپنی
رائے سے اور اپنے باہمی اختلاف سے مقرر کرلیا ہی دین ابراہیمی میں ہفتہ کے دن کی تعظیم کا ذکر نہیں ہے بلکہ موسی علیہ السلام
اور عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں اللہ پاک کا ہفتہ میں ایک دن کو عبادت کیلئے خاص کرلینے کا حکم ہوا تھا اُسپر یہود نے اپنی
عقل سے ہفتہ کا دن مقرر کیا کہ اُس دن خدا کی عبادت کیا کرین گے کیونکہ اُس روز خدا بھی دنیا کی چیزون کے پیدا کرنے سے

نزل ۳

فارغ تھا کسی مخلوق کو اُس روز پیدا نہیں کیا اسواسطے اللہ پاک نے اونہیں کے انتخاب کے موافق اُسی دن کو اُنکے واسطے مقرر کردیا اور مچھلی کا شکار اُس روز بالکل ممنوع کردیا گیا اب حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے زمانہ تک یہود اسی دن پر قائم رہے پھر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی ہوئے تو نصاریٰ نے اتوار کا دن اختیار کیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اُسی روز سے مخلوق کی پیدائش کی بنیاد ڈالی ہے اور اُس روز عبادت کرنے لگے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہوئے تو اللہ پاک نے آپکی امت کے لئے جمعہ کا دن منتخب کردیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت قیامت تک اُسی پر قائم رہے گی صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم ساری امتوں کے بعد دنیا میں آئے ہیں اور قیامت میں سب سے پہلے ہونگے مگر یہ بات ضرور ہے کہ پہلی امتوں کو خدا کی کتاب ہم سے پہلے ملی ہے اور یہ دن جمعہ کا وہ ہے کہ اللہ پاک نے اون امتوں کے اختیار پر چھوڑا تھا مگر اونھوں نے اُس میں اختلاف کیا اسلئے اللہ پاک نے ہمیں اسکی ہدایت دی ہے اور ہم نے اِس جمعہ کے دن کو اختیار کیا اب جتنی امتیں ہیں وہ سب ہمارے تابع ہیں یہود ہم سے ایک روز بعد اور نصاریٰ اِس سے بھی ایک دن بعد۔ پھر اللہ پاک نے یہ بات بیان فرمائی کہ قیامت کے دن اِس سارے اختلاف کا فیصلہ بخوبی ہوجائے گا اور ہر ایک کو وہ سزا ملے گی جسکا وہ مستحق ٹھیریگا مطلب یہ ہے کہ یہود نے ہفتہ کا دن خاص عبادت کا ٹھیرا کر پھر اِن میں کے ایک فرقہ نے قوم کے لوگوں سے جو اختلاف کیا اور ہفتہ کے دن مچھلیوں کا شکار کھیلا ایسے لوگوں کی سزا کا فیصلہ قیامت کے دن ہوگا۔ معتبر سند سے مستدرک حاکم اور اسماء وصفات بیہقی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی سے جو روایتیں ہیں اُنکا حاصل یہ ہے کہ ہجرت کے بعد مدینہ میں یہود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دنیا کی پیدائش کا حال پوچھا تھا اُسپر آپ نے فرمایا اتوار کے دن سے دنیا کی چیزوں کی پیدائش شروع ہوکر جمعہ کے روز ختم ہوگئی۔ یہود نے آپ کے اِس کلام کی پوری تصدیق کی اوپر یہ جو گزرا کہ یہود نے ہفتہ کا دن عبادت کیلئے اسواسطے اختیار کیا کہ اُس دن اللہ تعالیٰ نے دنیا کی چیزوں میں سے کوئی چیز پیدا نہیں کی اور نصاریٰ نے اتوار کا دن اِس لئے اختیار کیا کہ اُس دن سے دنیا کی پیدائش شروع ہوئی تھی اُسکا مطلب اِن روایتوں سے اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے۔

منزل ۳

اُدْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ۚ إِنَّ

بلا اپنے رب کی راہ پر پکی باتیں سمجھا کر اور نصیحت کر کر بھلی طرح اور الزام دے اُنکو جس طرح بہتر ہو تیرا

رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِ ۖ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ۝

رب ہی بہتر جانتا ہے جو بھولا اُسکی راہ سے اور وہی بہتر جانے جو راہ پر ہیں

اِس آیۃ میں اللہ پاک نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا کہ آپ لوگوں کو اسلام کی نصیحت کریں تو نہایت ہی نرمی سے گفتگو کریں اِس طرح اللہ پاک نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو فرعون کے پاس جانے کا ارشاد فرمایا تو یہ بھی حکم دیدیا تھا کہ فقولا لہ قولا لینا جسکا مطلب یہ ہے کہ سختی سے اُسکے ساتھ کلام نہ کیا جائے اسواسطے اہل

اسلام کو بھی زیبا ہی کہ جب کسی مخالف فرقہ سے مناظرہ کرین تو یہی شیوہ اختیار کرین خواہ وہ راہ راست پر آوین یا نہ آوین
چنانچہ یہی بات کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حکم ہوا کہ آپ اس بات کی حرص نکرین کہ سب کے سب آپکی نصیحت سے راہ
راست ہی پر آجاوین کیونکہ ہدایت اللہ کے ہاتھ ہی وہ جسکو چاہے ہدایت دے اور جسکو چاہے نہ دے وہ ہدایت پانے والے
کو خوب جانتا ہے اور جو لوگ ہدایت نہین پانے والے ہین اونہین بھی وہ جان چکا ہے مگر جزا و سزا کا دارومدار اُسنے اپنے علم
پر نہیں رکھا ہی اسلئے تمام حجت کے طور پر اُسنے اپنے رسول مخلوق میں بھیجدیئے تاکہ کسی کو اسبات کے کہنے کی گنجائش نرہے
کہ ہمیں کوئی راہ بتلانے والا نہیں ملایا کوئی رسول و پیغمبر خدا کا ہمارے پاس پیغام لیکر نہیں آیا۔ معتبر سند سے ترمذی نسائی
مصنف ابن ابی شیبہ اور مستدرک حاکم میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہی کہ ابو طالب کی بیماری
کے وقت ابوجہل اور چند مشرک ابو طالب کی خبر کو آئے اور اُنھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شکایت کی کہ یہ ہمارے
بتون کو برا کہتے ہیں اتنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اُس مجلس میں تشریف لائے اور اُس شکایت کا حال سنکر آپنے فرمایا
میں تو اِن لوگونکو ایسا کلمہ کہنے کی نصیحت کرتا ہون کہ اگر یہ لوگ وہ کلمہ کہہ لیوین گے تو اِنکو تمام عرب کی بادشاہت ملجاویگی اُن
لوگون نے پوچھا وہ کیا کلمہ ہے تو آپنے بت پرستی کے چھوڑنے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے مان لینے کی نصیحت کی اسپر وہ مشرک
لوگ خفا ہوکر اُس مجلس سے اُٹھ گئے۔ سورہ آل عمران میں گزر چکا ہی کہ نجران کے پادری جب زبانی بحث سے قائل نہیں
ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹے گروہ پر بددعا کرنیکا طریقہ اختیار کیا جسپر وہ پادری ڈر گئے اور اُنھون نے
سالانہ کچھ رقم ادا کرنے کے وعدہ پر صلح کرلی۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی جس مین
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اپنے علم ازلی کے موافق اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں یہ لکھ
لیا ہی کہ دنیا میں پیدا ہونے کے بعد کتنے آدمی جنت میں جانے کے قابل کام کرینگے اور کتنے دوزخ میں۔ آیۃ میں حکمت اور
تدبیر سے نصیحت کرنیکا اور مخالف لوگون کو اچھے طریقے سے الزام دینے کا اور پھر نصیحت کے بعد راہ راست پر آنیوالون
اور نہ آنے والون کا حال اللہ تعالیٰ کو معلوم ہونے کا جو حکم ہے یہ روایتین گویا اُسکی تفسیر ہیں جس سے سمجھ میں آسکتا ہی
کہ مشرکین مکہ کو اللہ کے رسول نے کس حکمت اور تدبیر سے شرک سے باز آنے کی نصیحت کی اور نجران کے پادریون کو
کیسے اچھے طریقہ سے الزام دیا اور اِس نصیحت اور الزام کے بعد علم الٰہی کے موافق آخر نتیجہ کیا ہوا۔

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ؕ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ۝

اور اگر بدلا دو تو بدلا دو اِس قدر جتنی تم کو تکلیف پہنچے اور اگر صبر کرو تو یہ بہتر ہے صبر والون کو

معتبر سند سے ترمذی نسائی مستدرک حاکم اور دلائل النبوت میں بیہقی نے ابوہریرہؓ اور ابی بن کعب کی روایت سے جو
شان نزول اِس آیۃ کی بیان کی ہے اسکا حاصل یہ ہے کہ جنگ احد میں چونسٹھ آدمی انصار اور چھ آدمی مہاجر یہ سب
ستر شخص جو شہید ہوئے تو سوا ایک حنظلہ بن عامر کے اور سب شہدا کی لاشون کے ساتھ مشرکین نے بڑی بے رحمی

منزل ۳

کا برتاؤ کیا شہیدونکے ناک کان شرم گاہ کاٹ ڈالے پیٹ پھاڑ ڈالے حنظلہ بن ابو عامر سے مشرکین اس سبب سے
برائی سے پیش نہیں آئے کہ حنظلہ کے باپ ابو عامر مشرکین کے لشکر مین ابو سفیان کے ساتھ تھے غرض جب
مشرکون نے مسلمانون کے شہدا کی لاشون کے ساتھ یہ بدسلوکی کی تو اسپر مسلمانون نے یہ کہا تھا کہ ہم بھی جب کبھی
موقع پاوین گے تو جو کچھ مشرکون نے کیا ہے اوس سے بڑھکر ہم انکے مقتولونکا برادجہ کرین گے اور آنحضرت نے بھی
حضرت امیر حمزہ کی لاش کو کان ناک کٹا اور پیٹ پھٹا جب دیکھا تھا تو قسم کھا کر یہ فرمایا تھا کہ امیر حمزہ کے عوض مین
ستر مشرکون کے کان ناک مین کاٹون گا اسپر اللہ تعالیٰ نے فتح مکہ کے وقت یہ آیۃ نازل فرمائی حاصل معنے آیۃ کے یہ ہین کہ ایذا
کے بعد اگر کوئی صبر کرے تو صبر بہت بہتر ہے اور اگر بدلا بھی لیا جاوے تو اس قدر بدلہ لیا جاوے جسقدر ایذا دشمنون
کی طرف سے پہونچی ہے اُس سے بڑھکر بدلا لینا اللہ کے انصاف میں منع ہے اس آیۃ کے اترنے کے بعد آنحضرت نے اپنی قسم
کا کفارہ دیا اور یہ فرمایا کہ مجھکو صبر منظور ہے۔ سو اس شان نزول کے بعضے مفسرون نے آیۃ کی اور شان نزول بیان کرکے
آیۃ کو حکم جہاد سے منسوخ جو ٹھہرایا ہے اُس شان نزول سے یہ شان نزول جو اوپر بیان ہوئی ہے زیادہ صحیح ہے اسی واسطے ابو
جعفر ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں اس شان نزول کو پسندیدہ اور قوی ٹھہرایا ہے۔ ہرم بن حیان ایک تابعی بزرگ
دین مین سے جب وفات کے قریب پہونچے تو انکے رشتہ دارون اور دوستون نے کہا کہ کچھ وصیت فرمایئے اونھون نے
کہا کہ بڑی وصیت تو مال کی ہوتی ہے مال تو میرے پاس نہیں ہے لیکن سورہ نحل کی آخر کی آیتونکی مین تم کو وصیت کرتا ہون منزل ۳
اِن بزرگ کی وصیت کا حاصل وہی ہے جو حاصل آیۃ کے معنے مین بیان ہوا اللہ کی بردباری کی عادت کی ابو موسیٰ اشعری
کی حدیث صحیح بخاری و مسلم کے حوالے اوپر ایک جگہ گزر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ
سے بڑھ کر کون بردبار ہو سکتا ہے کہ لوگ شرک کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انکے رزق اور انکی صحت مین خلل نہیں ڈالتا
اور احادیث میں بھی غصہ کے وقت بردباری اور تحمل کی بڑی فضیلت آئی ہے جسطرح آگے کی آیت مین اللہ تعالیٰ
نے اپنے پرہیزگار اور نیک بندون کے ساتھ ہونیکا ذکر فرمایا ہے اسی طرح قرآن شریف میں جہان کہیں اللہ کا
اپنے بندون کے ساتھ ہونے کا ذکر ہے اہل سنت کے نزدیک اس کے معنے یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے علم اور مدد سے
بندون کے ساتھ ہے اللہ کی ذات پاک کا ہر جگہ ہونا اور ہر شے میں ہونا فرقہ جہمیہ کا اعتقاد ہے اہل سنت اسکے قائل
نہیں ہیں چنانچہ امام احمد بن حنبل نے فرقہ جہمیہ کے عقیدون کے غلط ٹھہرانے میں خاص ایک کتاب لکھی ہے جس میں
بہت سی آیتین اور عقلی دلیلون سے جہمی فرقہ کو قائل کیا گیا ہے چنانچہ مثلاً آیت قد احاط بکل شی علما کے موافق
اہل سنت کے مذہب کی بنا پر اللہ تعالیٰ کے علم کو ہر جگہ تسلیم کرکے عقلی طور پر بعضے مقامات کی بحث کی ہے جہان
اللہ تعالیٰ کے بالذات موجود ہونے کے اعتقاد کو بڑی گستاخی اور بے ادبی کا اعتقاد ثابت کیا ہے جیسے مثلاً صحیح مسلم
کی جابرؓ کی حدیث میں ہے کہ شیطان سمندر مین اپنا تخت بچھا کر بیٹھتا ہے اب اوپر کی آیت کے موافق اللہ تعالیٰ اپنے علم

کی رو سے تو وہان موجود ہے لیکن نعوذ باللہ منہا اُس تخت پر اللہ تعالی کے بالذات موجود ہونے کا اعتقاد کسی مسلمان کو نہیں ہے ایسی نقلی اور عقلی مثالیں اُس کتاب میں بہت سی ہیں جن سے جسمی فرقہ کے مذہب کی غلطی اچھی طرح ثابت ہوتی ہے۔

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِمَّا يَمْكُرُونَ ۝

اور تو صبر کر اور تجھے صبر ہو سکے اللہ ہی کی مدد سے اور آپ غم نہ کھا اور تنگ خفا رہ اُنکے فریب سے

إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَّالَّذِينَ هُمْ مُّحْسِنُونَ ۝ ع ۱۶ ۹ ۲۴

اللہ ساتھ ہے اُنکے جو پرہیزگار ہیں اور جو نیکی کرتے ہیں

اِس سے اوپر کی آیت میں اللہ پاک نے مومنوں کو خطاب کیا تھا کہ جب کوئی تم پر ظلم کرے اور تم کسی وقت اُسپر قابو پاکر بدلہ لینا چاہو تو اُسی قدر بدلہ لو جتنا اُس نے ظلم کیا تھا ایسا نہ ہو کہ اُس سے تجاوز کرو بلکہ بہتر تو یہ ہے کہ صبر کرو اِس آیت میں خاصکر سرور کائنات حضرت رسول مقبول صلعم کو حکم فرمایا کہ آپ صبر اختیار کریں اور اِس کی تاکید فرمائی اور اِس بات کی خبر دی کہ خداوند جل جلالہ کی مدد کے بغیر صبر ہاتھ نہیں آتا آپ اگر صبر کرینگے تو خدا ہی کی مدد سے کرسکینگے اور پھر آپ کو اِس بات سے منع فرمایا کہ جو شخص آپکے خلاف کرے تو اِس سے رنجیدہ ہو جاویں کیونکہ یہ بھی خدا ہی کی طرف سے مقدر ہو چکا تھا جو کچھ احد کی لڑائی میں ہوا اور پھر کفار کے مکر و فریب کرنے سے غمگین ہونے کو منع فرمایا کہ اگر یہ مکر و فریب کرتے ہیں تو کرنے دو خدا تو تمہارے ساتھ ہے اُنکے مکر و فریب سے تمہیں کیا نقصان ہوگا اللہ پاک متقی اور خالص نیت سے نیک عمل کرنے والے لوگوں کے ساتھ ہے۔ صحیح بخاری و مسلم میں ابو سعید خدری سے روایت ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا تکلیف کے وقت جو شخص صبر کرتا ہے تو اللہ تعالی اُس شخص کی غیب سے مدد کرتا ہے جس سے تکلیف کی برداشت اُس شخص پر آسان ہو جاتی ہے یہ حدیث واصبرو ما صبرک الا باللہ کی گویا تفسیر ہے جسمیں اللہ کے رسول نے آیۃ کے ٹکڑے کا مطلب اچھی طرح سمجھا دیا ہے۔ اسلام کی ترقی کو روکنے کے لئے مشرکین مکہ طرح طرح کے مکر و فریب کرتے تھے۔ چنانچہ اِسی سورۃ میں اُنکے ایک فریب کا ذکر قتادہ کے صحیح قول کے حوالہ سے گزر چکا ہے کہ یہ لوگ حج کے موسم میں مکہ کے چاروں طرف آدمی بٹھلا دیتے تھے تاکہ وہ مکہ کے آنے والے مسافروں سے قرآن اور آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی مذمت بیان کرکے اُنہیں اسلام کی طرف مائل نہ ہونے دیویں اِسی واسطے فرمایا کہ ان مشرکوں کی سرکشی پر نہ کچھ رنجیدہ ہونا چاہیئے نہ اُنکا مکر و فریب کچھ اندیشہ کے قابل ہے پرہیزگار اور نیک لوگوں کے ساتھ اللہ ہے وہ اُن کی مدد کریگا اور اُسکی مدد کے آگے کسی کا مکر و فریب کچھ چل نہیں سکتا اللہ سچا ہے اللہ کا وعدہ سچا ہے مکہ کے چاروں طرف آدمی بٹھلا کر جن مکہ کے مسافروں کو ان مشرکوں نے اسلام سے روکنا چاہا اللہ تعالی نے اپنے وعدہ کے موافق ایسی مدد کی کہ اونہی مکہ کے مسافروں کے ذریعہ سے اہل اسلام

منزل ۳

اکی جماعت بڑھا دی صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے عبادہؓ بن الصامت کی وہ حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے جسمیں منے کی گھاٹی کی بیعت اسلام کا قصہ ہے جسکا حاصل یہ ہی کہ ایک سال موسم حج میں قبیلہ اوس وخزرج کے کچھ لوگ مدینہ سے مکہ آئے اور منے کی گھاٹی میں اونھون نے اسلام قبول کیا اور آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اون میں سے بارہ شخصون کو نقیب مقرر کیا تاکہ وہ مدینہ اور اطراف مدینہ میں اسلام کو پھیلاوین جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ہجرت سے پہلے مدینہ اور اطراف مدینہ میں چودہ پندرہ سو آدمیون کی جماعت اہل اسلام کی قائم ہوگئی حاصل کلام یہ ہی کہ ان آیتون میں اللہ تعالی نے یہ وعدہ جو فرمایا تھا کہ اللہ کے رسول اور آنکے ساتھ کے اہل اسلام کی غیب سے ایسی مدد ہوگی جس سے ان مشرکین کا مکر وفریب کچھ نہیں چل سکے گا عبادہؓ بن الصامت کی یہ حدیث اس وعدہ کے ظہور کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مکہ کے چارون طرف آدمی بٹھلا کر جن لوگون کو مشرکین مکہ نے اسلام سے روکنا چاہا تھا مدد الٰہی سے وہی لوگ اسلام کے ایسے مددگار بن گئے کہ قیامت تک انکا نام انصار اور دین کے مددگار قرار پا گیا معتبر سند سے عطیہؓ سعدی کی روایت ایک جگہ گزر چکی ہے کہ کوئی شخص متقیون کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا جب تک بے ڈر کی چیز کو ڈر کی چیز کی بہشت سے نہ چھوڑ دے یہ حدیث متقیون کے حال کی گویا تفسیر ہے احسان کے معنے حسن سلوک کے بھی ہیں اور ن عبادت کے بھی ہیں ان آیتون میں محسنون کا لفظ خالص نیت سے عبادت کرنے والون کہ لئے ہی کہ حسن عبادت کا بھی مطلب ہی صحیح مسلم کے حوالہ سے حضرت عمرؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن عبادت کے معنون میں جو احسان ہے اسکی تفسیر یون فرمائی ہے کہ آدمی عبادت کرتے وقت یہ خیال کرے وہ اللہ تعالی کو دیکھ رہا ہے اگر یہ مرتبہ آدمی کو میسر نہ ہو تو اتنا خیال ضرور ہے کہ اللہ تعالی اسکو دیکھ رہا ہے۔ اگرچہ سورہ آل عمران میں احد کی لڑائی کا قصہ بیان کر دیا گیا ہو لیکن اس آیۃ اس سے اوپر کی آیۃ میں مختصر طور پر احد کی لڑائی کا ذکر یا ہی اس سبب سے مناسب معلوم ہوا کہ یہان بھی احد کی لڑائی کے قصہ کا مختصر طور پر ذکر کر دیا جاوے۔ احد کی لڑائی کا سبب یہ کہ جب ۲ھ میں بدر کی لڑائی ہو کر مسلمانون کی فتح ہوئی تو مشرکین مکہ کو مسلمانون کی اس فتح اور اپنی شکست کا بڑا رنج تھا اسلئے بدر کی لڑائی کے تیرہ مہینے کے بعد مشرکین مکہ پھر لڑائی کے ارادہ سے آئے اور احد کے مقام پر لڑائی ہوئی۔ یہ لڑائی ایسے ڈھنگ سے تھی کہ احد پہاڑ مسلمانون کی پشت پر تھا۔ لڑائی کے شروع ہونے سے پہلے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر اسلام کی پشت کی حفاظت کے خیال سے پچاس تیراندازون کو اس پہاڑ پر تعینات کر دیا تھا تاکہ مشرک لوگ دھوکا دیکر لشکر اسلام کی پشت کی طرف سے حملہ کرنا چاہیں تو یہ تیرانداز انکو روکیں۔ اول اول مشرکون نے لشکر اسلام کی پشت کی طرف سے تین دفعہ حملہ کرنا چاہا لیکن ان تیراندازون نے بڑی جرات سے مشرکون کے تینون دفعہ کے حملہ کو روکا مگر جب ان تیراندازون نے دیکھا کہ مسلمان غالب ہوا چاہتے ہیں تو ان تیراندازون نے اپنی تعیناتی کی جگہ کو چھوڑ دیا اور لوٹ لوٹ کتے ہوئے لشکر اسلام میں جا ملے۔ مشرکون نے موقع پاکر لشکر اسلام کی پشت پر سے بھی حملہ کر دیا اور

منزل ۳

مسلمانوں کے پیر اکھاڑ دئے آخر ستر آدمی مسلمانوں کے شہید ہوئے حضرت امیر حمزہ اور نامی نامی صحابہ بھی انہیں ستر میں شریک ہیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دانت ٹوٹ گیا اور آپکی ناک میں اور گھٹنے کو بھی صدمہ پونہچا اور آپ ایک گڑھے میں گر پڑے جس سے شیطان نے غل مچا دیا کہ رسول وقت شہید ہو گئے۔ اسی مسلمانوں کی شکست کے بعد مشرکوں نے مسلمانوں کی لاشوں کے ساتھ وہ بدسلوکی کا برتاؤ کیا جس کا ذکر اوپر کی آیۃ کی تفسیر میں گزرا اور اسی بدسلوکی کے برتاؤ کو دیکھ کر اللہ کے رسول اور مسلمانوں کو وہ جوش آیا جس کا ذکر اوپر کی آیۃ کی تفسیر میں ہی اور اسی جوش کے مٹانے کے لئے اس آیۃ میں صبر کا حکم نازل ہوا۔

سورۃ النحل ختم ہوئی

تیسری منزل تمام ہوئی

مختصر فہرست کتب فضل الاخبار بک ایجنسی دہلی

بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام عربی مجتبائی

ہر دو حصہ کامل

مصنفہ شیخ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ جو متون حدیث میں ایک نہایت مشہور و مفید متن ہے مدت سے مطبع نہ چھپا ہوا تھا چھپتے وقت ان چند ضروری اور مفید باتوں کی رعایت کیگئی ہے جو کسی مطبع نے اسکے چھپتے وقت نہیں کی سب سے بڑی مفید بات یہ ہے کہ کتاب کی تہذیب و تحشی ایسی خوبی سے کیگئی ہے کہ بیان سے باہر ہے علامہ زمن جناب لفاضلہ حافظ سید احمد حسن صاحب سابق اعلیٰ تلامذہ حیدرآباد دکن و رئیس علمائے تحشی و تہذیب جو محنت اٹھائی ہے اسکا اندازہ تو کتاب کے پڑھنے سے ہوگا۔ لیکن بغیر اسے مالا بد منہ کے کلہ لابد منہ کلہ حواشی کی چند خوبیاں مختصر عرض کیجاتی ہیں (۱) جن کتابوں کی احادیث متن میں نقل کیگئی ہے مولف نے ان سب کتابوں کا اختصار کے خیال سے متن میں نام نہیں تبلایا تھا ان حواشی میں ترک کتب کا نام تبلادیا گیا ہے تاکہ حدیث کی تخریج پوری ہوجائے (۲) بعض جگہ مولف نے بمجمل طور پر کسی حدیث کا ضعف تبلایا تھا مگر اسکا سبب کچھ نہیں تبلایا تھا ان حواشی میں ضعف کے سبب کی پوری تفصیل کردیگئی ہے (۳) کسی حدیث کی تخریج جانتک دوسری حدیث سے ممکن تھی کردیگئی ہے تاکہ صحت حدیث میں کوئی حالت متلاطم باقی نہ رہے (۴) اختصار کے خیال سے متن میں مولف نے کسی حدیث کو اور سورا نقل کیا تھا تو اسکو پورا کردیا گیا ہے (۵) متن کی جو حدیثیں ہیں ہر تعداد میں تھا اسکو اچھی طرح رفع کردیگیا اور جس متن کی حدیث کی وجہ بیان کردیگئی ہے (۶) مجتہدین مذہب نے جس حدیث سے کچھ استدلال کیا تھا وہ بیان کردیگیا ہے (۷) متن کی شروع کے علاوہ حدیث کی دس بارہ علامتوں سے بدل کر متن کو اس طرح حل کردیا ہے کہ علیحدہ متن کا مطالعہ کرنے میں بہت آسانی ہوگئی (۸) متن کے تمام غریبات کو اچھی طرح واضح المعنی کردیا گیا ہے (۹) ہر کتاب کے اندر مطالب کی ایک حواشی کے ہر صفحہ کے اخیر میں ان کتابوں کا نام لکھدیا گیا ہے تاکہ ضرورت کے وقت اصل کتاب سے بھی مدد لی سکے

(۱۰) ہر قول مرجوح و قول راجح تھا وہ ان حواشی میں لکھدیا گیا ہے تاکہ اسکے قائل کا قول معلوم ہوجائے (۱۱) حواشی کے لیئے ہر ایک صفحہ پر ایک خانہ کھدا ہوا ہے جس سے اندر متن کے ہر لفظ کا اعراب مولف کا اصلی مطلب ہے بہت مدد ملتی ہے

منیجر اخبار فضل الاخبار دہلی سے طلب فرمائیں